اس انمول کتاب میں سینکڑوں دلچسپ، نصیحت آموز، اور
مزاحیہ حکایات کو جمع کیا گیا ہے جن کو پڑھنے سے دین و دنیا کے مسائل
حل ہوتے ہیں

علماء اور واعظین کے لئے عجیب تحفہ

علمی مضامین کامل

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

مکتبہ طیبہ
دیوبند

یہ انمول کتاب سینکڑوں دلچسپ اور نصیحت آموز حکایات
علمی نکات اور امثالِ عبرت کا قیمتی مجموعہ ہے۔

علمی مضامین کامل

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رح

ترتیب:

حضرت حکیم محمد مصطفےٰ بجنوری رح خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی رح

ناشر:
نیر بک ڈپو، دیوبند (الہند)

نام کتاب :- ـــــــــــ علمی مضامین (کامل)

سن طباعت :- ـــــــــــ ۱۹۹۷ء

کتابت :- ـــــــــــ حافظ محمد ایوب

طباعت :- ـــــــــــ ربانی انٹرپرائزز دہلی ۶

ناشر :- ـــــــــــ نیر بک ڈپو، دیوبند

قیمت :- ـــــــــــ

سول ایجنٹ :-

مکتبہ طیبہ، دیوبند (الہند)

عرضِ ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کا برصغیر بلکہ عالم اسلام میں جو علمی مرتبہ اور انھیں مقبولیت حاصل ہے وہ کسی اہل علم پر مخفی نہیں، نصف صدی سے زائد عرصہ تک تدریس و افتاء، بیعت و ارشاد، تصنیف و تالیف اور تحریر و تقریر کے ذریعہ اصلاح خلق اور تعمیر معاشرۂ اسلامی کی جو خدمات آپ نے انجام دیں اسلامی تاریخ میں اس کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں تصنیف و تالیف کے ذخیرے پر نظر ڈالنے کے ساتھ ساتھ اگر مدت کار پر بھی نظر ڈالیں تو یہ امر اور بھی حیرت انگیز بن جاتا ہے۔

آپ نے باضابطہ جو کتابیں تصنیف کیں وہ تو اعلیٰ علمی اور تحقیقی معیار کی حامل ہیں ہی کمال یہ ہے کہ برجستہ اور فی البدیہہ کی ہوئی آپ کی تقاریر و مواعظ بھی علم و حکمت اور قیمتی علمی و تحقیقی نوادرات سے معمور ہیں۔

آپ کے مواعظ کے ذخیرے سے حضرت مولانا حکیم محمد مصطفیٰ صاحب بجنوریؒ (خلیفہ حضرت حکیم الامتؒ) نے نہایت گرانقدر علمی اور تحقیقی مضامین کا انتخاب کرکے علمی دنیا کیلئے ایک قیمتی مجموعہ پیش کیا ہے۔

یہ مضامین حکایات، علمی نکات اور امثال عبرت وغیرہ کی شکل میں ہیں، کتاب کے انھیں مضامین کی مناسبت سے ہم اس مجموعہ کو "مضامین علیہ" کے نام سے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

قارئین حضرات سے گذارش ہے کہ صاحب مضامین اور مرتب کے ساتھ ساتھ اس ناچیز کے لئے بھی دعاء خیر فرمائیں۔

الناشر

محمد طیب قاسمی

فہرست امثال عبرت

حصّۂ اول ـــــ حصّۂ دوم

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	دیباچہ	۹
۲	کتاب العلم	۱۲
۳	کتاب الصلوٰۃ	۱۵۶
۴	کتاب الحج	۱۵۹
۵	کتاب المعاملات	۱۶۲
۶	کتاب العادات	۱۶۵
۷	کتاب المعاشرت	۲۳۶
۸	کتاب الاخلاق	۲۳۸
۹	کتاب الکرامات	۲۸۸
۱۰	کتاب المتفرقات	۲۹۹

فہرست مضامین مزاحیہ حکایات

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	مرزا قادیانی دجال کی حکایت	۳۰۷
۲	ایک پرندہ کی حکایت	۳۰۸
۳	سُنّی اور شیعہ کی حکایت	″
۴	ایک غیر مقلد کی کم علمی کی حکایت	۳۰۹
۵	مُلّا دوپیازہ کی حکایت	۳۱۰
۶	گھر میں شیخ کے آنے کی حکایت	۳۱۱
۷	ایک خان صاحب کے شہادت حاصل کرنے کی حکایت	۳۱۱
۸	کثرت سے وساوس آنے کی حکایت	″
۸	عشق مجازی سے نجات پانیکی حکایت	۳۱۲
۹	ایک بزرگ کے اخلاص کی حکایت	۳۱۳
۱۰	ذہانت کی عجیب حکایت	۳۱۴
۱۲	دنیا سے پرہیز کرنے کی حکایت	۳۱۵
۱۳	بنیا کی ذہانت کی حکایت	۳۱۶
۱۴	اپنے دوست کو بزرگ خط بھیجنا بھروانے	″
۱۵	ایک عورت کے دو خاوند کی حکایت	۳۱۶
۱۶	جھوٹی گواہوں کی مشہوری کرنے کی حکایت	۳۱۷
۱۷	خانسامہ اور بخیل مالک کی حکایت	۳۱۹
۱۸	تیل اور پانی کی حکایت	۳۲۰
۱۹	کم فہم واعظ کی حکایت	۳۲۱
۲۰	انسان اور شیطان کی دوستی کی حکایت	۳۲۲
۲۱	ایک طالب علم کی ذہانت کی حکایت	۳۲۳
۲۲	بوڑھے آدمی پر رحمت خداوندی کی حکایت	۳۲۴
۲۳	چور کی ہوشیاری کی حکایت	″
۲۴	طالب علم اور ملّاح کی حکایت	۳۲۵
۲۵	عالمگیر اور راجہ کے بیٹے کی حکایت	۳۲۶
۲۶	جاہل حافظ کی حکایت۔	۳۲۸
۲۷	ایک سوداگر اور طوطی کی حکایت	۳۲۸
۲۸	گیارہویں پر غیر مستحقین کو بلانیکی حکایت	۳۲۹
۲۹	ایک دیہاتی کی حکایت	۳۳۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۰	اکبر بادشاہ کی حکایت	۳۲۲
۳۱	ایک بے نماز گنوار کی حکایت	۳۲۳
۳۲	مرید کے خواب دیکھنے کی حکایت	"
۳۳	ایک متکبر رئیس کی حکایت	۳۲۴
۳۴	جاہل بے علم نمازی کی حکایت	"
۳۵	ایک شاعر کی حکایت	۳۲۵
۳۶	کنجوس بنیئے کی حکایت	۳۲۶
۳۷	کیمیاگری سیکھنے والے کی حکایت	"
۳۸	قول کا کلمہ سن کر دشمنی کرنے والے کی حکایت	۳۲۷
۳۹	شطرنج کھیلنے والے کی حکایت	۳۲۸
۴۰	حضرت معروف کرخیؒ کے مرید کی حکایت	۳۲۹
۴۱	لالچی پیر کی حکایت	"
۴۲	مسجد کو چندہ لگانے والے کی حکایت	۳۳۰
۴۳	تحصیلدار کے تبادلہ کی حکایت	" ۵۱
۴۴	سیاح عورت کی ہوشیاری کی حکایت	۳۳۱ ۵۲
۴۵	حضرت مزاحمؒ کی بچوں سے محبت کی حکایت	" ۵۲
۴۶	استاد اور جینگے شاگرد کی حکایت	۳۳۳
۴۷	چار آدمی کے سفر کرنے کی حکایت	۳۳۴ ۵۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۸	حریص ملاح کی حکایت	۳۳۵
۴۹	بدعت پر عمل کرنے کی ایک نانی کی حکایت	۳۳۶
۵۰	جاہل گنوار کی حکایت	۳۳۷
۵۱	ایک اعرابی کی کتے کے ساتھ دوستی کی حکایت	۳۳۸
۵۲	ایک ملاح کی حکایت	"
۵۳	چندہ وصول کرنے والے کی حکایت	۳۳۹
۵۴	عورتوں سے پردہ کرانے والے پیر کی حکایت	۳۵۰
۵۵	ساس کو حلال کرنے والے مولوی کی حکایت	۳۵۱
۵۶	ایک دیندار شخص کی کم فہمی کی حکایت	۳۵۲
۵۷	آجکل کے محققین کے اجتہاد کرنے کی حکایت	۳۵۳
۵۸	مار کھانے میں مزہ آنے کی حکایت	۳۵۴
۵۹	جاہل درویش کی حکایت	۳۵۵
۶۰	دو جاہل ملنگوں کی حکایت	"
۶۱	پادری اور گنوار کے مناظرہ کی حکایت	۳۵۶
۶۲	نعمان خان اور عیسائی پادری کی حکایت	"
۶۳	عورت کی تصنیف کردہ کتاب پر مصنف کا نام نہ لکھے جانے کی حکایت	۳۵۷
۶۴	گرو اور چیلہ کی حکایت	۳۵۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۵	اکبر اور بیربل کی حکایت	۳۶۱
۶۶	سست اور کاہل ہندی کی حکایت	۳۶۲
۶۷	ایک افیونی کی حکایت	۳۶۳
۶۸	ہندو طبیب اور بادشاہ کے لڑکے کی حکایت	″
۶۹	میلا دکرتے ہوئے پرانا کرتہ پھاڑنے کی حکایت	۳۶۴
۷۰	ہر وقت بناؤ سنگھار فیشن اور کپڑوں کی	
۷۱	فکر میں رہنے والوں کی حکایت	۳۶۵
۷۲	ایک بزرگ کا گدھے پر پان بیچ ڈالنے کی حکایت	۳۶۶
۷۳	دیہاتی گنوار اور انریزی مجسٹریٹ کی حکایت	″
۷۴	عارضی اور حقیقی تواضع کی حکایت	۳۶۷
۷۵	جاہل بے علم کی حکایت	۳۶۸
۷۶	رسومات مرگ پر کفن کا چادر دینے کی حکایت	۳۶۹
۷۷	غیر شرعی رسومات کی حکایت	۳۷۰
۷۸	شیطان کو جوتوں کے ساتھ پٹائی کرنیکی حکایت	۳۷۱
۷۹	شریر بچوں کی حکایت	″
۸۰	یک چشم شخص کی حکایت	۳۷۲
۸۱	مٹی کا سونا بنانے کی حکایت	″
۸۲	عشق مجازی میں مبتلا ہونیوالے کی حکایت	۳۷۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۸۳	ایک لالچی ہندو کی حکایت	۳۷۴
۸۴	بہروپیا کی حکایت	۳۷۵
۸۵	شاہ ابو المعالی اور شاہ بھیک کی حکایت	۳۷۷
۸۶	ایک چور کا بادشاہ کی پر عاشق ہونا	″
۸۷	ایک دیہاتی کا ریل میں سفر کرنا	۳۷۸
۸۸	بے وقوف عالم کی حکایت	۳۷۹
۸۹	ایک کم سمجھ طالب علم کی حکایت	۳۸۰
۹۰	غمی کی غیر شرع رسومات اور حکیم صاحب	۳۸۱
۹۱	بے علم احمق انگریز کی حکایت	″
۹۲	امیر کو مفلس بنا دینے کی حکایت	۳۸۲
۹۳	بی بی تمیزہ کی مزاحیہ حکایت	۳۸۳
۹۴	حضرت بہلول کی حکایت	″
۹۵	شیخ چلی کی کی مزاحیہ حکایت	۳۸۴
۹۶	ہر وقت بغل میں کتا رکھنے والی کی حکایت	″
۹۷	حکایت اللہ والوں کو غلطی سے متنبہ کرنا	″
۹۸	یقین کے ساتھ عمل کرنے والے کی حکایت	۳۸۵
۹۹	غیر مقلد اور نواب صدیق حسن	۳۳۶
۱۰۰	غیب کی باتیں معلوم ہو جانیکی حکایت	″

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۰۱	لیلیٰ مجنون کی حکایت	۳۸۷
۱۰۲	دو بھائیوں کی حکایت	۳۸۷
۱۰۳	کم فہم طالب علم کی حکایت	۳۸۹
۱۰۴	معقولی طالب علم کی حکایت	//
۱۰۵	توکل کی حقیقت نہ سمجھنے والے کی حکایت	//
۱۰۶	عطر فروش لڑکی کی حکایت	۳۹۰
۱۰۷	بادشاہ اور بے وقوف بدوی	۳۹۱
۱۰۸	ایک جنٹلمن تعلیم یافتہ کی حکایت	۳۹۲
۱۰۹	سلیقہ سے خدمت نہ سرانجام دینا	۳۹۳
۱۱۰	ایک ہوشیار باراتی کی حکایت	۳۹۴
۱۱۱	ہچکیوں کے بند ہونے کی حکایت	۳۹۵
۱۱۲	حضرت سید حسن اور ان کی اہلیہ کی حکایت	۳۹۶
۱۱۳	پیر دل عزیز شخص کی حکایت	۳۹۷
۱۱۴	دوسرے ساتھیوں سے خدمت لینا	۳۹۸
۱۱۵	ایک واعظ کی مزاحیہ حکایت	۳۹۹
۱۱۶	ہرن کے ہاتھ سے نکل جانے کی حکایت	۴۰۰
۱۱۷	ایک شاعر کے شاگرد کی حکایت	۴۰۱
۱۱۸	نصیحت نہ ماننے والے بیوقوف امیر	۴۰۳
۱۱۹	کی حکایت	۰۰
۱۲۰	مولوی کا نفس بھی مولوی ہوتا ہے ۔	۴۰۴
۱۲۱	نیک دل پٹھان اور بدمزاج شخص کی حکایت	۴۰۵
۱۲۲	ایک قاری صاحب کے شاگرد کی حکایت	۴۰۶
۱۲۳	ایک صوفی کے واصل بحق ہو جانے کی حکایت	//
۱۲۴	قوم لوط اور شیطان کی چال بازی کی حکایت	۴۰۸
۱۲۵	دنگا فساد کرانے میں شیطان کی عجیب چال	۴۱۰
۱۲۶	افیون سے توبہ کرنے والے شخص کی حکایت	۴۱۱
۱۲۷	حضرت شیخ احمد خضرویہ کی حکایت	۴۱۲
۱۲۸	پشت پر شیر کی تصویر بنوانے والے کی حکایت	۴۱۳
۱۲۹	امراء اور حکام کا اثر عوام پر زیادہ ہوتا ہے	۴۱۴
۱۳۰	موروثی پیر کی حکایت	۴۱۶

دیباچہ امثالِ عبرت

(حصہ اوّل)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا

بعد حمد و صلوٰۃ عرض کرتا ہے بندۂ ناچیز محمد مصطفیٰ بجنوری مقیم میرٹھ محلہ کرم علی کہ فی زمانہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم کے وعظ کو حق تعالیٰ نے وہ خصوصیات عطا فرمائی ہیں جو کسی وعظ و تقریر میں کم موجود ہیں جتنی خوبیاں ظاہری و باطنی کسی کلام میں ہو سکتی ہیں سب ہی تو اس میں موجود ہوتی ہیں۔ علوم ظاہری بھی ہوتے ہیں اور تصوّف کا تو گویا عطر ہوتا ہے۔ موقع محل پر کہیں کہیں ابیات (اشعار)، حکایات اور مثالیں بھی ہوتی ہیں۔ جن سے کلام مؤثر اور ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ غرض وعظ تمام علوم و فنون کا مجموعہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر فن اور ہر مذاق کا آدمی اس سے حظ اٹھاتا ہے۔ یہاں وعظ کی خوبیاں بیان کرنا مقصود نہیں، صرف یہ عرض کرنا ہے کہ بہت سے شائقینِ علوم نے حضرت کے وعظوں میں سے اپنے اپنے مذاق کے موافق جس مضمون کو مفید سمجھا۔ اُس کو منتخب کر کے الگ جمع کر دیا ہے۔ مثلاً مضامینِ تصوّف کو ایک صاحب نے الگ جمع کیا، وہ مضامین بعنوان "الرفیق فی سواء الطریق" رسالہ الامداد میں چھپتے ہیں۔ اور ایک صاحب نے مستورات اور عوام کے سمجھنے کے لائق مضامین

ع الحمد للہ یہ مضمون ایک معتدبہ مقدار میں چھپ کر شائع ہو چکا ہے ۱۲

کو انتخاب کر کے تسہیل المواعظ نام رکھ دیا۔ ازاں جملہ احقر نے بھی چند قسم کے مضامین کو منتخب کر کے الگ الگ ناموں سے موسوم کیا ہے۔ منجملہ آں وہ ابیات ہیں جو حضرت والا کے وعظوں میں آئے ہیں اور اس مجموعہ کا نام "ابیاتِ حکمت" رکھ دیا۔ یہ ابیات اس وقت تک تعداد میں تیرہ سو سے کچھ زیادہ ہو گئے ہیں (مناسبت نام کی ظاہر ہے) اور منجملہ آں وہ مضامین ہیں جو از جنس واردات قلبیہ ہیں جو کتابوں میں نہیں ملتے اور صرف حضرت والا کی زبانِ فیض ترجمان سے فائض ہوتے ہیں، ان کو جمع کر کے "العلم الغیر المنقول" نام رکھ دیا۔ اور منجملہ آں وہ مضامین ہیں جن کو حضرت والا نے حضرت قطب عالم حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے حوالہ سے بیان فرمایا، اُن کو جمع کر کے... "علوم امدادیہ" سے موسوم کیا۔ اور منجملہ آں وہ لطائف و ظرائف ہیں جو مواعظ میں آئے ہیں ان کا نام "لطائف اشرفی" رکھا۔ اسی قبیل سے یہ مجموعہ ہے۔ اس میں وہ حکایات اور مثالیں ہیں جو مواعظ میں ارشاد ہوئی ہیں۔ چونکہ حکایات و امثال سے غرض عبرت حاصل کرنا ہے، اس واسطے اس کا نام "امثالِ عبرت" رکھا جاتا ہے۔ نیز اس کا انتخاب "ابیاتِ حکمت" کے متصل ہی ہوا تھا۔ "ابیاتِ حکمت" اور "امثالِ عبرت" میں... توازن بھی ہے۔ اس سے ابتدائی غرض احقر کی صرف یہ تھی کہ بروقتِ بیان حضرت والا کے مواعظ کے ضبط کرنے میں کاتبین کو سہولت ہو ـــــ اس طرح کہ حکایات و امثال ایک جگہ منضبط ہو جاویں تو بیان میں جہاں حکایت یا مثال آوے اُس کا کچھ پتہ دیکر چھوڑ دیا جاوے۔ اور بروقتِ تبییض اس مجموعہ سے اُسکو نقل کر لیا جاوے۔ اور یہی اصل غرض "ابیاتِ حکمت" کے جمع کرنے سے بھی تھی۔ مگر بعد میں ثابت ہوا کہ یہ مجموعہ نہ صرف کاتبین وعظ کے لیے

عہ یہ مجموعہ ابھی طبع نہیں ہوا۔ عہ یہ مجموعہ بھی ابھی طبع نہیں ہوا۔ عہ یہ بھی ابھی طبع نہیں ہوا۔ للعہ یہ بھی ابھی طبع نہیں ہوا۔

مفید ہے۔ بلکہ ہر شخص کے کام کی چیز ہے۔ ان حکایات میں طالبین کے لئے بہت سے علوم و فوائد ہیں۔ جیساکہ پہلے بھی لوگوں نے اسی مصلحت سے حکایات لکھی ہیں۔ اسواسطے اس کو خاص اہتمام کے ساتھ جمع کیا گیا۔ چونکہ حضرت کے مواعظ کا سلسلہ بحمداللہ جاری ہے [حق تعالیٰ اسکو عرصۂ دراز تک جاری و فائض رکھے] اس وجہ سے کہیں اس کا اختتام نہیں ہوا۔ لہٰذا سہولت کے لئے اس کے حصے کر دیتے ہیں۔ چنانچہ دو حصہ تیار ہیں۔ ناظرین دعا فرمائیں کہ یہ سلسلہ ایک کافی حد تک جاری رہے۔ یہ دو حصے گویا نمونہ ہیں اگر توفیق ہوئی تو آخر اس سلسلہ کو جاری رکھے گا ورنہ جس کسی سے ہو سکے، اس کو تمام فرمائیں نظر برانضباط و سہولت، ... "امثالِ عبرت" کے مضامین کی ترتیب ابوابِ ذیل پر رکھی گئی ہے۔ اور ہر ہر حکایت کو جس جزو کے مناسب سمجھا اُسی میں درج کیا گیا ہے (۱) کتاب العلم (۲) کتاب العبادات (۳) کتاب المعاملات (۴) کتاب العادات (۵) کتاب المعاشرات (۶) کتاب الاخلاق (۷) کتاب الکرامات (۸) کتاب المتفرقات ان میں سے بعض اجزاء کے مضامین صرف حصۂ اوّل میں ہیں اور حصۂ دوم اب تک اُن سے خالی ہے وہ اجزاء یہ ہیں۔ (۱) کتاب العبادات (۲) کتاب المعاملات (۳) کتاب المعاشرات (۴) کتاب الکرامات (۵) کتاب المتفرقات۔ غرض حصۂ دوم میں صرف یہ اجزاء ہیں (۱) کتاب العلم (۲) کتاب العادات (۳) کتاب الاخلاق۔ اور مثالوں کو سب کو "کتاب العلم" میں درج کیا گیا ہے اور اس وجہ سے کہ اس کا نفع صرف کا تبانِ وعظ تک محدود نہیں ـــــ معلوم ہوا اکثر حکایات کے بعد اُن کے نتائج بعنوان فائدہ[عہ] درج کئے گئے ہیں اور ہر ہر حکایت اور مثال کا حوالہ بھی دیدیا گیا کہ یہ کس وعظ میں سے نقل کی گئی ہے؟ مع حوالۂ صفحات۔ اور تمام[عہ] اُن مواعظ کی فہرست بھی شروع میں لگا دی ہے جنمیں سے یہ انتخاب ہو چکا ہے تاکہ اس کے بعد کے حصص اُنکے سوا اور مواعظ میں سے منتخب کئے جائیں: رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

عہ طبع ہٰذا کے وقت حضرت قدس سرہٗ کے وصال کو تقریباً پچیس ۲۵ سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔

عہ یہ خاص عنوان کسی جگہ نہیں ملا۔ عہ یہ بھی نہیں ملی۔

(۱)

کِتَابُ الْعِلْم

(۱) حکایت: ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ اے عمرؓ! اُسوقت تمہاری کیا حالت ہوگی کہ جب تم قبر میں تنِ تنہا رکھے جاؤ گے اور دو نہایت عجیب الخلقت فرشتے تم سے آکر توحید و نبوت کے بارے میں سوال کرینگے؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا [اور کس قدر پیارا جواب عرض کیا۔ اور اگر وہ بھی یہ جواب نہ دیتے تو کون دیتا: حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ] یَارَسُوْلَ اللّٰہ یہ فرمائیے کہ اُس وقت ہماری عقل رہے گی یا نہیں؟ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں! عقل باقی رہے گی، بلکہ عقل میں اور ترقی ہوجائے گی [کیونکہ ہیولانی حجاب اُس وقت باقی نہ رہیں گے] حضرت عمرؓ نے کہا کہ یارسول اللہ! اگر عقل باقی رہی، تو کوئی خوف کی بات نہیں۔ انشاءاللہ سب معاملہ درست ہوگا۔

(وعظ اکمال الصوم والعید دعوات عبدیت جلد دوم وعظ ہفتم صـ۸ س ۱۸)

(۲) حکایت: حضرت رابعہؒ کو جس وقت دفن کیا تو حسبِ قاعدہ فرشتوں نے آکر سوال کیا تو حضرت رابعہؒ نہایت اطمینان سے جواب دیتی ہیں کہ کیا اس خدا کو جس کو عمر بھر یاد رکھا۔ گز بھر زمین کے نیچے آکر بھول جاؤں گی تم اپنی خبر لو۔ کہ بڑی مسافت طے کرکے آئے ہو۔ تم کو بھی یاد ہے کہ نہیں؟ سُبحان اللہ! ان حضرات کا بھی کیا اطمینان ہے اسی کو ایک بزرگ نے کہا ہے ؎

گر نکیر آید دپرسد کہ بگو رب تو کیست ٭ گویم آنکس کہ ربود ایں دل دیوانۂ ما

(ایضاً صـ۹ س۱۰) ۱؎ اگر منکر نکیر قبر میں سوال کریں گے کہ تمہارا

(۳) **حکایت** : حدیث میں ایک صحابی حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا واقعہ آیا ہے کہ وہ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ! اگر ہم جنت میں گئے بھی تو ہم کو وہ درجہ تو نصیب نہیں ہوسکتا جو درجہ آپ کا ہوگا۔ اور جب ہم اُس درجہ میں نہ پہنچ سکیں گے تو آپکے دیدار سے محروم رہیں گے۔ اور جب آپ کا دیدار نصیب نہ ہوگا تو ہم جنت کو لیکر کیا کریں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سُنکر سکوت فرمایا۔ آخر وحی نازل ہوئی کہ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ الْاٰيَه۔ (ترجمہ) جو شخص اللہ اور اُسکے رسول کی اطاعت کریگا تو یہی لوگ اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے" (انبیاء و صدیقین و شہداء) جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکی تسلی فرمائی (ایضاً ص ۱۳ سطر ۱۱)

(۴) **مثال** : انبیاء علیہم السلام کو جو توجہ الی الخلق ہوتی ہے وہ چونکہ بامرِ خدا ہے۔ لہٰذا اُس امتثال کی وجہ سے اس توجہ الی الخلق میں خود توجہ الی اللہ موجود ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام امت کی طرف جو متوجہ ہوتے ہیں اور اُن کو پیغام پہنچاتے ہیں۔ سو اسی لئے کہ اِس توجہ و تبلیغ کا اُن کو حکم ہے اور اس کا امتثال اُن پر واجب ہے۔ حضرات انبیاءؑ کی اس توجہ الی الخلق کے ساتھ توجہ الی اللہ کی مثال یہ ہے کہ اگر تم کسی آئینہ کی طرف اِسلئے متوجہ ہو کہ اُس میں تمہارے محبوب کا عکس نظر آرہا ہے جبکہ کسی وجہ سے خود اس کے عین کو نہ دیکھ سکو۔ تو گو ظاہراً تمہاری توجہ آئینہ کی طرف ہے لیکن عین یہ توجہ عین محبوب کی طرف توجہ ہے۔

اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے لیے تمام خلائق مرآت ہیں جس کی طرف متوجہ ہونے سے مقصود ان کا عین توجہ الی الحق ہے پس ان کے لیئے توجہ الی الحق سے مانع نہیں۔

(ایضاً ص ۱۵ سطر ۱۷)

(۵) مثال: قانونِ شاہاں میں تجارت اور زراعت سے بحث کی جاتی ہے۔ مگر اس طرح کہ کون سی تجارت جائز ہے اور کون سی ناجائز ہے تاکہ امن قائم رہے۔ یہ کسی قانون میں نہیں ہے کہ تجارت اس طرح کرنی چاہیئے اور نفع کی فلاں فلاں صورتیں ہیں اور اگر قانون کی کتاب میں ساری باتوں کا ہونا ضروری ہے تو بتلایئے قانون گورنمنٹ میں یہ سب چیزیں کہاں ہیں؟ بس قرآن بھی ایک قانون ہے امن اور تجارت کا۔ اور وہ بھی چاہتا ہے کہ دُنیا میں امن قائم رہے اور آخرت میں نجات ہو۔

غرض قرآن ایک قانون ہے تو بڑے ظلم کی بات ہے کہ حکامِ ظاہری کے قانون میں ان مسائل سائنس کو تلاش نہ کیا جائے اور خدا تعالےٰ کے قانون میں ان تمام باتوں کو تلاش کیا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قانون کی حقیقت کو سمجھے ہی نہیں۔

[ضرورۃ العلم بالدین جلد ۳ وعظ دوسرا صـ ۱۲]

(۶) حکایت: ایک مرتبہ ایک انجینئر ملے اور مجھ سے سوال کیا میں نے کہا کہ یہ بلاغت کے متعلق ہے آپ اسکو نہ سمجھ سکیں گے۔ کہنے لگے کہ واہ صاحب! عالم وہ ہے کہ ہر شخص کو اُس کے فہم کے مطابق سمجھا دے میں نے کہا کہ بہتر۔ مجھے آپ اقلیدس کے مقالۂ اوّل کی پانچویں شکل سمجھا دیجئے لیکن اس طرح، کہ نہ تو اصولِ موضوعہ کا حوالہ ہو، نہ علومِ متعارفہ کا واسطہ ہو۔ اگر اس طرح سمجھانا ممکن ہے تو میں اس تقریر کے سُننے کا بہت زیادہ مشتاق ہوں اور اگر کہئے کہ اس طرح سمجھانا ممکن نہیں، تو میں کہوں گا کہ عالمِ اقلیدس وہی ہے جو ہر شخص کو اُس کے فہم کے موافق سمجھا دے۔ کہنے لگے تو اچھا ہم کو کیا کرنا چاہیئے؟ میں نے کہا کہ اگر شوق ہے تو انجینئری کو طاق پر رکھیئے اور ہمارے پاس آکر میزان سے کتابیں شروع کیجئے جب اس مقام تک تعلیم پہنچے گی تو ہم بتلائیں گے۔ کہنے لگے کہ کیا ہم اب بڈھے ہوکر پڑھنے بیٹھیں گے؟ میں نے کہا کہ اگر تحقیق کا شوق ہے تو اسکی تو یہی صورت ہے اور اگر یہ صورت منظور نہیں تو ہماری تقلید کیجئے اور جو کچھ ہم کہیں، اُس کو مان لیجئے! اور یہ بات ایسی بدیہی ہے کہ ہر شخص اسکو جانتا ہے اور رات دن اسی کے موافق ...

کارروائی ہوتی ہے۔

مثلاً اگر ایک شخص بوڑھا آپ کے پاس بیس روپیہ ماہوار کی تنخواہ چھوڑ کر آیا اور سولہ دن کی تنخواہ کی مقدار آپ سے پوچھی اور آپنے حساب کرکے بتادی تو اگر وہ یہ کہے کہ سولہ دن کی تنخواہ کی مقدار یہ کیونکر ہوگئی؟ تو آپ اس کو کیا جواب دیں گے؟ ظاہر ہے کہ یہی کہا جائیگا کہ تو فنِ حساب سے ناواقف ہے، تیری سمجھ میں یہ نہ آئے گا۔ اور اگر تو سمجھنا چاہتا ہے تو ابتدا سے جمع تفریق، ضرب، تقسیم، وغیرہ سیکھ۔ اسکے بعد اس کی وجہ دریافت کرنا۔ اس پر اگر وہ کہے کہ کیا میں بڑھاپے میں حساب سیکھوں گا تو آپ یہی جواب دیں گے کہ وہ سمجھنے کے لیے تو اسی کی ضرورت ہے اگر اسکی ہمت نہیں تو جو کچھ ہم کہتے ہیں اسکو سچ سمجھو۔

(ایضاً صلہ)

(۷) حکایت: ہمارے وطن میں ایک شاعر تھے ان کا انتقال ہوگیا ہے۔ انہوں نے اپنا ایک دیوان مرتب کیا تھا۔ نہایت ہی بے ہودہ۔ اس میں ردیفِ ضاد نہ تھی۔ لوگوں نے کہا کہ جناب اس میں ردیف ضاد نہیں ہے۔ کہنے لگے کہ کسی دوسری ردیف میں سے ایک غزل لیکر ہر شعر کے اخیر میں لفظ مقراض بڑھادو اور ردیفِ ضاد میں لکھدو۔ اب غور کیجئے کہ اُن کی اس حرکت کو کس نظر سے دیکھا جارہا ہے؟ کیا آپ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ قرآن بھی ایسا ہی دیوان ہو کہ اس میں تمام ردیفیں گو بے ربط ہوں۔ قرآن نے صرف دو چیزوں کا اہتمام کیا ہے ایک امنِ عام کہ اس دنیا میں رہ کر یہ حالت ہو کہ

کسے[1] را با کسے کارے نہ باشد

دوسرے خدا تعالےٰ کی رضاجوئی۔ ان دو امر کے سوا اگر کوئی تیسرا مسئلہ آگیا ہے وہ اس کے تابع ہوکر آیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ قرآن میں اس کے سوا اور کوئی مسئلہ نہ ڈھونڈنا چاہیئے۔

---

[1] کسی کو کسی سے کچھ کام نہ ہو۔ ۱۲

علیٰ ہٰذا اگر حکایتیں قرآن میں ہیں تو وہ بھی انہیں کی خادم ہو کر ذکر کی گئی ہیں۔

[ایضاً صـ۱۱ سـ۵]

(۸) حکایت: مجھے ایک بڑھیا کا واقعہ یاد آتا ہے کہ جب وہ حج کو گئی اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرنے لگی تو دو تین پھیرے کر کے مُطوّف سے کہنے لگی کہ اب تو مجھ سے نہیں ہو سکتے خدا کے لئے اب تو مجھے معاف کرو۔ تو جیسے وہ بڑھیا یہ سمجھتی تھی کہ مُطوّف کے معاف کر دینے سے معاف ہو جائیں گے۔ اسی طرح یہ لوگ بھی سمجھے ہیں کہ مولوی اپنی رائے سے مسائل بدل کر ہماری اغراض کو پورا کر سکتے ہیں (ایضاً صـ۱۷ سـ۳)

(۹) حکایت: ایک رئیس والیٔ ملک کسی بڑے حاکم (انگریز) سے ملنے گئے یہ رئیس بہت دُبلے ہو رہے تھے۔ اُس حاکم نے پوچھا کہ آپ اس قدر دُبلے کیوں ہو رہے ہیں؟ اُنہوں نے کہا کہ آجکل رمضان کا مہینہ ہے روزہ رکھنے کی وجہ سے دُبلا ہو رہا ہوں۔ کہنے لگا کہ آپ اپنے پادریوں سے کمیٹی کرا کر ان کو فروری کے مہینے میں کیوں نہیں کرا لیتے؟ اُنہوں نے کہا کہ جناب! اس قسم کے اختیارات آپ ہی کی کمیٹی کو ہیں۔ ہمارے علماء کی کمیٹی کو ایسے اختیارات نہیں ہیں۔

غرض پہلے تو غیر قومیں اس قسم کی درخواستیں پیش کرتی تھیں مگر افسوس! اب مسلمان ہی اس قسم کی درخواستیں پیش کرنے لگے ہیں۔ بلکہ یہاں تک ستم ہونے لگا ہے کہ لوگ درخواست سے گذر کر رائے دینے لگے ہیں کہ ضرور ایسا کرنا چاہیئے۔

[ایضاً صـ۱۷ سـ۷]

(۱۰) حکایت: میں ایک مرتبہ لاہور گیا تو بہت سے خیر خواہانِ قوم نے یہ طے کیا کہ اس وقت سُود کے مسئلہ پر گفتگو ہو جانی چاہیئے۔ چنانچہ اُن کی خواہش پر گفتگو کی گئی لیکن جلسہ گفتگو کا خاص تھا۔ یعنی صرف علماء تھے سب لوگ نہایت مشتاق تھے کہ دیکھئے کیا تجویز ہوتا ہے۔ حالانکہ وہاں اس کے سوا کیا تجویز ہو سکتا تھا جو کہ تیرہ سو برس سے

چلا آرہا ہے۔ اس واسطے کہ اہلِ علم میں سے کس کی وہ ہمت ہو سکتی ہے جو آجکل کے نوجوان ہمت کرتے ہیں۔ (ایضاً صـ۱۴ سـ۱۵)

(۱۱) حکایت: ایک صاحب نے ایک رسالہ میں حَرَّمَ الرِّبٰوا[1] میں یہ تحریف کی کہ "ربوا" کو بضمِ را لکھا۔ اور اُس کے معنی "اُچکنے" کے لئے۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے سیدھی بات تو یہ تھی کہ "زنا" ہی کہہ دیتے کیونکہ زنا عربی کا لفظ تو ہے۔ رُبا تو عربی کا لغت بھی نہیں بلکہ "ربودن" سے۔ فارسی کا لغت ہے۔ رہا رسمِ خط کا اشکال، سو رُبا بضم الرا بھی واؤ سے نہیں ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے مشہور ہے کہ ایک شخص اپنی ماں کو کچھ نہ دیتا تھا اُس نے جا کر ایک عالم سے شکایت کی اُنہوں نے لڑکے کو بلا کر اس کا سبب پوچھا اُس نے کہا اگر قرآن شریف میں کہیں ماں کا حق نکل آئے تو میں ضرور دوں گا کیونکہ یہ بالکل جاہل تھا۔ اسلئے اُنکو فکر ہوئی کہ کوئی ایسی سبیل ہو کہ اِس کی سمجھ میں بھی آجائے۔ آخر کہنے لگے کہ تو نے کچھ قرآن بھی پڑھا ہے؟ اُس نے کہا کہ دو چار سورتیں پڑھی ہیں۔ کہنے لگے تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ پڑھی ہے؟ اُس نے کہا کہ ہاں۔ اُنہوں نے کہا کہ سُناؤ۔ جب اُس نے تَبَّتْ پڑھی اور اس میں مَا کَسَبَ پڑھا تو کہنے لگے کہ دیکھ! اس میں تو لکھا ہے کہ "ماں کا سب" یعنی سب ماں ہی کا ہے۔ تیرا کچھ بھی نہیں۔ لڑکے نے کہا کہ مولوی صاحب اب دیا کرو گے تو انہوں نے تو ایک ثابت شدہ مسئلہ کو اس جاہل کے ذہن نشین کرنے کے لئے محض ظرافت کے طور پر ایک اُردو کے جُملہ کو قرآن کا جُزو کہا تھا۔ لیکن اس ظالم نے قرآن میں صریح تحریف کی۔ کہ ربوا کو حلال کرنے کے لئے اس کی حرمت کو قرآن سے اُڑانا چاہا ——— غرض ہر شخص قرآن اور احکامِ شریعت کے متعلق ایک نئی رائے اور تجویز رکھتا ہے

[ایضاً صـ۱۴ سـ۲۰]

---

[1] آیت قرآنی کا حصہ ہے یعنی اللہ نے سود کو حرام کیا ہے۔

(۱۲) **حکایت**: میرے بھائی ریل میں سوار تھے اور ایک تفسیر اُن کے ہاتھ میں تھی جو کہ ٹائپ کے چھاپے کی چھپی ہوئی تھی ایک صاحب بہادر بھی اسی درجہ میں سوار تھے بھائی سے کہنے لگے کہ میں اس کتاب کو دیکھ سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا کہ دیکھئے۔ آپنے تفسیر اُٹھاکر دیکھی۔ اوّل ہی "الٓمٓ" نکلا۔ صاحب بہادر نے بہت دیر تک اسکو سوچا جب سمجھ میں نہ آیا تو بھائی سے پوچھتے ہیں کہ یہ کیا ہے؟ آلو؟ بھائی نے تفسیر ہاتھ سے لے لی اور کہا کہ یہ آپکے دیکھنے کی نہیں ہے۔

اب میں کہتا ہوں کہ اپنی اس تجویز پر اُس روزِ بد کو سوچ کر دیکھئے کہ جب آپ بھی اُس انگریزی داں کی طرح الٓمٓ کو آلو پڑھنے لگیں گے۔ واللہ اب تک کسی پڑھے ہوئے سے نہ پڑھا جائے ممکن ہی نہیں کہ الٓمٓ یا اسکے مثل دوسرے الفاظ کو صحیح پڑھ دیا جائے۔ آخر یہ کس طرح معلوم ہوگا کہ تلفظ میں الف لام ہا علیحدہ علیحدہ پڑھے جائیں گے۔ اور اگر کوئی کہے کہ اسکے صحیح پڑھنے کی ضرورت ہی کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے، جو اس حد تک پہنچ چکے ہیں، اسوقت ہماری گفتگو نہیں۔

[ایضاً ص ۲۲ سطر ۲]

(۱۳) **حکایت**: میرے ایک دوست بردوان کے رہنے والے ہیں اُنہوں نے تین ماہ سے بھی کم میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔ ایک اور میرے دوست نے اپنے پیر یعنی میرے اُستاد کو خواب میں دیکھا کہ اُنہوں نے اُنکو اپنے سینہ سے لگایا اور ان کے سینہ میں ایک نور داخل ہُوا۔ اُنہوں نے ایک معتبر سے بیان کیا۔ اُنہوں نے تعبیر دی کہ تم کو قرآن حفظ ہو جائیگا۔ چنانچہ اُنہوں نے یاد کرنا شروع کیا۔ سو چھ ماہ میں اچھا خاصہ یاد ہوگیا۔

ایک اور قصہ یاد آیا۔ ایک واعظ مظفر نگر میں وعظ کہہ رہے تھے۔ ایک آیت میں قصداً رُکے اور حاضرین سے خطاب کیا کہ اس مجلس میں جتنے حافظ ہوں کھڑے ہو جائیں تاکہ میں اُن سے یہ آیت پوچھ سکوں۔ اسکو سنکر ایک جماعتِ کثیر کھڑی ہوگئی۔ اُنہوں نے

کہ صاحبو! مجھ کو آیت یاد ہے۔ مَیں نے صرف یہ دکھلانا چاہا کہ مسلمانوں کے اس اتفاقی اور مختصر مجمع میں، جہاں خاص حفاظ ہی کو جمع نہیں کیا گیا۔ ایسی تعداد کے مذہبی کتاب کے برزبان یاد رکھنے والے موجود ہیں۔ کیا دوسری کوئی قوم قصداً جمع کر کے بھی، اس قدر تعداد اپنی مذہبی کتاب کے حافظوں کی دکھلا سکتی ہے؟ غرض قرآن مجید بہت سہولت سے یاد ہوتا ہے۔

[ایضاً ص ۲۳ س ۱۳]

(۱۴) حکایت: مولوی منفعت علی صاحب سلمہٗ سے ایک شخص نے کہا کہ کیا وجہ علماء میں اب رازیؒ و غزالیؒ پیدا نہیں ہوتے۔ اُنہوں نے کہا کہ اُس وقت انتخاب کا قاعدہ یہ تھا کہ قوم میں جو سب سے ذہین اور ذکی ہو وہ علومِ دین کے لئے منتخب ہوتا تھا۔ اور اب انتخاب کا قاعدہ یہ ہے کہ جو سب سے زیادہ احمق اور غبی ہو، وہ اس کے لئے تجویز ہوتا ہے اور دلیل اِسکی یہ ہے کہ اب بھی جو ذہین و ذکی پڑھتے ہیں وہ غزالیؒ اور رازیؒ سے کم نہیں ہوتے۔ میرے ساتھ چلو اور علماء کی حالت دیکھو تو معلوم ہو جائیگا کہ اس وقت بھی غزالیؒ اور رازیؒ جیسے موجود ہیں اور ہر زمانہ میں پیدا ہوتے ہیں لیکن عدد میں کم ضرور ہیں۔ اور وجہ اِسکی یہ ہے کہ جو لوگ قابل ہیں، وہ تو اِدھر متوجہ نہیں ہوتے۔ ورنہ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر بیس آدمی ایسے پڑھیں تو اُن میں پندرہ[۱۵] ضرور غزالیؒ اور رازیؒ نکلیں گے۔

اب بے چارے غریب غربا، جولاہے، دُھنے پڑھتے ہیں اُن کی جیسی سمجھ ہوتی ہے ویسے ہی نکلتے ہیں۔ اور یہ ہو نہیں سکتا کہ غریب غربا کے بچوں کو نہ پڑھایا جائے کیونکہ اُمراء نے خود چھوڑا اور اُن سے ہم چھڑا دیں تو پھر علمِ دین کس کو پڑھائیں؟ نیز غریب غربا کیا کریں، انگریزی پڑھ نہیں سکتے کیونکہ اسکی تعلیم نہایت گراں ہے، اور عربی ہم نہ پڑھائیں تو یہ بے چارے تو بالکل ہی کورے رہے۔ اور واقعی علمِ دین ایسی عجیب

---

[۱۵] اُس وقت مولوی صاحب مرحوم حیات تھے ۱۲ منہ

چیز ہے کہ اِس میں محنت بھی کم اور خرچ بھی کم۔ بخلاف انگریزی کے۔

[ایضاً ص۳۴ سے]

(۱۵) حکایت: میرے سب سے چھوٹے بھائی ٹریننگ پاس کرنے مراد آباد میں گئے۔ وہاں اُن کی ذہانت کی یہ حالت تھی کہ تمام لوگ متحیر تھے۔ حتیٰ کہ اُن کے ماسٹر بھی اُن کی ذہانت سے عاجز تھے ـــــ ایک دفعہ یہ واقعہ ہوا کہ رمضان المبارک کا زمانہ قریب آگیا اور ٹریننگ کے لڑکوں نے چاہا کہ کسی حافظ کو بُلا کر ایک قرآن سُنیں۔ پرنسپل سے پوچھا تو جواب ملا کہ یہ امر جدید ہے اجازت نہیں ہو سکتی۔ بھائی نے کہا کہ اگر قدیم ہوتا تو اجازت مل جاتی؟ کہا گیا کہ ہاں! بھائی نے کہا کہ آپ کے قاعدے سے تو لازم آتا ہے کہ کبھی کوئی امر قدیم پایا ہی نہ جائے کیونکہ ہر قدیم کسی وقت جدید تھا اور جدید ہونا مانع اجازت ہے جب اس کی اجازت نہ ہوگی تو وہ قدیم کیسے بن سکے گا۔ پرنسپل حیران رہ گیا آخر اُنہوں نے کہا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دار و مدار اجازت کا قدیم ہونے پر نہیں ہے بلکہ اس پر ہے کہ اس میں کوئی مفسدہ نہ ہو۔ تو اس میں کیا مفسدہ ہے؟ پرنسپل نے اجازت دیدی یہ محض عربی کی استعداد کی بدولت تھا کیونکہ اس میں احتمال آفرینی کی استعداد ہو جاتی ہے۔ [ایضاً ص۳۶]

(۱۶) حکایت: میں جس زمانہ میں کانپور میں پڑھاتا تھا ایک روز حسب معمول بیٹھا پڑھا رہا تھا کہ ایک نائب تحصیلدار آئے اور اپنے لڑکے کی تعلیم کے لیے ایک اُستاد کی ضرورت ظاہر کی۔ اُس وقت جو طالب علم مجھ سے پڑھ رہے تھے۔ میں نے اُن سے عربی زبان میں اُن سے دریافت کیا تاکہ یہ نہ سمجھیں۔ میری گفتگو شروع کرتے ہی وہ کہنے لگے کہ جناب کے عربی میں گفتگو کرنے سے یہ معلوم ہُوا کہ اُس وقت کی گفتگو کو مجھ سے پوشیدہ کرنا منظور ہے۔ لیکن میں عربی سے واقف ہوں اسلئے بہتر یہ ہے کہ میں یہاں سے اُٹھ جاؤں۔ اُن کے اِس کہنے سے مجھے بے حد شرمندگی ہوئی اور یہ خیال

ہُوا کہ اللہ اکبر! میں نے تو ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا اور اُنہوں نے میرے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ آخر میں نے اُن سے کہا کہ جناب یہ میری غلطی تھی۔ واقع میں کوئی پوشیدہ بات نہ تھی۔ اب میں اُردو میں گفتگو کرتا ہوں۔ اب میں دو باتیں اس کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں۔ اول تو یہ کہ کیا بدوں علم دین کے اثر پیدا ہو سکتا ہے؟ سو ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ دوسری بات یہ پوچھتا ہوں کہ آیا یہ اثر نہایت ضروری ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ ہم کو باہم جائز نہیں کہ ہم کسی کے اسرار پر مطلع ہوں۔ غرض تہذیب اخلاق تعلیم انگریزی ہر ایک کے لئے علم دین کی ضرورت ہے۔

(ایضاً ص۳۷)

(۱۷) **مثال**: اگر کسی عمدہ بازار میں کسی مفلس کو بھیجدیا جائے تو اسکو انتہائی پراگندگی ہوگی جدھر نظر پڑے گی اچھی اچھی قیمتی چیزیں نظر آئیں گی اور ساتھ ہی ساتھ اپنا افلاس اور تہی دستی بھی یاد آئے گی۔ اسلئے حسرت بھی بڑھتی جائے گی بالخصوص جبکہ بازار جاتے وقت اُسے کہا گیا ہو کہ کچھ نقد لیتے جاؤ اور وہ چھوڑ کر چلا گیا ہو۔ بس یہی حالت میدانِ قیامت میں اُن لوگوں کی ہوگی [جو دنیا میں غفلت کی زندگی گزار رہے ہیں] اور وہ ایسا وقت ہوگا کہ سوائے اس سکّہ کے اور کوئی سکّہ کام نہ دیگا کیونکہ کوئی چیز یہاں سے ساتھ ہی نہ جائے گی۔ [ایضاً ص۳۹]

[۱۸] اسکولوں میں لڑکوں کو اقلیدس پڑھائی جاتی ہے بلیس لڑکوں میں ایک ہی بمشکل ایسا ہوتا ہوگا کہ مسائل اقلیدس کو سمجھ سکے لیکن امتحان کے زمانہ میں بغیر سمجھے ہی اسکورٹ لیتے ہیں اور اسی کی بدولت پاس ہو جاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ بغیر سمجھے محض رٹ

ع مطلب یہ ہے کہ بدوں علم دین تہذیب، اخلاق، نہیں ہو سکتی اور ایسے ہی تعلیم انگریزی بھی بدوں علم دین مفید نہیں ۱۲ منہ۔

لینا بھی مفید ہے (ایضاً ص۲۰۰ س۱۴)

(۱۹) مثال: ایک مریض کسی طبیب کے پاس آئے اور اپنی حالت بیان کر کے حکیم سے کہے کہ میں آپ کے پاس تو رہ نہیں سکتا نہ میں وقتاً فوقتاً آکر آپ کو اپنی حالت کی اطلاع کر سکتا ہوں۔ آپ میری حالت کے مناسب کئی نسخے مجھے لکھ دیجئے۔ جوں جوں میری حالت متغیر ہوتی جائے اور مرض میں کمی یا بیشی ہو، میں اسکے مناسب نسخوں کو بدل کر استعمال کرتا جاؤں۔ پس اس صورت میں اگرچہ طبیب کتنا ہی ماہر ہو۔ اور کتنے ہی غور و خوض سے نسخوں کی تجویز کرے لیکن اِس مریض کی حالت اُس مریض کے برابر نہیں ہو سکتی۔ جو کہ روزانہ طبیب کے پاس آتا ہے اپنی حالت بیان کرتا ہے پچھلا نسخہ دکھلاتا ہے اور روزانہ اس میں تغیر و تبدل، کمی بیشی کرالے جاتا ہے۔ اسلیئے کہ اگرچہ پہلی صورت میں تمام تغیرات کے لیے طبیب نے نسخے لکھ دیئے لیکن تغیرات کی تعیین اور اُن کا فہم، یہ محض مریض کی رائے پر رہا۔ جو کہ "رأی العلیل" ہونے کی وجہ سے ناقابلِ اعتبار ہے۔ ممکن ہے کہ زیادتی صفرا کی ہو اور وہ سودا کا ہیجان سمجھ جائے۔ اور چستی سنبھالے کی ہو اور وہ مرض کی کمی سمجھ جائے [وعظ احکام العشر الاخیر دعوات جلد ۲ وعظ ۱۶ ص۳ س۱۴]

(۲۰) مثال: عالم غیب میں اس قدر وسعت ہے کہ یہ عالمِ دنیا اُسکے سامنے وہ نسبت رکھتا ہے جو سوئی پر لگا ہوا ایک قطرہ سمندر سے نسبت رکھتا ہے۔ یعنی یہ عالم اُسکے سامنے مثل ایک قطرہ کے ہے اور وہ اسکے اعتبار سے مثل سمندر کے ہے۔ اہلِ کشف نے لکھا ہے کہ دونوں عالموں میں وہی نسبت ہے جو کہ رحمِ مادر اور عالمِ دنیا میں ہے: بچہ اوّل مادرِ رحم میں رہتا ہے اور اسکے لیے وہ ایک عالم ہوتا ہے اور اسکے اس قدر مانوس ہوتا ہے کہ اگر شاید وہاں سے اسکی رائے لیکر عالمِ دنیا میں لایا جائے تو وہ کبھی گوارا نہ کرے اور مچل جائے۔ لیکن اگر اُسکو کسی طرح وہاں سے نکال لیا جائے جیسا کہ اسی طرح لایا جاتا ہے اور عالمِ دنیا میں وہ یہاں کی چہل پہل، یہاں کی آبادی اور معموری

دُنیا کو دیکھے تو عالمِ رحم اُسکو بالکل ہیچ اور عدم معلوم ہونے لگے۔ اِسی طرح اہلِ دُنیا جو کہ اِس عالم میں محبوس اور اسیر ہیں، جنہوں نے آنکھ کھولنے کے وقت سے آنکھ بند کرنے تک اِس کے سوا اور کسی عالم کو دیکھا ہی نہیں، جب اُن سے اِس عالم کو چھوڑ دینے اور دوسرے عالم میں چلنے کے لئے کہا جاتا ہے تو وہ سخت پریشان ہوتے ہیں۔ اُن کا دِل مضطرب ہوتا ہے اور وہ کسی طرح اِس عالم کی جدائی کو گوارا نہیں کرتے۔

(ایضاً ص ۱۳)

(۲۱) مثال: اگر خواب میں کوئی اپنے کو ماں کے ساتھ صحبت کرتے دیکھ لیتا ہے تو بیدار ہو کر بے حد پریشان ہوتا ہے اور اپنے کو لعنت ملامت کرتا ہے۔ حالانکہ تعبیر اِس خواب کی بُری نہیں۔ تعبیر یہ ہے کہ ایسا شخص متواضع اور منکسر المزاج ہوگا۔ کیونکہ خواب میں معانی اپنے مناسب صورتیں اختیار کرتے اور اِس میں متمثل ہوتے ہیں۔ اِس قسم کے خواب میں "ماں" سے مراد "زمین" ہوتی ہے باعتبار اپنی صفت خاکساری کے۔ اور صحبت سے مراد تلبیس۔ پس یہ اشارہ ہوتا ہے کہ اِس شخص کو صفت خاکساری سے تلبس اور تعلق ہوگا (ایضاً ص ۱۱۲)

(۲۲) مثال: یہ بھی دیکھو کہ اِس آفتاب کے نور نے تمہارے قلوب کو کیا روشنی بخشی ہے۔ اور تم کو کس ضغطہ کی حالت سے نکالا ہے تمہارے اعتبار سے کیا نافع ہُوا ہے ورنہ اگر اِس کلام الٰہی کو صرف حق تعالیٰ ہی سے تعلق رہتا تم سے تعلق نہ ہوتا۔ تو تم اِس سے کیسے مستفیض ہوتے۔ غور کرو اگر آفتابِ دنیا چند روز تمہاری آنکھوں سے اوجھل ہو جائے اور تم اِس زمانہ میں بیمار بھی ہو یا مثلاً ایک ماہ تک لگاتار بارش رہے اور گھڑی بھر کو بھی بادل نہ ہٹے تو تمہاری کیا حالت ہوگی۔ آخر یہ اِس قدر پریشانی کیوں ہے محض اِس وجہ سے کہ خدا نے تم کو ایک نور دیا تھا جو برائے چندے تم سے لے لیا گیا ہے اور پھر خدا کا فضل دیکھو کہ نور بھی کس چیز سے دیا جو کہ تم سے لاکھوں کوس دور مگر اس کی ...

شعاعیں ہیں کہ تم کو منور کر رہی ہیں اور تم طرح طرح کے فائدے اس سے حاصل کر رہے ہو اور اگر شعاعیں نہ ہوتیں تو گو نور کا آفتاب کے ساتھ پھر بھی تعلق ہوتا.... مگر چونکہ تم تک نہ پہنچتا اسلئے تم اس کے فیض سے محروم رہتے ـــــ اسی طرح کلام اللہ صفتِ قدیم ہے کہ وہ مثل آفتاب کے ہے اور اس کے لیے کچھ شعاعیں ہیں جو تم پر قابض ہو رہی ہیں جن کو کلام لفظی کہا جاتا ہے۔

صاحبو! اگر آفتاب ہوتا اور یہ شعاعیں نہ ہوتیں تو ہم اس کے فیض سے کس طرح فیض یاب ہوتے ۔ علیٰ ہذا کلام نفسی کے لئے کلام لفظی کی شعاعیں نہ ہوتیں تو ہم اس صفت کے فیضان سے کس طرح فیض حاصل کرتے۔

(ایضاً ص۱۲ س۱۶)

(۲۳) **حکایت**: چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ کی حکایت ہے کہ انہوں نے حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کے قرب کا سب سے بڑا ذریعہ کیا ہے ارشاد ہوا کہ قراۃ القرآن یعنی قرآن پڑھنا امام صاحب نے عرض کیا بفہم او بلا فہم یعنی سمجھ کر یا بلا سمجھے ارشاد ہوا کہ بفہم او بلا فہم یعنی کسی طرح ہو۔ (ایضاً ص۱۳ س۱۴)

(۲۴) **حکایت**: مشہور ہے کہ چیلہ گرو سفر کرتے ہوئے ایک شہر میں پہنچے نام پوچھا تو انیاؤ نگر معلوم ہوا جس کے معنیٰ ہیں بے انصافی کا شہر۔ اشیاء کا نرخ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اناج سے یکسر گھی دودھ تک ہر ہر چیز سولہ سیر کی ملتی ہے۔ یہ سنکر چیلہ تو بہت خوش ہوا کہ خوب گھی دودھ کھا کر فربہ ہوں گے۔ مگر گرو نے کہا کہ بھائی اس جگہ قیام مناسب نہیں یہ شہر تو بہت ہی بے ٹکا معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹے بڑے میں کچھ امتیاز ہی نہیں مگر چیلہ نے اصرار کیا آخر رہ پڑے۔ چند روز میں سیر کرتے کرتے عدالت کی طرف پہنچے دیکھا کہ ایک مقدمہ راجہ صاحب کے اجلاس میں درپیش ہے اور لوگوں کا ہجوم ہے۔ پوچھنے سے معلوم ہوا کہ کوئی چور مدعی ہے لہٰذا جو مدعا علیہ ہے۔ دعوے یہ ہے کہ ہم دونوں چوری کرنے اس کے

گھر گئے نقب لگائی میرا رفیق اندر جانے لگا تو وہ دیوار اوپر سے آپڑی مرگیا قصاص چاہتا ہوں۔ مدعا علیہ سے باز پرس ہوئی کہ وہ دیوار ایسی کیوں بنائی تھی اس نے کہا کہ معمار سے پوچھیے بنانے والا وہ ہے وہ بلایا گیا اس نے کہا کہ گارہ دینے والے سے پوچھا جائے اسکو بلایا اس نے کہا گارہ بنانے والے سے پوچھیے اسکو بلایا اس نے کہا کہ سقوں نے پانی ڈال دیا، جس سے گارا پتلا ہوگیا۔ اسکو بلایا اس نے کہا سرکاری ہاتھی جھپٹتا ہوا آتا تھا۔ خوف سے پانی زیادہ نکل پڑا۔ فیلبان کو بلایا اس نے کہا ایک عورت پازیب پہنے آتی تھی اسکی جھنکار سے ہاتھی دوڑ پڑا۔ عورت کو بلایا اس نے کہا سُنار نے ایسا ہی باجا ڈال دیا اسکو بلایا وہ کچھ جواب نہ دے سکا حکم ہوا کہ سُنار کو پھانسی دیدی جائے۔ پھانسی کے لیے لے چلے۔ جب اسکو پھانسی پر چڑھایا گیا تو پھانسی کا حلقہ اسکے گلے سے بڑا نکلا۔ لوگوں نے آکر راجہ صاحب سے عرض کیا کہ حلقہ اسکے گلے سے بڑا ہے۔ راجہ صاحب نے فرمایا کہ اچھا تو کسی موٹے آدمی کو پھانسی دیدو۔

غرض موٹے آدمی کی تلاش شروع ہوئی اتفاق سے مجمع بھر میں اس چیلہ سے زیادہ موٹا کوئی نہ نکلا۔ آخر اسی کو تجویز کیا۔ اب تو چیلہ صاحب بہت گھبرائے اور گرو سے کہا کہ خدا کے لیے بچاؤ اس نے جواب دیا میں نہ کہتا تھا کہ یہاں رہنا اچھا نہیں آخر نتیجہ دیکھا۔ آخر گرو نے یہ تدبیر نکالی کہ پھانسی کے وقت خود بڑھ کر کہا کہ صاحبو! اسکو پھانسی نہ دو مجھ کو دیدو لوگوں نے وجہ پوچھی اس نے کہا اس وقت میں نے جوتش میں جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس وقت جو شخص پھانسی دیا جائے گا وہ سیدھا بیکنٹھ میں جائے گا۔ راجہ صاحب نے جو یہ سُنا تو بڑھ کر فرمایا کہ اچھا جب ایسی بات ہے تو ہم کو پھانسی دیدو تاکہ جنت ہم ہی حاصل کرلیں۔ چنانچہ راجہ صاحب کو پھانسی دیدی گئی۔ خس کم جہان پاک۔ (وعظ ص۴۵ س۱۲)

(۲۵) **حکایت**: کسی نے ایک طوطا کو اَلَمْ تَرَ کَیْفَ تک یاد کرادیا تھا کہ وہ

بے تکلف اسکو پڑھتا چلا جاتا تھا لیکن اگر اس پر بجلی گرتی تو کیا اس وقت بھی اس کو کوئی سورۃ یاد رہ سکتی تھی۔ کبھی نہیں اسلئے کہ اسکے دل میں کچھ بھی نہ تھا کسی ظریف نے ایک طوطے کے مرنے کی تاریخ لکھی ہے اگرچہ اس نے محض تمسخر کی بنا پر لکھی ہے لیکن بات نہایت گہری اور کام کی ہے۔

سنہ ۱۳۲۰ھ میں کسی طوطے کا حادثہ ہوا تھا اس وقت یہ تاریخ لکھی گئی ہے لکھا ہے ؎

میاں مٹھو جو ذاکرِ حق تھے۔ ؛ رات دن ذکرِ حق رٹا کرتے
گربۂ موت نے جو آ دابا ؛ مضطرب ہو کے اور گھبرا کے
چرخ میں لے کے پانی کی گنگیا ؛ کچھ نہ بولے سوائے ٹے ٹے ٹے

ٹ کے عدد ۳۰۰ کے برابر ہیں تو تین ٹ کے عدد بارہ سو ہوئے اور تین ہی کے تیس۔ کل بارہ سو تیس عدد ہوئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ طوطے کی محض زبان پر ذکرِ حق تھا اور دل میں اس کا کچھ اثر نہ تھا اسلئے اس مصیبت کے وقت کچھ بھی یاد نہ آیا۔ اور ٹاں ٹاں کر کے خاتمہ ہو گیا۔

(لسیان النفس دعوات جلد ۵۔ صلا ۱۷)

(۲۶) **حکایت**: مشہور ہے کہ ایک میراثی کسی کے پاس لفافہ لے کر آیا دیکھا کہ اوپر سے بالکل سادہ ہے سبب پوچھا تو کہنے لگا کہ حضور نہایت جلدی میں خط دیا ہے لکھنے کا موقع نہیں ملا۔ مکتوب الیہ کو خیال ہوا کہ اندر مضمون ہوگا کھول کر دیکھا تو خط بھی بالکل سادہ۔ پوچھا کہ بھائی اس کا کیا سبب! کہنے لگا کہ حضور! میں عرض کر چکا ہوں کہ بہت ہی جلدی میں خط دیا ہے۔ لکھنے کی مہلت ہی نہیں ملی۔ ہم لوگوں میں اکثر کی تو لابد یہ حالت ہے کہ اندر باہر دونوں جانب سے محض کورے اور جو لوگ کچھ ہیں بھی تو محض ظاہری مکلف ہیں اندر خاک بھی نہیں حالانکہ ضرورت اس کی ہے کہ چاہے لفافہ باہر سے زیادہ مکلف نہ ہو۔ لیکن اندر مضمون سے پر ہو۔ [ایضاً صلا ۱۳ سطر ۹]

(۲۷) میں نے اخبار میں ایک ڈاکٹر کا قول دیکھا ہے وہ لکھتا ہے کہ بارش اسلئے کم ہوتی ہے کہ درخت کٹ کٹ کر کم رہ گئے ہیں تو بارش کثرت سے ہونیکی صورت یہ ہے کہ جہاں جہاں درخت کم ہیں بہت کثرت سے درخت لگائے جائیں اس ڈاکٹر نے تو خدا جانے اس کی وجہ کیا سمجھی ہوگی۔ لیکن راز اس میں یہی ہے کہ جب درخت نہ رہے تو بارش کی ضرورت نہ رہی اور جہاں درخت بکثرت ہیں وہاں بارش کی کیا ضرورت زیادہ ہوتی ہے۔ رہی زراعت کی ضرورت اس کا کام نہروں سے نکالنے لگے ہیں۔ تو بارش سے اس کا بھی تعلق کم ہوگیا۔ غرض فلسفہ بھی اس کو مانتا ہے۔ اور ہم تو مانتے ہی ہیں (تعلیم البیان۔ دعوات جلد ۵ صلا ۱۱۱)

(۲۸) **مثال**: اب تو غضب یہ ہے کہ بعض لوگ ڈاڑھی منڈانی حلال بھی سمجھنے لگے ہیں۔ اور جب اس کی بابت ان سے گفتگو کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ قرآن میں اس کی حرمت دکھلائیے۔ اور یہ سوال آجکل ایسا عام ہوا ہے کہ ہر شخص ہر بات کو قرآن سے مانگنے لگا ہے۔ میں اس جواب کا فیصل کن علمی جواب دیتا ہوں۔ یہ کوئی لطیفہ نہ نہ ہوگا۔ بلکہ قابل غور جواب ہوگا۔ لیکن اوّل ایک شرعی اور ایک تمدّنی قاعدہ بیان کرتا ہوں۔ تمدنی قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص عدالت میں ایک ہزار کا دعوے پیش کرے۔ اور اس کی شہادت میں دو شاہد ایسے پیش کردے جن میں مدعا علیہ کوئی نقص یا کوئی عیب نہ نکال سکے تو مدعا علیہ پر ڈگری ہوجاتی ہے۔ اسکے بعد مدعا علیہ کو یہ حق نہیں رہتا کہ وہ ان گواہوں کو تسلیم نہ کرے۔ اور یہ کہے کہ میں تو دعوے کو اس وقت تک تسلیم نہیں کرتا۔ جب تک کہ خود صاحب جج اور مجسٹریٹ ضلع آکر گواہی نہ دیں۔ اور اگر مدعا علیہ ایسا کہے تو عدالت اسکو کہے گی کہ دعوے کے اثبات کے لیے مطلق شاہد کی ضرورت ہے۔ شاہد خاص کی ضرورت نہیں ہے۔ یا تو ان گواہوں میں کلام کرو یا دعوے تسلیم کرو۔

[وعظ طریق النجات دعوات جلد ۵ صد ۲۲ سطر ۶]

(۲۹) **حکایت**: ایک شخص کا قصہ ہے کہ اس نے ایک طبیب سے شکایت کی کہ مجھے نیند نہیں آتی۔ اس نے کہا بڑھاپے کے سبب۔ پھر اس نے کہا کہ میرے سر میں درد بھی رہتا ہے طبیب بولا یہ بھی بڑھاپے کے سبب۔ اسی طرح اس نے بہت سی شکایتیں بتلائیں اور طبیب نے سب کا یہی جواب دیا کہ یہ سب بڑھاپے کی بدولت ہے تو اصل سبب اس مرض میں بڑھاپا تھا۔ اور باقی سب اس کے اعراض تھے۔ [وعظ ایضاً ص۲۴ س۱۸]

(۳۰) **حکایت**: ایک بزرگوار کا قصہ ہے اور میں نے ان کو دیکھا بھی ہے کہ ان سے ایک عورت نے جس کا دوسرے شخص سے تعلق تھا کہا کہ میں اپنے شوہر کے پاس نہیں رہنا چاہتی۔ اور وہ مجھے طلاق نہیں دیتا۔ انہوں نے کہا تو کافر ہو جا (نعوذ باللہ) اس کے نکاح ٹوٹ جائے گا۔ فرمائیے جب ایسے لوگ مقتدا ہوں گے تو قوم کی کیا حالت ہوگی

(وعظ ایضاً ص۲۷ س۱۷)

(۳۱) **حکایت**: میں نے دیوبند میں ایک واعظ صاحب کو وعظ کہتے ہوئے سنا اول اس نے یہ آیت پڑھی ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ اس کے بعد ترجمہ اس آیت کا کیا کہ تمہارے لئے یہ بہتر ہے کہ تم تالا لگا کر نماز جمعہ کو جایا کرو۔ یہ خرابی کی تعلمون کی۔ یعنی تالا موند۔ اس زمانہ میں مولانا رفیع الدین صاحب دیوبندی مہتمم مدرسہ زندہ تھے۔ اس واعظ کو بہت ڈانٹا۔ [وعظ ایضاً ص۳۲ س۴]

(۳۲) **حکایت**: ایک واعظ کانپور میں آئے تھے۔ جامع العلوم میں انہوں نے وعظ کہا یہ آیت پڑھی۔ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ۝ اور ترجمہ کیا کہ جنت میں تخت ہوگا جس کا ایک ایک پایہ ایک ایک ہزار کوس کا ہوگا۔ اور طرہ یہ کیا کہ کوس کی تفسیر بھی کی کہ بڑے کوس کو کہتے ہیں (وعظ ایضاً ص۳۲ س۸)

(۳۳) **حکایت**: مشہور ہے کہ اکبر نے کسی بھانڈ کو خوش ہو کر ایک ہاتھی دیدیا تھا۔ بھانڈ نے ہاتھی تو لے لیا لیکن اسکو خیال ہوا کہ میں غریب آدمی اس ہاتھی کو کھلاؤں

گا کہاں سے۔ اس کی تو چار خوراکوں میں میرا سارا گھر ہی ختم ہو جائے گا۔ آخر اسکو معلوم ہُوا کہ آج اکبر کی سواری فلاں طرف سے فلاں وقت گذرے گی۔ جب وہ وقت آیا تو اپنے ہاتھی کے گلے میں ایک ڈھول ڈال کر اسی طرف اس کو چھوڑ دیا۔ اکبر کی سواری جب گذری تو اُس نے دیکھا کہ سامنے سے ایک ہاتھی چلا آرہا ہے اور گلے میں ڈھول پڑا ہوا ہے ـــــ غور کیا تو معلوم ہُوا کہ خاصہ کا ہاتھی ہے لوگوں نے پوچھا کہ یہ ہاتھی اس حالت میں کیوں پھرتا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ حضور نے اپنے بھانڈ کو یہ ہاتھی دیدیا تھا۔ اکبر نے بھانڈ کو طلب کیا اور پوچھا کہ تم نے ہاتھی کو اس حالت میں کیوں چھوڑا ہے کہنے لگا حضور نے مجھے ہاتھی تو عنایت فرمایا۔ مگر میرے پاس کھلانے پلانے کو کیا... دھرا تھا۔ آخر یہ سمجھ میں آیا کہ جو میرا پیشہ ہے وہ ہی اسکو بھی سکھلا دوں اسلئے میں نے گلے میں ڈھول ڈال کر چھوڑ دیا کہ مانگو۔ اور کھاؤ۔ اکبر کو یہ لطیفہ پسند آیا اور اس نے ایک گانوں بھی انعام میں دیا (وعظ ایضاً ص۳۳ س۳)

(۳۴) **حکایت:** حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے پاس ایک عالم کی طلب میں ایک خط آیا تھا۔ جس میں ان کے لیے بہت سی شرطیں لکھی تھیں کہ وہ ایسے ہوں اور ایسے ہوں۔ اور کُل دس روپیہ تنخواہ لکھی تھی۔ مولاناؒ فرمانے لگے کہ بھلے مانسو! فی وصف ایک روپیہ تو رکھا ہوتا۔ (وعظ ایضاً ص۳۵ س۱)

(۳۵) **حکایت:** ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ میرٹھ میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے عشاء کے وقت ایک مسئلہ پوچھا۔ آپنے اس کا جواب دیا۔ مستفتی کے چلے جانے کے بعد ایک شاگرد نے عرض کیا کہ مجھے یہ مسئلہ یوں یاد ہے۔ آپ نے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو۔ اور مستفتی کو تلاش کرنا شروع کیا لوگوں نے عرض کیا کہ رات زیادہ گئی ہے آپ آرام فرمائیے۔ ہم صبح ہونے پر اسکو بتلا دیں گے لیکن آپنے قبول نہیں فرمایا اور اسکے مکان پر تشریف لے گئے گھر میں سے اسکو بلایا اور فرمایا کہ ہم نے اُسوقت

مسئلہ بتلا دیا تھا۔ تمہارے آنے کے بعد ایک شخص نے صحیح مسئلہ ہم کو بتلایا اور وہ اس طرح ہے جب یہ فرما چکے تب چین آیا۔ اور واپس آکر آرام فرمایا۔

(وعظ ایضاً ص ۳۶ س ۱۳)

(۳۶) **حکایت**: ایک نوجوان کی نسبت میں نے سنا ہے کہ وہ بیرسٹری پاس کرکے آرہے تھے۔ ان کے باپ نے اپنے ایک دوست کو لکھا کہ میرا لڑکا لندن سے آرہا ہے تمہارے شہر سے اس کا گذر ہوگا۔ اگر تم اسٹیشن پر اس سے مل لو تو بہتر ہوتا کہ اسکو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ ان کے لکھنے کے موافق یہ مکتوب الیہ اسٹیشن پر گئے اور جاکر ان بیرسٹر صاحب سے ملے۔ اس وقت بیرسٹر کھانا کھا رہے تھے چونکہ رمضان شریف تھے اس لیے انکو تعجب ہوا اور انہوں نے دریافت کیا کہ رمضان شریف ہے آپ نے روزہ نہیں رکھا۔ صاحبزادہ پوچھتے ہیں کہ رمضان کیا چیز ہوتا ہے انہوں نے کہا کہ رمضان ایک مہینہ کا نام ہے کہنے لگا جنوری۔ فروری ۱۹ ان میں تو رمضان کہیں نہیں آیا۔ آخر اسکی یہ حالت دیکھ کر ان کو سخت صدمہ ہوا۔ اور سمجھے کہ منبع الکفر کا مسخ شدہ ہے اسکی حالت میں تغیر آنا۔ اور انا للہ پڑھ کر چلے آئے۔ [وعظ ایضاً ص ۳۸ س ۹]

(۳۷) **حکایت**: پیلی بھیت میں ایک بزرگ کے پاس ایک بڑھیا آئی اور کچھ عرض کیا انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فضل کرے اس نے سنا نہیں۔ ایک شخص اور بیٹھے تھے۔ انہوں نے حکایت کے طور پر اس سے کہا کہ یوں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فضل کرے گا۔ وہ بزرگ سخت برہم ہوئے اور فرمایا کہ مجھ کو کیا خبر کہ فضل کرے گا یا نہ کرے گا تم نے اپنی طرف سے گا کیسے بڑھایا (وعظ ایضاً ص ۴۱ س ۱۶)

(۳۸) **حکایت**: بمبئی سے ایک پہلوان کا خط آیا کہ میری کشتی ہونے والی ہے مجھے ایک تعویذ لکھ دو کہ میں جیت جاؤں۔ میں نے کہا کہ اگر تمہارا مقابل بھی کسی سے تعویذ لکھا لے تو کیا ہوگا۔ پھر تعویذ تعویذ میں کشتی ہوگی۔ (وعظ ایضاً ص ۴۲ س ۵)

(۳۹) **حکایت**: کسی بے وقوف کے پاس ایک شریر گھوڑا تھا۔ ہر چند اس کو دباتا تھا اور قابو میں لاتا تھا لیکن وہ راہ سیدھی نہ دیتا تھا۔ کسی نے کہا کہ اسکو بیچ دو۔ مالک صاحب نے کہا کہ آپ ہی اسکو بکوا دیں۔ اس شخص نے چوک میں کھڑے ہو کر کہنا شروع کیا کہ یہ گھوڑا بکتا ہے۔ اور ایسا قدم باز ہے کہ اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ اور طرح طرح کے اوصاف بیان کئے۔ مالک صاحب یہ سُنکر یہ کہنے لگے کہ میاں اگر ایسا ہے تو لاؤ میں ہی نہ رکھوں۔ کیوں بیچوں۔ اس نے کہا کہ کیا تمہارا عمر بھر کا تجربہ میرے چند الفاظ سے جاتا رہا۔ یہی حالت ہم لوگوں کی ہے کہ صریحًا دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے اندر ریا، فریب، حسد، شہوت غضب کا اتباع موجود ہے اور تمام عمر گذر گئی کہ نفس سے سابقہ پڑ رہا ہے۔ سرکشی اسکی مشاہدہ ہے کہ چاہتے ہیں کہ فلاں کام کرے اور نہیں کرتا۔ ان سب امور پر تو خاک ڈال دی اور یقین کس چیز پر آیا کہ ساری بستی کے لوگ مجھ کو بزرگ سمجھتے ہیں اس لیئے میں بزرگ ہوں۔ (تعظیم الشعائر دعوات جلد ۶ صفحہ ۱۲)

(۴۰) **مثال**: فرض کرو کہ ایک شخص مریض ہُوا۔ اور وہ کسی طبیب کے پاس گیا۔ اور نسخہ دریافت کیا۔ اور حکیم صاحب نے نسخہ لکھا۔ لیکن اتفاق سے مریض ایسی جگہ رہتا ہے کہ اس جگہ کوئی دوا دستیاب نہیں ہوتی۔ اسکے بعد حکیم صاحب نے پرہیز بتلایا۔ اور اتفاق سے اس گاؤں میں صرف وہی چیزیں ملتی ہیں جن کی ممانعت کی گئی ہے۔ اور جن چیزوں کی اجازت ہے ان میں سے ایک چیز بھی نہیں ملتی۔ اگر یہ مریض حکیم صاحب کے نسخہ کو دیکھ کر اور پرہیز کو سُنکر یہ کہنے لگے کہ طب میں نہایت تنگی ہے۔ کیونکہ دوائیں وہ بتلائیں جن میں سے ایک بھی میسر نہیں آتیں غذائیں وہ تجویز کیں جو گاؤں بھر میں بھی نہیں اور جتنی چیزیں کھانے کی ہیں وہ سب ممنوع کہ نہ بیگن کھانا نہ آلو کھانا نہ بھینس کا گوشت کھانا اور اسکے ساتھ ہی حکیم صاحب کو بھی اپنے جہل کی وجہ سے بُرا بھلا کہنے لگے تو عقلاء اسکو کیا جواب دیں گے۔ یہی جواب دیں گے کہ طب میں تو ذرا بھی تنگی نہیں اس شخص کے

گاؤں ہی میں تنگی ہے کیونکہ طب میں تنگی تو اس وقت سمجھی جاتی جبکہ دو چار چیزوں کی اجازت ہوتی اور باقی سب چیزیں ممنوع ہوتیں۔ اور جبکہ بیس کی اجازت ہے اور صرف چار کی ممانعت۔ تو طب میں تنگی ہرگز نہیں بلکہ اس شخص کے گاؤں میں تنگی ہے کہ اس میں صرف وہی چیزیں منتخب ہو کر آتی ہیں جو کہ سراسر مضر ہیں تو علاج اس کا یہ نہیں ہے کہ حکیم صاحب کا نسخہ ردی کر دیا جائے اور اس پر عمل نہ کیا جائے بلکہ علاج یہ ہے کہ اپنے گاؤں کی اصلاح کی جائے وہاں کی تجارت کو وسعت دی جائے لوگوں کو مفید چیزیں... فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے۔ (وعظ طریق النجات دعوات جلد ۵ ص ۱۱)

(۴۱) **حکایت**: مشہور ہے کہ ایک حبشی چلا جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک آئینہ پڑا ملا۔ کبھی آئینہ دیکھنے کا اتفاق ہوا نہیں تھا۔ اسکو اٹھا کر دیکھا تو اپنی کالی بھجنگ صورت نظر پڑی کہنے لگا کہ ایسا بدصورت تھا جب تو کسی نے نہ رکھا یہاں پھینک دیا۔ یہی بعینہٖ حالت ہم لوگوں کی ہے کہ اپنے عیوب کو شریعت میں ثابت کرتے ہیں۔

(وعظ ایضاً ص ۱۸)

(۴۲) **حکایت**: ایک رئیس کو لغو بولنے کی عادت بہت تھی اور اکثر بے تکی باتیں ہانکتے تھے۔ لوگ اُن پر ہنسا کرتے۔ آخر اُنہوں نے ایک شخص کو اسلئے نوکر رکھا کہ ہم جو کچھ کہا کریں اسکی کوئی معقول توجیہ کیا کرو۔

چنانچہ ایک مرتبہ یہ کسی مجلس میں تھا کہنے لگا کہ ہم شکار میں گئے ہرن کو جو گولی ماری تو وہ سم توڑ کر ماتھا پھوڑ کر نکل گئی یہ سنکر تمام لوگ ہنسنے لگے کہ سم اور ماتھے کو کیا تعلق فوراً اس نوکر نے کہا کہ حضور بجا ارشاد ہے وہ اسوقت کھُر سے ماتھے کو کھجلا رہا تھا۔ تو ہمارے ہوا پرست اور دنیا پرست بھائی چاہتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے منہ سے نکل جائے اس نوکر کی طرح شریعت اسکو جائز ہی کر دے تو گویا شریعت آپ کی لونڈی ہوئی۔

(وعظ ایضاً ص ۷)

(۴۳) **مثال**: مثلاً گورنمنٹ کا قانون ہے کہ کوئی شخص بغیر لائسنس کے بارود اور چھرّے نہیں بیچ سکتا۔ اس قانون کو سنکر اگر کوئی احمق یہ کہنے لگے کہ گورنمنٹ کے قانون میں بڑی تنگی ہے کہ ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہم چھرّے اور بارود خوب فروخت کیا کریں لیکن قانون لائسنس کی بیخ لگاتا ہے تو عقلاء اسکو یہی جواب دیں گے کہ قانون... مصلحت عامہ کی بنا پر مقرر ہوا کرتا ہے نہ کہ مصلحت خاصہ کی بنا پر۔ کیونکہ اگر مصلحتِ خاصہ کی رعایت کی جائے اور ہر شخص کو بندوق و بارود رکھنے کی اجازت دی جائے تو امن عام میں خلل پڑ جائے اور جس شخص کا جو جی چاہے سو کر دے۔ بیسیوں خون روزانہ ہوا کریں تو امنِ عام کا مقتضیٰ یہی تھا کہ ایسا جگڑ بند کیا جائے کہ عام طور پر اجازت نہ ہو۔ اگرچہ کسی خاص شخص کا نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ البتہ اگر کسی خاص شخص کا چال چلن اچھا ہو اور اس سے کسی قسم کا اندیشہ نہ ہو اور وہ لائسنس بھی حاصل کرلے تو اسکو اجازت ہو جائے گی تو معلوم ہوا کہ قانون مصلحت عامہ کی بنا پر مقرر کیئے جاتے ہیں۔

اب جو لوگ شریعت پر اعتراض کرتے ہیں وہ غور کر کے دیکھیں کہ شریعت کے کسی قانون میں بھی مصلحت عامہ فوت ہوئی ہے ہاں مصالح خاصہ بعض جگہ فوت ہو جاتے ہیں۔ جہاں اُن کی رعایت کرنے سے مصالح عامہ میں خلل ہونے والا ہوتا ہے اور ان ہی پر نظر کر کے لوگ اعتراض کرتے ہیں (وعظ ایضاً ص۸ سنہ)

(۴۴) ـــــ بعض لوگ حکم شرعی ہونے سے تو انکار نہیں کرتے۔ لیکن یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو دنیا دار لوگ ہیں ہم سے شریعت پر کیسے عمل ہو سکتا ہے میں ان لوگوں کو کہتا ہوں کہ اگر خدا کے احکام پر عمل کرنا نہیں چاہتے تو خدا تعالیٰ کا دیا ہوا رزق بھی چھوڑ دو۔ یہ کیا شریعت پر عمل تو کریں مولوی اور خدا کا دیا ہوا کھاؤ، پیو تم لوگ (وعظ ایضاً ص۹ سنہ)

(۴۵) **مثال**: اگر قلبِ سلیم ہے تو روپیہ ہونا نہ ہونا دونوں مضر نہیں اور اگر قلبِ سلیم نہیں ہے تو روپیہ کا نہ ہونا تو کم مضر ہوتا ہے اور روپیہ کا ہونا زیادہ مضر ہوتا ہے روپیہ

اور قلب سلیم کی مثال بالکل تلوار اور ہاتھ کی سی ہے کہ تلوار کاٹتی ہے۔ لیکن اس وقت جبکہ ہاتھ بھی ہو اور اس میں قوت بھی ہو۔ اور اگر ہاتھ نہیں یا ہاتھ ہے مگر قوت نہیں تو نری تلوار کیا کام دے سکتی ہے۔ بلکہ بعض اوقات خود اپنے ہی زخم لگ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر قلب سلیم نہ ہو تو ہزار روپیہ کیا کام دے سکتا ہے۔

(وعظ ایضاً صـ۱۲ سـ۸)

(۴۶) مثال: علماء سے اس کی امید نہ رکھیں کہ وہ دنیا کے کاموں میں آپ کی اعانت کریں۔ اور ان کی تدابیر آپ کو بتلائیں دنیا کا کام آپ کا کام ہے علماء کا نہیں۔ علماء سے اسکی امید رکھنا ایسا ہے جیسے کوئی چمار حکیم عبدالمجید صاحب سے جوتے گانٹھوانے کے کام میں مدد چاہنے لگے مثلاً اگر حکیم عبدالمجید صاحب کے پاس کوئی دق کا مریض جائے اور وہ نسخہ لکھ دیں۔ نسخہ لیکر مطب سے باہر آئے تو ایک چمار ملے اور وہ مریض سے پوچھے کہ تم کہاں گئے تھے اور وہ بتلائے اس پر چمار کہنے لگے کہ حکیم عبدالمجید ہی عجیب بے خبر آدمی ہیں کہ اُن سے اتنا نہ ہوا کہ اس نسخہ میں جوتے گانٹھوانے کو لکھ دیتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم کی حالت سے بالکل بے خبر ہیں تو ساری دنیا اس چمار کو احمق بنائے گی اور کہے گی کہ حکیم عبدالمجید صاحب کا یہ کام نہیں کہ وہ جوتی گانٹھنے کی ترکیب بتلائیں یا اس کام کے چلنے میں مدد دیا کریں۔ حکیم عبدالمجید کا کام امراض کے لیے ادویہ تجویز کرنے کا ہے تو علماء کو بھی حکیم عبدالمجید ہی سمجھنا چاہیئے کہ اُن کا کام امراض باطن کے لئے نسخے تجویز کرنے کا ہے نہ کہ دنیا کے کاموں میں تجاویز بتلانے کا۔ اگر حکیم صاحب پر جوتی سلوانے کو نہ بتلانے کا الزام صحیح ہے تو علماء پر بھی صحیح۔ البتہ حکیم صاحب کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ اگر جوتی سینے سے پہننے والے کے پیر میں زخم نہ پڑے اور پیر کے لڑنے کا اندیشہ نہ ہو تو جوتی پہننے سے منع نہ... کریں ورنہ منع کرنا ضرور ہوگا۔ (وعظ ایضاً صـ۱۴ سـ۳)

(۴۷) **حکایت**: میرے استاد علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ ایک شخص نے یہ دُعا کی کہ مجھے خواجہ خضر مل جائیں۔ چنانچہ خواجہ خضر اسکو مل گئے اسنے کہا حضرت یہ دُعا کر دیجئے کہ خدا تعالیٰ مجھ کو اس قدر دنیا دیدیں کہ میں بالکل بے فکر ہو جاؤں۔ خواجہ خضر نے کہا کہ بے فکری اور راحت دنیا داری میں ہو نہیں سکتی۔ اسنے پھر اصرار کیا انہوں نے فرمایا کہ اچھا تو کسی ایسے شخص کو انتخاب کر لے جو تیرے نزدیک بالکل بے فکر اور نہایت آرام میں ہو میں یہ دعا کروں گا کہ تو بھی اسی جیسا ہو جائے اور تین دن کی مہلت اسکو دی آخر اسنے لوگوں کی حالت کو دیکھنا شروع کیا جس کو دیکھا کسی نہ کسی تکلیف یا شکایت و پریشانی میں مبتلا پایا۔ بہت سی تلاش کے بعد اسکو ایک جوہری نظر پڑا جسکے پاس حشم و خدم بھی بہت کچھ تھے صاحبِ اولاد بھی تھا اور اسکو بظاہر کوئی فکر نہ معلوم ہوتی تھی اس کو خیال ہوا کہ اس جیسا ہونے کی دعا کراؤں گا لیکن ساتھ ہی یہ خیال بھی ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ بھی کسی بلا میں مبتلا رہا اور میں بھی دعا کی وجہ سے اسی بلا میں مبتلا ہو جاؤں لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اول اسکے اسکی اندرونی حالت دریافت کروں چنانچہ اس جوہری کے پاس گیا اور اپنا پورا ماجرا اسکو کہہ سُنایا جوہری نے ایک آہ سرد کھینچی اور کہا کہ خدا کے لیے مجھ جیسا ہونے کی دعا ہرگز نہ کرانا میں تو ایک مصیبت میں گرفتار ہوں کہ خدا نہ کرے کوئی اس میں گرفتار ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ میری بیوی بیمار ہوئی اور بالکل مرنے کے قریب ہو گئی میں اسکو مرتے دیکھ کر رونے لگا اُسنے کہا کہ تم کیوں روتے ہو میں مر جاؤں گی تم دوسری کر لوگے میں نے کہا کہ نہیں میں اب ہرگز نکاح نہ کرونگا کہنے لگی کہ سب کہا ہی کرتے ہیں ایفا کوئی بھی نہیں کرتا۔ میں چونکہ اسکی محبت میں مغلوب تھا اور اس وقت اسکے مرنے کا نہایت سخت رنج دل پہ تھا میں نے اسکے کہنے پر اُسترا لے کر اپنا اندام نہانی فوراً کاٹ ڈالا اور اسسے کہا کہ اب تو تجھ کو بالکل اطمینان ہو گیا ـــــ اتفاق سے وہ اپنے مرض سے

جانبر ہوگئی۔ اب چونکہ میں بالکل بے کار ہوچکا تھا اسلئے اس نے میرے نوکروں سے ساز باز کرلیا یہ جس قدر اولاد تم دیکھتے ہو سب میرے نوکروں کی عنایت ہے میں اپنی آنکھوں سے اس حرکت کو دیکھتا ہوں لیکن اپنی بدنامی کے خیال سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس واسطے تم مجھ جیسے ہونے کی دعا ہرگز نہ کرنا آخر اس شخص کو یقین ہوگیا کہ دنیا میں کوئی آرام سے نہیں جب تیسرے دن حضرت خضر سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ کیا رائے ہے اس نے کہا کہ حضرت یہ دعا کر دیجئے کہ خدا تعالیٰ مجھ کو اپنی محبت کاملہ اور دین کامل عطا فرمائے۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمادی اور وہ نہایت کامل دیندار ہوگیا تو حقیقت میں دنیاداروں میں کوئی بھی آرام سے نہیں ہے (وعظ ایضاً ص۱۵ ج۱)

(۴۸) **مثال**: دیکھئے اگر کوئی محبوب اپنے پاس بیٹھنے کی اجازت دیدے اور اس کے درمیان میں کھانے کا وقت آجائے اور محبوب کہے کہ اگر بھوک لگی ہو تو جاکر کھانا کھالو کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ عاشق اس وقت اٹھنے اور کھانا کھانے کو گوارا کرے گا۔ ہرگز نہیں تو جب محبت کی یہ حالت ہوتی ہے تو شیخ کے خانقاہ پر کیا تعجب ہے۔ وہ حضرت حق محبوب حقیقی سے معیت رکھتے ہیں مولانا فرماتے ہیں ؎

گفت معشوقے بعاشق کاے فتا۔ ٭ تو بغربت دیدۂ بس شہرہا
پس کدامی شہر از انہا خوشتر است ٭ گفت آں شہر یکہ در وے دلبر است

آگے مولانا فرماتے ہیں ؎

ہر کجا دلبر بود خرم نشیں ٭ فوق گردون ست نے قعر زمیں
ہر کجا یوسف رُخے باشد چوں ماہ ٭ جنت است آں گرچہ باشد قعر چاہ

تو اگر محبوب کنوئیں کے اندر ہو وہ بھی جنت ہے تو جب محبوب مجازی کی معیت کی یہ حالت ہوتی ہے تو محبوب حقیقی کی معیت اگر میسر ہوجائے تو کیا حالت ہوگی (وعظ ایضاً ص۱۱۹ ج۱)

(۴۹) **حکایت**: حضرت امام ترمذیؒ جب نابینا ہوگئے تو ایک مرتبہ آپ کو سفر کا...

اتفاق ہوا۔ راستہ میں ایک مقام پر پہنچ کر آپنے اونٹ پر بیٹھے بیٹھے سر جھکا لیا۔ حمال نے اس کا سبب پوچھا تو آپنے فرمایا کہ یہاں ایک درخت ہے اس میں ٹکر لگتی ہے۔ حمال نے کہا کہ یہاں تو کوئی درخت نہیں ہے۔ آپ نے اونٹ کو وہیں رکوا دیا اور فرمایا کہ اگر میرا حافظہ اس قدر کمزور ہو گیا ہے تو میں آج سے حدیث بیان کرنا چھوڑ دوں گا۔ اور قریب کے گاؤں میں آدمی بھیجکر دریافت کیا۔ اکثر لوگوں نے وہاں درخت ہونے سے انکار کیا لیکن گاؤں کے بعض بوڑھوں نے کہا کہ مدّت گذری جب یہاں ایک درخت تھا اور تقریباً بارہ ۱۲ برس ہوئے کہ اسکو کاٹ دیا گیا ہے جب اسکی تصدیق ہو گئی تو آپ آگے بڑھے۔ (وعظ تعلیم البیان دعوات جلد ۵ صـ۱۲ سـ۲)

(۵۰) **حکایت**: ابوداؤد میں قصہ ہے ایک راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک راوی سے ایک حدیث سُنی تھی۔ مدت کے بعد مجھے خیال ہُوا کہ اسکے حافظہ کا امتحان کرنا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ اسنے غلط حدیث مجھ سے بیان کر دی۔ چنانچہ یہ راوی اسکے پاس گئے اور جاکر وہ حدیث پوچھی اسنے حدیث بتلائی اور کہا کہ تم میرا امتحان کرتے ہو۔ میرا حافظہ اس قدر قوی ہے کہ مَیں نے سَتر حج کئے ہیں اور ہر سال نئے اونٹ پر حج کیا اور مجھ کو یاد ہے کہ فلاں سال فلاں اونٹ پر حج کیا تھا (وعظ ایضاً صـ۱۲ سـ۱۳)

(۵۱) **حکایت**: امام بُخاریؒ کسی مقام پر تشریف لے گئے وہاں کے عالموں نے آپ کا امتحان کرنا چاہا اور سو حدیثیں الٹ پلٹ کر آپکے سامنے پڑھیں۔ آپ ہر حدیث پر لَا اَعْرِفُ فرماتے رہے جب وہ لوگ ختم کر چکے تو آپنے ان سب احادیث کو جو انہوں نے سُنائیں تھیں اسی طرح نقل فرمایا اور ساتھ ساتھ تصحیح کرتے گئے کہ اما الحدیث الاول فھو کذا واما الثانی فھو کذا۔ مگر جب حدیثیں مدوّن ہو گئیں اور ضرورت اس قدر حافظہ کی نہ رہی تو قوت حافظہ کم ہونا شروع ہو گئی۔

غرض انقطاع اجتہاد بعد ظہور اکمال دین کے ہوا ہے اور اجتہاد سے اکمال کے

ظہور کا یہی حاصل ہے کہ ان کا قیاس بھی مثلِ حدیث مبین قرآن و نیز مبین حدیث ہے

(وعظ ایضاً صـ۱۲ سـ۱۸)

(۵۲) مولوی محمد صدیق صاحب مرحوم گنگوہی کہتے تھے کہ میں دہلی میں جب مدرس ہو کر گیا تو دلائتی طالب علم میرے سپرد ہوئے اور سلم شروع ہوئی۔ میں نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ تحقیق سے پڑھو گے یا سیدھا سادہ! کہنے لگے کہ ہم تو تحقیق سے پڑھیں گے میں نے رات کو بہت سے حواشی اور شروح دیکھ کر صبح کو نہایت تحقیق سے پڑھایا۔ جب دوسرا دن ہوا۔ اور پھر میں نے یہی سوال کیا۔ طلبہ نے پھر یہی کہا کہ ہم تو تحقیق سے پڑھیں گے۔ میں نے کہا کہ اگر تحقیق سے پڑھو گے تو کل جو کچھ میں نے تم کو بتلایا تھا اس کا اعادہ کرو۔ تاکہ مجھے یہ اندازہ ہو کہ تم میں قابلیت تحقیق سے پڑھنے کی ہے یا نہیں۔ یہ سُن کے سب کے سب میرا مُنہ تکنے لگے اور ایک سے بھی اعادہ نہ ہو سکا۔ اس وقت میں نے کہا کہ سُنو تم نے باوجود یکہ مجھ سے یہ تقریریں سُنیں اور بیان نہ ہو سکا۔ اور میں نے باوجود اس کے کہ استاد نے اس مقام پر مجھ کو درس کے وقت یہ تقریریں نہیں بتلائیں اور میں نے بیان کر دیں۔ آخر اس کا سبب کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ استعداد کی ضرورت ہے جو کتاب سے پیدا ہوتی ہے۔ ان تقریروں سے کچھ نہیں ہوتا۔ سو کتاب پڑھو تب وہ سمجھے اور حل کتاب پر کفایت کی۔ (وعظ ایضاً صـ۱۵ سـ۱۱)

(۵۳) **حکایت**: میں نے ایک طالب علم کو دیکھا کہ وہ ایک مبتدی کو میزان پڑھا رہے تھے اور اس کے خطبہ میں "الف لام تعریف" کی قسمیں بیان کر رہے تھے۔ میں نے کہا کہ مولوی صاحب اس غریب کی راہ کیوں مار رہے ہو۔ یہ ان سب مضامین کو جز و میزان سمجھے گا اور مشکل سمجھ کر میزان ہی کو چھوڑ دیگا۔ میں نے اپنے پڑھانے کا طرز ہمیشہ یہی رکھا ہے کہ نفس کتاب کو حل کر دیا۔ اور زوائد کبھی بیان نہیں کئے۔ اور حل بھی اس طرز سے کہ بڑے بڑے مشکل مقامات بھی کبھی طالب علموں کو مشکل نہیں معلوم ہوئے۔

صدرا میں مثناۃ بالتکریر کی بحث ایک مشہور بحث ہے ـــــ کانپور میں ایک مولوی فضل حق طالب علم مجھ سے صدرا پڑھتے تھے جس دن یہ مقام آیا ہے تو میں نے بلا اہتمام معمولی طور سے اس کی تقریر کردی جب انہوں نے اسکو اچھی طرح سمجھ لیا تو میں نے کہا یہی مقام ہے جو مثناۃ بالتکریر کے لقب سے مشہور ہے انکو بڑا تعجب ہوا اور کہنے لگے یہ تو کچھ بھی مشکل نہیں ہے ـــــ آخر سالانہ امتحان میں ممتحن نے یہی مقام سوال میں دیا۔ مولوی فضل حق صاحب مرحوم نے جو تقریر اس مقام کی لکھی تھی (وہ اب تک مدرسہ جامع علوم میں محفوظ ہے) ممتحنین بھی اس پر عش عش کرتے تھے بعض نے کہا کہ ہم نے اس مقام کی تقریر ایسی کہیں نہیں دیکھی۔ تو بڑی کوشش اسکی ہونی چاہیئے کہ کتاب کو پانی کردے نہ یہ کہ اپنی فضیلت کا اظہار کرے (وعظ ایضاً صـ۱۶ سـ۲)

(۵۴) حکایت: دوسری حکایت یاد آئی ایک میاں جی تھے وہ لڑکوں کو بہت دق کرتے تھے۔ لڑکوں نے آپس میں صلاح کی کہ جیسے یہ دق کرتے ہیں ان کو بھی دق کرنا چاہیئے ـــــ چنانچہ ایک لڑکا مکتب میں آیا اور السلام علیکم کہہ کر میاں جی سے کہا میاں جی! کیا بات ہے آج کچھ چہرہ اُداس سا ہے۔ دوسرا آیا حافظ جی کیا کیفیت ہے طبیعت تو اچھی ہے تیسرا آیا خیر تو ہے کچھ بخار کا سا اثر چہرہ سے نمایاں ہے۔ غرض حافظ جی کو اس کہنے سُننے سے یقین ہوگیا کہ میں یقیناً بیمار ہوں گھر آکر لیٹ گئے بیوی سے لڑائی شروع کی کہ تمام لڑکوں نے عیادت کی مگر تو نے نہیں کی غرض خوب لڑائی ہوئی یہ حکایت مولاناؒ لکھ کر فرماتے ہیں کہ ارے احمق! تو لوگوں کی تعظیم و تکریم سے اوہام میں مبتلا ہوگیا ہے

[وعظ تعظیم الشعائر دعوات جلد ۶ صـ سـ۲]

(۵۵) حکایت: امام مالکؒ کی حکایت ہے کہ ایک مجلس میں ان سے چالیس[۴۰] مسائل کسی نے پوچھے (اچھی طرح یاد نہیں رہا) چھتیس[۳۶] کا جواب دیدیا اور چار میں لا اَدْرِی کہا یا چار کا جواب دیا اور چھتیس[۳۶] میں عدمِ واقفیت ظاہر کی۔ آجکل ادنیٰ طالب علم سے

پوچھ دیکھئے جو ہرگز بھی یہ کہے کہ میں نہیں جانتا مجھ کو باوجود اسکے کہ اتنے دن کام کرتے ہوگئے مگر اب تک ایسی ضرورت پڑتی ہے کہ یہ لکھتا ہوں کہ اس مسئلہ میں مجھ کو شرح صدر نہیں ہوا اور قواعد سے اگر جواب لکھتا ہوں تو اس میں یہ احتیاط کرتا ہوں اور یہ لکھ دیتا ہوں کہ قواعد سے یہ جواب لکھا ہے۔ جزئیہ نہیں ملا اور کبھی جواب لکھ دیتا ہوں اور بعد میں لغزش ثابت ہوتی ہے پس میں کہتا ہوں کہ جو لوگ لکھے پڑھے ہیں جب انکو لغزشیں ہوتی ہیں تو جو اَن پڑھ ہیں وہ تو بطریق اولیٰ غلطیوں میں مبتلا ہوتے ہوں گے اور وہ شخص بھی ان پڑھ ہی ہے جو آمدنامہ دستور الصبیاں بلکہ گلستان سکندرنامہ پڑھا رہا ہو۔ یا انٹرنس پاس اور الف اے پاس ہو بلکہ عربی پڑھنے والے بھی سب عالم نہیں ہیں کیونکہ زبان اور چیز ہے اور علم اور چیز ہے۔ (وعظ انجاز المجاز فی دعوات ۶ صـ ۱۲۴ سـ ۵)

(۵۶) **حکایت:** ایک عالم نے وکیعؒ محدث سے اپنے سوء حافظہ کی شکایت کی تھی کہ جو پڑھتا ہوں یاد نہیں رہتا انہوں نے ان کو تقویٰ کی تعلیم فرمائی چنانچہ اس مضمون کو اُن عالم نے نظم فرمادیا ہے طلبہ کو چاہیئے کہ اسکو یاد کرلیں:

شکوت الیٰ وکیع سوء حفظی ؛ فاوصٰنی الیٰ ترک المعاصی

فان العلم فضل من الٰہ ؛ وفضل اللہ لا یُعطٰی لعاصی

اور اگر تقویٰ ہوگا تو علوم حقہ قلب پر وارد ہوں گے مولانا فرماتے ہیں۔ ؎

بینی اندر خود علوم انبیاء ؛ بے کتاب و بے معید و اوستا

مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے معاصرین سے کچھ زیادہ نہیں پڑھا تھا۔ بلکہ عجب نہیں کہ کم پڑھا ہوا سلئے کہ مولانا کی طبیعت میں ہمیشہ سے ایک آزادی تھی مگر دیکھئے علوم کے ایسے دریا تھے کہ جس کے پانی نے تمام ہندوستان کو سیراب کردیا۔ اب بھی جس طالب علم کا جی چاہے تجربہ کرلے اور تقوٰے اختیار کرکے دیکھ لے کہ کیسے کیسے علوم حاصل ہوتے ہیں اگر خلوص سے تقوٰے کو اختیار کیا جائے تو اسکی برکت کی تو حد نہیں

اگر خلوص نہ ہو تو امتحان ہی کے لئے کر کے دیکھ لو اسکی برکت بھی کچھ نہ کچھ دیکھ لوگے بقول مولاناؒ ؎

سالہا تو سنگ بودی دل خراش ؛ آزموں رایک زمانے خاک باش
در بہاراں کے شود سرسبز سنگ ؛ خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

[وعظ ایضاً ص ۱۲۵ سنہ ۱۰]

(۵۷) **حکایت** : حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے بچپن میں یہ آیت سُنی وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ تو بے انتہا روتے تھے ایک شخص نے کہا کہ آپ تو اہلِ بیت میں سے ہیں آپ اس قدر کیوں روتے ہیں فرمایا کہ کنعان نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا اسکے لیے ارشاد ہے اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اس شخص نے کہا کہ آپ تو بچے ہیں فرمایا میں نے اپنی ماں کو دیکھا ہے کہ جب چولھے میں آگ سلگاتی ہیں تو اوّل چھوٹی لکڑیوں میں آگ لگاتی ہیں پھر اُن سے بڑی لکڑیوں میں۔ اسی طرح مجھ کو ڈر ہے کہ وہاں بھی ویسی ترتیب نہ ہو۔ اب اس وقت کے بچے جو ہیں کیا اُن پر وحی نازل ہوئی ہے کہ اُن کے ذمہ بجز لہو و لعب کے کوئی کام نہیں۔ اور یاد رکھو جو طلبہ بالغ ہیں وہ تو بچے نہیں ہیں ان کو تو بے فکر نہ ہونا چاہیئے۔ [وعظ ایضاً ص ۱۲۸ سنہ ۷]

(۵۸) **حکایت** : کسی پیر کی فاتحہ گرم کھیر پر دی تھی تو پیر نے کہا کہ میری زبان میں چھالا پڑ گیا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ [وعظ تعظیم الشعائر دعوات ص ۱۸ سنہ ۸]

(۵۹) **حکایت** : مجھ سے ایک شخص نے دیوبند میں پوچھا تھا کہ میاں حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس کیا ہے جو تم لوگ باوجود علماء فضلاء ہونے کے اُن کے پاس جاتے ہو میں نے کہا کہ ہمارے پاس تو الفاظ ہی الفاظ ہیں اور اُن کے پاس معانی ہیں وہ ہمارے محتاج نہیں اسلئے کہ اُن کو مغز اور حقیقت حاصل ہے اور ہم اُن کے محتاج ہیں۔

(وعظ التصدی للغیر دعوات جلد ۲ ص ۴۱ سنہ ۶)

(۶۰) **حکایت**: میں جو دھرپور گیا تھا وہاں وعظ ہوا وعظ سے پہلے ایک صاحب نے میرے کان میں کہا کہ یہاں بہت سے مفتری لوگ ہیں تم لوگوں پر دو تہمتیں لگاتے ہیں ایک تو یہ کہ تم لوگ وہابی ہو۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (نعوذ باللہ) فضائل کے منکر ہو۔ اور دوسرے یہ کہ تم غیر مقلد ہو۔ اسلئے مناسب یہ ہے کہ وعظ میں حضور کے فضائل اور امام صاحب کے فضائل بیان کئے جائیں تاکہ شبہات جاتے رہیں لیکن الحمدللہ! میری سمجھ میں آگیا کہ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ہم کو اچھا سمجھنے لگیں اس سے اُن غریبوں کا کیا فائدہ ہوا۔ میں نے کہا کہ وعظ طب ہے طبیب وہ دوا دیگا جو مرض کے مناسب ہو کہ اس میں مریض کی مصلحت ہے۔ اگر کوئی طبیب اس بات میں بدنام ہو جائے کہ یہ کڑوی دوا لکھتے ہیں تو اگر وہ اس عار کے دھونے کے واسطے حلوا لکھ دے جس کی مریض کو ضرورت نہ ہو وہ طبیب نہیں ہے کیونکہ اسنے اپنی مصلحت کو مریض کی مصلحت پر ترجیح دی اسلئے میں اس وقت فضائل نبویؐ اور فضائل امام کو بیان کرنے میں ان مخاطبین کی تو کوئی مصلحت نہیں دیکھتا اسلئے اس کا بیان نہ کروں گا کہ اس میں صرف میری مصلحت ہے کہ میری بدنامی جاتی رہے۔ بلکہ میں وہ امراض بیان کرونگا جو ان لوگوں کے اندر ہیں کہ اس میں ان لوگوں کی مصلحت تو ہے ـــــ صاحبو! غیر ضروری موقع پر مذمت تو درکنار مدح بھی زیبا نہیں۔ (التصدی للغیر دعوات جلد ۲ صفحہ ۱۳۲)۔

(۶۱) **حکایت**: ضلع اعظم گڑھ میں ایک شخص نے جماعت کے وقت بسم اللہ پڑھ کر نماز کی اقامت کہی میں نے پوچھا کہ تم نے بسم اللہ کیوں پڑھی کہنے لگا کہ بسم اللہ پڑھنا تو اچھا ہی ہے میں نے کہا کہ بے شک بسم اللہ پڑھنا اچھا ہے لیکن یہ اُس کا موقع نہیں۔

حضرت ابن عمرؓ کی حکایت ہے کہ ان کی مجلس میں کسی شخص کو چھینک آئی اس نے کہا السلام علیکم۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا علیک وعلی امک السلام۔ اسکو ماں کا ذکر کرنا ناگوار ہوا اور بُرا مانا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میاں سلام کرنا بہت اچھی شے ہے لیکن ہم کو

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر یہ تعلیم فرمایا ہے کہ ہم الحمدللہ کہا کریں۔ (وعظ ایضاً ص۴۳ سنا)

(۶۲) **حکایت**: حضرت حاجی صاحبؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت میں اللہ کا نام لیتا ہوں مگر کچھ نفع نہیں حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ تھوڑا نفع ہے کہ نام لیتے ہو یہ تمہارا نام لینا بھی نفع ہے اور کیا چاہتے ہو ؎

گفت آں اللہ تو لبیک ماست ❊ ویں نیاز و سوز و درد ت پیک ماست

پس دنیا میں تو یہ رحمت کہ نام لینے کی اجازت دی اور آخرت میں اس پر قبول رضا مرحمت فرمائیں گے۔

(۶۳) **مثال**: اب معلوم کرنا چاہیئے کہ ہر نعمت کے کچھ حقوق ہوتے ہیں اس نعمت کا حق کیا ہے جو ہم کو ادا کرنا چاہیئے اُن حقوق کو ایک مثال سے سمجھنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ دیکھو جو شخص کسی حاکم سے ہمکلام ہوتا ہے وہ کیا انداز اختیار کرتا ہے وہ یہ کرتا ہے کہ اس حاکم کے خلاف مزاج و طبیعت نہیں کرتا ہے بدن پر کپڑے ہر وقت صاف رکھتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ حاکم کی طبیعت مجھ سے مکدر ہو جائے منہ کو صاف رکھتا ہے کہ بدبو نہ آنے لگے الفاظ کی رعایت رکھتا ہے کہ کوئی بے ادبی کا کلمہ نہ نکل جائے۔ چنانچہ ان امور میں اگر کچھ فروگذاشت ہو جاتی ہے تو دھکے دیکر نکال دیا جاتا ہے اسلئے اسکو ہر وقت یہ خیال رہتا ہے کہ اس طور سے رہنا چاہیئے کہ حاکم خفا نہ ہو جائے جبکہ آپ کو معلوم ہو گیا کہ قرآن پڑھنا، دُعا کرنا ذکر کرنا یہ سب اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہمکلامی ہے اور یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر ظاہری صورت شکل اور لباس پر نہیں اُن کی نگاہ قلب پر ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولکن ینظر الی قلوبکم تو کیا یہ شرم کی بات نہیں اور کیا قابل ترک نہیں کہ قلب میں معصیت کی نجاست لے کر اللہ تعالےٰ سے باتیں کیا کرو — یہ بے حیائی نہیں ہے کہ جس مُنہ سے جھوٹ بولو غیبت

کرو۔ پھر اسی منہ سے اللہ کا ذکر کرو۔ اس کی تو ایسی مثال ہے کہ ایک ہی چمچہ سے فیرنی اور اُسی سے گوہ نکالو ــــ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نعمت کی قدر نہیں جانی۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ۔

(۶۴) **حکایت**: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس وقت حضور پر وحی کا نزول ہوتا تھا اونٹ کھڑا نہ ہو سکتا تھا اور آیا ہے کہ نزول وحی کے وقت حضورؐ کا چہرۂ انور مبارک پسینہ پسینہ ہو جاتا تھا اور سانس بڑھ جاتا تھا اور ہوش اس طرف کا نہ رہتا تھا اور فرماتے ہیں کہ کبھی مجھ پر وحی مثل صلصلۃ الجرس یعنی مثل جھنجھناہٹ جرس کے اور وہ مجھ پر سخت تر ہے اور یہی داخل ہے اُس بارے میں کہ جس کے بارے میں فرمایا ہے۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ یعنی کیا ہم نے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لیے آپ کے سینہ کو نہیں کھولدیا اور جس بوجھ نے آپ کی کمر توڑ دی تھی ہم نے اسکو ہٹادیا۔

جب سید الاولین والآخرین کی بارِ کلام سے یہ حالت تھی حالانکہ یہ بواسطہ ہمکلامی تھی تو کیا ہر بازاری کا منہ ہے جو اس کا حوصلہ کرے۔ [وعظ عمل العلماء دعوات ص۱۲]

(۶۵) **مثال**: علماء کی بے وقعتی کے متعلق بعضے یہ عذر کرتے ہیں کہ صاحب ہم نے وعظ سُنا اور معتقد بھی ہوئے مگر اخیر میں جو مولوی صاحب نے سوال کر دیا تو سارا اعتقاد دُھل گیا۔

مگر میں کہتا ہوں کہ آپ کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص حکیم عبدالعزیز صاحب وغیرہ سب کو اس وجہ سے چھوڑ دے اور سب کی بُرائیاں شروع کر دے کہ اس نے عطائیوں کو دھوکہ دیتے ہوئے دیکھا تھا تو آپ اسکو صاحب الرائے سمجھیں گے اور کیا آپ نے بھی سب ہی حاذق اطباء کو چھوڑ دیا ہے۔ تو جن کی حکایتیں آپ نے یاد کر رکھی ہیں وہ واقع میں اناڑی عطائی ہیں۔ افسوس! عطائیوں کے پھیل جانے سے آپ نے اطباء کو نہ چھوڑا۔ مگر چند سائلوں کی وجہ سے محقق مولویوں کو چھوڑا (وعظ ضرورت العلماء دعوات جلد ۵ ص۱۱۰)

(۶۶) **مثال**: اس وقت مولوی کے ساتھ تمہارا جو خشک اعتقاد ہے اس کی ایسی مثال ہے۔ جیسے مشہور ہے دو کنجوس تھے ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ تم کھانا کیونکر کھاتے ہو اس نے کہا کہ بھائی! ہر مہینے ایک پیسہ کا گھی لے آتے ہیں اور سامنے رکھ کر اسکو خطاب کرتے ہیں کہ میں تجھ کو کھا جاؤں گا پورا مہینہ یوں ہی کاٹ دیتے ہیں اخیر میں اسکو کھا لیتے ہیں وہ بولا تم بڑے فضول خرچ ہو ہم تو روٹی پکا کر جس گلی میں گوشت بھننے کی خوشبو آتی ہو وہاں کھڑے ہو جاتے ہیں اور روٹی کھاتے ہیں تو یہ دونوں گھی گھی کے معتقد تھے اور ایک گونہ تلبیس بھی تھا لیکن انکو اس کا کیا نفع ہوا ایسے ہی آپ کو نرے اعتقاد سے اور محض ادب و تعظیم سے کیا نفع ہوگا (وعظ ایضاً ص۱۱ س۱۰)

(۶۷) **حکایت**: عالمگیر کو ایک حکایت یاد آتی ہے (یہ حکایت زبانی ہے کتابی نہیں) ایک روز جامع مسجد میں آنہوں نے طالب علموں کو دیکھا کہ سخت پریشان پھرتے ہیں اور خورد و نوش کی کوئی سبیل نہیں سمجھے کہ سبب اس کا بے رغبتی امراء کی ہے چاہا کہ اسکی اصلاح ہو۔ پس وضو کرتے ہوئے وزیر اعظم سے ایک مسئلہ پوچھا کہ نماز میں فلاں شبہ ہو جائے تو کیا کرے وزیر صاحب اس کا جواب نہ دے سکے۔ عالمگیر نے ذرا غضبناک نظر سے وزیر کی طرف دیکھا اور کہا کہ تم کو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ فقہ کے ضروری مسائل یاد کرو۔ وزراء وغیرہ سب تھرا گئے اور فوراً ہی طلبہ کی تلاش شروع ہو گئی اور روزانہ ان سے سیکھتے اور اس طرح سے وہ سب اطمینان کی حالت میں ہو گئے۔ پھر تو یہ حالت تھی کہ طالب علم ڈھونڈھے نہ ملتے تھے (وعظ ایضاً ص۱۶ س۱۵)

(۶۸) **حکایت**: ہارون الرشید نے امام مالکؒ سے درخواست کی کہ شہزادوں کو حدیث پڑھایا کیجئے انہوں نے فرمایا کہ آپ ہی کے خاندان سے علم دین کی عزت ہوئی اور آپ ہی بے عزتی کرتے ہیں ہارون نے کہا کہ اچھا شہزادے وہاں حاضر ہوں گے مگر اسوقت عام رعایا سے الگ کر دیے جایا کریں (وعظ ایضاً ص۱۷ س۵)

(۶۹) ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے برسر منبر فرمایا کہ اِسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا سامعین میں سے ایک شخص نے کہا کہ لَا نَسْمَعُ وَلَا نُطِیْعُ حضرت عمرؓ نے وجہ پوچھی تو اس شخص نے کہا کہ غنیمت کے چادرے جو آج تقسیم ہوئے ہیں سب کو تو ایک ایک ملا ہے اور آپ کے بدن پر دو ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے عدل نہیں کیا فرمایا بھائی تو نے اعتراض میں بہت جلدی کی۔ بات یہ ہے کہ میرے پاس کُرتہ نہیں تھا تو میں نے اپنے چادرہ کو تو ازار کی جگہ باندھا اور ابن عمرؓ سے اُن کا چادرہ مستعار لیکر اسکو کُرتے کی جگہ اوڑھا ہے اس واقعہ سے آپ کو یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ اُن حضرات میں بڑے چھوٹے سب برابر کے مستحق سمجھے جاتے تھے آج بڑوں کا دوہرا حصہ ہونا تو گویا لازمی امر ہے البتہ اگر مالک ہی دوہرا حصہ دے تو مضائقہ نہیں۔ (وعظ ایضاً ص۱۷ س۱۷)

(۷۰) **مثال**: اگر کوئی شخص درد گُردہ میں مبتلا ہو جائے تو اسکی کیا حالت ہوتی ہے اور اسکے ازالہ کی کتنی تدبیریں کرتا ہے حالانکہ درد گردہ کا مآل اسکے زیادہ کچھ نہیں کہ وہ زندگانی کا خاتمہ کردے اسکے بعد پھر ابد الآباد تک اسکے نجات خود بخود ہو جاتی ہے برخلاف اسکے تکلیف کے کہ اگر یہ شروع ہوگئی تو بالکل ختم نہ ہوگی اور یا اگر شمہ ایمان کی وجہ سے ختم بھی ہوئی تو خدا جانے کتنی مُدت کے بعد جہاں کا ایک ایک دن ہزار برس کے برابر ہے۔

(وعظ آثار المحبۃ وعوات ص۹ س۲۱)

(۷۱) **مثال**: صاحبو! ظاہر ہے کہ حسین وہ شخص کہلائے گا کہ اسکی آنکھ، ناک، چہرہ سب خوب صورت ہوں ورنہ اگر کسی کی آنکھیں تو نہایت اچھی ہوں اور ناک بالکل خراب چپٹی ہو یا برعکس ہو یا دانت باہر کو نکلے ہوئے ہوں تو وہ حسین نہ کہلائیگا۔ بس اسی طرح دین بھی ایک حسین معنوی ہے تو حسین معنوی یعنی دیندار بھی اسی کو کہیں گے جو تمام

عہ تم سُنو [حکم خلیفہ] اور اطاعت کرو۔ ۱۲ عہ ہم نہیں سنتے اور نہ اطاعت کریں ۱۲

وجوہ دین وانواع عمل کا جامع ہو اور جس نے ایک کو لیا اور دوسرے کو چھوڑ دیا مثلاً اعمال جوارح کو تو لے لیا اور اعمال قلب کو اور اعمال لسان کو چھوڑ دیا یا اعمال قلب کو لے لیا اور دوسرے دونوں کو چھوڑ دیا اعمال لسان کو لے لیا اور بقیہ دونوں کو چھوڑ دیا۔ وہ شخص ہرگز اس حسن معنوی کے ساتھ متصف نہ سمجھا جائے گا۔ (عمل العلماء دعوات جلد ۵ صـ۲)

(۷۲) **مثال**: اگر عجب پیدا ہوتا ہے تو اس کا علاج کسی معصیت سے کیا جاتا ہے اور مصلحت یہ سمجھی جاتی ہے کہ ایسا کرنے سے ہم اپنی نظروں میں ذلیل رہیں گے اور اس سے عجب کی جڑ کٹ جائے گی صاحبو! یہ ایسا علاج ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنے بدن سے پاخانہ کو بذریعہ پیشاب دھونے لگے (وعظ ایضاً صـ۱۶ سـ۱۲)

(۷۳) **مثال**: بچے کی پرورش کہ بدوں ماں باپ کی مدد و اعانت کے وہ پرورش نہیں پا سکتا۔ لیکن اسکو کچھ خبر نہیں ہوتی تو اگر وہ بچہ بڑا ہو کر کہنے لگے کہ میں بغیر کسی کی مدد کے اتنا بڑا قوی الجثہ ہو گیا ہوں تو جس طرح اس کا یہ قول غلط اور قابل مضحکہ ہے۔ اسی طرح اس راہ کے قطع کرنے والے کا قول بھی بالکل غلط ہوگا۔

بات یہ ہے کہ بعض مرتبہ ظاہر ایک شخص کو کسی کے سپرد نہیں کیا جاتا لیکن واقع میں بہت سے حضرات بامر خداوندی اسکی طرف متوجہ رہتے ہیں اور وہ اسکو غلطیوں میں پھنسنے سے بچاتے ہیں اور قطع راہ میں مدد فرماتے ہیں۔ بہر حال اس جزو کی بھی سخت ضرورت ہے۔ لیکن اس پر اسی وقت عمل کرنا مناسب ہے کہ جب کتب درسیہ سے فارغ ہو چکے اور اساتذہ اُدھر متوجہ ہونے کی اجازت دیدیں اور اگر اساتذہ ختم درسیات کے بعد بھی چندے درسیات ہی میں مشغول رہنے کا حکم فرمائیں تو اُن کے ارشاد پر عمل کرے۔ اور جب تک کافی مناسبت نہ ہو جائے تو چند روز ان کے پاس رہ کر اصلاح باطن کرے۔ اور پھر درس تدریس کا شغل بھی جاری کر دے یہ ہے تدبیر خشوع کے پیدا ہونے کی۔ چونکہ اس کا اہتمام بہت ضروری تھا اسلئے اس وقت اسکو عرض کیا گیا (وعظ ایضاً صـ۲۹ سـ۱۰)

(۷۴) **حکایت**: ایک مولوی صاحب مجھ کو ملے کہ وہ گناہ میں مبتلا تھے خیر گناہ تو انسان ہی سے ہوتا ہے لیکن زیادہ افسوسناک یہ امر تھا کہ انہوں نے مجھ سے بھی پوچھا کہ اگر نیت بخیر سے گناہ کرلیں تو کیا حرج ہے۔ میں نے کہا توبہ کرو! توبہ کرو۔ اور میں نے ان کو سمجھایا۔ کہ اس کا حاصل تو یہ ہوا کہ خدا کا قرب حاصل کرنے کے لیے گناہ کیا جاتا ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر حرام چیز پر بسم اللہ کہے تو کافر ہو جاتا ہے اسلئے کہ اس نے شریعت کا مقابلہ کیا مسئلہ مبحوثہ میں میں یہ تو نہیں کہتا کہ کفر ہے لیکن ہاں اشد درجہ کا گناہ قریب بہ کفر اور بڑی شدید غلطی ہے جب ان کی سمجھ میں آگیا اور توبہ کی۔ اُس روز سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اس غلطی میں مبتلا ہیں اور کاوش کی جائیگی تو ممکن ہے کہ اس غلطی میں ابتلاء اکثر لوگوں کو ہو۔

(۷۵) **حکایت**: امام غزالیؒ نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک عابد ایک جنگل میں رہتا تھا اور اس کے پاس ایک گدھا تھا۔ بارش کی کمی سے گھاس جل گئی دفعۃً بارش ہوئی اور بارش سے تمام جنگل ہرا ہو گیا تھا وہ گدھا گھاس چرتا پھرتا تھا۔ عابد کی نظر اس پر پڑی تو عجب کے جوش میں آکر حماقت سے کہنے لگا کہ (توبہ توبہ) اسے اللہ تعالیٰ اگر آپ کے پاس کوئی گدھا بھرتا اور وہ اس جنگل میں چرنے آتا تو میں اسکو کبھی نہ روکتا۔ یہ خبر اُس زمانہ کے نبی کو ہوئی اُن کو بہت بُرا معلوم ہوا اور اُس عابد پر دعا کرنے کا ارادہ کیا ارشاد ہوا کہ ہم ہر شخص سے اُس کی عقل کے موافق معاملہ کرتے ہیں اس کی اتنی ہی عقل ہے تم بددعا مت کرنا۔

(۷۶) **مثال**: بہت لوگ براہ ہوس اسلئے ذکر و شغل کرتے ہیں کہ ہم خدا کے محبوب ہو جائیں اُن کی تو ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص اندھا گنجا لنجا بدصورت ہو اور وہ یوں چاہے کہ فلاں محبوب جو حور تمثال ہے مجھ پر عاشق ہو جائے ایسے شخص کو تو عاقل لوگ احمق کہیں گے۔ ایسے ہی جو ذاکر یوں چاہے کہ میں بالمعنی المتعارف محبوب بن جاؤں

ذرا وہ اپنے کو تو یہ دیکھے کہ مجھ میں اور حق تعالیٰ میں کیا نسبت ہے۔ بخدا اگر اپنی حالت منکشف ہو جائے تو اسی پر تعجب ہو کہ مجھ کو اس کی کس طرح اجازت ہو گی۔ کہ میں اسکو نظر محبت سے دیکھوں جب محب ہونے کی بھی صلاحیت نہیں تو محبوب ہونے کے لئے تو ذرا منہ تھو رکھے اپنے محب ہونے کے قابل بھی نہ ہونے کے باب میں خوب کہا گیا ہے ؎

بخدا کہ شرم آید ز در چشم روشن خود ؛ کہ نظر دریغ باشد بچنیں لطیف روئے

اور ؎

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم ؛ گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

اس بدصورت کو تو محبوب اگر ایک نظر دیکھنے کی بھی اجازت دیدے تو اسی پر متعجب ہونا چاہیئے کہ مجھ میں کون سی بات ہے کہ محبوب نے مجھ کو اپنے دیکھنے کی اجازت دیدی۔

(۷۷) **حکایت**: مجھے ایک واقعہ یاد آیا ریاست رامپور سے ایک طالب علم نے میرے پاس خط بھیجا کہ مجھ کو فلاں تردد ہے اس کے لیے کوئی دعا بتلا دیجئے۔ میں نے لکھا کہ لاحول پڑھا کرو چند روز کے بعد وہ مجھ سے ملے اور پھر شکایت کی میں نے پوچھا اس سے قبل میں نے کیا بتلایا تھا کہنے لگے کہ لاحول پڑھنے کو بتلایا تھا۔ سو میں پڑھتا ہوں اتفاقاً میں نے یہ سوال کیا کہ کس طرح پڑھا کرتے ہو کہنے لگا کہ یہ یوں پڑھا کرتا ہوں لاحول۔ لاحول۔ لاحول۔ وہلم جرا۔ تو جیسے یہ بزرگ لاحول پڑھنے کے یہ معنی سمجھے کہ صرف لفظ لاحول کو پڑھ لیا جائے حالانکہ لاحول اس پورے کلمہ کا لقب ہے اسی طرح ان لوگوں نے بھی لا الہ الا اللہ سے صرف یہی جملہ سمجھا حالانکہ لا الہ الا اللہ سے وہی مراد ہے کہ جس کے ساتھ محمد رسول اللہ بھی ہو۔

(وعظ ضرورۃ الاعتنا بالدین۔ دعوات جلد ۳ صفحہ ۸ سطر ۶)

(۷۸) **حکایت**: ہمارے حضرت قبلہ حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ بیٹھے ہوئے تھے اور یہ مضمون بیان فرما رہے تھے کہ جس طرح راحت و آرام نعمت ہے اسی

طرح بلا بھی نعمت ہے کہ اسی وقت ایک شخص آیا اور اس کا ہاتھ زخم کی وجہ سے خراب ہو رہا تھا اور سخت تکلیف میں مبتلا تھا اور کہا کہ میرے لیے دعا فرمائیے اسوقت میرے قلب میں یہ خطرہ گذرا کہ حضرت اس کے لئے کیا دعا کریں گے اگر صحت کی دعا کریں تب تو اپنی تحقیق سے رجوع لازم آتا ہے اور اگر دعا نہ کریں تو اس شخص کے مذاق کی رعایت نہیں ہوتی۔ اور یہ شیخ کامل کے لیے ضروری ہے آپنے فرمایا کہ سب لوگ دعا کریں کہ اے اللہ! اگرچہ ہم کو معلوم ہے کہ یہ تکلیف بھی نعمت ہے لیکن ہم لوگ اپنے ضعف کی وجہ سے اس نعمت کے متحمل نہیں ہو سکتے اس نعمت کو مبدل بہ نعمت صحت فرما دیجئے۔

(وعظ ایضاً ص۲۲ س۱۲)

(۷۹) حکایت: ایک محقق کی حکایت یاد آئی کہ اُن سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ قبور سے فیض ہوتا ہے یا نہیں فرمایا کہ فیض لینے والا کون ہے اس شخص نے کہا کہ مثلاً میں ہوں فرمایا کہ نہیں ہوتا۔ اللہ اکبر! کتنا بڑا مسئلہ اور کس طرح دو جملوں میں حل کر دیا۔ یہ بات اہلِ علم کے یاد رکھنے کی ہے کہ انکو جواب میں سائل کے تابع ہرگز نہ ہونا چاہیئے کہ وہ جس طرز سے جواب چاہیں اس کو ضروری سمجھا جائے بلکہ اُن کی مصلحت پر نظر کرنی چاہیئے۔ (وعظ ضرورۃ العمل بالدین دعوات جلد۳ ص۳ س۱۳)

(۸۰) مثال: مجلسوں نے جب دیکھا کہ اُن کی یہ حالت ہے تو جس چال انہوں نے چلایا اُسی چال انہوں نے چلنا اختیار کیا۔ اس میں بڑائی خرابی یہ ہوئی کہ سائلین کے امراض میں ترقی ہوتی گئی اور شبہات ترقی پذیر ہوتے گئے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے طبیب کے پاس کوئی مریض جائے کہ جس کو مرض دق بھی ہو اور زکام بھی اور جاکر حکیم سے فرمائش کرے کہ اوّل زکام کا علاج کر دیجئے تو اگر طبیب زکام کے علاج میں ایک مزید مدت صرف کر دے تو وہ خائن ہے اسکو چاہیئے کہ مریض کو رائے دے کہ ہرگز ایسا نہ کرو۔ اوّل دق کی خبر لو۔ اگر مریض اس تجویز پر یہ کہے کہ حکیم صاحب کچھ نہیں جانتے

تو طبیب اسوقت کیا کرے گا ظاہر ہے کہ اسکے جہل پر رحم کرے گا۔ اور پھر بھی اپنی ہی تجویز اور اسکی مصلحت پر عمل کرے گا۔ اور اگر اُسنے مریض کا اتباع کیا تو وہ خود غرض ہے

(وعظ ایضاً ص۳ س۳)

(۸۱) **حکایت**: مجھے ایک حکایت یاد آئی کہ ایک مدنی لکھنؤ میں آئے۔ اور اُنہوں نے قرآن سُنایا ہندوستانی ذہین تو ہوتے ہیں ایک لڑکے نے اُن کی قرارت کی نقل اُتاری لوگوں نے اُسکو خوب مشق کرائی اور جب اپنے نزدیک وہ قاری صاحب سے افضل ہو گئے تو اپنا کمال ظاہر کرنے کے لیے قاری صاحب کے پاس اس لڑکے کو لے گئے اور کہا کہ اسنے کچھ تبرکاً آپ کا اتباع کیا ہے انہوں نے کہا کہ ہاں سُنائیے چنانچہ لڑکے نے سُنایا جب سُنا چکا تو یہ لوگ داد کے منتظر رہے قاری صاحب نے کچھ نہ کہا تو اُنہوں نے خود ہی پوچھا کہ اسنے کیسا پڑھا۔ قاری صاحب نے کہا کہ ایسا پڑھا جیسے ہم نے ایک لُغات اُردو بنایا ہے اَلْخَیَارُ [ککری] اَلْحَطَبُ (لکری) اَلْعَنْکَبُوْتُ (مکری) اس وقت حقیقت بفتحتین معلوم ہوئی۔ کہ کیسا قرآن صاحب زادے نے پڑھا ہے (وعظ ایضاً ص۸ س۲)

(۸۲) **حکایت**: مولانا محمد یعقوب صاحب دہلوی مہاجر مکیؒ سے ایک عربی نے کہا کہ آپ لوگ اتنے دنوں سے عرب میں رہتے ہیں لیکن اب تک عرب جیسا قرآن نہیں پڑھ سکتے انہوں نے کہا کہ غیر زبان میں اہل زبان کی سی مہارت نہیں ہو سکتی کہنے لگے کہ کیوں نہیں ہو سکتی آخر ہم اُردو بولتے ہیں انہوں نے کہا کہ آپ ہرگز اہل زبان کے برابر نہیں بول سکتے اور اگر بول سکتے ہیں تو کہیے ٹٹو۔ ٹھٹھا۔ اُن بے چارے نے کہا تو۔ تتو۔ تتا ہی نکل سکا۔ مگر یہ دفع الوقتی تھی وہ لوگ تو اسکے مکلف نہیں کہ اُردو صحیح بولیں اور ہم تو مکلف ہیں قرآن صحیح پڑھنے کے (ص۸ س۱۳)

(۸۳) **حکایت**: ایک صاحب نے سورۂ ناس میں مِنَ الْجِنَّاتِ وَالنَّاسِ پڑھا ایک صاحب نے سورۂ اَبِیْ لَھَب میں تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَحَبْ پڑھا ایک صاحب نے کہا

کہ حضور! اتنے بڑے عالم ہو کر غلط پڑھتے ہیں کہنے لگے کس طرح پڑھوں اُن صاحب نے آہستہ سے بتلایا کہ اَبِیْ لَھَبٍ - آہستہ اسلئے بتلایا کہ کوئی سُنے نہیں ناحق کی رُسوائی ہے۔ تو وہ بزرگ اس آہستگی ہی کو مقصود سمجھ کر فرماتے ہیں ہاں زور سے نہ پڑھا کروں ہلکے سے پڑھا کروں - انا للہ وانا الیہ راجعون سمجھانے پر بھی نہ سمجھے بات یہ ہے کہ بلا حاصل کئے ہوئے کچھ نہیں آتا (وعظ ایضاً ص ۹ ج ۱۲)

(۸۴) **حکایت**: ایک منطقی صاحب کو شبہ ہو گیا کہ قرآن سے مسئلہ غلامی کا ابطال ثابت ہوتا ہے - کیونکہ قرآن میں ہے اِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً اور یہ صیغہ حصر کا ہے پس غیر من و فدا منفی ہوگا - ایک عالم مجھ سے کہتے تھے کہ میں نے اُن سے کہا کہ قضیہ کون سا ہے کہنے لگے کہ منفصلہ - پھر انہوں نے پوچھا کہ حقیقیہ یا مانعۃ الجمع یا مانعۃ الخلو - اسکو سُنکر اُن منطقی مولوی صاحب کی آنکھیں کھلیں اور شبہ زائل ہوا اور بے انتہا خوش ہوئے وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ یہ حقیقیہ ہے انہوں نے متنبہ کر دیا کہ ممکن ہے کہ مانعۃ الجمع ہو تو وہ تو چونکہ ذی علم تھے اسلئے ایک اشارہ کر دینے سے اُن کو حل ہو گیا - لیکن جس شخص کو معلوم ہی نہ ہو کہ حقیقیہ اور مانعۃ الخلو یا مانعۃ الجمع کس کو کہتے ہیں وہ تو اس کو گھبرا کر جواب ہی سمجھیگا - اگر ایک شخص سے کہا جائے کہ مثلث کے تین زاویے مل کر دو قائموں کے برابر ہوتے ہیں اور وہ فن اقلیدس سے واقف نہ ہو تو کسی طرح بھی آپ اسکو نہ سمجھا سکیں گے اگرچہ ہزار دفعہ ناپ کر دکھلا دیجئے -

جیسے ہمارے یہاں ایک شاعر تھے کہ وہ اپنے اشعار کے مصرعے دھاگے سے ناپ برابر کیا کرتے تھے ـــــ ایک مرتبہ اُن سے کسی نے کہا کہ آپکا ایک مصرعہ چھوٹا اور ایک بڑا ہے - کہنے لگے کہ یہ تو اوپر ہی سے ہوتی آئی ہے "الٰہی غنچۂ اُمید بکشا" اس کو تو کھینچ کھینچکر پڑھا "گُلے از روضۂ امید بنما" اس کو جلدی سے پڑھ دیا کہ دیکھو اس میں بھی مصرعہ ثانی چھوٹا ہے - اب جو لوگ فن شعر سے واقف ہیں وہ اسکو سنکر داد دیں گے -

اور سمجھیں گے کہ اس شخص کو کسی طرح بھی نہیں سمجھایا جا سکتا ہے کہ یہ دونوں مصرعے برابر ہیں واللہ! اے صاحبو! علماء کے نزدیک آجکل کی دلیلیں اس سے بھی بدتر ہیں جیسے یہ شاعر سمجھا تھا کہ میں نے بہت بڑی دلیل قائم کردی ہے۔ ایسے ہی آجکل کے عقلاء اپنے دلائل کو نہایت مدلل سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ علماء کے نزدیک اَوْهَنُ مِنْ بَيْتِ الْعَنْكَبُوتِ ہوتے ہیں علماء فضلاً اُن پر ہنستے ہیں اور اُن بے چاروں کو قابلِ رحم سمجھتے ہیں اور جس طرح وزن اور تقطیع نہ جاننے کی وجہ سے اُس شاعر کو نہیں سمجھا سکتے تھے۔ اسی طرح مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو نہ جاننے کی وجہ سے ان لوگوں کو بھی نہیں سمجھا سکتے مگر جاننے والوں سے پوچھئے کہ یہ ایک چھوٹا سا لفظ سُن کر اُن کی کیا حالت ہوئی کہ وجد آنے لگا۔

[وعظ ایضاً ص۱۵ ج۱]

(۸۵) **حکایت**: ایک واقعہ حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہیؒ کا یاد آیا ایک مرتبہ وہ ریل میں انٹر مین سفر کر رہے تھے اور برابر کے درجے میں چند نوجوان آکر بیٹھے جو وضع سے انگریزی طالب علم معلوم ہوتے تھے اُن کے قبل سے ایک معمر شخص سوار تھے جو صورت سے مولوی معلوم ہوتے تھے اور کسی ضرورت سے اس وقت اُتر گئے تھے اُن نوجوانوں نے اُن بیچارے کا اسباب منتشر کر کے اپنا سامان رکھ دیا۔ وہ مولوی صاحب جو آئے اور معلوم ہوا تو اُن کو بہت ملامت کی کہ آپ لوگوں کو اس تحکم کا کیا حق تھا۔ غرض یہ سب شرمندہ ہوئے اور براہِ شرارت یہ چاہا کہ ان مولوی صاحب کو بھی کسی بات میں شرمندہ کریں اتنے میں مولوی صاحب نماز پڑھنے لگے تو انکو ایک بات ہاتھ آئی۔ بعد فراغ ان میں سے بعض نے اُن مولوی صاحب سے کہا کہ کیا ہم آپ سے کچھ دریافت کر سکتے ہیں آجکل کی تہذیب میں یہ بھی لازم ہے کہ اگر کچھ پوچھے تو اوّل اجازت لے لے۔ چنانچہ اُن مولوی صاحب نے اجازت دی اس پر اُن لڑکوں نے یہ سوال کیا کہ مولوی صاحب نماز فرض ہے مولوی صاحب نے کہا کہ ہاں کہنے لگے کے وقت کی فرض ہے مولوی صاحب نے کہا پانچ وقت

کی کہنے لگے کہ سب پر پانچ وقت کی فرض ہے مولوی صاحب نے کہا ہاں ہر مکلف پر پانچ وقت کی فرض ہے کہنے لگے کہ سب جگہ فرض ہے مولوی صاحب نے کہا ہاں اس پر کہنے لگے کہ کیوں جس مقام میں چھ مہینے کا دن اور چھ مہینہ کی رات ہوتی ہے وہاں بھی نماز پانچ ہی وقت فرض ہے اگر یہ ہے تو سال بھر میں پانچ ہی نماز فرض ہوئیں ۔ مولوی صاحب نے ایک نہایت دانائی کا جواب دیا کہ تم لوگ وہاں سے آرہے ہو۔ یا وہاں جانے کا قصد ہے کہنے لگے کہ صاحب! نہ آرہے ہیں نہ جانے کا قصد ہے مولوی صاحب نے فرمایا کہ جب دونوں باتیں نہیں تو یہ سوال قبل از وقت ہے جب اسکی ضرورت پڑے گی اس وقت پوچھنا لیکن اُن شریروں نے اس جواب کی قدر نہ کی۔ بلکہ سب ہنس پڑے اور اُن مولوی صاحب کو شرمندہ کرنا چاہا۔ اتفاق سے اُن میں ایک شخص پختہ عمر کے بھی بیٹھے تھے جو وضع سے کوئی معزز اہلکار معلوم ہوتے تھے وہ بھی ہنسنے میں شریک تھے۔ مولانا احمد حسن صاحبؒ کو اُن صاحب پر نہایت غصہ آیا کہ یہ تو لڑکا بھی نہیں ان کو کیا شامت سوار ہوئی غرض کوئی اسٹیشن آیا۔ مولوی صاحب اپنے درجہ سے اُن کے درجہ میں پہنچے مگر وہ لڑکے تو اُتر گئے اور وہ صاحب موجود رہے انہوں نے نماز کے لیے وضو کیا تب تو مولوی صاحب کو زیادہ غصہ آیا کہ ماشاءاللہ تعالیٰ نمازی ہو کر ان کی یہ حالت ہے۔ مولوی صاحب نے اُن سے عہدہ اور فرائض عہدہ دریافت کر کے پوچھا کہ آپکے ذمہ دن رات میں کے گھنٹہ کام کرنا ہے انہوں نے مثلاً چھ گھنٹے بتلایا ۔ مولانا نے فرمایا کہ اگر ایسے مقام پر جہاں چھ مہینے کا دن چھ مہینے کی رات ہوتی ہے... گورنمنٹ کی حکومت ہو جائے اور آپ کی وہاں بدلی ہو جائے تو کیا وہاں بھی چھ گھنٹہ کام کرنا ہوگا تو سال بھر میں چھ گھنٹہ کام کرنا پڑا اس کا حساب کس طرح ہوگا کہنے لگے کہ اندازہ کر لیں گے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ افسوس دنیوی حکومت کے قانون پر جو یہ اشکال وارد ہوا اسکی توجیہ تو اس طرح آسانی سے ہو سکتی ہے اور یہی توجیہ اس اشکال

میں نہ ہوسکی بلکہ اس پر تمسخر کرتے ہو شرم نہیں آتی بہت شرمندہ ہوئے اور توبہ کی۔

(وعظ ایضاً ص۲۰ س۲)

(۸۶) **حکایت مشتمل برمثال**: ایک صاحب کہنے لگے کہ شب قدر میں فضیلت ہے تو کہاں کی شب قدر میں ہندوستان کی یا لندن کی۔ کیونکہ غروب ہر جگہ کا مختلف ہے مولانا احمد حسن صاحبؒ نے خوب جواب فرمایا کہ بعض مواسم میں کچہری دس بجے ہوتی ہے تو کہاں کے دس بجے ہوتی ہے تو کہاں کے دس بجے مراد ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے یا لندن کے جو جواب اسکا ہے وہی اسکا ہے کہ ہر جگہ کی شب قدر میں فضیلت ہے۔ خدا تعالیٰ کے یہاں کیا کمی ہے جب یہاں غروب ہو یہاں کے لئے جب وہاں غروب ہو وہاں کے لیئے۔ (وعظ ایضاً ص۲۱ س۱۴)

(۸۷) **حکایت**: ایک صاحب کہنے لگے کہ اگر سود کو حلال نہ سمجھیں تو قوم ترقی نہیں کرسکتی۔ کیونکہ حرام سمجھنے کی صورت میں کم لوگ سود لیں گے۔ میں نے کہا کہ اول تو آپ کو دوسروں کی کیا فکر دوسرے حلال کہہ کر بھی تمام قوم ترقی نہیں کرسکتی کیونکہ جو جو مسلمان قوت ایمان سے سود کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ وہ تمہارے یا مولویوں کے کہہ دینے سے بھی کبھی نہ لیں گے بلکہ یوں کہیں گے کہ علماء بگڑ گئے تو حلال کہہ کر بھی سود خواروں کی تعداد دس پانچ سے زیادہ نہ ہوگی۔ (وعظ ایضاً ص۲۴ س۱۴)

(۸۸) **حکایت**: ایک صاحب نے قربانی پر اعتراض کیا کہ اس سے کیا فائدہ کہ ذبح کر کے کھیتوں میں دبا دیا۔ اور وجہ اس فساد کی یہ ہے کہ اپنے خیال میں احکام کا ایک مبنیٰ تراش لیا ہے مثلاً قربانی کا مبنیٰ یہ تراش لیا ہے کہ مساکین کو نفع ہو اور چونکہ ذبح کر کے کھیتوں میں دبانے سے یہ مقصود حاصل نہیں ہوتا اسلئے اعتراض کیا جاتا ہے اس اعتراض کا جواب صرف اس قدر کافی ہے ؎ سخن شناس نۂ دلربا خطا ایں جاست (وعظ ایضاً ص۲۴ س۱۶)

(۸۹) **حکایت**: میں نے ایک استفتاء دیکھا کہ اس میں ایک مولوی صاحب نے ساس کو حلال کر دیا تھا اور کیونکہ چالاکی سے یعنی یہ لکھا کہ اس شخص کی بیوی بوجہ جہالت۔ کلمات کفر و شرک میں ہمیشہ سے مبتلا ہے اسلئے اس کا نکاح اس مسلمان سے صحیح نہیں ہوا اور جب نکاح نہیں ہوا تو ساس .... ساس نہ ہوئی اور حرمت مصاہرت حنفیہ کا مذہب ہے ہم پر حجت نہیں۔ پس بیوی کو چھوڑ کر ساس سے نکاح درست ہے خوب کہا ہے ؎

بدگہر را علم و فن آموختن ؛ دادن تیغ ست دست راہزن

تو اگر اس مذاق کے لوگ مقتدا بنیں گے تو کیا کچھ خرابیاں ہونگی (وعظ ایضاً ص ۲۸ ج ۷)

(۹۰) **حکایت**: ایک سرحدی وحشی ہندوستان میں آیا تھا کسی حلوائی کی دکان پر حلوا رکھا دیکھا قیمت پاس تھی نہیں آپ اس میں سے بہت سا اٹھا کر کھا گئے حلوائی نے حاکم شہر کو اطلاع دی حاکم نے یہ سزا مقرر کی کہ ان کا منہ کالا کر کے جوتیوں کا ہار گلے میں ڈالا جائے اور گدھے پر سوار کر کے تمام شہر میں تشہیر کیا جائے اور بہت سے لڑکے ساتھ کر دیے جائیں کہ وہ ڈھول بجاتے پیچھے پیچھے چلیں۔ چنانچہ ایسا کیا گیا جب یہ حلوا خور صاحب اپنے گھر واپس گئے تو وہاں کے لوگوں نے پوچھا کہ آغا ہندوستان چگونہ ملک است" کہنے لگے کہ " ہندوستان خوب ملک است۔ حلوا خوردن مفت ست فوج طفلاں مفت است، سواری خر مفت ست۔ ڈم ڈم مفت ست" پس دنیا داروں کا خوب ملک ست کہنا ایسا ہے جیسے اُس آغا نے ہندوستان کو خوب ملک ست کہا اور دنیا کے حشم و خدم پر ناز کرنا ایسا ہی ہے جیسے اس نے سواری خر اور فوج طفلاں پر ناز کیا تھا۔

(۹۱) **مثال**: ہماری مثال عدم احاطہ حقیقت میں ایسی ہے جیسے کہ ایک پانی کا کیڑا انسان کی مصنوعات ریل اور تار وغیرہ کو دیکھے اور ان کی ناتمام حقیقت

دریافت کرکے اندازہ کرے کہ جسنے یہ بنایا ہوگا وہ کس قسم کا ہوگا کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ ہمارے ہاتھ پاؤں کی حقیقت کو دریافت کرسکتا ہے خداتعالیٰ اس مثال سے بھی بالاتر ہیں لیکن تقریب فہم کے لیئے اس مثال کے ضمن میں اس کو ظاہر کیا گیا ہے

کسی نے خوب کہا ہے ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم ؛ وز ہر چہ گفتہ اند شنیدم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بہ پایاں رسید عمر ؛ ما ہمچناں در اوّلِ وصف تو ماندہ ایم

[وعظ طریق القرب دعوات عبدیت ص۸ ج۱۱]

(۹۲) مثال : آپ برائے طعن مولویوں سے کہتے ہیں کہ یہ لوگ اپاہج ہو جاتے ہیں۔

صاحبو! بیشک اپاہج ہیں اور کیوں نہ ہوں جب خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان میں طاقت ہی نہیں کہ دوسرے کام کریں مگر طاقت سے مراد شرعی طاقت ہے کہ ان کو اجازت نہیں کہ یہ دوسرے کام میں لگیں۔

اس مسئلہ کو میں ایک مثال دیکر زیادہ واضح کرتا ہوں ہمارے اطراف میں ایک صاحب نے جو کہ سرکاری ملازم تھے ایک مطبع کرلیا شدہ شدہ حکام کو اسکی خبر ہوئی تو اُن کے نام ایک پروانہ آیا کہ یا تو نوکری سے استعفیٰ دیدو ورنہ مطبع بند کردو۔ آخر اس حکم کی کیا وجہ۔ وجہ یہی ہے کہ مطبع کرنے کی صورت میں وہ نوکری کا کام پورے طور سے انجام نہیں دے سکتے تھے۔ اب تو غالباً تسکین ہوگئی ہوگی۔

[وعظ فضائل العلم والخشیۃ دعوات جلد ۳ ص۲۶ ج۳]

(۹۳) حکایت : دیوبند میں ایک مسلمان جن پر اس نئی تہذیب کا اثر پڑا تھا کہنے لگا کہ قیامت کوئی چیز نہیں ہے ایک ناصح نے اُن سے کہا۔ کہ میاں قیامت کے قائل ہونے میں کیا حرج ہے۔ اگر بالفرض تمہارے خیال کے مطابق قیامت نہ ہوئی اور تم اُس کے

وجود کے معتقد رہے تو تمہارے اس غلط عقیدہ کا تم پر کوئی ضرر نہ ہوگا کیونکہ کوئی باز پرس ہی کرنے والا نہیں اور اگر تمہارے خیال کے مطابق قیامت ہوئی اور تم اسکے منکر ہوئے۔ تو یاد رکھنا بہت جوتیاں لگیں گی۔ یہ جواب اصل میں حضرت علیؓ سے منقول ہے جو انہوں نے کسی دہریے کو دیا تھا۔ اسکو کسی نے نظم بھی کیا ہے۔

قال المنجم والطبیب کلاھما ۞ لاتحشر الاجساد قلت الیکما
ان صح قولکما فلست بخاسر ۞ او صح قولی فالخسار علیکما

(وعظ الیعناء ص ۳۲ سنہ ۲۰)

(۹۴) **حکایت مشتمل بر مثال**: ایک بزرگ نے ایک بادشاہ سے پوچھا کہ اگر تم اتفاقاً شکار میں نکل جاؤ اور تن تنہا رہ جاؤ اور اس وقت تم کو شدت سے پیاس لگے کہ تمہارا دم نکلنے لگے اس وقت اگر کوئی شخص تمہارے پاس ایک پیالہ پانی لائے اور نصف سلطنت اسکی قیمت بتلائے تو تم اس کو خرید لو گے کہ نہیں اس نے کہا کہ میں ضرور خرید لوں گا۔ پھر اُن بزرگ نے کہا کہ اور اگر اتفاق سے تمہارا پیشاب بند ہو جائے اور کسی طرح اور ارنہ ہو۔ اور ایک شخص اس شرط پر کہ بقیہ نصف سلطنت اسکو دیدو پیشاب اتار دینے کا وعدہ کرنے تو تم کیا کرو۔ اُس نے کہا کہ میں بقیہ نصف بھی اسکو دیدوں تو ان بزرگ نے کہا کہ تمہاری سلطنت کی یہ قیمت ہے کہ ایک پیالہ پانی اور ایک پیالہ پیشاب جسکے لیے آپ اس قدر منہمک ہیں۔

(وعظ الیعناء ص ۳۵ سنہ ۱)

(۹۵) **حکایت**: ایک شخص مدت سے مجھ سے خط و کتابت رکھتے تھے لیکن جب ان کا خط آتا تھا کسی نہ کسی دنیاوی غرض کے لیے آتا تھا۔ میں نے انکو لکھا کہ تم جب لکھتے ہو دنیا ہی کی باتیں لکھتے ہو کیا تم کو دین کی باتوں میں کبھی کوئی ضرورت نہیں ہوتی تو وہ جواب میں لکھتے ہیں کہ میرے پاس بہشتی زیور موجود ہے مجھ کو جو دین کی ضرورت پیش آتی ہے اس میں دیکھ لیتا ہوں گویا اُن کے نزدیک سارا دین بہشتی زیور ہی کے اندر آگیا ہے یا اُن کو بجز

اُن مسائل کے جو اُس میں ہیں اور کسی مسئلہ کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ اس میں شک نہیں کہ بہشتی زیور میں ایک کافی تعداد مسائل کی موجود ہے۔ لیکن اول تو اس میں زیادہ تر وہ مسائل ہیں جو عورتوں کے ساتھ خاص ہیں یا مشترک ہیں عورتوں اور مردوں میں اور قطع نظر اس سے اس میں مسائل اس قدر نہیں کہ اُنکے بعد ضرورت دریافت ہی کی نہ ہو۔ نیز یہ بھی ممکن نہیں کہ اُس کے سارے مسائل مطالعہ سے حل ہی ہو جائیں اور کسی مسئلہ میں شبہ ہی پیدا نہ ہو۔ [تفصیل دعوات جلد ۳ صـ ۱۳ سـ]

(۹۶) مثال: طبعی گرانی کی ہی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے اول دلائل حضورؐ کی اطاعت کے واجب ہونے کے بیان فرما دیے۔ اسکی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کے یہاں مثلاً کوئی مہمان آرہا ہو اور کسی کو قرینہ سے معلوم ہو کہ اگر اسکو خبر ہوگی تو گراں گزریگا تو اسکی گرانی دفع کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ تم کو خبر بھی ہے تمہارے یہاں کون آرہا ہے تمہارے یہاں وہ شخص آرہا ہے جو تم کو روپیہ بھیجتا ہے اور رفیع القدر ہے اور تم اس پر عاشق ہو (وعظ شروط الایمان دعوات جلد ۶ صـ ۲۱۴ سـ ۲)

(۹۷) مثال: ایک مرتبہ انجمن نعمانیہ لاہور کے وعظ میں کہا کہ اگر تم کو سود کھانا ہی ہے تو کھاؤ۔ لیکن اسکو حرام تو سمجھو گناہ کو حلال سمجھنے سے تو یہ پھر بہتر ہے۔ اور جو تم فقہی روایت کے اتباع کا اس باب میں دعوےٰ کرتے ہو تو یہ اتباع شریعت کا نہیں اتباع ہوا بلکہ نفسانی ہے۔ ہم تو متبع جب سمجھتے کہ تمام امور میں فقہ کا اتباع کامل ہوتا کیا تمام فقہ میں سے آپ کو یہی مسئلہ عمل کرنے کے لئے ملا تھا یہ تو ایسا ہی ہے کہ کسی نے کسی آزاد سے پوچھا تھا کہ میاں روزہ رکھو گے کہا بھائی ! ہمت نہیں ہے جب دن ختم ہوا پوچھا کہ افطاری کھاؤ گے کہنے لگے کہ بھائی افطاری بھی نہ کھائیں تو کیا بالکل کافر ہو جائیں۔ اور جیسے کسی طفیلی سے پوچھا تھا کہ قرآن مجید میں تم کو کون سی آیت پسند آئی کہا كُلُوْا وَاشْرَبُوْا پھر کہا کہ دعاؤں میں سے کون سی دعا تم کو اچھی معلوم ہوتی ہے کہا

ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء۔ صاحبو! یہ فقہ پر عمل نہیں ہے یہ ہوائے نفسانی پر عمل ہے۔ (وعظ ایضاً صـ۲۲۱ سـ۹)

(۹۸) **حکایت:** ایک لڑکے نے یہ کہا تھا کہ کیا اس گرانی میں بھی ڈیڑھ سیر ہی گیہوں واجب ہیں پہلے تو اناج ارزاں تھا اس وقت کم قیمت آتا تھا۔ اب اس قدر واجب ہونا چاہیئے جتنا اس قیمت میں آجائے غضب ہے احکامِ سلطنت میں کوئی شخص معارضہ نہیں کرتا اور احکامِ شرعیہ میں ہر شخص جسارت کرتا ہے۔ (وعظ ایضاً صـ۲۲۲ سـ۱۵)

(۹۹) **حکایت:** ایک مسئلہ فرائض کا میرے پاس آیا اس میں ایک بیوی ایک بیٹی ایک عصبہ تھا مسئلہ کا جواب سنکر بیوی اور بیٹی کہتی ہیں کہ اللہ میاں نے [توبہ توبہ] یہ عصبہ کی کہاں شاخ لگا دی۔ اُن کی رائے یہ تھی کہ عصبہ نہ ہونا چاہیئے۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ اگر تم خود عصبہ ہو تو اس وقت کیا رائے دو۔ اس وقت تو یہ کہنے لگیں کہ سُبحان اللہ شریعت میں کیا عدل اور حق رسانی ہے کہ دور دور کے رشتہ کی بھی رعایت رکھی ہے۔

(وعظ ایضاً صـ۲۲۲ سـ۱۹)

(۱۰۰) ایک اور قصبہ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص کی ہمشیرہ کا نکاح کسی شیعی سے ہوا وہ ہمشیرہ مرگئی اور اُس نے خاوند اور دو بھائی وارث چھوڑے بھائی نے چاہا کہ خاوند کو حصہ نہ دوں چنانچہ ایک استفتاء تیار کیا کہ شیعہ مرد کا نکاح سُنیہ عورت سے ہوتا ہے یا نہیں۔ یہ مکر اس لیے کیا کہ نکاح جائز نہ ہوگا تو وہ شوہر شوہر نہ ہوگا تو تمام جائداد میرے ہی پاس رہے گی اور اس کی کچھ پرواہ نہیں ہوئی اور نہ غیرت آئی کہ اتنے دنوں تک بہن بلا نکاح ایک غیر مرد کے پاس رہی۔

شریعت کو لوگوں نے موم کی ناک سمجھ رکھا ہے۔ جس طرح چاہا موڑ لیا۔ غرض اخیر فیصلہ ہوائے نفسانی پر کرتے ہیں۔ اگر شریعت سے ملے تو شریعت کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اگر شریعت سے حصہ نہ ملے تو عدالت میں جاتے ہیں کہ بھائی ہم تو گنہگار ہیں۔ بال بچے

والے ہیں ہم سے شریعت پر کیسے عمل ہو سکتا ہے شریعت پر تو وہ عمل کرے جس کے نہ جورو نہ اولاد۔ دم نقد ہو۔ جس طرح چاہے کرے۔ اور دنیا دار کو تو ہر قسم کی ضرورتیں پیچھے لگی ہیں۔ (وعظ ایضاً صـ۲۲۳ سـ۳)

(۱۰۱) **مثال**: اگر ایک شخص کے یہاں مال و دولت حشمت و شوکت سب کچھ ہو اور اسکو پھانسی کا حکم ہو جائے اور اسکے مقابلہ میں ایک شخص فرض کیا جائے کہ جس کے پاس ایک پیسہ نہیں ہے اور مزدوری کر کے اطمینان کے ساتھ اپنا پیٹ پالتا ہے اس سے اگر یہ کہا جائے کہ فلاں شخص کی تمام دولت تم کو ملے گی اور اگر بجائے اسکے تم پھانسی پر چڑھ جاؤ۔ اور یہ اقرار کر لو کہ قاتل میں ہوں وہ ہرگز منظور نہ کرے گا اور کہے گا کہ میں دولت کو لے کر کیا چولھے میں ڈالوں گا جب میری جان ہی نہ ہوگی تو ایسی دولت کو کیا کروں گا اور اس دولت مند سے اگر پوچھا جائے کہ تم کو خلاصی ہو جائے گی۔ مگر اس شرط سے کہ اس شخص کا فقر و فاقہ تم کو ملے گا تو وہ خوشی سے راضی ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کامیابی کی حقیقت مال و جاہ و صحت نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت اسکی اطمینان اور راحتِ قلب ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اگر اہل اللہ پر فقر و فاقہ اور مصائب خواہ کسی قدر ہوں اُن کا قلب پریشان نہیں ہوتا۔ اور نافرمان کو کتنی ہی عیش و عشرت ہو لیکن اس کا قلب ہمیشہ پریشان ہے۔ (وعظ ایضاً صـ۲۲۴ سـ۱۴)

(۱۰۲) **حکایت مشتمل بر مثال**: میں ایک قصہ عرض کرتا ہوں کہ اس سے آپ کو کلام اللہ کی شوکت و صولت کا اندازہ ہوگا کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ و دعوت اسلام شروع فرمائی اور بتوں کی مذمت کی اور لوگ مسلمان ہونے لگے تو ایک روز رؤسا مکہ جمع ہوئے۔ اور آپس میں مشورہ کیا کہ انہوں نے ہمارے مجمع کو پریشان کر دیا اور ہمارے معبودوں کی توہین کی۔ کیا تدبیر کی جائے کہ یہ باز آجائیں اور اس فتنہ کو سکون ہو۔ ایک شخص نے بیڑا اُٹھایا کہ میں اُن کو کسی طرح لالچ دیکر راضی کر لوں گا۔ آئندہ سے

وہ رُک جائیں گے وہ احمق یہ سمجھا تھا کہ جیسے لوگ طالب زر یا دنیا ہوتے ہیں ایسے ہی یہ بھی ہوں گے آجکل بھی لوگ بزرگوں کو ایسا ہی سمجھتے ہیں اور بعض لوگ بزرگوں سے اسلئے تعلق پیدا کرتے ہیں کہ اُن کے ذریعے سے روپیہ ہاتھ آجائیگا یا کوئی عورت مل جائے گی اور یہ خود نہیں کرتے کہ جب اس شخص نے دنیا کو اپنے لیے پسند نہیں کیا تو دوسروں کیواسطے کہاں سے لائیں گے ـــــ واللہ! بڑا ظلم و ستم ہے کہ اہل اللہ کے سامنے دنیوی اغراض پیش کی جائیں۔ اہل اللہ کی خدمت میں دنیوی مقاصد لے جانے کی ایسی مثال ہے جیسے کسی جوہری کے پاس چارپائی بُننے کے لئے جائیں یا سُنار کے پاس کُھرپا لے جائیں کہ اسکو سان پر رکھ دے۔ اہل اللہ طبیب روحانی ہیں وہ امراض باطنی کے معالجہ کے لیے ہیں اُن سے یہی کام لینا چاہیئے آجکل یہ حالت ہے کہ کوئی نمک پڑھواتا ہے کہ میرا فلاں عورت سے نکاح ہوجائے کوئی تعویذ لکھواتا ہے کہ میرا مقدمہ فتح ہوجائے انا للہ وانا الیہ راجعون ۰

حدیث میں ہے ارحموا ثلثۃ۔ تین آدمیوں پر رحم کرو یعنی تین آدمی رحم کے قابل ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے عالم یلعب بہ الجھال یعنی وہ آدمی جس کے ساتھ جہلا مسخرہ کرتے ہوں اور یہ بھی تمسخر ہے کہ اس سے دوسرا کام لیا جائے جوہری کے پاس کُھرپا درست کرانے کے لیے لے جانا اسکے ساتھ ظاہر ہے کہ تمسخر کرنا ہے۔

اسی طرح اس شخص نے بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی سمجھا۔ چنانچہ حضورؐ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ آپکا مقصد کیا ہے اگر مال مطلوب ہے تو ہم چندہ جمع کرکے آپ کو بہت سا مال جمع کردیں۔ اور اگر جاہ مقصود ہے تو ہم سب مل کر آپ کو سردار بنالیں۔ اور اگر عورتیں مرغوب ہیں تو قریش کی خوب صورت عورتیں آپکے لیے حاضر ہیں۔ مگر کیا ٹھکانہ تحمل کا کہ آپ یہ سب سُنکر ساکت رہے جب وہ سب تقریر ختم کرچکا تو آپنے جواب میں بجز اسکے کچھ نہیں فرمایا کہ اَعُوْذُ اور بِسْمِ اللّٰہ پڑھکر یہ آیتیں تلاوت فرمائیں۔ حٰمٓ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کِتٰبٌ

فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ الخ جب آپ پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہنچے فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُکُمْ صٰعِقَۃً مِّثْلَ صٰعِقَۃِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ یعنی اگر یہ لوگ اعراض کریں تو۔ آپ فرما دیجئے کہ میں تم کو ایسی کڑک سے ڈراتا ہوں جو مثل کڑک عاد و ثمود ہے اس کلام کی شوکت و دبدبہ نے وہ اثر کیا کہ گھبرا گیا اور کہا میں سُن نہیں سکتا اور وہاں سے بھاگا۔ اور آکر رؤسا مکہ سے کہا کہ میری حالت تو اس شخص کے پاس جا کر عجیب ہوئی اور تمام قصہ بیان کیا۔ اور کہا کہ جب آپنے فان اعرضوا الخ آیت پڑھی تو مجھے یقین ہو گیا تھا کہ مجھ پر اب بجلی گری اور اگر تھوڑی دیر بیٹھا رہتا تو میں اپنے دین کو جواب دے چکا تھا۔

فرمائیے یہ کیا اثر تھا کلام الٰہی کی تو قوۃ تھی ہی لیکن پڑھنے والے خود عامل تھے۔ زیادہ اثر اس کا بھی تھا پس ہے نری اپنی تربیت کو کافی سمجھنا نادانی ہے۔

[وعظ اختیار خلیل دعوات جلد ۶ صفحہ ۱۸۹ سطر ۸]

(۱۰۳) **حکایت**: ابھی میرے پاس ایک کتاب آئی ہے اس میں ایک میرے دوست نے شعب ایمانیہ کی تفصیل لکھی ہے کہ ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخیں ہیں یہ مضمون حدیث کا ہے ان شعب کی انہوں نے تفصیل لکھدی ہے اور میرے پاس لکھا ہے کہ میں نے یہ کتاب اپنے ایک عزیز یا دوست کے پاس جو وکیل ہیں بھیجی تھی انہوں نے اسکے جواب میں لکھا ہے کہ تم نے ایمان کو بہت طویل کر دیا۔ ایمان کیا ہے شیطان کی آنت ہے زمانہ کا اقتضاء تو یہ ہے کہ ایمان کو مختصر کرو۔ [توبہ توبہ] استغفر اللہ! بتلائیے ایسے شخص کو کیونکر مومن کہا جائے۔

دیکھئے! یہ تحریر اس شخص کی بتلا رہی ہے کہ یہ شخص یا تو دین سے بالکل بے خبر ہے اور یا اعلیٰ درجہ کا بے ادب ہے۔ [شروط الایمان صفحہ ۱۹۲ سطر ۱۶]

(۱۰۴) **مثال**: اختصار کی ایسی مثال ہوگی جیسے شاہی باز اڑ کر ایک بڑھیا کے گھر چلا گیا بڑھیا نے اسکو پکڑ لیا اس کی چونچ دیکھی تو بہت بڑی ہے بہت افسوس کیا

کہ ہائے یہ کیسے کھاتا ہوگا۔ قینچی لیکر اُس کی چونچ کُتر دی پنجے دیکھے تو وہ بھی لمبے لمبے تھے کہنے لگی کہ ہائے یہ چلتا کیسے ہوگا پنجے بھی کُتر دیے۔

غرض جو چیزیں اس میں کمال کی تھیں وہ سب اڑا دیں اسلام میں اگر اختصار کیا جائے گا تو اس باز ہی کی سی حالت ہوگی وہ اسلام ہی کیا رہے گا۔

[وعظ ایضاً صـ ۱۹۳ سـ ۷]

(۱۰۵) حکایت: بابری میں ایک بزرگ مجذوب ہیں سٹے والوں نے اُن کو ٹنگ کر دیا ہے۔ وہ بے چارے پریشان ہیں وہ کچھ بڑھانک دیتے ہیں یہ لوگ اس میں سے کچھ الفاظ نکال کر اُن سے کچھ استنباط کر لیتے ہیں۔

یاد رکھو مجاذیب سے تعلق اس شخص کو ہوگا جو دنیا دار ہو اس لئے کہ مجذوب سے دین کا تو کچھ فائدہ کسی کو ہوتا نہیں اور دنیا کا فائدہ بھی صرف لوگوں کے زعم میں ہے واقعی وہ بھی نہیں لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ ان کے کہنے سے یوں ہو گیا حالانکہ ان کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کے مُنہ سے وہی باتیں نکلتی ہیں جو ہونے والی ہیں اگر وہ نہ بھی کہتے جب بھی وہ باتیں ہوتیں۔ [وعظ ایضاً صـ ۱۹۶ سـ ۳]

(۱۰۶) حکایت: ایک گاؤں کی نسبت جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اسکو اُلٹ دو۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اس گاؤں میں ایک شخص ہے کہ اس نے کبھی نافرمانی نہیں کی فرمایا کہ مع اس کے اُلٹ دو۔ اسلئے کہ ہماری نافرمانی دیکھتا تھا اور کبھی اسکو تغیر تک نہیں ہوا۔ (وعظ اختیار خلیل دعوات صـ ۱۹۷ سطر ۶)

(۱۰۷) حکایت: ایک لڑکے سے میں نے کہا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ کہنے لگا کہ نماز کس کی پڑھوں مجھے تو خدا کے وجود ہی میں شک ہے مجھے سخت صدمہ ہوا۔ اسکے بعد وہ لڑکا بھی چشم نم ہوا۔ اور اس نے کہا کہ اس کا وبال میرے ماں باپ کی گردن پر ہے کہ اُنہوں نے مجھے ایسی جگہ تعلیم کے لیے بھیجا۔ اپنے ہاتھوں اپنی

اولاد کو بگاڑتے ہیں [وعظ ایضاً ص۱۹۹ سنہ ۱۱]

(۱۰۸) چوپایوں اور بیٹھکوں کی صحبت بہت زیادہ قابل انسداد ہے اور وہ شے جو انجن ہے ان سب کے کھینچنے کا جو گھروں سے ان کو نکال نکال کر یہاں بٹھلاتا ہے وہ حقہ ہے وہ تو قابل جلا ہی دینے کے ہے۔ میری سمجھ میں اس اختلاط کا زیادہ سبب یہی آیا۔ اسی واسطے میں نے اس کی تخصیص کی (وعظ ایضاً ص۲۰۱ سنہ ۱۱)

(۱۰۹) **لطیفہ**: ایک لطیفہ یاد آیا حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت ذکر میں پہلا سا مزا نہیں آتا۔ فرمایا کہ میاں پرانی جورو اماں ہو جاتی ہے یعنی مزہ تو نئی شے میں ہوتا ہے اور پرانی شے میں مزہ اور حال و شوق نہیں ہوتا البتہ اس سے انس بڑھ جاتا ہے (وعظ اطاعۃ الاحکام دعوات ص۵۲ سنہ ۶)

(۱۱۰) **حکایت**: ایک ڈوم نے سنا تھا کہ چاند دیکھ کر روزہ فرض ہو جاتا ہے اس نے کہا کہ ہم چاند ہی نہ دیکھیں گے جو روزہ فرض ہو جس روز چاند رات ہوئی گھر میں چھپ کر بیٹھ گیا کھانا پینا بول و براز سب گھر میں ہی کرتا۔ کئی روز بعد بیوی نے ملامت کی کہ کمبخت کیا آفت و نحوست ہے کہ گھر میں موتنے بگنے بھی لگا ہے جا باہر نکل۔ ڈرتے ڈرتے آنکھیں بند کر کے منہ کو ہاتھ اور کپڑے سے ڈھانک کر باہر نکلا کہ کبھی چاند کہیں نظر نہ پڑ جائے اور جنگل میں جا کر رفع حاجت کی اور طہارت کے لئے ایک تالاب پر آیا اور ڈرتے ڈرتے اپنی نگاہ نیچے کر کے آنکھیں کھولیں تو پانی میں چاند کا عکس نظر آیا تو آپ فرماتے ہیں کہ "بڑھا آنکھوں ماں۔ کر دے روجہ پھرج" (یعنی آنکھوں میں گھس جا اور روزہ فرض کر دے)

تو صاحبو! جیسے یہ ڈوم حماقت میں مبتلا تھا کہ روزہ کی فرضیت سے ڈرتا تھا حالانکہ روزہ اس پر فرض ہو چکا تھا۔ ایسی ہی بعض حضرات جو اصلاح کے نام سے ڈرتے ہیں اور اسلئے موت کو یاد نہیں کرتے حالانکہ اصلاح بھی فرض ہو چکی اور اس

کے لیے موت کی یاد بھی فرض ہو چکی ہے کہ یہ اس کا اچھا علاج ہے۔

[وعظ ایضاً ص۵۷ س۱۶]

(۱۱۱) **حکایت**: بعض لوگ کہتے ہیں کہ تمام علوم حتیٰ کہ طبعیات سائنس وغیرہ سب قرآن شریف میں ہیں چنانچہ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ ڈاکٹروں نے تحقیق کر لیا ہے کہ مادہ منویہ میں کیڑے ہوتے ہیں۔ سو قرآن شریف میں یہ مسئلہ مذکور ہے اسلئے کہ فرمایا ہے خلق الانسان من علق۔ اور علق کے معنی جونک کے ہیں حالانکہ یہاں علق کے یہ معنی نہیں ہیں بلکہ خون بستہ کے ہیں۔ وہ زبردستی اس تحقیق کو قرآن شریف کا مدلول بناتے ہیں ـــــ ایک اور سائنس دان کہتے تھے کہ جیسے حیوانات میں نر مادہ ہیں اسی طرح نباتات میں بھی ہیں اور قرآن شریف میں اس کا بھی ذکر ہے "خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا"، اس عقلمند نے ازواج کا ترجمہ یہاں بیوی سے کیا حالانکہ زوج کے یہاں یہ معنی نہیں ہیں بلکہ بمعنی اصناف ہے۔

، صاحبو! یہ طریقہ جو اختیار کیا گیا ہے سخت مضر ہے ؏

دوستی بیخرد چوں دشمنی است

اس میں بڑی دشمنی ہے اسلام کے ساتھ اسلیئے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ سائنس کے مسائل منقح نہیں ہوئے اور اسکو اہل سائنس بھی مانتے ہیں کہ ہم کو اب تک اس دریا کا ایک قطرہ بھی حاصل نہیں ہوا جبکہ مسائل منقح نہیں ہوئے تو اگر آج آپنے کسی جدید تحقیق کو قرآن شریف کا مدلول بنایا مثلاً یہی کہ تخم درخت میں نر مادہ ہوتے ہیں اور سو برس بعد یہ تحقیق غلط ثابت ہو گئی اور دوسری تحقیق نئی ہوئی تو اس میں تکذیب کلام الٰہی کی بھی لازم آئے گی پس یہ لوگ يَصُدُّوْنَ عَنْ سبیل اللہ کے مصداق بن رہے ہیں۔ [وعظ ایضاً ص۶۱ س۲۰]

(۱۱۲) **مثال**: اہل دنیا کوتاہ نظری دکھلاتے ہیں اسکی یوں مثال سمجھو کہ

ایک شخص قلم سے لکھ رہا ہے۔ چند چیونٹیوں نے دیکھا ایک نے کہا کہ یہ نقوش خود بخود ہو رہے ہیں دوسری جو اس سے وسیع النظر تھی اس نے کہا کہ نہیں بلکہ قلم چل رہا ہے۔ تیسری اس سے بھی وسیع النظر تھی اس نے کہا کہ قلم خود نہیں چل رہا ہے بلکہ وہ انگلیوں میں ہے انگلیاں اسکو چلا رہی ہیں جو ان میں سب میں محقق تھی اُس نے کہا کہ انگلیاں خود بخود نہیں چل رہیں بلکہ ایک قوت ارادیہ اُن کو چلا رہی ہے اب بتلائیے کہ اُن میں محقق کون ہے ظاہر ہے کہ جس نے قوت ارادیہ کا پتہ چلا لیا وہ محقق ہے باقی سب کوتاہ نظر ہیں۔ ایک بزرگ کہتے ہیں ؎

قال الجدار للوتد لم تشقنی قال الوتد انظر الی من یدقنی

(الاتعاظ بالغیر دعوات ص۶ س۱۰)

(۱۱۳) **حکایت**: اسی قرب کے حافظ عن التشویش ہونے پر ایک حکایت یاد آئی۔ افلاطون نے حضرت موسیٰؑ سے پوچھا کہ جب آسمان کمان ہو اور حوادث تیر اور خدا کمان انداز ہو تو آدمی کہاں جاکر بچے حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ تیر انداز کے پاس جاکر کھڑا ہو کہنے لگا۔ بے شک آپ نبی ہیں یہ علوم انبیاء کا حصہ ہے۔

[وعظ ایضاً ص۲۰ س۹]

(۱۱۴) **مثال**: بعض نصوص میں ہے کہ مردہ کی ہڈی توڑنا ایسا ہے جیسا زندہ کی ہڈی توڑنا۔ جس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ ایسے فعل سے روح کو کچھ الم ہوتا ہے مگر جس قسم کے الم روح کے متعلق مع الجسم کی حالت میں ہڈی توڑنے سے روح کو ہوتا ہے وہ الم نہیں ہوتا۔

اسکو ایک مثال کے ضمن میں سمجھنا چاہیئے مثلاً زید کے بدن کو اگر مارا جائے تو اسکو تکلیف ہوگی اور زید کی رضائی اتار کر چولھے میں رکھ دی جائے تب بھی تکلیف ہوگی مگر دونوں تکلیفیں جُدا جُدا ہیں پس روح کے مفارق ہونے کے

بعد روح کو ایسی ہی تکلیف ہوتی ہے جیسے رضائی جلانے سے زید کو ہوئی۔ اور اس تکلیف کی وجہ بھی وہی تعلق سابق ہے۔ جو بدن کے ساتھ اس کو تھا وہ تعلق اُس کو مستحضر تھا اسلئے تکلیف ہوتی ہے۔ [وعظ عض البصر دعوات جلد ۲ ص ۲۲ ۲

(۱۱۵) **حکایت**: ایک طبیب تھے وہ کسی مریض کو دیکھنے گئے پہلے روز ..... کی حالت سے اُس روز کچھ تغیر پایا تو کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے نارنگی کھائی ہے اُس سے تم کو یہ تکلیف بڑھ گئی اُس نے کہا حضور بیشک نارنگی کھائی ہے جب وہاں سے فارغ ہوکر آئے تو راستہ میں شاگرد صاحب نے پوچھا کہ حضرت آپکو کیسے معلوم ہوگیا کہ اس نے نارنگی کھائی۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ بھائی بات یہ ہے کہ اس کا مزاج اور حالت دیکھ کر مجھ کو معلوم ہوگیا کہ کوئی بارد شے اس نے کھائی ہے اور نارنگی کی تعیین اس سے معلوم ہوئی کہ اس کی چارپائی کے نیچے میں نے نارنگی کے چھلکے دیکھے شاگرد صاحب احمق تو تھے ہی۔ جب طب پڑھ کر فارغ ہوئے تو کسی رئیس کو دیکھنے کے لئے بُلائے گئے ان کی چارپائی کے نیچے نمدہ پڑا تھا۔ فرماتے ہیں کہ بس معلوم ہوگیا آپ کو جو یہ مرض ہوا ہے آپنے نمدہ کھایا ہے حاضرین سب ہنس پڑے اور طبیب کا حمق سب پر واضح ہوگیا۔

(۱۱۶) **حکایت**: مجھ کو شاہ محمود غزنوی کی حکایت یاد آگئی محمود نے جب ہندوستان پر حملہ کیا تو ایک ہمراہی سپاہی نے ایک مندر میں جاکر دیکھا کہ ایک بوڑھا برہمن پوجا پاٹ کر رہا ہے سپاہی نے تلوار دکھائی کہ کلمہ پڑھ اور مسلمان ہو۔ ورنہ اس تلوار سے دو ٹکڑے کردوں گا۔ برہمن نے کہا کہ حضور ذرا ٹھیریے سپاہی نے پھر تقاضہ کیا ـــــ برہمن نے کہا کہ حضور! انوسے برس کا رام تو دل میں سے نکلتے ہی نکلے گا۔ ذرا سی دیر میں کیسے نکل جائے خوب کہا ہے ؎

صوفی نہ شود صافی تا در نہ کشد جامے ÷ بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

ہمت مت ہارو۔ مجاہدہ کرتے رہو۔ رفتہ رفتہ یہ تقاضہ ضعیف ہوجائیگا۔ اور قلب میں آجائے گا کہ اپنے محل پر صرف ہوگا اور غیر محل کے لئے متحرک نہ ہوگا اور یہی مطلوب ہے [وعظ غض البصر دعوات ج ۶ ص ۶۴ سے ۲۱]

(۱۱۷) **حکایت** : ایک غیر ملک کے دیہاتی نے ریل کا سفر کیا اور قریب ایک من کا بورہ اپنے ساتھ لیا۔ جب اسٹیشن پر پہنچا تو ملازمین ریلوے نے ٹکٹ کے ساتھ اسباب کی بلٹی بھی طلب کی۔ اسکی بجائے بلٹی کے بھی اپنے ٹکٹ ہی کیطرف اشارہ کیا ملازمین ریلوے نے اسکو سمجھانے کے طور پر کہا کہ تمہارا اسباب چونکہ پندرہ سیر سے زیادہ ہے اور پندرہ سیر سے زیادہ اسباب محصول ادا کئے بغیر لے جانے کی اجازت قانون ریلوے میں نہیں ہے اسلیے ایک بلٹی اس اسباب کی بھی ہونی چاہیئے یہ سُنکر وہ دیہاتی کہتا ہے کہ پندرہ سیر سے یہ خاص وزن مراد نہیں بلکہ وہ مقدار جس کو ایک آدمی اُٹھا سکے اور چونکہ..... ہندوستانی لوگ پندرہ سیر ہی اُٹھا سکتے ہیں اسلیئے یہ خاص وزن لکھ دیا گیا ہے اور ہم ایک من اُٹھا سکتے ہیں اسلئے ہمارے ایک من کے لیے وہی قانون ہوگا جو تمہارے پندرہ سیر کے لئے ہے۔

خیر! یہ حکایت تو ایک لطیفہ ہے لیکن ہم کو اس سے سبق لینا چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ کیا وہ ٹکٹ کلکٹر اس دیہاتی کے جواب کو سنکر اس کو معذور سمجھے گا یا اسکے لیے ضروری ہوگا کہ کتاب قانون لاکر اس دیہاتی کے سامنے رکھ دے اور اسکو قانون سمجھانے کی اور اسکے اشتباہ رفع کرنے کی کوشش کرے اور اگر وہ ہر شخص کے ساتھ ایسا کیا کرے تو کیا اپنے منصبی کام کو پورے طور سے انجام دے سکے گا کبھی نہیں۔ بلکہ یہ مشغلہ اسکو معطل کردے گا۔ پس ان ساری وقتوں کو پیش نظر رکھ کر آپ بتلائیے کہ ٹکٹ

کلکٹر کیا کریگا صرف یہی کہ ہاتھ پکڑ کر اسکو پولیس کے حوالہ کردے گا تو جیسا اس دیہاتی نے قانون کی غلط تفسیر کی تھی۔ اسی طرح آجکل قرآن شریف کی غلط تفسیر کی جاتی ہے اور زور دیکر کہا جاتا ہے کہ اس قانون قرآنی کا یہی مطلب ہے حالانکہ نہ وہ مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا۔ نہ صحابہ کرام نے سمجھا۔ نہ خدا تعالےٰ نے بتلایا۔

صاحبو! قرآن فہم لوگوں کی نظروں میں اس قسم کی تفاسیر کی وقعت اس سے زیادہ نہیں ہے۔ جتنی وقعت اس کی تفسیر قانون کی تھی۔

[وعظ تقویم الزمان دعوات ص ۶ ج ۹]

(۱۱۸) **مثال:** مثلاً ایک شخص کسی طبیب کے پاس گیا اور جاکر مرض کی تشخیص کرائی اور..... نسخہ لکھوایا تو اس موقع پر آپ نے کسی کو نہ دیکھا ہوگا کہ اگر اجزاء نسخہ کی حکمت وعلت اس کی سمجھ نہ آئی ہو تو اس نے طبیب سے دریافت کیا ہو یا اس کے ساتھ اُلجھنے لگا۔ ہو کہ یہ اوزان خاص کیوں رکھے گئے۔ واللہ! کبھی اس کا وسوسہ بھی نہیں ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو زبان سے کبھی نہیں کہتے۔ کیونکہ جانتے ہیں کہ ہمارے ہی فائدہ کے لیے اس نسخہ تجویز کیا ہے ایسا نہ ہو کہ چون وچرا کرنے سے کبیدہ خاطر ہوکر ہم کو نکال دے اور پھر کبھی گھسنے نہ دے۔

تو صاحبو! اگر احکام خداوندی کی قدر بھی دلوں میں نہ ہو تب بھی اسلئے اُن کو تسلیم کرلو کہ وہ صرف تمہارے ہی فائدہ کے لئے تجویز کئے ہیں ایسا نہ ہو تمہارے اعراض سے خدا تعالیٰ خفا ہوجائیں اور تم پر کوئی مصیبت آپڑے ؎

من نہ کردم خلق تا سودے کنم ❊ بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

تو اگر احکام خداوندی کی وقعت گورنمنٹ کے احکام کے برابر ہی نہیں ہے تو حکیم ہی کا سا برتاؤ کیا ہوتا۔ اور جب یہ بھی نہیں تو معلوم ہوا کہ احکام خداوندی کی اتنی بھی قدر نہیں (وعظ ایضاً ص ۹ ج ۹)

(۱۱۹) ایک صاحب نے تعداد رکعات کو قرآن کی اس آیت سے ثابت کیا ہے۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۔ اور کہا ہے کہ اس آیت سے نماز کا دو رکعت اور تین رکعت اور چار رکعت ہونا ثابت ہوتا ہے۔

صاحبو! کہاں فرشتوں کا ذکر کہاں رکعات کی تعداد۔ یہ سب نفس کا زیغ اور کید ہے (وعظ ایضاً صـ۱۱ سـ۶)

(۱۲۰) ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ داڑھی رکھانے کا وجوب قرآن سے ثابت نہیں تو دوسرے صاحب فرماتے ہیں کہ میں قرآن سے ثابت کرتا ہوں دیکھئے! قرآن شریف میں ہے قَالَ ابْنَ اُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ تو اگر ہارون علیہ السلام کے ڈاڑھی نہ تھی تو حضرت موسیٰ نے اسکو کیسے پکڑ لیا اور اُن کو... لَا تَاْخُذْ کہنے کی کیوں ضرورت پڑی اس جواب کو سُنکر معترض صاحب بھی خوش ہو گئے حالانکہ اس جواب سے صرف داڑھی کا وجود معلوم ہوتا ہے وجوب سے اس میں تعرض نہیں اور جب دوسرے وقت ان مستدل صاحب سے اُن کے جواب کی حقیقت ظاہر کی گئی تو فرماتے ہیں کہ خیر اس وقت تو معترض کو خاموش کر دیا۔

صاحبو! اہلِ علم کو تو اس قسم کے جوابوں سے عار آنی چاہیئے [وعظ ایضاً صـ۱۸ سطر ۶]

(۱۲۱) **مثال**: ایسی مثال ہے کہ حکیم علوی خاں کے مطب کو لے کر ایک شخص نے جمع کیا اور ہر نسخہ کے متعلق ضروری ہدایات لکھدیں کہ فلاں نسخہ صفرا کے لئے ہے اور فلاں نسخہ غلبۂ بلغم کے لئے اور دوسرے شخص نے اُن سب نسخوں کی تبویب کر دی کہ امراضِ رأس کے نسخے الگ کر لئے اور امراضِ چشم کے الگ تو اس مفسر اور مبوّب کو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ حکیم علوی خاں کا مطب نہیں ہے بلکہ یہی

کہیں گے کہ عبارا تنا شتی وحسنک واحد۔ اور یہ کہا جائے گا ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش ❊ من انداز قدت را می شناسم

[وعظ ایضاً ص۲۰ سطر ۱]

(۱۲۲) **حکایت:** سہارن پور میں ایک واعظ آیا جمعہ کی نماز کے بعد پوچھا کہ ساہبو (صاحبو) یہاں آواج [وعظ] ہوا کرے ہے معلوم ہوا کہ نہیں ہوتا آپنے پکہ دیا کہ بھائیو آواج [وعظ] ہوگی لوگ ٹھیر گئے۔ منبر پر پہنچا یٰسٓ شریف کی غلط سلط آیتیں پڑھیں اور غلط سلط ترجمہ کرکے دعا مانگ کر کھڑا ہوگیا کوئی عالم نابینا موجود تھے اُنہوں نے اسکو بلا کر پوچھا کہ تمہاری تحصیل کہاں تک ہے تو آپ کیا فرماتے ہیں کہ ہماری تسیل (تحصیل) ہے ہاپوڑ۔ پھر اُنہوں نے صاف کرکے پوچھا کہ تم نے پڑھا کیا کیا ہے تو آپ کیا فرماتے ہیں کہ ہم نے سب کچھ پڑھا ہے نورنامہ، سانپین نامہ، دائی حلیمہ کا قصہ، معجزہ آل نبی اور تو کیا جانے اندھے۔ یہ نمونہ ہے واعظ صاحب کی لیاقت کا۔

(۱۲۳) **حکایت:** ایک صاحب نے سورۂ کوثر کا وعظ کہا اور ترجمہ پہلی آیت کا یہ کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تجھ کو کوثر کے مثل دیا۔ اس احمق سے کوئی یہ پوچھے کہ کاف تو اعطینا کا مفعول ہے پھر مثل کس لفظ کا ترجمہ ہے۔

(۱۲۴) **مثال:** بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ وہ اصلاح کی نیت سے جاتے ہیں لیکن عجلت پسند ہونے کی وجہ سے چاہتے ہیں کہ دو ہی دن میں جلدی اصلاح ہوجائے ان لوگوں کی بالکل وہ مثال ہے کہ الحائک اذا صلی یومین انتظر الوحی ایسے لوگوں کے جواب میں ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ کیا کم فائدہ ہے کہ تم کو خدا کا نام لینے کی تو توفیق ہوگئی اور فرمایا کرتے تھے کہ بھائی اگر واقعی کچھ بھی حاصل نہ ہو تب بھی طلب نہ چھوڑنی چاہیئے ؎

یابم اورا یا نہ یابم جستجوئے میکنم ❊ حاصل آید یا نیاید آرزوئے میکنم

(۱۲۵) **حکایت**: ایک حکایت ایک کتاب میں دیکھی ہے کہ فرعون خدائی کا دعویٰ کیا کرتا تھا ــــ ایک سال بارش نہ ہوئی قحط ہوگیا۔ لوگوں نے آکر شکایت کی کہ ہم لوگ قحط میں ہلاک ہو رہے ہیں تم کیسے خدا ہو۔ بارش کیوں نہیں برساتے فرعون نے شیطان سے کہ کسی وقت اسکی دوستی ہوگئی تھی۔ یہ سب قصہ کہا شیطان نے وعدہ کیا کہ کل بارش ہوگی۔ چنانچہ اس نے سب شیطانوں کو جمع کر کے کہا کہ سب اوپر جاکر مُوتو۔ چنانچہ بارش تو ہوئی لیکن بدبو کے مارے دماغ پھٹے پڑتے تھے فرعون نے پوچھا کہ یہ کیسی بارش! شیطان نے کہا کہ احمق ہوا ہے جیسا تو خدائے باطل ہے ویسی ہی تیری بارش ہے اور جیسے وہ خدائے حقیقی ہیں اسی طرح کی اُنکی بارش ہے اور یہ حدیثوں میں آیا ہے کہ دجّال جہاں جائے گا بارش ہو جائے گی۔ تو یاد رکھو کہ اس سے بارش کا اس کے قبضہ میں ہونا لازم نہیں آتا۔ یہ استدراج ہے اسکے چاہنے پر ابتلاء بارش اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوگی اس کے معتقد سمجھیں گے کہ اس نے بارش کی ہے لیکن یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اس میں تو تلبیس ہو جائے گی۔

جواب یہ ہے کہ یہ دھوکہ کی بات نہیں ہے اسلئے کہ اسکے ماتھے پر کافر لکھا ہوگا کہ جس کو سب پڑھ لیں گے اور دوسرے یہ کہ وہ کانا ہوگا اور حق تعالےٰ سب عیبوں سے پاک ہے۔

(۱۲۶) **حکایت**: سندیلہ ایک مقام ہے وہاں ایک مرتبہ امساک باراں ہوا قحط ہوگیا مخلوق بہت پریشان ہوئی استسقاء کی نماز کئی روز پڑھی گئی بارش نہ ہوئی وہاں کے رؤسا کے پاس بازاری عورتیں آئیں اور انہوں نے عرض کیا کہ صاحبو! یہ سب ہمارے اعمالوں کے نتیجے ہیں ہم تباہ کار سیاہ رُو ہیں۔ ہماری نحوست سے تم کو بھی یہ پریشانی ہوئی ہم کو اجازت دیجئے کہ ہم بھی میدان میں جمع ہو کر توبہ کریں لیکن جب ہم جمع ہوں تو ایسا انتظام کر دیجئے کہ وہاں جنگل میں کوئی شخص ہمارے پاس نہ آئے

ایسا نہ ہو کہ بجائے رحمت کے اور زیادہ غضب نازل ہو۔ چنانچہ انتظام کر دیا گیا اور وہ سب وہاں گئیں اور سجدہ میں پڑ کر رونا چلّانا شروع کیا اور کہا اے اللہ! یہ ہماری نحوست ہے ہم بہت گنہگار ہیں ہم بہت سیاہ رُو ہیں ہماری وجہ سے مخلوق کو پریشان نہ کیجئے اور جو جو کچھ بن سکا حق تعالیٰ کی جناب میں عرض کیا حق تعالیٰ کو عاجزی پسند ہے ناقل اس حکایت کے یوں کہتے تھے کہ اُنہوں نے سر نہیں اُٹھایا تھا کہ بارش شروع ہوئی اور خوب ہوئی۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

ما بروں را ننگریم و قال را ۔ ؛ ما دروں را بنگریم و حال را۔

یعنی ہم ظاہر کو اور الفاظ کو نہیں دیکھتے اگر الفاظ لمبے چوڑے باضابطہ ہوں لیکن خشک ہوں دل میں کچھ نہ ہو تو حق تعالےٰ کے نزدیک ان کا کچھ مرتبہ نہیں ہم تو دل کو اور حال کو دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے دکھلا دیا کہ تقوےٰ طہارت پر کسی کو ناز نہ ہو۔ ہمارے دربار میں تقوےٰ طہارت جب ہی مقبول ہے جبکہ اس میں عبدیت اور خشوع و خضوع ہو اور خشک تقوےٰ ہمارے دربار میں قابل قدر نہیں۔

(۱۲۷) موضع لوہاری میں ایک مرتبہ اسی طرح امساک باراں کی وجہ سے مسلمانوں نے استسقاء کی نماز کی تیاری کی۔ بنیئے دیکھ کر کہتے تھے کہ اب کے تو بارش ہے ہی نہیں یہ فضول کوشش کر رہے ہیں مسلمانوں نے دُعا کی کہ اے اللہ! ہم کو ان کے سامنے ذلیل نہ کر ابھی دعا ہی میں مشغول تھے کہ بارش شروع ہوئی وہ ہی بنیئے کہنے لگے کہ یہ مسلے (مسلمان) رام جی کو بہت جلدی راجی (راضی) کر لیتے ہیں۔ پس جبکہ باوجود ہماری اتنی کوتاہیوں کے تھوڑی سی توجہ میں بھی رحمت ہو جاتی ہے تو اگر ہم اپنی پوری اصلاح کر لیں اور دل سے توبہ اور رجوع الی الحق کریں تو کیسے رحمت نہ ہوگی ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد ؛ اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

(۱۲۸) مثلاً آپ کسی پر عاشق ہوں اور آپ چلے جا رہے ہوں کہ پیچھے سے کسی نے

ایک گھونسا بڑے زور سے ایسا رسید کیا کہ بڑی تکلیف اور اذیت ہوئی پیچھے پھر کر جو دیکھا تو دیکھتے کیا ہیں کہ وہ گھونسا مارنے والا وہ شخص ہے جسکے دیکھنے کی برسوں سے تمنا تھی۔ اور غیبت میں جس کا نام لے لے کر دل کو تسلی دیا کرتا تھا جیسے ایک حکایت ہے

؎ دید مجنوں را کسے صحرا نورد ❊ در بیابان غمش بنشستہ فرد
ریگ کاغذ بود و انگشتان قلم ❊ مے نوشتے بہر کس نامہ رقم
گفت اے مجنوں شیدا چیست ایں ❊ می نویسی نامہ بہر کیست ایں
گفت حق نام لیلیٰ میکنم ❊ خاطر خود را تسلی میکنم

جس کا نام ہی بجائے مسمّی نقاب وہ سامنے جلوہ افروز ہے۔ اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ اس حالت میں کیا اسکو گھونسا کی تکلیف ہوگی اگر عشق میں سچا ہے تو یوں کہے گا کہ ایک گھونسا نہیں تم میرے دس گھونسے لگالو مگر میرے سامنے رہو جسم کو تو اسکی تکلیف ضرور ہوگی لیکن قلب تو یہی کہے گا ؎

ناخوش تو خوش بود بر جان من ❊ دل فدائے یار دل رنجان من

اور یہ کہے گا ؎

نرشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت ❊ سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اور یہ کیوں ہے محض اسلئے کہ محبوب کی جانب سے ہے ؎

از محبت تلخہا شیریں شود

جب مخلوق کی محبت میں یہ حالت ہے تو ؎

عجب داری از سالکاں طریق ❊ کہ باشند در بحر معنی غریق
خوشا وقت شوریدگانِ غمش ❊ اگر ریش بینند و گر مرہمش
گدایانے از پادشاہی نفور ❊ بامیدش اندر گدائی صبور
دمادم شرابِ الم در کشند ❊ دگر تلخ بینند دم در کشند

جبکہ تمہارا ہی جیسا آدمی جو تمہارے مثل خون اور کھال اور گوشت اور پوست سے بنا ہے تمہاری یہ حالت بنا دیتا ہے تو صاحبو! محبوب حقیقی کے عشق میں تو یہ اثر کیسے نہ ہوگا۔ پس کوئی شخص یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ بعد اصلاح کے بھی ناکامی... ہوتی ہے۔

(۱۲۹) **حکایت:** میں شاہ جہاں پور سے سفر کر رہا تھا۔ ایک جنٹلمین گاڑی میں بیٹھے تھے ایک اسٹیشن پر اُن کے خادم نے آکر اطلاع دی کہ حضور! وہ تو سنبھلتا... نہیں۔ کہنے لگے کہ یہاں پہنچا دو۔ یہ سُنکر مجھے تعجب ہوا کہ وہ کون سی چیز ان کے ساتھ ہوگی جو خادم سے نہیں سنبھلتی۔ اور اب یہ گاڑی میں منگا کر اسکو سنبھالیں گے آخر چند منٹ کے بعد دیکھا کہ خادم صاحب ایک بڑے اونچے کتے کو زنجیر میں باندھے ہوئے لا رہے ہیں اور وہ کتا زور کر رہا ہے۔ آخر وہ ان کے سپرد کیا گیا اُنہوں نے ریل کی آہنی سلاخوں سے اس زنجیر کو باندھ دیا اسکے بعد وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ جناب! کُتّے کو پالنا کیوں حرام ہُوا؟ باوجودیکہ اس میں فلاں وصف ہے فلاں وصف ہے کُتّے میں اُنہوں نے اتنے وصف بیان کئے کہ شاید ان میں بھی نہ ہوں۔ میں سب سُنتا رہا۔ جب وہ کہہ چُکے تو میں نے کہا کہ جناب میں نے سُن لیا اس کے دو جواب ہیں ایک عام کہ وہ اس علاوہ اور بہت سے شبہات کا جواب ہے اور ایک خاص کہ وہ اسی کے متعلق ہے کون سا عرض کروں۔ فرمانے لگے دونوں کہہ دیجئے۔ میں نے کہا جواب عام تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے پالنے کی ممانعت فرمائی ہے اور یہ جواب عام اسلئے ہے کہ قیامت تک کے شُبہات کا جواب ہے البتہ اس میں دو مقدمہ ہیں ایک یہ کہ آپ رسول تھے دوسرے یہ کہ یہ رسول کا حکم ہے اگر ان میں کلام ہو تو ثابت کروں کہنے لگے کہ یہ تو ایمان ہے یہ تو عام جواب تھا اور یہ علمی اور حقیقی جواب تھا لیکن اُنکو اسکی قدر نہ ہوئی اور کچھ

حظ نہ آیا۔ کہنے لگے کہ اور جناب! جواب خاص کیا ہے؟۔ میں نے کہا کہ وہ یہ ہے کہ کُتّے میں جس قدر اوصاف آپنے بیان کیے ہیں واقعی وہ سب ہیں لیکن باوجود ان اوصاف کے اس میں ایک عیب اتنا بڑا ہے کہ اسنے تمام اوصاف کو خاک میں ملادیا۔ وہ یہ کہ اس میں قومی ہمدردی نہیں ہوتی۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک کُتّا دوسرے کو دیکھ کر کس قدر از خود رفتہ ہوجاتا ہے۔ اس جواب کو سُنکر وہ بہت ہی مخظوظ ہوئے اور اسکو جواب سمجھے حالانکہ یہ محض ایک نکتہ ہے۔ مجھے تو خبر نہ تھی کہ یہ کون ہیں اتفاق سے جب میں اٹاوہ سے بریلی آیا تو مولوی ظہور الاسلام صاحب تحصیلدار کہنے لگے کہ آپ کی کسی سے اس قسم کی گفتگو ہوئی تھی میں نے کہا کہ ہوئی تھی فرمانے لگے علی گڑھ کالج کے طالب علم اس جواب کا تذکرہ کر رہے تھے اور اس جواب سے بہت خوش تھے مجھ کو اس سے گمان ہوا کہ شاید وہاں کے تعلیم یافتہ ہوں۔ میں نے اسکو اسلیئے ذکر کیا ہے کہ میں یہ بتلادوں کہ جس جواب پر وہ اس قدر خوش تھے علاوہ فضول ہونے کے میری نظر میں اسکی کچھ بھی وقعت نہیں تھی اور میں اسکو جواب ہی نہیں سمجھتا تھا۔

(۱۳۰) **مثال**: اللہ و رسول کے بارے میں عشق کا لفظ استعمال کرنا بے ادبی ہے اسکی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص وائسرائے کی تعریف کرنے لگے اور یہ کہے کہ ان کو کانسٹیبل کے بھی اختیارات حاصل ہیں تو اگرچہ واقعہ کے اعتبار سے یہ صحیح ہے لیکن یہ مدح سخت ہجو اور بے ادبی ہے بلکہ بعض اوقات ایسے امر کی نفی بھی موہم نقص ہوجاتی ہے ؎

شاہ را گوید کسے جولاہا نیست ❊ این نہ مدح است ایں مگر آگاہ نیست

جس کی نفی بھی مدح نہ ہو اس کا اثبات تو کیسے مدح ہوجائے گا وہ تو اور بھی زیادہ قدح ہوگا تو لفظِ عشق کو خدا و رسول کے لیے نہ استعمال کرنا چاہیئے قرآن و حدیث میں بھی اسکو استعمال نہیں کیا گیا ہے ہاں شدتِ حُبّ کا لفظ آیا ہے۔

(۱۳۱) **مثال**: اگر ہم بھی اس مقام پر پہنچنا چاہیں جس پر صحابہؓ تھے [یعنی باعتبار عطائے کیونکہ وہ جاہ تو ہم کو کہاں نصیب) تو صورت یہ ہے کہ ہم اُن سے وابستگی اطاعت کی پیدا کرلیں کہ اسکی بدولت اُنہیں کے ساتھ ساتھ لگے چلے جاویں جیسے کہ ایک انجن پشاور سے چلے اور کلکتہ پہنچے اور ایک ٹوٹی ہوئی گاڑی بھی کلکتہ پہنچنے کی متمنی ہو تو اسکے سوا اور کوئی صورت نہیں کہ اس انجن کے ساتھ اپنی زنجیر ملا دے تو اب ہمارا بھی یہی کام ہونا چاہیئے کہ ہم صحابہؓ کے ساتھ تعلق پیدا کریں۔

(۱۳۲) اگر مولوی جائز طریقوں سے دنیا کمانے کو منع کریں تو بے شک الزام ہے لیکن اگر دین میں خرابی آنے لگے گی تو وہ ضرور منع کریں گے اور یہ منع کرنا واقع میں ترقی سے روکنا نہیں ہے۔

(۱۳۳) **مثال**: صاحبو! اگر ایک شخص جیب میں اشرفیاں بھرے اور جب جگہ رہ جائے تو اوپر سے کوڑیاں بھرنے لگے اور کوڑیوں کو ٹھونس ٹھونس کر بھرنے کی وجہ سے جیب پھٹنے لگے کہ اشرفیاں نکلنے لگیں اور یہ حالت دیکھ کر کوئی شخص اسکو اس طرح کوڑیاں بھرنے سے منع کرے تو اسکو مانع ترقی کہا جاوے گا ہرگز نہیں وہ کوڑیاں کس کام کی جو اشرفیاں کھو کر حاصل کی گئی ہوں۔ پس جب آپ کا دین کہ اشرفیوں سے زیادہ قیمتی ہے برباد ہو رہا ہے تو دنیا کی چند کوڑیاں جمع کر کے آپ کو کیا فلاح ہوگی تو اس حالت میں مولوی ضرور منع کریں گے اور اگر یہ امر آپ کی سمجھ میں آجائے گا تو آپ بھی کہنے لگیں گے ؎

مبادا دلِ آں فرومایہ شاد ❊ کہ از بہر دنیا دہد دیں بہ باد

ہم کو یہ بھی جائز ہے کہ ہم آپکو آپکے دنیاوی نقصانات سے بھی بچاویں لیکن ہم اسکو اپنا منصب نہیں سمجھتے اسلئے دوسرے مشاغل دینیہ کے غلبہ سے قصداً ایسا نہیں کرنا چاہتے کیونکہ ؎

ماہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم ؛ الّا حدیث یار کہ تکرار میکنم

دیکھئے انگریزوں کا فتوٰے ہے کہ ہر کام کے لیے ایک جماعت رہنی چاہیئے تو اس فتوٰی کے مطابق مولویوں کو صرف دین کے کام کے لیے رکھو۔

(۱۳۴) **مثال**: کوئی رسالہ خوان نعمت دیکھ کر کبھی گلگلہ نہیں پکا سکتا تو جب صرف فنون دنیویہ بھی بدوں صحبت کے حاصل نہیں ہو سکتے تو فنون شرعیہ تو کیسے حاصل ہو سکتے ہیں ـــــ مجھے یاد ہے کہ میرے بچپن میں ایک وکیل صاحب میرے یہاں مہمان ہوئے میں نے اُن سے ترجمہ قانون لے کر دیکھا اور اپنے نزدیک اُسکو سمجھا پھر میں نے وکیل صاحب سے پوچھا کہ اسکے معنی یہی ہیں جو میں نے سمجھے کہنے لگے نہیں بلکہ اسکے معنی یہ ہیں اور اُن کے بیان کرنے کے بعد وہی معنی صحیح معلوم ہوئے جو اُنہوں نے بتلائے تھے تو دیکھئے اُردو ہماری مادری زبان ہے مگر چونکہ اس فن سے واقفیت نہ تھی اسلئے صحیح معنی سمجھ میں نہ آئے۔

(۱۳۵) **مثال**: بعض دفعہ ایک مسئلہ کے ساتھ دوسری قیود جو اس مقام پر مذکور نہیں ملحوظ ہوتی ہیں جس میں نہایت ماہر کی ضرورت ہوتی ہے اسلئے میں نے ایک طالب علم شافعی المذہب کی درخواست پر اُنکو فقہ شافعی پڑھانے سے انکار کر دیا کیونکہ میں جانتا تھا کہ کبھی ایک مسئلہ میں ایک قید معتبر ہوتی ہے لیکن وہ اس خاص جگہ مذکور نہیں ہوتی بلکہ دوسری جگہ مذکور ہوتی ہے تو ایسے مقام پر بوجہ عدم استحضار وعدم مہارت مجھ سے فروگذاشت ہوتی۔ میں مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ لفظ اِختاری کنایات میں سے ہے اسکو باب الکنایات میں دیکھ کر بعض لوگوں کو یہ لغزش ہوئی کہ وہ یہ سمجھے کہ اگر کوئی اپنی بیوی کو بہ نیت طلاق یہ لفظ کہہ دے تو طلاق ہو جائے گی۔ حالانکہ ایک تو یہ مسئلہ باب تفویض طلاق میں سے ہے اور دوسرے باب کنایات سے تو باب کنایات میں تو یہ لکھا ہے کہ یہ کنایہ ہے اور باب تفویض میں

یہ لکھا ہے کہ وقوع طلاق کی شرط یہ ہے کہ عورت اختیارت نفسی بھی کہے اور اگر عورت کچھ نہ کہے تو مرد کے صرف "اختاری" کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی اسلئے میں نے اُن شافعی المذہب سے انکار کردیا۔ اور مولوی طیب صاحب عرف شافعی کا نام بتلا دیا۔ کیونکہ دیانت کی بات یہی تھی۔ اِس قسم کی سینکڑوں مثالیں ہیں کہ جب تک کامل شیخ اسکو غوامض پر مطلع نہ کرے اس وقت تک وہ حل نہیں ہوسکتیں اسلئے صحبت کی حاجت ہوئی ؛

(۳۶) **حکایت** : مولانا نے حکایت لکھی ہے۔ ایک اژدھا سردی میں ٹھٹھرا پڑا تھا۔ اسکو ایک ماہی گیر نے مُردہ سمجھ کر رسّوں میں جکڑ لیا اور گھسیٹ کر شہر میں لایا لوگ جمع ہو گئے وہ شیخی بگھار رہا تھا لوگ بھی تعجب کر رہے تھے اتنے میں دھوپ جو نکلی وہ اسکی حرارت سے جنبش کرنے لگا۔ معلوم ہُوا کہ زندہ ہے مخلوق بھاگی اور ساری شیخی اسکی کرکری ہوگئی۔ اسکو ذکر کرکے مولانا فرماتے ہیں ؎

نفس اژدہاست او کے مردہ است ؛ از غم بے آلتی افسردہ است

یعنی نفس تو ایک اژدہا ہے وہ مرا نہیں ہاں غم بے آلتی سے افسردہ ہے تو افسردگی کے اسباب کو نہ چھوڑنا چاہیئے اور وہ مجاہدات اشغال اور تدابیر خاصہ ہیں۔ اسلئے تعلیم اصلاح کے ساتھ ان تدابیر کی تعلیم بھی ضروری کرنا چاہیئے۔ اکثر ہمارے مصلحین اور امر و نواہی اور وعدہ اور وعید کو ہمیشہ ذکر کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ تدبیر نہیں بتلاتے حالانکہ اسکی سخت ضرورت ہے کیونکہ اس میں سخت دشواری پیش آتی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ جھوٹ نہ بولیں مگر نفس کہتا ہے کہ اب تو فلاں مصلحت ہے بول ہی لینا چاہیئے اور ہم نفس سے مجبور ہو جاتے ہیں۔

دیکھو! اگر بدن میں بہت صفرا بڑھ جائے تو زرشک مُسکنات سے تسکین نہیں ہوتی بلکہ مُزیل کی ضرورت ہوگی تو محض نصیحت بمنزلہ مُسکن ہے۔ اور تدبیر بہ منزل

مُزیل۔ غرض ان کے لئے تربیت کی حاجت ہوئی۔ ؛

(۱۳۷) حکایت: میں یہ نہیں کہتا کہ عمل کرنے سے ہر تعب سے نجات ہوتی ہے مگر پریشانی سے ضرور نجات ہوتی ہے اور اصل کلفت یہی ہے اور اگر پریشانی نہیں تو خود تعب و مشقت میں بالذات کوئی کلفت نہیں۔ اسی پر حکایت یاد آئی کہ مولوی غلام محمد صاحب جو میرے دوست ہیں وہ ایک رئیس کے لڑکوں کو پڑھایا کرتے تھے اور نماز بھی پانچوں وقت پڑھواتے تو اُن لڑکوں کی ماں کو سختی تھی کہ اس مولوی نے میرے بچوں کو زکام میں مبتلا کردیا صبح کو وضو کراتا ہے صاحب ایسی مشقت تو دین میں ہوتی ہے۔

مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ سے ایک شخص نے آکر پوچھا کہ ایک عورت کا شوہر گم ہوگیا ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ مرد کی نوّے برس کی عمر تک انتظار کرو کہنے لگا کہ جناب! اس میں تو بڑا حرج ہے اور دین میں حرج ہے نہیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ بھائی اگر یہ حرج ہے تو جہاد میں بھی حرج ہے۔ سو حرج کے یہ معنی نہیں۔ حرج کہتے ہیں پریشانی اور اُلجھن کو۔ سو اسلام میں یہ معنی نہیں ہاں تعب و مشقت ہے تو کیا دنیا کے کاموں میں تعب و مشقت نہیں ہے۔

(۱۳۸) مثال: شاید کوئی یہ کہے کہ ہم بہت دینداروں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اکثر تکلیف میں رہتے ہیں مثلاً اُن کی آمدنی کم ہوتی ہے اور خرچ زیادہ ہوتا ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ تکلیف جسم پر ہے روح پر نہیں اور پریشانی ہوتی ہے روح کی تکلیف سے پس اسکی مثال دلدادگان شریعت کے اعتبار سے ایسی ہے جیسے کسی عاشق سے کوئی مدت کا بچھڑا ہوا محبوب ملے اور دُور ہی سے دیکھ کر یہ محب اسکو سلام کرے اور اسکے گلے سے لگانے کا متمنی ہو اور اسکی عین تمنا کے وقت وہ محبوب دوڑ کر گلے سے لگالے۔ اور اس قدر زور سے دبائے کہ اس کی ہڈیاں بھی ٹوٹنے لگیں۔ اب میں اہلِ وجدان سے پوچھتا ہوں کہ اس دبانے سے عاشق کو کچھ تکلیف ہوگی یا نہیں یقیناً تکلیف ہوگی لیکن یہ ایسی تکلیف ہے کہ ہزاروں راحتیں

اس تکلیف پر قربان ہیں۔ اگر عین اس تکلیف کی حالت میں محبوب کہے کہ اگر تجھ کو کچھ تکلیف ہو تو چھوڑ دوں اور یہ تیرا رقیب جو سامنے موجود ہے اسکو اس طرح سے دبا دوں تو وہ کیا جواب دیگا ظاہر ہے کہ جواب دیگا کہ ؎

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت ؛ سر و ستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی۔

اور یہ کہے گا کہ ؎

اسیرت نخواہد رہائی ز بند ؛ شکارت نجوید خلاص از کمند

(۱۳۹) مثال: حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کو اکثر لوگ خشک مزاج بتلاتے تھے کیونکہ یا تو کبھی ملے نہیں اور یا اگر ایک دو دفعہ ملے تو اتفاق سے ایسے وقت ملے کہ مولانا کسی دوسرے شغل یا احتساب میں مشغول ہوئے بس اس ایک جلسہ میں دیکھ کر عمر بھر کے لیے ایک غلط حکم کر دیا ـــــ اسکی ایسی مثال ہے کوئی شخص سُنے کہ فلاں جج صاحب بڑے خوش خُلق ہیں اور یہ سُنکر ان سے ملنے کو عدالت میں جائے اور اتفاق سے ایسے وقت میں پہنچے کہ صاحب جج دو آدمیوں کو حبس دام کا حکم سُنا رہے ہوں اور دو کو پھانسی کا حکم سُنا رہے ہوں تو یہ شخص یقیناً اُس جج کو نہایت درجہ خونخوار سمجھے گا۔ لیکن عقلمند آدمی کہے گا کہ بھائی تم نے عدالت میں دیکھا اور اتفاق سے اُس وقت سنگین مقدمات پیش تھے ذرا اُن کے بنگلہ پر تو جا کر دیکھو۔ اسی طرح بزرگوں کے پاس ایک وقت جا کر دیکھا اور کہہ دیا کہ نہایت خشک ہیں۔

صاحبو! کم از کم ایک ہفتہ تک تو رہ کر دیکھ لو، اگر پھر بھی سوائے اپنے کوئی پسند نہ آئے تو ہم اُس کا علاج نہیں کر سکتے۔

(۱۴۰) مثال: اگر کسی شخص کو سانپ کے پکڑنے اور اُسکے زہر کے اثر نہ کرنے کا منتر یاد کرا دیا گیا ہو تو وہ سانپ کو بے کھٹکے پکڑ سکتا ہے اگرچہ سانپ اُسکے ہاتھ میں ہو مگر وہ ہر طرح سے مطمئن رہتا ہے۔ دُنیا اگرچہ سانپ کے مثل تھی لیکن صحابہؓ کو اُس کا

منتر یاد تھا۔ یعنی ذکر اللہ یہ خدا کی یاد سے غافل نہ ہوتے تھے۔ ایسی حالت میں اُن کو دنیا سے کیا ضرر ہو سکتا تھا ـــــ بخلاف ہم لوگوں کے کہ منتر تو یاد نہیں اور سانپ کو پکڑنا چاہتے ہیں۔

(۱۴۱) ایک کمیٹی لکھنؤ میں ہوئی تھی ترقی کے ذرائع اور موانع سوچنے کے متعلق وہاں کے ایک صاحب نے یہ رائے ظاہر کی کہ مذہب ہی مانع ترقی ہے ایک صاحب نے وہیں خوب ہی جواب دیا اور کہا کہ واقعی یہی بات ہے لیکن مذہب کی طرح قانون بھی مانع ترقی ہے جب مذہب سے دست بردار ہو تو قانون کو بھی چھوڑ دو۔ چوری ڈکیتی کی جائے تو بہت سا مال جمع ہو سکتا ہے اگر موقع ہو اور کسی کے قتل سے مال ہاتھ آتا ہو تو اس سے دریغ کرنے کی کیا وجہ۔ غصب کو بھی جی چاہتا ہوگا پھر کون مانع ہے یہی نا ـ کہ قانوناً اِن امور کے مرتکب ہونے والے کو سزا ملتی ہے ذرا خلاف قانون کریں تو خبر لی جائے انصاف تو یہ تھا کہ اگر مذہب سے دستبردار ہوتے تھے تو قانون کو بھی چھوڑ دیتے اُسکی بھی پرواہ نہ کرتے۔

ـــ غضب ہے، کہ حکام ظاہری کے قانون کا تو اتنا خوف اور حاکم حقیقی اور تمام جہاں کے بادشاہ یعنی اللہ تعالیٰ کے قانون میں یہ دلیری اور گستاخی۔ عجب اندھیر ہو رہا ہے دنیا میں انہماک ہے ایسی حالت میں عبادت کی بھلا کہاں نوبت آسکتی ہے۔

(۱۴۲) **مثال:** سمجھ لو کہ ہدایہ وکنز وغیرہ میں جو جو چیزیں حلال لکھی ہیں وہ بلاشبہ حلال ہیں اُس میں ذرا شک نہیں۔ بات یہ ہے کہ اہل باطن جو مغلوب الحال تھے یہ اُن کی حکایتیں ہیں عوام کے سامنے اُن کو بیان کر دیا۔ یہ تو وہی مثل ہو گئی کہ ایک شخص کو پیچش کا عارضہ تھا حکیم صاحب نے اُسکے لیے وہی خشکہ تجویز فرمایا ـــــ اور ایک شخص کو ضعف دماغ تھا اُسکے لئے مقوی چیزیں۔ گوشت، گھی، یخنی، دودھ، قورمہ تجویز کیا اب اگر پیچش والا سُنکر اُس پر عمل کرنے لگے تباہ نہیں ہوگا تو کیا ہوگا۔ مریگا۔ اِسی طرح جو حالات بیان کئے تھے سچ تھے لیکن یہ کس کے تھے۔ اہل باطن کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہر سچی بات بیان ہی کر دیجائے لوگ تو سمجھتے ہیں کہ یہی خشوع ہے اور یہی بڑا کمال

ہے کہ تیر بھی لگے تو خبر نہ ہو۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ نماز کو زیادہ طویل کردوں لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو مختصر کر دیتا ہوں کہ اُس کی ماں پریشان ہو جائے گی۔ اب بتلائیے یہ کمال کی حالت ہے یا دُوہ۔

(۱۴۳) مثال: تیر کی بھی خبر نہ ہونا ایک حالت ہے جسے استغراق و محویت کہتے ہیں لیکن وہ خشوع نہیں ہے یہ تو ایسی بات ہوئی جیسے ایک مرتبہ مقدمہ پیش ہوا مدعا علیہ نے گواہی پر جرح کی کہ نماز نہیں پڑھتا اُس نے کہا کہ واہ صاحب میں تو حج بھی کر آیا ہوں۔ قاضی نے اُس سے پوچھا کہ اچھا بتلاؤ زمزم کیا چیز ہے اور عرفات کیا چیز ہے اُس نے جواب دیا زمزم ایک بوڑھا آدمی ہے اور عرفات ایک باغ ہے جس میں وہ بوڑھا بیٹھا ہُوا ہے۔ قاضی نے کہا کہ غلط کہتا ہے فضول بکتا ہے ہم نے خود حج کیا ہے زمزم ایک کنوئیں کا نام ہے اور عرفات ایک جنگل ہے اُس نے کہا کہ جب میں گیا تھا اُس وقت یہی تھا آپ کے جانے کے وقت بدل گیا ہوگا۔

(۱۴۴) مثال: بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے بیوی بچوں کو تباہ کر رکھا ہے اور غلطی میں مبتلا ہیں۔ دائمی حضور قلب اور خشوع کے پیچھے حق تلفیاں کرتے ہیں یہ امر نہایت نازیبا ہے کہ کسی نے نوکر سے کہا کہ ہم بھوکے ہیں کھانا لاؤ وہ بجائے کھانے کے دوڑ کر برف سے ٹھنڈا کر کے پانی لے آیا اور اسی پر اصرار کرتا ہے کہ نہیں جناب! پانی ہی پی لیجئے بہت ٹھنڈا ہے کھانا نہ کھائیے تو ایسے نوکر سے مالک خوش ہوگا یا ناراض ــــ جیسے کہ ایک صاحب کا نوکر تھا اُس نے مانگا خلال، وہ اُٹھا لایا بانس مانگا لحاف وہ اٹھا لایا گھوڑے کا چارجامہ اور اصرار کرتا ہے کہ اسی کو اوڑھ لو، گستاخی ہے یا نہیں۔ یہ ساری خرابیاں خود رائی کی ہیں خود رائی بھی بڑی مُضر شے ہے ؎

فکر خود داری خود در عالم رندی نیست ❊ کفر است دریں مذہب خود بینی و خود رائی

(۱۴۵) مثال: مثلاً آپنے دوسر کا آدمی کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔ لیکن یہ قوت متفکرہ ایک دھڑ اور دوسر کو جوڑ کر خیالی صورت بناکر سامنے کھڑا کر دیتی ہے اور انسان کو معلوم ہونے لگتا ہے کہ دوسر کا آدمی ایسا ہوسکتا ہے بہرحال ایک ایک خیال کو دفع کرنا بہت دشوار اور بڑی ہی مصیبت ہے کبھی بھول کر بھی خیالات دفع کرنے کے پیچھے مت پڑو۔

[اشرف المواعظ حصۂ اوّل ص۱۷ سطر ۹]

(۱۴۶) حکایت: اب نماز میں متوجہ ہونے کی صورت اس سے بڑھ کر نہیں ہوسکتی کہ ذکراللہ کی طرف برابر توجہ رہے یعنی جو کچھ پڑھا جائے پہلے سوچ لو پھر زبان سے نکالو یہ نہیں کہ ریل گاڑی ہے جہاں ڈرائیور نے چلادی اور گاڑی اُڑی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ اسٹیشن آگیا اور ڈرائیور نے روکی تو تھمی اس طرح سے اپنے اندر کی ریل گاڑی کو اگر ہم چلائیں گے تو لڑے گی اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سارے قوائے محمودہ کے مسافر پاش پاش ہوجائیں گے اور زمینِ باطن میں ہلچل پڑجائے گی۔ دنیاوی ریل کے لڑنے کا حال تو اسی وقت آنکھ سے نظر آجاتا ہے، ہماری اندرونی ریل کے لڑنے کا حال قیامت میں کھلے گا۔

[وعظ ایضاً ص۲۷ سطر ۱۵]

(۱۴۷) حضرت حاجی صاحب نوراللہ مرقدہٗ کو چونکہ محبت حق اور توحید میں کمال تھا اور توجہ بحق غالب تھی۔ آپ ہر بات کو توحید کی طرف منعطف فرماتے تھے۔

چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حاضر خدمت ہوکر بعض حکام مکہ کے تشدّدات کا تذکرہ شروع کیا کہ یوں ظلم کرتے ہیں، یوں پریشان کر رہا ہے مگر وہاں تو دل میں ایک ہی بسا ہوا تھا اور یہ حالت تھی کہ ؎

خلیل آسا دریں ملکِ یقین زن ❊ نوائے لاأُحب الآفلین زن

اور یہ حالت تھی کہ ؎

ہمہ شہر پُر زخوباں منم و خیال ماہے ❊ چہ کنم کہ چشم یک بیں نکند بکس نگاہے

ـــ پس معاً ہی فرماتے ہیں کہ آجکل اسماء جلالیہ کا ظہور ہو رہا ہے ۔ [وعظ النور ایضاً ص۹۰ س۳]

(۱۴۸) **لطیفہ:** مجھے ایک لطیفہ یاد آیا کہ میں اپنے لڑکپن میں شہر میرٹھ میں ایک مسجد میں بیٹھا ہوا وضو کر رہا تھا اور میرے قریب ہی ایک اور مولوی صاحب بیٹھے ہوئے تھے وہ ذرا موٹے تھے وہاں ایک شخص رجب علی تھے وہ اُن مولوی صاحب سے اکثر مزاح کیا کرتے تھے اس وقت وہ بھی آئے اور مجھ سے پوچھنے لگے کہ تم اس قدر دُبلے کیوں ہو رہے ہو ۔ میں نے ظریفانہ کہا کہ بھائی حدیث میں آیا ہے ان اللہ یبغض الحبر السمین ۔ اس واسطے میں دُبلا ہوں اور مجھ کو خیال نہ رہا کہ یہاں مولوی صاحب موٹے بیٹھے ہوئے تھے ۔ رجب علی اُن مولوی صاحب کی طرف منہ کر کے کہتے ہیں کہ مولوی صاحب آپ سنتے ہیں اس وقت مجھے تنبّہ ہُوا کہ یہ بھی بیٹھے ہیں تو میں بہت شرمندہ ہُوا ۔ اور میں نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ جو کھا کھا کر بے فکری میں موٹا ہو کہنے لگے کہ جناب آپ جو... مطلب چاہیں بیان کریں باقی حدیث مولوی صاحبؒ صادق آ ہی گئی ۔

[وعظ ایضاً ص۹۳ س۲]

(۱۴۹) ـــ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے تھے کہ بھائی اگر آدم علیہ السلام جنت سے نہ نکلتے تو ان کی اولاد میں سے کوئی نکلتا کیونکہ جو ممانعت اُن کو ہوئی تھی چونکہ وہ شجرہ قابل نہی تھا وہ ہی ممانعت ان کی اولاد کو بھی ہوتی ـــ اور یہ ظاہر ہے کہ اُس ممانعت کے خلاف بھی بہت لوگ کرتے ۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ نکالے جاتے اور اخراج ایسی حالت میں ہوتا کہ جنت خوب آباد ہوتی وہاں اسکے ماں باپ، بھائی، بیٹے، بیوی سب ہی ہوتے اُن سب سے علیحدہ کر کے اُسکو دنیا میں بھیجا جاتا تو جنت میں ایک کُہرام مچ جاتا تو وہ جنت مثل دوزخ کے ہو جاتی ۔ اسلئے اللہ میاں نے وہاں سے سب کو رخصت فرما دیا یہ مصلحت تو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے حق میں ہے کہ جنت میں تکلیف ہونے سے سخت تکلیف ہوتی ۔ باقی خود حضرت آدمؑ کے حق میں جو حکمت تھی اُسکو حاجی صاحب

نوراللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عارفوں کے لئے بڑی نعمت معرفت ہے اور معرفت کی دو قسمیں ہیں ایک علمی اور عینی ۔ معرفت علمی تو یہ ہے کہ صفات کمال اور اُسکے آثار کا علم ہو جائے ۔

اور معرفت عینی یہ ہے کہ اس صفت کے اثر کا مشاہدہ ہو جائے تو اُس وقت آدم علیہ السلام کو معرفت علمی تو حاصل تھی لیکن معرفت عینی صرف بعض صفات کی حاصل تھی جیسے کہ منعم کہ اس صفت کا اُس وقت مشاہدہ ہو رہا تھا لیکن بعض صفات کا مشاہدہ اُس وقت نہ تھا مثلاً تواب کہ اس صفت کی معرفت علمی تو حاصل تھی باقی معرفت عینی حاصل نہ تھی اور معرفت عینی افضل ہے معرفت علمی سے ۔ تو جنت سے علیحدہ کر کے خدا تعالےٰ کو حضرت آدمؑ کی تکمیل عرفان کی مقصود تھی پس یہ اخراج حقیقت میں عقوبت نہ تھی تکمیل تھی ۔ اور بعض قرائن سے حضرت آدمؑ کو اس کا کچھ پتہ بھی چل گیا تھا ۔

چنانچہ ایک حدیث ہے کہ جب آدمؑ کی ناک میں رُوح داخل ہوئی تو آپ کو چھینک آئی ۔ ارشاد ہوا کہ کہو الحمدللہ اور فرشتوں کو حکم ہوا کہ کہو یرحمک اللہ تو بعض روایات میں ہے کہ حضرت آدمؑ روئے اور کہا کہ دعا رحمت سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی لغزش ضرور ہوگی اور توبہ کے بعد رحمت ہوگی اور اس کمال رحمت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اتنا بخار چڑھتا تھا جتنا دو آدمیوں کو چڑھتا تھا کیونکہ جس اسم کا یہ مظہر ہے اُسکی معرفت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علیٰ وجہ الکمال عطا فرمائی تھی ۔

[اشرف المواعظ وعظ النور ص۹۵ ۸]

(۱۵۰) حکایت: جب صحابہ کرام نے روم پر حملہ کیا ہے تو وہاں کے عیسائیوں نے کہا کہ تم بھی اہل کتاب ہو اور ہم بھی اہل کتاب ہیں تو ہم میں تم میں ایسا زیادہ اختلاف نہیں ہے ۔ بہتر یہ ہے کہ اول تم مجوس فارس سے لڑو کہ وہ مشرک ہیں واقعی ہم تو شاید اس سوال کا جواب دے سکتے لیکن صحابہ کرام نے فوراً ارشاد فرمایا کہ ہم کو حکم ہے قاتلوا الذین

یَلُوْنَکُمْ مِّنَ الْکُفَّارِ اور تم ان کی نسبت نزدیک ہو وجہ یہ ہے کہ اُن کے قلب میں قرآن بسا ہُوا تھا تو انہوں نے فرمایا ہامان ارمنی سے کہ تیرے فرش سے خدا کا فرش افضل ہے کہ حضرت آدمؑ سے پہلے سے ہے اور آج تک چلا آتا ہے نہ دھونا پڑتا ہے نہ کچھ بلکہ اور ناپاکی کو بھی پاک کر دیتا ہے۔

یہ وہ فرش ہے کہ حضرت بشر حافیؒ نے جب سُنا کہ "والارض فرشنٰھا" تو جوتا نکال کر پھینک دیا کہ خدا کے فرش پر جوتا لے کر نہ چلنا چاہیئے آخر تمام چرند پرند کو حکم ہو گیا کہ جہاں جہاں بشر حافیؒ جائیں وہاں بیٹ نہ گرنے پاوے۔ [وعظ ایضاً صفحہ ۱۰۱ سطر ۱]

(۱۵۱) مثال: صحابہؓ کو علم خالص تھا۔ اسی وجہ سے ہماری سعادت کا طریق یہی ہے کہ صحابہؓ کا اتباع کریں ایک نظیر سے اس دعوٰی کی کہ ہم صحابہؓ کے نقش قدم پر کیوں نہ چلیں اور اُن کی زندگی ہماری رہنما کیوں ہے۔ تحقیق نہایت دلنشیں مثال سے ہو سکتی ہے دُنیا جانتی ہے کہ ریل کس طرح چلتی ہے ریل کے چلنے میں محرک اول انجن ہے ہر گاڑی میں انجن نہیں ہوتا بلکہ اگر ہر گاڑی میں انجن ہوتا تو شاید ریل چلتی بھی نہیں بلکہ ساری گاڑیوں کے لیے ایک ہی انجن ہوتا ہے جو سب کے لیے کافی ہوتا ہے۔ ترکیب یہ ہے کہ حرکت اولیہ ایک چیز میں ہوتی ہے۔ اور دوسری چیزوں کو مرتبط کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ریل گاڑی میں ہوتا ہے کہ انجن صرف متحرک اوّلاً ہوتا ہے اور ساری ریل گاڑی انجن سے مرتبط ہوتی ہے اکیلا انجن جو متحرک اوّلاً ہے ساری گاڑیوں کو کالکا سے کلکتہ تک لے جاتا ہے جب ایک انجن۔ متحرک اوّلاً بہت سی گاڑیوں کو ہزارہا کوس لے جاتا ہے تو کون سے تعجب کی بات ہے اگر ایک شخص صحابہؓ سے تعلق رکھنے والا خدا تک پہنچ سکے جو شخص پہنچنا چاہے صحابہ کے انجنوں سے مرتبط ہو جائے ؎

بود مورے ہوسے درشت کہ در کعبہ رسد
دست بر پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

[وعظ تذکرۃ الآخرۃ حصہ اول صفحہ ۱۰۰ سطر ۲]

(۱۵۲) **حکایت**: حضرت مولانا مولوی محمد یعقوب صاحبؒ کی حکایت یاد آئی حدیث پڑھی گئی تھی کہ جو شخص تازہ وضو سے دو رکعت نماز پڑھے اور اُن رکعتوں میں حدیث النفس نہ کرے تو اُس کے گذشتہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

ایک طالب علم نے کہا کہ حضرت ایسا ہوسکتا ہے کہ نماز میں خیال نہ آئے مولانا نے فرمایا کہ کبھی کر کے بھی دیکھا تھا یا ویسے ہی شبہ کرتے ہو [ایضاً وعظ تذکیر الآخرۃ صـ۱۴۲]

(۱۵۳) **حکایت**: ایک بزرگ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے معراج میں کیا کیا باتیں ہوئیں تھیں بزرگ نے کیا خوب جواب دیا ہے ؎

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز باغباں ؛ بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد

کسی اور نے کہا ہے ؎

تو نہ دیدی بگہے سلیماں را ؛ چہ شناسی زبان مُرغاں را

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں ؛ کیں جا ہمیشہ دام بدست است دام را

وجہ یہ ہے کہ تمہاری عقلوں کا جس قدر احاطہ ہے اللہ میاں کا احاطہ اُس سے بہت زیادہ ہے اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ۝ مُحاط محیط کو کیا سمجھ سکتا ہے (ایضاً صـ۱۱۴)

(۱۵۴) **مثال**: بدوی نے استدلال کیا ہے۔ البعرۃ تدل علی البعیر والاثر یدل علی المسیر فالسماء ذات الابراج والارض ذات الفجاج کیف لایدلان علی اللطیف الخبیر۔ یعنی مینگنی اونٹ کا پتہ دیتی ہے تو یہ تمام چیزیں جو کائنات میں نظر آتی ہیں خدا کے وجود پر کیسے دلیل نہ ہوں گی (ایضاً صـ۱۱۵)

(۱۵۵) **حکایت**: ایک حکایت کسی پیر مرد کی مشہور ہے کہ مُرید نے پیر سے خواب بیان کیا۔ دیکھتا ہوں کہ میری انگلیاں پائخانہ میں بھری ہوئی ہیں اور آپ کی انگلیاں شہد میں۔ پیر جی نے کہا ہاں ٹھیک تو ہے اس میں شک ہی کیا ہے ہم ایسے ہی ہیں اور تو ایسا ہی ہے۔ مرید نے کہا کہ ابھی خواب پورا نہیں ہوا یہ بھی دیکھا

کہ میں تمہاری انگلیاں چاٹ رہا ہوں اور تم میری انگلیاں چاٹ رہے ہو۔ پیر بہت خفا ہوئے اس حکایت کا وہی حاصل ہے کہ مرید تو پیر سے دین حاصل کرنا چاہتا ہے کہ وہ مُشابہ شہد کے ہے اور پیر مُرید سے دنیا حاصل کرنا چاہتا ہے کہ وہ مُشابہ پائخانہ کے ہے [ایضاً صـ۱۲۱ سـ۸]

(۱۵۶) مثال: کسبِ دنیا جائز ہے اور حُبِّ دنیا ناجائز۔ اُسکی ایسی مثال ہے کہ ایک تو پائخانہ میں بضرورت طبیعت بیٹھنا اور ایک پائخانہ کو پیارا سمجھ کر اُس میں جی لگا کر بیٹھنا اوّل صورت جائز دوسری ناجائز۔ (ایضاً صـ۱۱۷ سـ۲۲)

(۱۵۷) حکایت: کیرانہ [ضلع مظفر نگر] میں ایک شخص کو ایک تحصیلدار صاحب نے پیش کیا اور کہا کہ ان کو بڑے شُبہ ہیں اگر آپ کچھ فرمائیں تو ان کی تسکین ہو جائے میں نے کہا کہ میرے ساتھ چلیں اور چند روز وہاں رہیں شُبہات خود بخود دُور ہو جائیں گے۔ عارف شیرازی اس چالیس دن کے لئے فرماتے ہیں ؎

شنیدم رہروے در سرزمینے ❊ ہمیں گفت ایں معما با قرینے
کہ اے صوفی شراب انگہ شود صاف ❊ کہ در شیشہ بماند اربعینے

پس چالیس دن تو شیشۂ قلب میں محبت الٰہی کی شراب کو بساؤ تمہارے قلب کو اطمینان ہو جائے گا۔ اگر بڑوں کے پاس رہنے کی ہمت نہ ہو تو خدا کے لئے چالیس روز میرے ہی پاس رہ کر اس سستے نسخہ سے فائدہ اُٹھا کر دیکھ لو (ایضاً صـ۱۱۷ سـ۱۲)

(۱۵۸) حکایت: ایک حکایت ہے کہ ایک جلد ساز تھے جو شخص کتاب یا قرآن جلد بندھوانے لاتا تھا وہ اس میں کچھ اصلاح ضرور کر دیا کرتے تھے ایک شخص قرآن شریف جلد بندھوانے کے لیے اُن کے پاس لائے اور کہا کہ اسکی جلد باندھ دو۔ مگر شرط یہ ہے کہ کچھ اصلاح نہ دیجیو! کہنے لگا کہ اب تو میں نے توبہ کر لی ہے جب جلد تیار ہو گئی اس شخص نے پوچھا کہ اس میں کچھ اصلاح تو نہیں دی۔ کہنے لگے

کہ توبہ توبہ! مَیں کیا اصلاح دیتا مگر دو تین جگہ تو صریح غلطی تھی اسکو صحیح کر دیا۔ ایک جگہ تو یہ تھا عَصٰی اٰدَمُ تو یہ صریح غلطی ہے۔ عصا تو موسیٰ کا تھا۔ مَیں نے اس جگہ بجائے آدم کے موسیٰ بنا دیا ہے اور ایک مقام پر جس موسیٰ تو خر عیسیٰ کا تھا وہاں عیسیٰ بنا دیا ہے۔ اور ایک جگہ "ولقد نادانا نوح" تھا تو نوح تو دانا تھے۔ مَیں نے وہاں نا کاٹ کر اس طرح کر دیا ہے۔ "ولقد دانا نوح"۔ اور ایک مشترک اور عام غلطی تھی وہ یہ کہ جگہ جگہ فرعون۔ قارون۔ ہامان۔ ابلیس کا نام تھا تو ایسے کفار ملعونوں کا قرآن میں کیا کام تھا۔ وہاں میں نے اپنا اور تمہارا نام لکھ دیا ہے۔ کہا خدا تیرا ناس کرے تو نے میرا قرآن شریف ہی کھو دیا۔ [اشرف المواعظ وعظ حصہ الاتفاق ص۱۳۲ سطر ۱۶]

(۱۵۹) **حکایت:** میرے ایک دوست رئیس پیران کلیر گئے تھے ایک طرف سے آواز آئی ابے او مُرغے انہوں نے کچھ التفات نہ کیا پھر آواز آئی۔ اُنہوں نے اُس طرف دیکھا تو کہا ابے تجھ کو ہی بُلاتے ہیں۔ یہاں آ۔ یہ گئے کہ دیکھئے کیا کہتے ہیں۔ کہنے لگا کہ دیکھ! اللہ تعالیٰ نے جب روحوں کو پیدا کیا تو سب کو جمع کر کے حکم دیا کہ بنگ بوزہ مت چھوڑنا تو ہم تو قریب تھے صحیح سُنا۔ اور مولوی لوگ دُور تھے انہوں نے بجائے بنگ بوزہ کے نماز روزہ سُن لیا جاؤ۔ یہ نکتہ مرشدوں کا۔

یاد رکھیو! تو ان تفسیروں کی بدولت یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ ایسے صوفیوں نے ناس کیا ہے دین کا خود بھی تباہ ہوئے اوروں کو بھی تباہ کیا۔

[ایضاً ص۱۳۳ سطر ۳]

(۱۶۰) ایک جرمنی ڈاکٹر نے نماز کے منافع لکھے ہیں کہ نماز ایسی اچھی ورزش ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی ورزش کی ضرورت نہیں اور صحت خوب قائم رہتی ہے۔ اس بھلے مانس نے نماز کو اتنا ہی سمجھا ہے۔ آگے ذہن ہی نہیں گیا۔ جیسے کسی مولوی صاحب نے ایک گنوار کو نصیحت کی کہ نماز پڑھا کر۔ کہا بہت اچھا۔ چند روز کے بعد مولوی صاحب سے

کہا کہ مولوی جی! نواج (نماز) بہت پھائدے (فائدے) کی چیسج (چیز) ہے۔ مجھے بائی (ریاح) کی بیماری تھی جب موندھا (اوندھا) پڑوں جب ہی بادی نکرے (نکلتی ہے) ـــ جیسے اس گدھے نے نماز کا فائدہ اتنا ہی سمجھا تھا مگر ہمارے ترقی یافتہ بھائی ایسی باتوں سے خوش ہوتے ہیں اور رجھے جاتے ہیں اور اگر کوئی ہم سے پوچھے تو ہم تو یہ کہیں گے کہ اس جرمنی کی اس تحقیق کی ایسی مثال ہے جیسے کسی کے پاس پانچ سو روپے کا دوشالہ ہو اور وہ اسکے منافع یہ بیان کرے کہ یہ دوشالہ بہت اچھی شے ہے سفر میں اگر کہیں سوختہ نہ ملے تو اسکو جلاکر چائے پکا سکتے ہیں تو فی نفسہ یہ صحیح ہے کہ چائے اس سے پک سکتی ہے لیکن کیا اس شخص کو یہ نہ کہا جائے گا کہ اس نے اس دوشالہ کی قدر نہیں جانی۔ نماز کے فائدے ہم سے پوچھو اور ہم سے کیا ہم کیا چیز ہیں۔ حق تعالیٰ سے پوچھو اور ہم سے پوچھو۔ میں نے اسلئے کہہ دیا کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں یہ درحقیقت حق تعالیٰ کا کہا ہوا ہے ہماری تو وہ مثال ہے ؎

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند ؛ آنچہ استاد ازل گفت بگو میگویم

سو نماز کا فائدہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ یعنی سجدہ کرو اور اللہ کے قریب ہوجاؤ۔ پس نماز کا اصلی مقصود قرب ہے، مولانا فرماتے ہیں ؎

قرب نہ پستی ببالا رفتن است ؛ بلکہ قرب از قید ہستی رستن است

یعنی قرب اس کا نام نہیں ہے کہ نیچے سے اوپر کو چلے جاؤ بلکہ قرب یہ ہے کہ قید ہستی سے چھوٹ جاؤ اسلئے کہ اوپر جانا قرب جب ہوتا کہ خدا تعالیٰ کا مکان اوپر ہوتا۔ خدا تعالیٰ مکان سے پاک ہے۔ پس اس کا قرب یہی ہے کہ اپنی ہستی کو خاک میں ملا دو اسی کو وصل کہتے ہیں بعض لوگ وصل کے خدا جانے کیا معنی سمجھتے ہیں وصل کے معنی اہل حق سے پوچھیے۔ شیخ شیرازی فرماتے ہیں ؎

تعلق حجاب است و بے حاصلی ؛ چو پیوند ہا بگسلی واصلی

(ایضاً صفحہ ۱۳۵ سطر ۱۳)

(۱۶۱) بعضے ایسے بھولے بھالے ہوتے ہیں کہ منبر پر چڑھ کر وہ ہی سبق گاتے ہیں، جو ان کو پڑھایا جاتا ہے لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کہلایا ہوا کہہ رہے ہیں۔ اس سے اثر ضعیف ہوجاتا ہے اور لوگوں کو ناگوار بھی ہوتا ہے۔ میں ایسی فرمائش پر ہرگز عمل نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ نواب صاحب ڈھاکہ نے مجھ کو بلایا تھا۔ میں نے پہلے یہ شرط کرلی تھی کہ آپ کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ آپ مجھ سے کسی خاص بات کی وعظ میں بیان کرنے کی فرمائش کریں۔ چنانچہ انہوں نے موافق شرط کے کسی بات کی فرمائش نہیں کی۔ میں نے وعظ میں جو چاہا بیان کیا۔ کسی نے بھی برا نہیں مانا۔ میں نے اس کا تجربہ کیا ہے کہ فرمائشی وعظ کا اور رنگ ہوتا ہے اور خود کہنے میں اور بات ہوتی ہے۔ پس شریعت کا قانون ہے کہ نصیحت و تذکیر میں آداب و احتساب کی رعایت کرو اور اگر کوئی باوجود آداب کی رعایت کرنے کے برا مانے [اس پر شبہ واقع نہیں ہوسکتا اسلئے کہ صفرائی کو مٹھائی کڑوی معلوم ہوہی گی۔ اسلئے کہ اس کا مزاج ہی خراب ہے۔]

امر بالمعروف کی خاصیت میں کچھ خرابی نہیں۔ اس کا خاصہ تو یہ ہے کہ ممنون ہونا چاہیئے کہ ہمارے امراض اس شخص نے معلوم کرائے (ایضاً ص ۱۵۳ سنہ ۲۰)

(۱۶۲) **حکایت:** ایک شخص کی عادت تھی کہ سوتے میں ہمیشہ پیشاب نکل جاتا تھا اسکی بیوی نے کہا یہ کیا حماقت ہے اُس نے کہا کہ خواب میں شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ چلو سیر کو چلیں۔ لیکن پیشاب کرلو۔ میں سمجھتا ہوں پاخانہ ہے پیشاب کو بیٹھ جاتا ہوں اور پیشاب نکل جاتا ہے اسکی بیوی نے کہا کہ آج شیطان سے کچھ روپیوں کی فرمائش کرنا اس نے کہا اچھا اگلے روز جب خواب میں پھر شیطان سے ملاقات ہوئی تو کہا کہ یار تم روز بستر پر پیشاب تو کرا دیتے ہو لیکن ہماری مدد کچھ نہیں کرتے۔ شیطان نے کہا کس چیز کی ضرورت ہے اس نے غریبی کی شکایت کی اُس نے کہا آپ اگر پہلے سے ذکر کرتے تو اس کا ضرور خیال کیا جاتا۔ شیطان نے اسکو ساتھ لیکر ایک بادشاہ کے یہاں جاکر نقب لگایا۔ اور بہت سے توڑے روپیوں کے اسکی کمر پر لاد دیئے یہاں تک کہ پائخانہ خطا ہوگیا۔

صبح کو جب آنکھ کھلی تو روپیہ ایک بھی ہاتھ نہ آیا۔ لیکن بستر آلودہ تھا۔ اسکی بیوی نے کہا یہ کیا ہوا سب قصہ بیان کیا بی بی نے کہا ایسے روپیوں سے باز آئی آئندہ معاف رکھو پیشاب ہی کر لیا کرو۔ یہی حال دنیا کی لذتوں اور مزوں کا ہے۔ ؎

حال دنیارا بہ پرسیدم من از فرزانۂ ٭ گفت یا خوابیست یا بادیست یا افسانۂ
باز گفتم حال آنکس کو کہ دل در وے ببست ٭ گفت یا غولی ست یا دیوی ست یا دیوانۂ

(۱۶۳) کفار کے بارہ میں ارشاد ہے لَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَکِّیْهِمْ یعنے اللہ تعالیٰ کفار سے قیامت کے روز نہ کلام فرمائیں گے اور نہ اُنکو پاک کریں گے مفہوم مخاطب تمام علماء کے نزدیک موقع وعید میں معتبر ہے۔ پس سے معلوم ہوا کہ یہ آیت کفار کے ساتھ مخصوص ہے اور مسلمانوں سے کلام بھی فرمائیں گے اور اُن کو پاک بھی کریں گے۔ اسکی ایسی مثال ہے کہ دو شخص بادشاہ کی ملاقات کے لئے جائیں ایک نے تو نہا دھو کر پاکیزہ لباس پہن کر عطر لگا کر حاضر ہو کر بادشاہ سے سلام عرض کیا بادشاہ نے حکم دیا کہ اسکو کرسی پر بٹھلاؤ۔ اور دوسرا شخص بدتمیز بدسلیقہ بے ادب ہے نجاست اور چرکین سے آلودہ۔ نہ غسل کیا نہ کپڑے بدلے۔ بدن میں سے بو آرہی ہے ہر چند اسکو کہا گیا کہ میاں غسل کرو، کپڑے بدل لو۔ مگر اس بھلے آدمی نے ایک کی نہ سُنی اور لٹھ کی طرح بھوت سا بنا ہوا آکر کھڑا ہُوا۔ لیکن چونکہ بادشاہ کو اس سے محبت ہے گو اسکو خبر بھی نہیں کہ بادشاہ کو مجھ سے محبت ہے ورنہ اگر خبر ہوتی تو ایسی حالت میں نہ آتا اسلئے بادشاہ نے یہ حکم تو نہیں دیا کہ اسکو جیل خانہ لے جاؤ۔ گو یہ مستحق اسی کا تھا اسلئے کہ اس اجلاس شاہی کی حقیقت میں اہانت کی ہے کیونکہ اس حالت میں اس قابل کہاں ہے کہ یہ دربار شاہی میں حاضر ہو مگر چونکہ بادشاہ کو اسکی محبت بھی ہے اس لئے بجائے اس کے کہ اسکو کرسی پر جگہ دی جائے یا اس کو جیل خانہ بھیجا جاوے اسکے بین بین یہ حکم دیا کہ اسکو حمام میں لے جا کر خوب نہلاؤ۔ وہاں شاہی حمامی موجود ہیں اُنہوں نے مَل مَل کے نہلانا شروع کیا ــــ ان حضرت نے نہانے میں بڑے نخرے کئے اور کہنا...

شروع کیا کہ ہائے مرا ہائے رے جلا۔ لیکن اُنہوں نے اسکی ایک نہ سُنی وہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو ہے نادان اگر ہم نے ذرا کمی کی تو میلا کچیلا رہے گا اور دربار کے لائق نہ ہوگا ؎

طفل می لرزد ز نیشِ احتجام ؛ مادر مشفق ازاں شد شاد کام

دیکھو! احتجام یعنی پچھنے لگنا تو سخت چیز ہے بچوں کی تو جب حجامت بنتی ہے وہ کس قدر شور مچاتے ہیں لیکن ان کے شور مچانے سے یہ نہیں کرتے کہ حجامت اُن کی نہ بنوائی جاوے مجھ کو یاد ہے کہ

میں نے بچپن میں بال رکھ لئے تھے ایک ہماری تائی یعنی بڑی چچی تھیں اُنہوں نے ہم کو اولاد کی طرح پرورش کیا تھا۔ سر دُھلوانے سے ہم بہت بھاگتے تھے وہ یہ ترکیب کیا کرتی تھیں کہ کھلی بھگو کر رکھ لیتی تھیں جب میں گھر آتا تو دوڑ کر میرے سر پر لیپ دیتی تھیں۔ اب اس حالت میں باہر نہیں جا سکتے تھے لامحالہ بیٹھ جاتے وہ سر دھو دیتی تھیں۔ نہلاتی تھیں۔ اب اُنکی قدر ہوتی ہے۔

بہرحال جو شخص بے حس ہوتا ہے اسکو تمیز صفائی کی نہیں ہوتی۔ پس جب نہا دھو کر صاف بھلے مانسوں کی شکل ہوا اب دربار شاہی کے لائق ہو کر آیا تو اسکو بھی کرسی ملے گی اس وقت اسکو معلوم ہوتا ہے کہ واقعی میں اُس وقت یہاں کے قابل نہ تھا ـــــ اب بتلائیے کہ یہ رحمت ہے یا نہیں۔

[سلسلہ حسن الموعظت وعظ دوم عمل الذرّہ ص ۳ س ۱۷]

(۱۶۴) **حکایت**: بعض حضرات محققین نے فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام کے جنت سے نکلنے کے باعث حقیقت میں عتاب نہیں تھا بلکہ جس درخت سے کھانے کی ممانعت فرمائی گئی تھی اسکی خاصیت یہ تھی کہ اسکے کھانے سے فضلہ پیدا ہوتا تھا جب آدم نے اسکو کھایا تو استنجے کی ضرورت ہوئی۔ اور وہ محل اس کا تھا نہیں اسلئے نکلنے کا حکم ہُوا اسلئے کہ جنت میں بم پولیس تو تھے نہیں۔ یہاں دنیا میں پاخانہ پھرنے

آئے تھے۔

واقع میں حقیقی عتاب اس کا سبب نہ ہوا تھا۔ مثلاً یہاں جامع مسجد میں کسی کو پائخانہ کی ضرورت ہو تو اسکو یہاں سے نکالیں گے اسلئے کہ مسجد پائخانہ کی جگہ نہیں ایسے ہی جنت گندی جگہ نہیں۔ اور اس پر ایک مقولہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا یاد آگیا ——— فرماتے تھے کہ آدمؑ کا نکلنا واقع میں رحمت ہے۔ کیونکہ اگر آدم نہ نکلتے اور اُن کی اولاد ہوتی تو اولاد میں سے ضرور ایسے ہوتے کہ نکلتے۔ اسلئے کہ جب آدمؑ ہی سے اس کے کھانے سے صبر نہ ہُوا تو اولاد سے تو بطریقِ اولیٰ نہ ہوتا پھر اگر اولاد میں سے نکلتے تو ایسی حالت میں نکلتے کہ جنت بھری ہوئی ہوتی وہ نکلنے والا کسی کا بیٹا ہوتا کسی کا باپ ہوتا کسی کی ماں ہوتی تو اس کے نکلنے سے ایک کہرام مچ جاتا اور جنت جنت نہ رہتی بلکہ زحمت ہو جاتی۔ حق تعالیٰ کی عجیب رحمت ہے کہ آدم علیہ السلام کو یہاں بھیجدیا اور اولاد کو حکم ہوا کہ پاک ہو کر ہمارے پاس آویں۔

چنانچہ ارشاد ہے ومن تزکّٰی فانما یتزکّٰی لنفسہٖ۔ پس جس نے ان اوامر کو سمجھ لیا اور گناہوں اور شوائب نفس سے غسل کر کے پاک ہو گیا اور تقوے کا لباس پہنا وہ پھر جنت میں جو ہمارا اصلی ٹھکانہ ہے چلا جائے گا۔ اور جس نے غسل نہ کیا اور اور نہ کپڑے بدلے تو اسکو حمام ضرور کرایا جائے گا۔ تاکہ جنت میں جانے کی اہلیت اس میں ہو جائے۔ پس سے مسلمانوں کے لیے دوزخ میں جانا بھی فضل ہُوا۔

[وعظ عمل الذرہ صہ ۵ ج ۲]

(۱۶۵) مثال : حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ کبھی تو قہر ہوتا ہے بصورت لطف جیسے کفار پر ہے اس سے یہ ثابت ہُوا کہ مسلمانوں کو یہ ہرگز تمنا نہ ہونی چاہیئے کہ ہم بھی بڑے عہدے حاصل کریں ہم بھی فٹن پر سوار ہوں یہ فٹن نہیں فتن ہے جس کا نام لوگوں نے ترقی رکھا ہے۔ یہ فی الحقیقت قہر ہے جس کی صورت

لطف کی ہے اور کبھی لطف ہوتا ہے بصورت قہر - جیسے مقبولین کے مصائب اسی طرح اہلِ ایمان کی جو شکستگی - اور پستی کی حالت ہے یہ لطف ہے گو صورتِ قہر ہے - پس اس شکستگی کو دل وجان سے اختیار کرنا چاہیئے - مولانا فرماتے ہیں ؎

ناخوش تو خوش بود برجان من ٭ دل فدائے یار دل رنجان من

یعنی جو آپ کی طرف سے ناخوشی پیش آوے وہ میرے لیئے پسندیدہ ہے میرا دل میرے یار دل رنجان پر فدا ہے -

دل رنجان سے معلوم ہوا کہ دل کو رنج ضرور ہوتا ہے اور ایسے ہی ناخوشی سے بھی معلوم ہوا کہ مصیبت جو پیش آتی ہے وہ رنج وہ ہے - لیکن چونکہ اس کی نسبت آپ کی طرف ہے اسلیئے وہ مجھ کو خوش معلوم ہوتی ہے - عارف کامل کی یہی شان ہوتی ہے کہ رنج کی بات سے اسکو رنج ہوتا ہے لیکن اس سے وہ راضی ہے اور اس سے کوئی تعجب نہ کرے کہ رنج اور رضا کیسے جمع ہو گئے دیکھو کریلوں کے اندر مرچیں بہت ڈالی جائیں تو انکو کھاتے بھی ہیں اور سی سی بھی کرتے جاتے ہیں اور ناک سے اور آنکھوں سے پانی بھی بہتا جاتا ہے اور مزہ بھی آرہا ہے - پس لذت اور کلفت دونوں جمع ہو سکتی ہیں یار گو دل رنجان ہیں مگر اپنے کمالات سے ایسے ہیں کہ دل اُن پر فدا ہے -

الحاصل ! کلفت دنیا میں ہو یا آخرت میں وہ مسلمانوں کے لئے رحمت ہے

[وعظ ایضاً ص ۳۳]

(۱۶۶) **مثال** ؛ اس آیت کے دو جزو ہیں اول فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ اور دوسرے فمن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ ان لوگوں کی - دونوں پر نظر نہیں یہ بات تو نہیں کہ اس مضمون کا انکو اعتقاد نہیں ہے - اعتقاد اور علم تو ہے لیکن عمل سے اُن کے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انکو اس طرف التفات نہیں ہے اس سے غفلت ہے میں اس کا نام غفلت رکھتا ہوں - حضرات صوفیہ اسی کا نام جہل

رکھتے ہیں لیکن چونکہ جہل کے لفظ سے بگڑتے ہیں کیونکہ اپنے کو عالم اور معنی شناس جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو ذی علم ہیں جاہل کدھر سے ہیں اسلئے میں نے اس لفظ کو چھوڑ کر اسکو غفلت سے تعبیر کیا ہے۔ حضرات صوفیہ اسی کو جہل کہتے ہیں۔ اُن کے نزدیک علم وہ ہے جو طلعت الٰہیہ اور حاضر رہ کر مؤثر ہو جاوے اور اگر یہ بات نہ ہو تو وہ اسکو جہل کہتے ہیں۔

ہمارے علم کی ایسی مثال ہے جیسے میرے ایک دوست تھے اُنہوں نے گاؤں میں جاکر وعظ کہا اور وعظ میں یہ کہہ دیا کہ بے نمازی سُور اور کُتے سے بدتر ہے۔ گاؤں کے لوگوں نے جب سُنا تو لٹھ لے کر مارنے کے لئے مستعد ہو گئے انہوں نے کہا کہ بھائی بتاؤ تو سہی مجھ سے کیا قصور ہوا کہنے لگے کہ تجھے خبر نہیں تو نے ہم کو آج وعظ میں سُور اور کتے سے بدتر کہا۔ اُن مولوی صاحب نے کہا کہ بتلاؤ تو مَیں نے کیا کہا تھا اُنہوں نے کہا کہ تو نے یہ کہا تھا کہ بے نمازی سُور اور کُتے سے بدتر ہے۔ مولوی صاحب بولے کہ میں نے تو بے نمازیوں کو کہا ہے تم کو تو نہیں کہا تم تو بے نمازی نہیں ہو۔ آخر کبھی تم نے عید بقرعید کو تو نماز پڑھی ہوگی۔ گاؤں والوں نے کہا کہ ہاں عید کی تو ضرور پڑھتے ہیں۔

مولوی صاحب نے کہا کہ بس عید کی نماز تم نے پڑھ لی تو تم بے نماری کہاں رہے لفظ نمازی تم پر صادق ہے اس وقت اُن کی جان بچی پس جیسے گاؤں کے لوگ تھے۔ ایسے ہی اس عقیدہ کے عالم ہیں۔ مدرسہ میں ایک دفعہ جلالین شریف میں اس آیت کے معنی پڑھ لیے پھر خبر بھی نہیں لی اور نہ اس سے کام لیا جیسے کسی جگہ لوگ عید کا چاند دیکھ رہے تھے۔ ایک گنوار نے کہا کہ میں نے چاند دیکھا ہے اُس سے پوچھا گیا کہ نماز بھی پڑھتا ہے تو اس نے کہا کہ نواج (نماز) کی تو یوں سُن ایک مولوی مارے (ہمارے) گام ما (گاؤں میں) آیا تھا۔ اس نے یہ کہا تھا کہ جو کوئی نماز نہ پڑھے اس کے جنازہ کی نماز نہیں ہوتی۔ اس بجہت (وقت) ایک بَر (ایک بار) پڑھ لی تھی۔ پھر تو مہاری (ہماری) توبہ ہے ایسے ہی ہم لوگوں نے ایک دفعہ کتاب میں یہ عقیدہ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ الخ پڑھ لیا

پھر کبھی بھول کر بھی کبھی یاد نہیں آیا۔

بتلائیے! جب اس عقیدہ کے موافق عمل نہ ہوا تو اس عقیدہ سے کیا نفع ہوا۔ اس کی تو ایسی مثال ہے جیسے صندوقچے میں روپیہ رکھ کر بھول گئے۔ پھر اسکو یاد نہیں کیا اگر کہو کہ ہم کو تو یہ عقیدہ یاد ہے بھولے نہیں تو جناب ایسے یاد ہونے سے کیا فائدہ ہے یہ یاد کرنا ایسا ہے جیسے روپیہ صندوقچے ہی میں رکھا ہے اور اس سے کام نہ لیا جائے یاد ہونے کے معنیٰ تو یہ ہیں کہ وہ روپیہ نکال کر بازار میں اسکو بھنا کر کام میں لایا جائے ایسے ہی اس عقیدہ کے تمہارے ذہن میں ہونے سے کچھ نفع نہیں۔ جب تک کہ اس کا یقین مؤثر ہو کر ہماری حالت کو نہ بدل دے۔

افسوس ہے کہ ہمارے اندر دولت موجود ہے اور ہم محروم ہیں ہماری وہی حالت ہے جیسے مولانا فرماتے ہیں ؎

یک سبد پرناں ترا بر فرق سر ٭ تو ہمی جوی لبِ ناں در بدر

اور ہمارے علم کی وہی مثل ہے جیسے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں مثل الحمار یحمل اسفارا ہم بوجھ میں لدے پڑے ہیں۔ اور ہم کو خبر نہیں کہ ہمارے اوپر کیا چیز ہے ہمارے کام نہیں آتا۔ ہمارے چاروں طرف پانی ہے اور ہم پیاسے ہیں ؎

تا بزانوئے میانِ قعر آب ٭ وز عطش در جوع گشتی خراب

[وعظ ایضاً ص ۱۱۱]

(۱۹۷) **مثال**: مثلاً کسی کو بتلا دیا ذکر جہر کرو اس نے ذکر جہر شروع کیا اگلے وقت وسوسہ ہوا کہ کسی نے مجھے دیکھ لیا ہے ریا ہو گئی۔ شیخ سے جا کر عرض کیا کہ حضرت جی اگر ارشاد ہو تو آہستہ آہستہ کر لیا کروں جہر سے کرنے میں تو ریا ہوتی ہے وہ ریا کس چیز کو سمجھا ہے۔ وسوسہ ریا کو ریا سمجھ گیا اسلئے کہ ریا تو وہ ہے جو قصداً ہو اور ریا کا تو اہتمام کیا کرتا ہے دکھانے کا۔ ہاں یہ صورت ریا ہے مگر حقیقت میں

ریا نہیں یا یوں کہو کہ اصلی ریا نہیں۔ ریا کی جھلک ہے ایسی مثال ہے جیسے کسی آئینہ کے اوپر مکھی بیٹھ جائے تو وہ حقیقت میں تو اوپر بیٹھی ہے لیکن اس کا عکس آئینہ کے اندر بھی ہے پس اسی طرح ریا قلب کے اندر نہیں ہے قلب سے باہر ہے اُس کی جھلک اندر پڑتی ہے (وعظ ایضاً صـ۱۶ سـ۱۶)

(۱۶۸) **حکایت:** مجھے ایک بچہ کا لطیفہ یاد آیا کہ وہ کہتا تھا کہ ہم اُردو کھانے کھائیں ..... گے۔ انگریزی کھانے ہم نہیں کھاتے۔ اسی طرح ترجمہ کی دو قسمیں ہیں امیر ترجمہ اور غریب ترجمہ۔ امیر ترجمہ جو امیروں کا کیا ہوا ہو۔ بلکہ ڈپٹیوں کا اور غریب وہ ہے جو غریب مولویوں کا ترجمہ ہو۔ آجکل لوگ ایسے ترجمہ پر فریفتہ ہیں۔ کہتے ہیں اس ترجمہ کی زبان اچھی ہے۔

یاد رکھو! زبان دانی سے علم نہیں آتا۔ اگر زبان دانی ہی کا نام علم ہوتا تو ابوجہل اور ابولہب بڑے عالم تھے۔ علم اور شے ہے اور زبان شے دیگر ہے۔ ہر شئے کو اسکے محل سے حاصل کرنا چاہیئے۔ غیر محل سے کوئی شے حاصل نہیں ہوا کرتی۔

دیکھو حق تعالےٰ فرماتے ہیں لیس البر بان تاتوا البیوت من ظہورھا ولکن البر من اتقی ط واتوا البیوت من ابوابھا ط ہر گھر کا دروازہ ہے اسی طرف سے اس میں داخل ہونا چاہیئے۔ علم کا دروازہ علماء محققین ہیں ان سے علم سیکھو یا ان کی صحبت میں رہو۔ غرض یہ سخت غلطی ہے کہ خود بھی عمل نہ کریں اور دوسروں کو بھی نہ بتادیں (وعظ ایضاً صـ۲۲ سـ۸)

(۱۶۹) **حکایت:** ایک شخص کی بھینس دریا میں گھس گئی ہر چند بلاتے ہیں آتی نہیں۔ ایک شخص اسکے بچہ کو لایا اور اسکو دکھلایا وہ آگئی ——— ایک مرتبہ ایک شخص کی چارپائی دریا میں گر گئی تھی وہ عقل مند سمجھا کہ جس طرح کہ بھینس کو بچہ دکھلانے سے وہ آگئی تھی اسیطرح اس کا بچہ اسکو دکھلائیں گے تو یہ بھی آجائے گی۔ اس کا بچہ پیڑھے

کو تجویز کیا اب پیڑھا اسکو دکھلا رہے ہیں اور پکار رہے ہیں لیکن وہ تو جمادِ محض ہے وہ کیسے آتی۔ [وعظ ایضاً صـ۲۴ سـ۳]

(۱۷۰) حدیث شریف میں آیا ہے لعن اللہ السارق یسرق البیضۃ فتقطع یدہ ویسرق الحبل فتقطع یدہ یعنی اللہ چور پر لعنت کرے بیضہ چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور رسّی چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ اِس حدیث کے شُراح نے مختلف توجیہیں کی ہیں۔ اسلئے کہ حبل اور بیضہ کے سرقہ میں کسی کے نزدیک قطع نہیں ہے۔ اسلئے کہ ان چیزوں کی قیمت نصاب سرقہ کے برابر نہیں ہے چنانچہ بعض نے کہا کہ بیضہ کے معنی متبادر نہیں ہیں بلکہ دوسرے معنی خود مراد ہے اور حبل سے کشتی کا لنگر مُراد ہے کہ اس کی قیمت قدر نصاب قطع کو پہنچ جاتی ہے۔ بعض نے اور توجیہات کی ہیں۔

ہمارے مولانا اُستاذنا مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے اس حدیث کے معنی نہایت لطیف بیان فرمائے کہ اس میں کسی تکلف کی ضرورت نہیں ہے وہ یہ ہیں کہ قلیل کثیر کیطرف مُفضی ہوجاتا ہے اول بیضہ اور رسّی چرایا تھا پھر حوصلہ ہوا کہ بڑی چیز چرانے لگا حتیٰ کہ ہاتھ بھی کٹ گیا تو مطلب یہ ہُوا کہ چور کی بھی کیا بُری اوقات ہے کہ اسنے اوّل بیضہ چُرایا تھا جس پر قطع کا شُبہ بھی نہ تھا۔ مگر اسکی بدولت آج یہ نوبت آئی حاصل یہ ہے۔ کہ چھوٹا گناہ بڑھ کر بڑا ہوجاتا ہے۔

اسی واسطے بزرگوں نے فرمایا ہے انتم تخافون المعاصی ونحن نخاف الکفر یعنی تم لوگ تو معاصی سے ڈرتے ہو اور ہم کفر سے ڈرتے ہیں اسلئے کہ گناہ کی سرحد کُفر کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ رفتہ رفتہ کفر کی نوبت آجاتی ہے

[وعظ ایضاً صـ۳ سـ۱۷]

(۱۷۱) **مثال**: یاد رکھو کہ علوم کی مثال ہتھیاروں جیسی ہے اگر اُن سے

کام نہ لیا جائے یعنی عمل نہ کیا جائے تو بے کار ہیں۔ اسی طرح علم پر ناز کرنا لاحاصل ہے اگر کسی نے نماز کے اندر حضور قلب کے طریقہ یاد کر لیے اور دوسروں کو بتا کر وہ خوش ہوتا ہے اور خود اسکی نماز خطرات اور وساوس کا مجموعہ ہے تو اس علم سے کیا نفع ہے جیسے کوئی حلوا پکانے کی ترکیب یاد کر لے اور دوسروں کو بتا کر خوش ہو کہ ہم چاہیں تو حلوا پکا سکتے ہیں اور خود کبھی پکا کر نہیں کھاتا۔ تو اسکو کیا حاصل ہے۔

یاد رکھو! علم اور شے ہے قدرت اور شے۔ اور دوسروں کو تعلیم دینا دوسری شے ہے اور اس پر عمل کرنا اور چیز ہے۔ دوسروں کو طریقہ بتا کر اس کو کافی سمجھنا ایسا ہے۔ جیسے دوسروں کو کھلا کر اپنے پیٹ بھرنے کی امید کرنا۔ پس یہ علوم کمال نہیں ہیں۔ گو بعض علوم کمال بھی ہیں۔ لیکن یہاں گفتگو اُن علوم میں ہے جو اشغال کے ثمرات و برکات ہیں۔ سو یہ علوم کمالات مقصود سے نہیں گو محمود ہیں اور پھر اگر کمال بھی ہوں تو وہ اُسی وقت تک باقی رہیں گے جب تک کہ اُن اشغال کا اثر ہے۔ اگر چندے اُن اشغال سے غفلت رہی تو وہ بھی رُخصت ہو جائیں گے۔

چنانچہ بہت لوگ ایسے دیکھے گئے ہیں جو دولت مند ہونے کے بعد بالکل مفلس اور کورے رہ گئے اسلئے کہ انہوں نے شغل چھوڑ دیا اور مشائخ نے فرمایا ہے من لا ورد لہ لا وارد لہ غرض ترقی نہ ہونا حرمان ہے اور جو حاصل ہو چکا ہے اس کا ضائع ہونا خسران ہے اور اس میں خواص تک مبتلا ہیں عوام کی تو کیا شکایت ہے۔

[وعظ الخضوع ص۵ ج۲]

(۱۷۲) حکایت: میں اپنا قصہ بیان کرتا ہوں کہ لڑکپن میں والد صاحب کے پاس میرٹھ میں رہتا تھا۔ وہاں نوچندی ہوئی میں وہاں گیا جس رئیس کے یہاں والد صاحب رہتے تھے ان کے صاحب زادے ہنسنے لگے اور مجھ سے پوچھا کہ کیوں صاحب نوچندی میں جانا کیسا ہے میں نے کہا کہ میں تماشا دیکھنے کے لیے نہیں گیا تھا بلکہ اسلئے گیا تھا کہ دیکھوں کہ وہاں کیا کیا

منکرات ہیں تاکہ وہاں جانے سے اوروں کو دلائل کے ساتھ منع کرسکوں غرض تاویل کرلی پس جب ہمارے اندر یہ آفت ہے تو جو ہمارے فیض یافتہ ہیں اُن میں کیوں نہ ہوگی کبھی اپنے جُرم کا اقرار نہیں کرتے اور عورتیں زیادہ اس بلا میں مبتلا ہیں کہ الف کے نام بے بھی نہیں جانتیں لیکن اگر کوئی خطا ہوجائے گی تو ہرگز اپنی خطا کا اقرار نہیں کریں گی۔

[وعظ ایضاً صہ ۸ سطر ۵]

(۱۷۳) **حکایت:** میرے ایک دوست ہیں بڑے عالم فاضل اُنکو فالج ہوا دماغ پر بھی اس کا اثر ہوا سب پڑھا لکھا بھول گئے۔ حتیٰ کہ انکو الحمد شریف بھی یاد نہ رہی علاج ہوا تو بہ مشکل انہوں نے تھوڑی تھوڑی الحمد شریف یاد کی۔ جب پوری یاد ہوگئی اور شادی تو بہت سے روپیوں کی مٹھائی تقسیم کی۔ خزانۂ دماغ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے جب اس میں خلل آجاتا ہے سارا علم بلکہ عقل تک رخصت ہوجاتی ہے۔ (وعظ ایضاً صہ ۳۴ سطر ۴)

(۱۷۴) **لطیفہ:** ؎

چوں ترا نانے وخرقانے بود ؛ ہر نفس موئے تو سلطانے بود۔

یعنی اگر تیرے پاس ایک روٹی کھانے اور ایک کپڑا پہننے کو ہو تو تیرا بال بال بادشاہ ہے اگر اللہ والا ہو تو بادشاہ سے بھی بڑھ کر ہے۔

ایک قانونی لطیفہ اسکے بادشاہ سے بڑھ کر ہونے کے متعلق یاد آیا وہ یہ کہ اگر کسی امیر کو بادشاہ کہو تو قانوناً ناجائز ہے اور اگر فقیر کو شاہ صاحب کہو تو جائز ہے گویا گورنمنٹ بھی اسکے بادشاہ ہونے کو تسلیم کرتی ہے۔ حقیقت میں بادشاہ وہی ہے جس کے پاس سوائے خدا کے کچھ نہ ہو اور جو ایسا ہوگا سب کچھ اسی کا ہے۔

[سلسلۃ التذکیر حصہ دوم وعظ انظلم صہ ۱۴ سطر ۶]

(۱۷۵) **حکایت:** ایک ملحد کہتا ہے کہ میں خدا کا منکر تھا اور اس انکار پر میں نے بڑے بڑے لیکچر دیئے لیکن میرے دل نے زبان کی کبھی موافقت نہیں کی اسلئے میں نے

اس عقیدہ سے توبہ کرلی اور خدا کا قائل ہوگیا۔ پس جب قابض سے مانگنا فطری تدبیر ہے گو کہ وہ مالک بھی نہ ہو۔ تو اگر وہ مالک بھی ہو تو اُس سے مانگنا تدبیر کیوں نہ ہوگا۔

[وعظ ایضاً ص ۳۲ س ۱۳]

(۱۷۶) ننگے گھس جانا اتنی بہادری کی بات نہیں جس قدر کہ اپنے بچاؤ کی تدبیر کرکے واقعہ میں جانا ہے اس قسم کا سوال شمس تبریزؒ نے مولانا رومیؒ سے کیا تھا اور مولانا رومیؒ نے اسی قسم کا جواب دیا تھا قصہ اس کا یوں ہوا تھا کہ شمس تبریزؒ مولانا عراقیؒ کے ہمعصر ہیں اور دونوں ایک بزرگ کے مرید ہیں دونوں شیخ کی خدمت میں اپنے حالات بیان کیا کرتے تھے مولانا عراقیؒ بڑے شاعر تھے اپنے واردات نظم میں بیان کرتے تھے اور شمس تبریزؒ شاعر نہ تھے

ایک روز شیخ نے کہا کہ شمس تبریز تم ایسی نظم بیان نہیں کرتے شمس تبریزؒ نے مغموم ہوکر فرمایا کہ حضرت مجھ کو ایسی نظم نہیں آتی فرمایا کہ مغموم مت ہو تمہارے اتباع میں ایک ایسا شخص ہوگا کہ تمام علوم اولین و آخرین کے کھول دیگا۔ چنانچہ جب اس بشارت کا وقت آیا اور حضرت شمس تبریز کو الہام ہوا کہ جلال الدین کی [یہ نام ہے مولانا رومیؒ کا جن کی مثنوی شریف ہے] جاکر تربیت کرو۔ مولانا رومی بڑے عالم تھے علوم اور کتب کی خدمت میں رات دن مشغول رہتے تھے۔ بیٹھے کتاب دیکھ رہے تھے کہ شمس تبریزؒ آئے اور بیٹھ گئے اور مولاناؒ سے پوچھا کہ یہ تمہارے سامنے کیا ہے مولانا نے فرمایا کتابیں ہیں۔ حضرت شمس تبریزؒ نے فرمایا کہ یہ تو علم قال ہی ہے کچھ علم حال بھی حاصل کرو۔ اور یہ کہہ کر تمام کتابیں سامنے حوض تھا اس میں پھینک دیں۔ یہ شور مچانے لگے انہوں نے سوکھی کتابیں حوض میں سے نکال کر دیدیں۔ آگ تو اسی وقت لگ گئی۔ پھر شمس تبریزؒ غائب ہوگئے اور اُن پر علوم کا دریا کھل گیا۔

پھر ایک روز مولانا گھوڑے پر سوار ہوکر جارہے تھے کہ شمس تبریزؒ نے آکر باگ پکڑ لی اور پوچھا کہ مولانا ایک شخص تو یہ کہتا ہے سبحانی ما اعظم شانی اور ایک یہ کہتا ہے

ما عرفناک حق معرفتک ۔ ان میں کون بڑھا ہوا ہے مولانا نے جواب کہ دوسرے کی معرفت بڑھی ہوئی ہے اسلئے کہ اول کی معرفت تو ختم ہو کر رک گئی اور دوسرے کی معرفت ترقی پذیر ہے ۔ پس سے مولانا رومیؒ کا یہ جواب بھی ایسا ہے ۔ پس زرہ پہننا اور تدبیر کر کے معرکہ میں جانا زیادہ شجاعت کی دلیل ہے [التذکیر وعظ الصبر ص ۳۷ سطر ۱]

(۱۷۷) حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا تھا کہ اگر کسی کو ایسی کوٹھڑی میں بند کر دیں کہ وہ چاروں طرف سے بند ہو تو رزق کہاں سے آئے گا فرمایا کہ جہاں سے موت آئے گی یعنی اللہ تعالیٰ موت کی طرح رزق کو بھی اندر پیدا کر دیتا ہے ۔

سبحان اللہ! کیا جواب دیا ہے اور اس رزق کے آنے کو ایسی حالت میں کوئی بعید نہ سمجھے ایسا واقع بھی ہوا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام جب حضرت زکریا علیہ السلام کی کفالت میں تھیں تو جب زکریا علیہ السلام تشریف لاتے تو تازہ تازہ پھل مریم علیہا السلام کے پاس دیکھتے پوچھتے یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَکِ ھٰذَا ؟ اے مریم! یہ کہاں سے آئے قَالَتْ ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ یعنی مریم علیہا السلام فرماتیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آیا ہے ۔ بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بغیر حساب رزق دیتے ہیں ۔

اس آیت کی اس وقت ایک عجیب تفسیر سمجھ میں آئی وہ یہ ہے کہ مشہور تفسیر تو یہ ہے اِنَّ اللّٰہَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ حق تعالیٰ کا مقولہ ہے لیکن اسکو "قالت" کے تحت میں داخل کر کے مریم علیہا السلام کا مقولہ بنا لیا جائے تو حضرت مریمؑ کے کمال فہم کی دلیل ہوگی کہ جزئیہ کے بعد کلیہ بیان کر دیا (وعظ ایضاً ص ۴۵ سطر ۱)

(۱۷۸) **مثال**: اگر تدبیر پر یہ شبہ ہو کہ یہ بھی خدا تعالیٰ کو ایک گونہ رائے دینا ہے ۔ سو جان لینا چاہیئے کہ تدبیر کرنا درخواست کے مرتبہ میں ہے درخواست کرنا اور شے ہے اور رائے دینا دوسری شے مثلاً سرکار سے ہم درخواست کریں کہ فلاں جگہ

پُل بناؤ تو یہ جائز ہے۔ اور اگر بلا استفسار تجویز کریں۔ اور رائے دیں تو گستاخ نہیں گے اور یہیں سے یہ بات بھی سمجھ میں آگئی ہوگی کہ دعا کرنا کیوں مشروع ہوا۔ حالانکہ اس میں بھی یہی شبہ ہوتا ہے کہ دعا کرنے والا گویا یوں کہتا ہے کہ یوں ہو تو مناسب ہے بات یہ ہے کہ تجویز کرنا ہے بُرا۔ اور دعا تو اپنی ایک خواہش اور حاجت اور افتقار ظاہر کرنا ہے اور اُسی کے ساتھ یہ بھی عقیدہ ہے اگر ایسا نہ ہوگا تو اس پر بھی راضی ہوں گے اور اسی کو حکمت کے موافق سمجھیں گے۔ اس نکتہ کو مہمل چھوڑنے کی وجہ سے بعض لوگوں نے دعا چھوڑ دی ہے ہاں جن پر کوئی حال غالب ہے وہ معذور ہیں اگر حال غالب نہ ہو تمکین کی حالت ہے تو سمجھے گا کہ دعا رضا کے خلاف نہیں [وعظ ایضاً ص۴۵ سطر]

(۱۷۹) **حکایت**: قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ غالی غیر مقلدوں کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ یہ لوگ اپنے کو عامل بالحدیث کہتے ہیں اس میں شک نہیں کہ عامل بالحدیث ہیں لیکن کلام اس میں ہے کہ کس کی حدیث مراد ہے۔ حدیث الرسول پر عامل نہیں۔ حدیث النفس پر عامل ہیں ایک شعر بھی مجھے اس مضمون کا یاد آیا ؎

واعظ شہر کہ مردم ملکش میخوانند ✤ قول مانیز ہمیں است کہ آدم نیست

پس ایسا ہی یہ ترجمہ ہے کہ محاورہ تو ہے لیکن گنوار محاورہ ہے شاہی محاورہ نہیں ہے

[ایضاً وعظ الخلط ص۵۹ سطر]

(۱۸۰) **مثال**: ہمارے اعمال کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی نمک حرام باورچی کھانا روزمرہ بگاڑ دیا کرے اور آقا اسکو بجائے سزا کرنے کے اس کا قصور معاف کر دیا کرے۔ اور وہ بزعم خود یہ سمجھ کر کہ میں نے کھانا پکایا ہے یہ کہے کہ کچھ دلوائیے آقا جواب دے گا کہ کس بات کا مانگتا ہے۔ ارے! اسی کو غنیمت سمجھ کہ میں نے سزا نہیں کی یہی حالت ہمارے اعمال کی ہے کہ جب وہ موافق شرائط کے نہیں ہوتے تو گویا ہم بگاڑ رہے ہیں۔ پھر انعام کی توقع کیسی۔ البتہ ہم کو اس شکر کے طور پر یہ کہنا چاہیئے

کہ ہم کو عمل کی توفیق ہوئی (وعظ ایضاً ص ۶ ج ۲)

(۱۸۱) مثال: ہماری مثال بالکل ایسی ہے کہ کوئی شخص باہر پردیس میں تھے۔ اُن کے گھر سے کوئی نائی آیا اُس نے یہ خبر دی کہ آپ کی بیوی بیوہ ہوگئی۔ سُنتے ہی رونے بیٹھ گئے۔ یاروں، دوستوں نے سمجھا کہ اُن کے گھر کوئی موت ہوگئی یہ سمجھ کر۔۔ تعزیت کے لیے جمع ہوگئے اور پوچھنے لگے کہ کیا ہُوا فرمائیے تو سہی! کہنے لگے کہ گھر سے خبر آئی ہے کہ ہماری بیوی بیوہ ہوگئی۔ لوگوں نے کہا کہ آپ بھی بڑے بے وقوف ہیں آپ تو خود زندہ بیٹھے ہیں پھر بیوی کے بیوہ ہونے کے کیا معنی کہنے لگے کہ یہ تو سہی ہے لیکن نائی معتبر ہے ؎

گو کہ میں جانتا ہوں اے بھائی ؛ لیک آیا ہے معتبر نائی

[وعظ ایضاً ص ۶۹ ج ۲]

(۱۸۲) مثال: مولاناؒ نے ہمارے ان حسنات کی مثال لکھی ہے کہ کسی کے یہاں چور آیا وہ شخص آہٹ پاکر اُٹھا اور چاہا کہ چقماق سے روشنی کرے [چقماق ایک پتھر ہے جس کے رگڑنے سے آگ پیدا ہوتی ہے۔ پہلے زمانہ میں دیا سلائی کا کام اس پتھر سے لیا جاتا تھا] چنانچہ چقماق رگڑا اور کسی سوختہ میں آگ لی وہ چور بھی پاس ہی تھا جب اس چقماق سے کچھ آگ جھڑتی تھی چور اس پر انگوٹھا رکھ کر بجھا دیتا تھا وہ تنگ ہوگیا اور چقماق کو چھوڑ کر لیٹ رہا۔ چور اسباب لیکر چل دیا۔ اس مقام پر مولاناؒ نے لکھا ہے کہ اے شخص! تیری نیکیاں ہی مثل اس چقماق کے ہیں کہ نور اُنہیں میں پیدا ہوتا ہے لیکن چور یعنی نفس شیطان ہر وقت تیرے قریب ہیں وہ تجھ سے معصیت کرا دیتے ہیں پس سے جو نور اُن حسنات سے پیدا ہوا تھا وہ گم ہوجاتا ہے یہ وجہ ہے کہ حسنات کو غلبہ نہیں ہوتا ہے۔

پس اس تقریر سے معنی ان الحسنات یذھبن السیئات کے بر تفسیر اذہاب کے

اذہاب ملکہ کے ساتھ واضح ہوگئی کہ حسنات سے مراد وہ ہیں کہ جن میں بالمعنی المذکور صلاحیت ہو۔ اور سیئات وہ ہیں جن کے ساتھ اعتراف بمعنی ندامت بھی ہو۔ اس وقت مع اذہاب ضروری ہے۔

اسی طرح ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر کے معنی بھی روشن ہوگئے کہ مقصود یہ ہے کہ جو صلوٰۃ صلاحیت کے ساتھ موصوف ہو وہ فحشاء اور منکر سے روکتی ہے ـــــ الحاصل نیکیاں بے اثر یا ضعیف الاثر نہیں ہیں۔ بعض آدمی جو یہ سمجھ کر اور مایوس ہو کر اعمال صالحہ چھوڑ بیٹھتے ہیں ان کی سخت غلطی ہے اعمال صالحہ کو ہرگز نہ چھوڑنا چاہیئے گناہ ہو جائے تو اس کا معالجہ کرنا چاہیئے اور نیکیوں میں جو نیت پہلے مذکور ہو چکی ہے وہ کرتا رہے انشاء اللہ تعالیٰ اعمال صالحہ ہی کو غلبہ ہو جائے گا۔

[وعظ ایضاً صـ۷۶ سـ۱۳]

(۱۸۳) **حکایت**: چنانچہ ایک غیر مہذب کی حکایت بیان کرتا ہوں کہ گنگوہ میں میں نے عید کے دن معانقہ کرنے کو منع کیا۔ ایک شخص کہنے لگے کہ بس جی! اب تو مُردوں پر کفن پڑنا موقوف ہو جاوے گا۔ میں نے کہا کہ ہاں بے شک خبر بھی ہے کفن کس پر نہیں پڑتا شہید پر کفن نہیں پڑتا وہ سُنکر جھلاتے ہوتے چلے گئے۔ [وعظ المباح صـ۸۰۱ سـ۲۳]

(۱۸۴) **مثال**: مثلاً کسی نے نکاح کیا اور اس کے لڑکا پیدا ہوا۔ اور وہ لڑکا مرتد ہو گیا تو دیکھو یہ نکاح سبب بعید اس کے ارتداد کا ہے لیکن اس سببیت کی وجہ سے نکاح کو حرام نہ کہا جائے گا۔ شریعت میں بہت وسعت اور رحمت ہے۔ پس غالب حالات میں جو شے بلا واسطہ سبب معصیت ہو وہ معصیت ہے۔

بہت لوگ اس مسئلہ سے غافل ہیں عوام تو ہیں ہی لیکن خواص میں بھی بہت ناواقف ہیں حالانکہ یہ مسئلہ خود قرآن سے ثابت ہے اور اگر بالفرض قرآن سے یہ مسئلہ ثابت بھی نہ ہوتا تو فقہ سے تو ثابت ہے ہی ـــــ چنانچہ فقہاء نے صاف لکھا ہے کہ جو مندوب

ومباح سبب ہو جائے معصیت کا وہ ممنوع ہے۔ چنانچہ فقہاء نے بہت سی ایسی چیزوں کو۔ کہ بظاہر وہ سنت ہیں محض اس بنا پر منع کیا ہے کہ وہ امر سبب بن گیا ہے معصیت کا چنانچہ سجدۂ شکر کو مکروہ کہا ہے۔ حالانکہ ثابت ہے کہ احیاناً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدۂ شکر کیا ہے۔

جیسا حدیثوں میں خرساجداً صاف وارد ہے۔ گو اس میں تاویل صلی صلوٰۃ کی گئی ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ تاویل ہے بعید۔ سیدھی بات یہی ہے کہ آپنے کبھی سجدۂ شکر کیا ہے اور اکثر نہیں کیا۔ پس فقہاء نے اس سے سمجھا ہے کہ سجدۂ شکر مقاصد دین سے نہیں ہے فی نفسہٖ مندوب ہے لیکن مفسدہ یہ دیکھا کہ اس کو ضروری سمجھنے لگیں گے اور اسکو اپنی حد پر نہ رکھیں گے۔ اسلئے اس کو مکروہ ٹھیرا دیا۔ [وعظ ایضاً صـ ۸۷ سـ ۱۱]

(۱۸۵) **حکایت**: ابن قیم نے حکایت لکھی ہے کہ ایک تاجر کو مرنے کیوقت کلمہ تلقین کیا گیا تو وہ جواب میں کہتا تھا دس کو خرید اگیارہ کو دوں گا۔ شاید اس حکایت کو سُنکر آپ یہ سمجھے ہوں گے کہ اس شخص کا خاتمہ بُرا ہُوا۔ مگر میں یہ نہیں کہتا اسلئے کہ وہ وقت بے ہوشی کا ہوتا ہے اس وقت جو منہ سے نکلے خواہ وہ کلمات کفر ہی ہوں۔ کچھ مواخذہ نہیں۔ یہاں سے جملہ معترضہ کے طور پر یہ بھی بیان کرتا ہوں کہ کسی مرتے ہوئے کی حالت دیکھ کر جو فتوے لگا دیا جاتا ہے کہ بُری حالت میں مرا یہ سخت بات ہے اس لئے کہ مرنے کا وقت بڑی مصیبت کا وقت ہے اس وقت آدمی کے حواس صحیح نہیں رہتے تو اس وقت جو کچھ اسکے منہ سے نکلے وہ قابل اعتبار نہیں بلکہ اُن کلمات کے صدور کا ذکر بھی نہ کرنا چاہیئے ہاں اگر کوئی شخص فاسد الاعتقاد ہو اور لوگوں کو فساد عقیدہ سکھلاتا ہو اسکی بدحالی کو البتہ شائع کرنا چاہیئے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو اور صحت عقائد کو ضروری جان کر عمل کریں اور جو شخص صحیح العقیدہ ہو اس کو بدنام نہ کرو۔ بلکہ اسکی حالت اور قول کی تاویل کر لو۔ اس کی بُری بات اور بُری حالت کو اچھی حالت میں داخل کرو

جس شخص کو تاویل کرنے کی عادت ہوتی ہے وہ اولیاء اللہ پر اعتراض نہیں کرتا اور اسی واسطے کہتے ہیں کہ موت کے وقت سمجھدار دینداروں کا پاس ہونا ضروری ہے۔

ایک بزرگ کا انتقال ہوا انہوں نے بجائے کلمہ کے یہ پڑھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُوْسٰی کَلِیْمُ اللّٰہِ لوگوں نے کہا کہ یہودی ہو کر مرے ہیں ایک محقق نے سُنکر کہا ارے ظالمو! یہ تو بڑے پایہ کی بات ہے یہ بزرگ قدم موسیٰ پر تھے یہ اُس کا ظہور ہُوا (وعظ ایضاً ص ۹۳ س ۸)

(۱۸۶) **مثال:** حضرت نجم الدین کبریٰؒ کو اپنی حالت معلوم نہ تھی کہ میں کس مرتبہ میں ہوں اور اس پر تعجب نہ کرنا چاہیئے۔ اگر کسی بچہ کے نام دس ہزار رُپے بنک میں جمع کر دیے جائیں اور اسکو اطلاع نہ ہو تو دیکھئے وہ بچہ دولت مند ہے اور اُس کو کچھ خبر نہیں کہ میری ملک میں اس قدر روپیہ ہے۔ [وعظ ایضاً ص ۸۵ س ۲۴]

(۱۸۷) **حکایت:** ایک اور بزرگ تھے انبیہٹہ میں اُن کی حکایت مولوی محمد صدیق صاحب مرحوم گنگوہی بیان کرتے تھے کہ دو دیہاتی تھے ایک بھائی تو نقشبندیہ سلسلہ میں کسی سے بیعت تھے اور دوسرے جن کی یہ حکایت ہے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ سے بیعت تھے بھائی ان کو ہمیشہ ترغیب دیا کرتے تھے کہ تم مجھ سے بھی فیض حاصل کرلو۔ ورنہ محروم رہو گے پچتاؤ گے یہ ٹال دیتے تھے۔ اتفاق سے اُن کا انتقال ہونے لگا مگر اس وقت وہ چُپ تھے کلمہ وغیرہ نہ پڑھتے تھے۔ جب بھائی نے یہ حالت دیکھی تو کہا کہ دیکھ میں کہا کرتا تھا کہ محروم رہو گے۔ اب کہاں گئی وہ نسبت حاجی صاحبؒ کی کہاں گیا وہ فیض۔ یا تو وہ بے ہوش تھے یا بے ساختہ جوش میں اُن کی زبان پر جاری ہوگیا۔ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ: حالانکہ وہ عربی بھی نہ جانتے تھے اور اس کے بعد ذکر جاری ہوگیا اور اسی میں انتقال ہوگیا۔ مولوی محمد صدیق صاحبؒ کہتے تھے کہ میں اس وقت موجود تھا جب یہ ہوا تو میں نے ان کو خوب آڑے ہاتھوں لیا کہ دیکھو یہ ہے نسبت۔۔

حاجی صاحب کی اور افسوس ہے تمہارے حال پر شیخ ہونے کا دعوے کرتے ہو۔ اور... اُن کی حالت کو نہ سمجھ سکے۔ غرض انتقال کے وقت اس قسم کی حالتیں پیش آتی ہیں کہ ہر شخص اُن کو نہیں سمجھ سکتا۔ کسی کی حالت کو دیکھ کر کوئی حکم اس پر نہیں لگا سکتے

[وعظ ایضاً ص۹۷ سے]

(۱۸۸) **حکایت**: کسی طالب علم سے پوچھا تھا کہ دو اور دو کتنے تو اُس نے کہا چار روٹیاں۔ غرض! آدمی کے دل میں بُری شے یا اچھی جو بھی سما جائے اسکی یہی حالت ہوتی ہے اسلئے مباحات میں بھی اتنا انہماک نہ کرے کہ ہر وقت وہ ہی دل میں سما جائے اور گو اُس کو فتوٰی میں گناہ نہ کہا جائے لیکن مضر ضرور ہے۔ [ایضاً ص۹۸ سے]

(۱۸۹) **حکایت**: مولانا رومیؒ نے ایک ایسے جاہل کی حکایت لکھی ہے کہ وہ باغ میں گیا اور وہاں جاکر بے تکلف میوے توڑ توڑ کر کھانے لگا۔ باغ والا آیا اور اُس نے مواخذہ کیا۔ کہنے لگا میں بھی خدا کا، پھل بھی خدا کا، درخت بھی خدا کا، باغ بھی خدا کا۔ لافاعل الا اللہ اور لا موجود الا اللہ۔ پھر تو کون ہوتا ہے روکنے والا۔ اس نے کہا کہ اچھا اور نوکر سے پکار کر کہا لاؤ میرا سوٹا اور رسّا۔ اور رسّے سے باندھ کر اس کو خوب ٹھوکا وہ فریاد کرنے لگا۔ کہا چلاتے کیوں ہو، ڈنڈا بھی خدا کا، رسّا بھی خدا کا، مارنے والا خدا کا۔ اور تو بھی خدا کا۔ پھر شکایت کے کیا معنی۔ اس وقت تو مدعی صاحب کو ہوش آیا اور توبہ کی ؎

گفت توبہ کردم از جبر اے عیار ❊ اختیار ست افتیار ست اختیار

[وعظ ایضاً ص۱۲۶ سے]

(۱۹۰) **حکایت**: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو قرآن و حدیث سے تمدّن اور اخلاقی تعلیم کے استنباط کا بڑا ملکہ تھا ایک روز فرمایا کہ دیکھو حدیث سے ایک قاعدہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شر سے بھاگے اور یہ چاہے کہ میں

ہاتھ نہ آؤں تو بہت دور نہ جائے نزدیک ہی کہیں جاکر چھپ جائے اسلئے کہ ڈھونڈ۔ جب پڑتی ہے تو دور دور تو دیکھنے جاتے ہیں - اور پاس کوئی نہیں دیکھتا اور اس قاعدہ کو ہم نے حضور کے فعل سے سمجھا ہے کہ حضور جو مکہ معظمہ سے تشریف لے گئے ہیں تو تین میل پر جاکر غار ثور میں چھپے ہیں - حالانکہ تمام عالم دشمن اور اونٹنیاں ایسی تیز موجود کہ اگر دھاوا فرماتے تو کم از کم مدینہ طیبہ کی آدھی منزل پر تو قیام فرماتے لیکن حضور سے زیادہ کون دانش مند ہوگا - آپ تین میل پر جاکر چھپ گئے لوگوں نے دُور دُور ڈھونڈا - اور قریب کسی نے نہ ڈھونڈا - جب لاچار ہو گئے تو ایک قائف کو لائے اس زمانہ میں قیافہ شناس غضب کے تھے -

اس قائف نے غار ثور پر لاکر کھڑا کر دیا کہ اس سے آگے نہیں گئے - حضرت صدیق اکبرؓ اس موقع پر حضورؐ کے ساتھ تھے جن سے حضرات شیعہ بہت خفا ہیں - بلکہ اُن میں ایک فرقہ ایسا بھی ہے کہ جن حضرت کی خاطر سے یہ لوگ حضرت ابوبکرؓ سے خفا ہیں اور وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ہیں - یہ لوگ ان سے بھی ناراض ہیں حضرت ابوبکرؓ سے اس واسطے کہ انہوں نے اُن کا حق کیوں نہیں دیا - اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے اس واسطے کہ اُنہوں نے اپنا حق کیوں نہ وصول کیا -

ایک جاہل متعصب شیعی کی حکایت ظرافت آمیز یاد آگئی کہ نماز کے واسطے ... سُنیوں کی مسجد میں گیا وہاں لکھا دیکھا ؎

چراغ و مسجد و محراب و منبر ؛ ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ

دیکھ کر بہت خفا ہُوا کہ ہم تو تمہارے واسطے جان کھپاتے پھرتے ہیں اور تم کو جب دیکھتے ہیں اُن ہی کے ساتھ بیٹھا دیکھتے ہیں اور غصہ میں چھری لے کر چڑھ گیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اسم مبارک چھری سے چھیل دیا - گویا اپنے نزدیک ان کو وہاں سے علیحدہ کر دیا -

خدا بچائے جہل سے، ایسی محبت سے بھی خدا محفوظ رکھے اور ایسی علاوت سے بھی مامون رکھے ـــــ غرض ایسے وقت بھی حضرت صدیق اکبرؓ نے ساتھ نہیں چھوڑا تھا کوئی اُن سے پوچھے کہ اگر ابوبکرؓ دشمن تھے تو کیا ایسے وقت میں دشمن کو ساتھ رکھا کرتے ہیں۔

القصہ! جب وہ لوگ غار پر آئے اور حضرت صدیقؓ نے اُن کو دیکھا تو عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! اگر یہ لوگ آپکے قدموں کو دیکھیں تو ہم کو پالیں گے حضورؐ نے فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا ـــــ حضرات شیعہ میں ایک شخص اسکی تفسیر میں کہتے ہیں کہ مطلب اس کا یہ ہے کہ "شور و غل مت کرو"۔ اوّل تو حُزن کے معنی شور و غل کے نہیں دوسرے آگے ان اللہ معنا کے کیا معنی ہوں گے۔ یہ توجیہ تو جب صحیح ہو کہ جب اللہ تعالیٰ کو بھی (نعوذ باللہ) دشمن قرار دیں اور معنی یہ کہے جائیں کہ شور و غل مت کرو۔ اللہ میاں ہمارے ساتھ ہیں وہ سُن لیں گے سبحان اللہ کیا اچھا حق ادا کیا ہے رسول کا کہ اللہ تعالےٰ کو رسول کا بھی دشمن گردانا۔

الحاصل: ان لوگوں نے ادھر اُدھر تلاش کیا ادھر حق تعالیٰ کی یہ قدرت ظاہر ہوئی کہ اسی وقت غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا۔ اور کبوتر نے انڈے دیدیئے انہوں نے قائف سے کہا کہ تو احمق ہوا ہے اس غار میں تو کسی طرح جا نہیں سکتے اسلئے کہ اسکے منہ پر مکڑی کا جالا ہے اور کبوتر نے انڈے دے رکھے ہیں کبوتر وحشی جانور ہے۔ یہ انڈے بچے ویرانہ میں دیتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تو مجنون ہے قائف نے کہا کہ کچھ کہو۔ واللہ آگے نہیں بڑھے۔ حق تعالےٰ نے انکی عقلوں پر ایسا پردہ ڈال دیا کہ قائف کے اتنا سننے کے بعد بھی اتنا نہ ہوا کہ علیٰ سبیل الاحتمال ہی غار کے اندر دیکھ لیتے۔ اگرچہ احتمال بعید تھا۔ لیکن جو شخص کسی شے کو تلاش کیا کرتا ہے تو ایسی ایسی جگہ بھی دیکھتا ہے جس میں بالکل احتمال نہ ہو۔

جیسے کسی بنئے کی تھال کھو گئی تھی تو اس نے سب جگہ دیکھا۔ حتیٰ کہ گھڑے کے اندر بھی۔ کہ شاید اس میں نہ ہو۔ حالانکہ اس میں کسی درجہ میں بھی احتمال نہ تھا تو... احتیاطاً غار میں بھی دیکھ لیتے۔ لیکن عقل اور وہم اور خیال سب قوتیں حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں جس طرف چاہیں اُن کو پھیر دیں۔ دیکھ بھال کر چلے گئے۔

غرض اس قصہ سے یہ نکلا کہ اگر چھپنا ہو تو قریب جگہ چھپنا چاہیئے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام بھولے بھالے نہیں ہوتے۔ عقلِ کامل اُن کو عطا ہوتی ہے [وعظ التوکل ص۱۳۶ ج۲]

(۱۹۱) حکایت: چنانچہ ہمارے دوستوں میں ایک شخص تھے۔ بہت بھولے ..... تھے اور فطرۃً ایسے ہی تھے اُن سے کسی نے کہہ دیا کہ جب کنکوّا اُڑاؤ گے جب نجات ہوگی ورنہ نجات نہ ہوگی۔ بے چارے کنکوا اڑانے کے لئے تیار ہو گئے ایک اور بزرگ تھے اُن کو کسی نے کہہ دیا کہ ڈھول گلے میں ڈال کر بجاتے پھرو تو نجات ہوگی۔ چنانچہ مستعد ہو گئے۔

اور اُن کنکوے والے کی ایک اور حکایت ہے۔ کہ ایک عورت جا رہی تھی کسی ظریف نے کہا کہ میاں صاحب دیکھتے ہو اس کے سینہ پر دو اُبھری ہوئی کیا چیزیں ہیں اِس کے پھوڑے ہو رہے ہیں۔ جب تک تم ہاتھ نہ پھیرو گے اچھے نہ ہونگے اور اگر تم نے ہاتھ نہ پھیرا تو اچھے نہ ہوں گے۔ بہتر ہے کہ تم ہاتھ پھیر دو کسی کو تم سے نفع ہو تو کیا حرج ہے ورنہ قیامت میں پکڑ ہوگی کہ ایک شخص تمہارے سبب تندرست ہو جاتا۔ مگر تم نے کیا۔ بے چارے ہاتھ پھیرنے کو مستعد ہو گئے۔ دوسرے شخص نے اسی مشورہ دینے والے کو دھمکایا کہ میاں کیوں اُن کو پٹواتے ہو اور ایک اور حکایت ان کی یاد آئی اُن کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا کہ تمہاری بیوی عورت ہے یا مرد؟ کہنے لگے کہ پہن رہی ہے اس سے تو معلوم ہوتا ہے

کہ عورت ہے ــــــــ آج کل کے لوگ ایسے لوگوں کو بزرگ جانتے ہیں۔ اور جو عاقل ہیں اُن کو یہ سمجھتے ہیں کہ ایسے ہی ہیں۔ جیسے ہم ہیں۔

غرض! بھولے بھالے کی بزرگی کا انکار نہیں لیکن یہ حکایتیں اُن بزرگوں کی ہیں جن کے متعلق خلق اللہ کی ہدایت نہیں ہے اور جو وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاء ہیں وہ کامل العقل اور تام الفہم ہوتے ہیں۔ کسی کو مجال نہیں کہ اُن کو دھوکہ دے سکے ــــ

حضرت عمرؓ نے قیصر روم کے پاس قاصد بھیجا تھا۔ قیصر نے پوچھا کہ تمہارا خلیفہ کیسا ہے۔ اُس قاصد نے کیا مختصر اور جامع جواب دیا یہ کہا کہ ہمارے خلیفہ کی شان یہ ہے "لا یخدع ولا یُخدع" یعنی نہ کسی کو دھوکہ دیتا ہے اور نہ کسی کے دھوکے میں آتا ہے۔ "ہرقل" سنکر متحیر ہوگیا اور اپنے لوگوں سے کہا کہ اگر یہ صحیح ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کی تائید اس کے ساتھ ہے۔ اسلئے کہ دھوکہ نہ دینے سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دین اس کا کامل ہے اور دھوکہ نہ کھانا یہ علامت ہے عقل کے کامل ہونے کی پس جس شخص کے اندر یہ دونوں صفتیں ہوں اس پر ہم غالب نہیں آسکتے۔ اس کا ارادہ ایمان لانے کا تھا۔ لیکن قوم نے مخالفت کی اسلئے رہ گیا (وعظ ایضاً صفحہ ۱۳۹ ج ۱)

(۱۹۲) حکایت: ایک اور قصہ حضرت عمرؓ کا ہے کہ ایک مرتبہ اونٹ تقسیم فرما رہے تھے اور دو دو آدمیوں کو ایک ایک اونٹ دے رہے تھے۔ ایک اعرابی آیا اور اُس نے عرض کیا یا امیر المومنین "احملنی وسیما علی بعیر واحد" یعنی مجھ کو اور سیم کو ایک اونٹ دیدیجئے۔ سیم آدمی کا نام زیادہ ہوتا تھا اور مشک کو بھی کہتے ہیں مگر اس معنی میں مشہور نہیں تو بظاہر وہ دھوکہ سے چاہتا تھا کہ مجھ کو ایک اونٹ سالم مل جائے اور یہ سخت تھا غریب! لیکن حضرت عمرؓ فوراً سمجھ گئے اور فرمایا کہ میں تجھ کو دیتا ہوں سچ بتلاؤ۔ سیم سے مراد مشک ہے۔ اس نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین! مشک ہی مراد ہے فرمایا ہم

دھوکہ دینا چاہتے ہو۔ غرض! حضرت عمرؓ کبھی کسی کے دھوکہ میں نہیں آئے۔ [ایضاً ص۱۴۰ س۳]

(۱۹۳) حکایت: ایک صاحب تھے جو بڑے معزز مشہور ہیں اور اعلیٰ طبقہ میں ان کا شمار ہوتا ہے اُن کی نسبت سُنا ہے کہ ایک شخص نے ان کے سامنے کسی امر کے بارہ میں یہ کہا کہ خدا چاہے گا تو اس معاملہ میں کامیابی ہوگی کہنے لگے کہ اس میں خدا کے چاہنے کی کیا بات ہے ہم تدبیر کرتے ہیں۔ تدبیر سے یہ کام ہو جائے گا۔ عقل تو مسخ ہو ہی گئی تھی مگر بات بھی بِرٹ گئی باوجود صاحبِ زبان ہونے کے بات بھی کرتے ہیں تو۔ غلط بولنے والے انگریزوں کی طرح سے اور خیر بات کا تو کچھ نہیں مگر عقائدِ کفریہ سے تو بچنا چاہیئے لیکن ان کا اسلام کچھ ایسا مضبوط ہے کہ کفر و شرک کر لو۔ جب بھی نہیں جاتا۔ صاحبو! اسلام تو ایسے ناز اور دماغ کا ہے کہ اس سے ذرا اعراض کرو تو وہ ناراض ہو جاتا ہے (وعظ ایضاً ص۱۴۱ س۱۰)

(۱۹۴) حکایت: ایک شخص کی حکایت ہے کہ اس نے والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ کے معنیٰ بیان کیے تھے کہ اے نفس تیری یہی سجا (سزا) ہے (وعظ الظہور ص۱۳ س۲)

(۱۹۵) حکایت: جب مجنوں کے عشق کی بہت شہرت ہوئی تو خلیفۂ وقت کو خیال ہوا کہ لیلیٰ کو بُلا کر دیکھنا چاہیئے کہ کیسی ہے جس کی وجہ سے مجنوں مجنوں ہو گیا ہے بُلا کر دیکھا تو ایک سانولی سی عورت ہے خلیفہ تعجب سے کہتا ہے اس شعر میں مذکور ہے ؎

گفت لیلیٰ را خلیفہ کاں توئی ❊ کز تو مجنوں شد پریشاں دعوے
از دگر خوباں تو افزوں نیستی ❊ گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی
دیدۂ مجنوں اگر بودے ترا ❊ ہر دو عالم بے خطر بودے ترا

یعنے تو دوسرے خوب صورتوں سے کچھ زیادہ نہیں لیلیٰ نے کہا کہ تو چونکہ مجنوں نہیں ہے اسلئے تو خاموش رہ۔ اگر مجنوں کی آنکھ تجھ کو ہوتی تو دو جہاں تیرے نزدیک بے قدر ہو جاتے۔ (وعظ الظہور ص۱۷ س۱۸)

(۱۹۶) حکایت: امام ابوحنیفہؒ نے معقول کہیں نہیں پڑھی مگر حق تعالیٰ نے طبیعت ہی سلیم پیدا کی تھی ان حضرات کے طبائع ایسے سلیم تھے کہ عقلیات اُن کے سامنے دست بستہ کھڑی رہتی تھیں۔

جیسے کسی صَرفی نحوی کا قول مشہور ہے کہ کہا کرتا تھا کہ ہمارے حجرہ کا چوہا صَرفی نحوی ہے۔ حضرت شاہ سید احمد صاحب بریلویؒ جن کے ہمراہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ بھی تھے جب پشاور پہنچے ہیں تو وہاں کے علماء مولانا شہیدؒ کی شہرت سنکر امتحان کی غرض سے آئے مولانا اس وقت ایک حصّہ سا تہبند باندھے ہوئے گھوڑے کو کھرا کر رہے تھے اُن سے پوچھا کہ مولانا کہاں ہیں مولانا نے فرمایا کیا کام ہے انہوں نے کہا کہ تجھ کو اس سے کیا مطلب ہے مولانا کا پتہ بتلاؤ۔ مولانا نے فرمایا کہ تم بتلاؤ تو سہی کیا غرض ہے کہنے لگے کہ ہم کو کچھ پوچھنا ہے مولانا نے فرمایا کہ مجھ سے ہی پوچھ لو۔ ان کو معلوم ہو گیا کہ یہی ہیں۔ پھر جو کچھ جس فن میں پوچھا گھوڑے کو کھرا کرتے ہوئے حل کر دیا سب متعجب ہوئے کہ ہم باوجود اسکے کہ ہم کم علم ہیں ایسے قبا و عبا و عمامے باندھے ہوئے ہیں اور مولانا اتنے بڑے عالم اور اس حالت میں رہتے ہیں (مولانا نے فرمایا تعجب نہ کرو تم مجھ کو اپنے سب کے برابر سمجھتے ہو اگر میں تم سب کے برابر کپڑے پہنوں تو اتنے بار کا کیسے متحمل ہوں۔ جامع)

یہاں سے تو وہ عالم چلے گئے اور سمجھے کہ مولانا تو چونکہ عالم ہیں ان سے تو ہم جیت نہ سکے چلو سیّد صاحبؒ کو دق کرینگے وہ پڑھے لکھے نہیں ہیں کیونکہ سید صاحب کافیہ تک پڑھے ہوئے تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے یہاں پڑھنے کے لیے آئے تھے ایک روز مطالعہ دیکھ رہے تھے کتاب کے حروف نظر نہ آئے اور سب چیزیں تو نظر آویں لیکن کتاب کے حروف نظر آویں۔ شاہ صاحب نے اس پر مطلع ہو کر پڑھنا چھڑا دیا کہ تم پڑھنا چھوڑ دو تم اور کام کے لیے پیدا ہوئے ہو۔ چنانچہ پڑھنا لکھنا چھڑا کر ان کو ذکر و شغل کی تعلیم کی۔

الحاصل: یہ علماء سید صاحب کی خدمت میں آئے اُدھر کے علماء اکثر ایک فنی

ہوتے ہیں کوئی معقول میں یکتا ہے کوئی صِرف صَرف جانتا ہے کوئی نحوی ہے غرض جمع ہوکر آئے اور مختلف سوالات شروع کیئے ۔ اگر دینیات کے متعلق کوئی سوال کرتے تو سیّد صاحب داہنی طرف رخ کرکے جواب دیتے تھے اور جو غیر دینیات کا ہوتا تھا۔ معقول وغیرہ کا تو بائیں طرف رُخ کرکے جواب دیتے تھے اور جواب بھی کیسا۔ اہلِ علم کے طرز پر مریدین کو سخت حیرت ہوئی کہ سیّد صاحب کی زبان سے وہ الفاظ نکل رہے ہیں کہ کبھی عمر بھر بھی نہ سُنے تھے۔ جب وہ مجلس ختم ہوئی تو بعض لوگوں نے پوچھا فرمایا کہ جب یہ لوگ آئے تو مَیں نے حق تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ! مجھ کو رُسوا نہ کیجئے۔ حق تعالےٰ نے امام ابو حنیفہؒ اور شیخ بوعلیؒ کی رُوح کو حکم دیا کہ جواب میں اعانت کرو۔ چنانچہ امام صاحب کی رُوح میرے داہنی طرف تھی اور شیخؒ کی بائیں طرف جو وہ کہتے تھے میں کہہ دیتا تھا۔ [وعظ الظہور ص۲۳، ۲۴]

(۱۹۷) **مثال**: دیکھئے اگر کسی کو دس روپیہ ماہوار ملتے ہیں تو اُن پر شکر نہیں کرتا۔ اور اگر کہیں سے زائد مِل جائے تو اُس کو رحمت حق تعالےٰ کی جانتا ہے اس پر شکر کرتا ہے یہ صاف دلیل ہے اسکی کہ اُن دس روپیوں کو اپنے کو مستحق سمجھتا ہے (وعظ السلوک ص۱۳ س۱۳)

(۱۹۸) **حکایت**: ایک قوال یہ شعر گا رہا تھا ؎

بگزید مارِ عشقت جگر کباب کرد مارا

ایک گنوار کو وجد آگیا اس سے پوچھا کہ تو نے کیا سمجھا جو تجھ کو وجد آگیا۔ اسنے کہا کہ یوں کہتا ہے ڈگرے کا باپ مارا۔ ڈگرے کہتے ہیں ہندی میں نفس کو۔ ہم نے یہاں تک دیکھا کہ ہندوؤں کے یہاں اور رنڈیوں کے یہاں مروج مولد شریف ہوتا ہے کہ اس میں حظ نفس ہے ورنہ ہندوؤں کو اس سے کیا تعلق [وعظ السلوک ص۱۸ س۱۳]

(۱۹۹) **حکایت**: ایک شخص کا میرے پاس خط آیا تھا اس میں پوچھا تھا کہ کیا

حضور بھی اپنی والدہ شریفہ کے بطن سے اسی طرح پیدا ہوئے تھے۔ جیسے اور آدمی ہوتے ہیں کسی کا قول نقل کیا تھا کہ ران سے پیدا ہوئے ہیں اسلئے کہ حضور کی شان اس سے ارفع ہے کہ محل غیر طاہر سے پیدا ہوں اور پوچھا تھا کہ اسکی کیا دلیل ہے کہ طریق معہود سے پیدا ہوئے ہیں ـــــ میں کہتا ہوں کہ ان سائلوں کو ایسے امور کے پوچھنے میں شرم نہیں آتی۔ بہت بے حیائی اور بے ادبی اور گستاخی کی بات ہے۔ میرا جی تو نہ چاہتا تھا کہ اس خط کا جواب لکھوں لیکن طوعاً و کرہاً لکھا۔ تاکہ ان مخالفین کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ اہلِ حق کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ میں نے جواب لکھا کہ روایات میں حضور کی ولادت مبارک کے بارے میں یہ الفاظ آئے ہیں ولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ مقدمہ مسلمہ ہے کہ جب تک مجاز کے قرائن نہ ہوں تو الفاظ اپنے حقائق پر محمول ہوتے ہیں یعنی جب تک معنیٰ حقیقی بن سکیں مجاز کی طرف رجوع نہ کیا جائے گا۔ اور یہ بھی مسلم ہے کہ علامت حقیقت کی تبادر الی الفہم عند الخلو عن القرائن ہے پس ان سب مقدمات سے وُلِدَ میں ولادت سے طریق معہود ہی سے پیدا ہونا مراد لیا جائے گا۔

یہ دلیل ہے اسکی کہ حضور بھی اسی طریق سے دنیا میں تشریف لائے ہیں۔ اب لوگ اسکی کوشش کرتے ہیں کہ حضور کی ولادت شریفہ کو عجیب طریقہ سے ثابت کریں اور عادت معروفہ کے موافق پیدا ہونے کو قدح جانتے ہیں حالانکہ اقرب الی الحکمت آپکی شان کے اعتبار سے یہی ہے کہ جس طرح عادۃ اللہ جاری ہے آپ اسی طرح پیدا ہوں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ یہ امر مسلمہ ہے کہ آدمی کو زیادہ اُنس اس شے سے ہوتا ہے جس سے کچھ مناسبت ہو اور جس قدر مناسبت زیادہ ہوگی اُنس زیادہ ہوگا اور جس قدر مناسبت کم ہوگی اسی قدر اس سے توحش بڑھے گا۔

اسی واسطے آدمی کو اپنے ہم جنس کی طرف زیادہ میلان ہوتا ہے اور جانوروں کی طرف کم ہے اور جنوں سے اور بھی کم بلکہ توحش ہے (وعظ ایضاً ص ۱۹ س ۹)

(۲۰۰) **مثال**: دراصل ذات حکم میں تو کوئی دشواری نہیں۔ مگر ہم نے اپنی اغراض فاسدہ کی وجہ سے خود اپنی حالت ایسی بگاڑلی اور قوم نے متفق ہوکر شریعت کے خلاف عادتیں اختیار کرلیں کہ وہ رسم عام ہوگئی۔ اور ظاہر ہے کہ جب اس رسم عام کے خلاف کوئی حکم شرعی پر چلنا چاہے گا تو ضرور اسکو اس آسان اور بے ضرر حکم میں دشواری پیدا ہوگی۔ اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی طبیب کسی مریض کو دو پیسہ کا نسخہ لکھ دے مگر مریض چونکہ ایسے گاؤں میں رہتا ہے جہاں کے لوگوں کی نادانی کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ وہ لوگ اس قسم کی ضروری اور مفید چیزوں کی رغبت نہیں رکھتے وہ چیزیں وہاں نہیں آتیں اور نہیں مل سکتیں اس دو پیسہ کے نسخوں کو وہاں نہیں پی سکتا۔

اب فی نفسہ نسخہ گراں نہیں کمیاب نہیں مگر اس گاؤں والوں نے خود اپنا دستور بگاڑ رکھا ہے۔ اس واسطے وہاں نہیں مل سکتا ـــــ اس صورت میں ہر عاقل یہی کہے گا کہ علاج بالکل آسان ہے مگر یہ قصور اس جگہ کے رہنے والوں کا ہے کہ ایسی معمولی چیزیں بھی نہیں مل سکتیں۔ ایسا ہی ہمارا حال ہے کہ مجموعہ قوم نے مل کر ایسی حالت بگاڑ دی ہے کہ اب احکام شرعیہ کے بجالانے میں دشواری پیدا ہوگئی ہے۔

(سیرۃ الصوفی صـ ۴۲ بـ ۱۷)

(۲۰۱) **مثال**: درود شریف ضرور قبول ہوتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے خاص مقبول و محبوب ہیں آپ پر بے کسی کی درخواست کے بھی رحمت فرماتے ہیں ـــ سو جب کسی نے آپ پر رحمت کرنے کی درخواست کی تو یہ گویا اس شخص کی خیر خواہی ظاہر ہوئی جس سے یہ بھی مقبول ہوگیا۔

اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی شخص ہر عید پر اپنے لڑکے کو کچھ انعام دیا کرتا ہے تو وہ تو دے ہی گا۔ اگر کسی شخص نے اس کو انعام دینے کی نسبت کہہ بھی دیا تو وہ شخص اس کہنے کی وجہ سے اس کہنے والے پر بھی مہربان ہوجائے گا۔ اور یہ سمجھے گا

کہ اسکو ہمارے لڑکے سے محبت ہے اسلیئے درود شریف ضرور قبول ہوتا ہے اور طفیل میں یہ شخص بھی جب درود شریف قبول ہوگا تو اسکی ساتھ دعا بھی ضرور قبول ہو گی ـــــ اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے کہ کھانڈ کے چنے کے اندر چنا ہوتا ہے اور اوپر کھانڈ لپٹی ہوتی ہے۔ اس مٹھائی کے سبب وہ چنے بھی مٹھائی کے حساب میں بکتے ہیں کیونکہ اس پر کھانڈ لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔ اس واسطے وہ اسی حکم میں ہو گئے اسی طرح وہ دعا بھی گویا درود شریف کے حکم میں ہو گئی یا جیسے پتے مٹھائی کے ساتھ جاتے ہیں اور پھر انکو کوئی واپس نہیں کرتا۔ (وعظ ایضاً ص۴۸ س۱۱)

(۲۰۲) **مثال**: آئینہ کے دیکھنے والے تین قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جو ضرورت سے خریداری وغیرہ کے صرف آئینہ کو دیکھتے ہیں اسکی موٹائی چوڑائی شفافیت پر اُن کی نظر ہوتی ہے یہ مثال ہے محجوبین غافلین اہل صورت کی اور وہ کہ صرف اِس چیز کو دیکھتے ہیں جو کہ آئینہ میں منعکس ہوتی ہے اور آئینہ کو نہیں دیکھتے۔ یہ مثال ہے غیر کاملین مغلوب الحال لوگوں کی یہ غلبہ حال ہے مظہر کو نہیں دیکھتے صرف ظاہر کو دیکھتے ہیں اور ایک جو آئینہ اور صورت منعکس دونوں کو دیکھتے ہیں۔ اور دونوں کے حقوق کی رعایت کرتے ہیں اسکو جمع الجمع کہتے ہیں۔ یہ مثال ہے انبیاء علیہم السلام اور عارفین کاملین کی کہ حقوق حق کی رعایت کے ساتھ حقوق عباد کی رعایت بھی اُن کے نصب العین رہتی ہے یہ لوگ جامع ہیں ؎

ہر کفِ جام شریعت بر کفِ سندان عشق ؛ ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

[وعظ ایضاً ص۵۱ س۱ اخیر]

(۲۰۳) **حکایت**: ایک بزرگ گھوڑے پر سوار تھے وہ شوخی کر رہا تھا۔ فرمانے لگے ہم سے آج کوئی گناہ ہوگیا ہے اسکی وجہ سے ہماری نافرمانی کرتا ہے ؎

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ ؛ کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

ہر کہ ترسید از حق تقوے گزید ؛ ترسد از وے جن وانس و ہر کہ دید

[وعظ ایضاً صـ۷۲ سـ۱۷]

(۲۰۴) **مثال** : دیکھو اگر کوئی انجینئر کسی سرکاری عالی شان قیمتی عمارت کے گرانے کا حکم دیدے اور اُس عیب و نقصان کی تفصیل نہ بیان کرے تو وہ عمارت فی الفور گرادی جاتی ہے ذرا تامل نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ اُس کو ماہر و معتبر سمجھ کر اُسکی اس تجویز کو باوقعت سمجھا جاتا ہے اور بڑے سے بڑا فاضل دل میں یوں جان لیتا ہے کہ جس بات کو انجینئر کی عقل اور نظر معلوم کرسکتی ہے وہ میری سمجھ میں نہیں آسکتی۔

افسوس! علماء کو اتنا بھی نہیں سمجھا جاتا جتنا کہ انگریز ڈاکٹر اور انجینئر کو سمجھتے ہیں۔ احکام کا آسان اور دلائل کا مشکل ہونا ایسا ہے جیسا اقلیدس کا یہ دعوے سمجھنا تو چنداں دشوار نہیں کہ مثلث کے تین زاویے مل کر تین قائموں کے برابر ہوتے ہیں مگر اسکی دلیل ہر شخص کو آسان نہیں بجز اسکے جو اسکی مبادی جانتا ہو۔ بعض اس سے بڑھ کر شریعت میں ترمیم کی رائے دیتے ہیں اگر ایسے رائے دینے والوں کی باتیں مانی جائیں تو شریعت تو تمام مٹ کر رہ جائے اور سوائے کفر اور دہریت کے اسلام کا نام بھی باقی نہ رہے۔ [وعظ حقوق المعاشرت صـ۸۲ سـ۶]

(۲۰۵) **مثال** : کبھی حضور برنگ غیبت ہوتا ہے کبھی غیبت برنگ حضور ہوتا ہے کبھی قرب بصورت بعد ہوتا ہے کبھی بعد بصورت قرب ہوتا ہے اسکی مثال ہمارے معاملات دنیوی میں ایسی ہے کہ ایک شخص تو وہ ہے جو بادشاہ وقت سے دور رہے۔ مگر بادشاہ نے جس کو کسی عہدہ جلیل القدر اور خطابات اعزاز سے نواز رکھا ہے اور شب و روز شاہی الطاف و عنایات اس پر متوجہ ہیں تو گو یہ شخص صورۃً بادشاہ سے بعید ہے مگر فی الحقیقت قریب ہے۔ اور ایک شخص وہ ہے جو جرائم شاہی کا مرتکب ہے جس کی وجہ سے بادشاہ اسکے سخت ناراض ہے اور حکم ہے کہ جہاں اسکو

پاؤ گرفتار کرلو۔ چنانچہ حسب الحکم شاہی وہ بادشاہ کے روبرو حاضر کیا گیا۔ پس یہ شخص گو ظاہراً قریب ہے مگر واقع میں بعید اور مردود ہے [وعظ الاخلاص حصہ اوّل صـ ۹۹ سـ ۱۳]

(۲۰۶) **مثال**: جب تمام احکام فقہیہ کا احکام الٰہی ہونا معلوم ہو چکا۔ اب اس میں بھی چون وچرا کرنا اور اُس کی علت دریافت کرنا نہایت بے ادبی ہے ہاں طالب علم اگر مستفیدانہ علت سے سوال کرے تو کچھ حرج نہیں مثلاً طبیب نے مریض کو ایک نسخہ لکھ کر دیا اگر مریض دریافت کرنے لگے کہ جناب آپنے گل بنفشہ کا وزن ۵ ماشہ کیوں لکھا ہے طبیب غصہ ہوگا اور اُس کو کان پکڑ کر نکال دیگا۔ اور اگر کوئی طالب علم جو اس فن کو حاصل کرنے آیا ہے سوال کرے اسکے سوال کرنے سے خوش ہوگا اور بیان کریگا پس عوام الناس کا علل واسرار سے سوال کرنا ایک بے ہودہ حرکت ہے۔ اور اگر معاندانہ سوال کرے تو سخت بے ادبی ہے اور قریب بہ کفر ہے۔ [وعظ ایضاً صـ ۱۰۱ سـ ۹]

(۲۰۷) **مثال**: اصول شرعیہ چار ہیں۔ کتاب، سنت، اجماع وقیاس ان کا دلائل ہونا دلائل عقلیہ وسمعیہ سے جب طے ہو چکا ہے۔ پھر خاص قرآن یا حدیث سے دلیل مانگنا چہ معنیٰ۔ ہم جب دعویٰ کریں گے کہ یہ حکم شرعی ہے تو اسکے یہ معنی ہوں گے کہ ھذا الحکم ثابت اما بالقرآن او السنۃ او الاجماع او القیاس پھر ان ادلہ اربعۃ میں سے جس دلیل سے ہم ثابت کردیں گے حکم شرعی ہونا اس حکم کا ثابت ہو جائے گا۔ سائل کا یہ منصب نہیں کہ یہ کہے کہ صرف قرآن وحدیث سے ثابت کرو۔ اور ایسا سائل درپردہ مدعی اس امر کا ہے کہ قرآن وحدیث کے سوا اور کوئی دلیل حجت نہیں جیسے کوئی شخص ہزار روپے کا دعویٰ عدالت میں دائر کرے اور گواہ پیش کرے تو مدعا علیہ کو یہ منصب نہیں ہے کہ کہے کہ میں ان گواہوں کی گواہی تسلیم نہیں

کرتا جب تک فلاں فلاں گواہی نہ دیں گے میرے نزدیک حکم ثابت نہ ہوگا۔ عدالت سے سوال ہوگا کہ ان گواہوں میں تمہارے نزدیک کوئی جرح مدعا علیہ کی، کہ جرح کچھ نہیں معتبر ہیں مگر میں تو فلاں فلاں کی گواہی تسلیم کروں گا۔ اس کی یہ بکواس ہرگز معتبر نہ ہوگی۔ اور عدالت سے انہی گواہوں پر فیصلہ ہوگا تاوقتیکہ کوئی جرح ثابت نہ کیا جائے [وعظ ایضاً صـ۱۳ سـ۱۵]

(۲۰۸) **حکایت**: میں نے ایک روشن دماغ سے کہا کہ اگر کوئی کسی سے آکر کہے کہ ہم نے سُنا ہے کہ آپ کی اماجان بازار میں بیٹھا کرتی تھیں تو وہ سُنکر بگڑے گا یا نہیں اور اُس شخص کے بے اختیار دھول رسید کریگا یا نہیں کہ نالائق ہماری اہانت کرتا ہے۔ مجھ کو تو یہ اُمید نہیں کہ وہ نہایت نرمی سے دلائل سے اس کا جواب دیں تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ اس کو کیا کہیں گے آیا یہ غیرت وحمیت کہلائیگی یا تعصب اس کو جس طرح ماں کے لئے جوش آیا۔ اسی طرح جو دین کے شیدائی ہیں اور دین کی حرمت پر اپنی عزت وحرمت کو نثار کرچکے ہیں اُن کو دین کے لیے جوش ہوتا ہے ان کے سامنے جب کوئی بددین ایسا کلمہ کہتا ہے جس سے دین پر دھبہ آئے۔ خصوصاً جبکہ بدتہذیبی وتمسخر وطعن سے کہے تو ان کو غیظ وغضب آجاتا ہے اور اگر نہ آئے تو وہ دیندار نہیں ہے بے غیرت ہے۔ سو یہ تو اور بات ہوئی اس میں رحمت وشفقت کے خلاف کیا بات ہوئی یہ حضرات تو اس درجہ رحیم وکریم ہوتے ہیں کہ جس کا کوئی حد وحساب نہیں (ایضاً صـ۱۱۰ سـ۵)

(۲۰۹) **حکایت**: ایک نوجوان نے تو یہاں تک نوبت پہنچائی کہ نماز کے متعلق یہ رائے ظاہر کی کہ اسلام میں اگر نماز نہ ہوتی تو اسلام کو خوب ترقی ہوتی کیونکہ نماز سے اکثر لوگ گھبراتے ہیں نعوذ باللہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو رائے دیتے ہیں (قطع التمنی صـ۸ سـ۱۵)

(۲۱۰) **مثال**: ایسے لوگوں کی بالکل وہ مثال ہے کہ کسی بندر کے ہاتھ کہیں سے سونٹھ کی گٹھ آگئی تھی وہ پنساری بن بیٹھا ذخیرہ تو کل یہ ہے کہ قرآن شریف کا ترجمہ دیکھ لیا پس

اس پر جوش اجتہاد ہے [ایضاً صـ۱۱۱]

(۲۱۱) حکایت : علیٰ ہذا قربانی کے متعلق یہ رائے دیجاتی ہے کہ اس زمانہ میں چونکہ روپیہ پیسہ نہیں تھا اور مواشی ان لوگوں کے پاس بکثرت ہوتے تھے اسلئے صدقہ کا یہ طریقہ مقرر کیا گیا تھا کہ ذبح کرو اور تقسیم کرو اور اب چونکہ روپیہ بکثرت موجود ہے اور نقد سے صدقہ کر سکتے ہیں اسلئے اب وحشی طاعت کو چھوڑنا چاہیئے (نعوذ باللہ منہ)

ایک صاحب لندن سے بیٹھے ہوئے اپنے دست مبارک سے یہ رائے خط میں لکھ رہے ہیں ان حضرات سے کوئی پوچھے کہ آپکے پاس اسکی کوئی دلیل بھی ہے یا نہیں اگر نہیں ہے تو یاد رکھیں کہ ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً۔ آگے ترقی کر کے کہتا ہوں کہ اس رائے کے خلاف پر خود دلیل قائم ہے تو دیکھئے کہ قربانی میں طاعت مقصود اراقۂ دم ہے یا مساکین کو کھلانا۔ سو یہ امر ثابت ہے کہ اگر کوئی شخص ذبح کر کے سارا گوشت خود کھا جائے اور ایک بوٹی بھی کسی کو نہ دے تب بھی اُس کو پورا ثواب قربانی کا ملے گا۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ مقصود اراقۂ دم ہے نہ کہ کھلانا جیسا کہ اس ذی رائے نے دعوےٰ کیا۔ رہی یہ بات کہ اراقۂ دم کیوں مقصود ہوا۔ سو اس کی لِمّ کی اطلاع ہم کو ہونا ضروری نہیں نہ ہمارا دعوےٰ ہے کہ ہم جانتے ہیں پھر یہ ہے کہ اگر نفع ہی پہنچانا ہوتا تو زندہ بھی دیا جا سکتا تھا۔ تو جس زمانہ میں یہ حکم ہوا تھا اس وقت مسلم دینے کی کیوں اجازت نہ ہوئی۔ بلکہ مسلم کی قیمت تو زیادہ اُٹھتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ محض اراقۂ دم ہی مقصود ہے۔

غرض اسی طرح ہر چیز کے درمیان میں کم و بیشی تمنا کا استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ سود میں بھی اول تو یہی تمنا ہوئی کہ کاش سود حلال ہوتا مگر اب اس پر تو قدرت رہی نہیں۔ اسلئے دوسری تمنا یہ ہوئی کہ کاش علماء اس میں کچھ تاویل وغیرہ کر دیں چنانچہ جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو خود ہی اس میں اصلاح شروع کر دی۔

میں نے ایک مطبوعہ رسالہ میں خود دیکھا ہے کہ ایک صاحب نے فرمایا ہے کہ سود حلال ہے۔ اور یہ جو قرآن شریف میں ربوٰا کا حرام ہونا آیا ہے یہ لفظ رِبًا بضم الرا۔ ہے جو "ربودن" سے مشتق ہے یعنی غصب اور لوٹ یہ حرام ہے نہ کہ سود۔ اور مولویوں نے اپنی رائے سے اعراب لگا دیئے۔

خدا تعالےٰ جزائے خیر دے صحابہ کرام اور علماء سلف کو کہ انہوں نے رسم خط کو محفوظ و باقی رکھنے کو واجب فرمایا۔ پس یہ لفظ ربودن سے ہوتا تو رسم خط میں کیوں ہوتا یہ تو فارسی لفظ ہے اور فارسی میں رُبا اس معنی مصدری میں آتا ہی نہیں۔ تو دیکھئے کہاں تک ان لوگوں کی نوبت پہنچ گئی اور اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں کہ احکام فرعیہ بلکہ اصلیہ میں اول تغیر و تبدل کی تجویزیں ہوتی ہیں ـــــ چنانچہ ایک مرتبہ میں رُڑکی میں تھا۔ میں نے سُنا کہ آج یہاں چند عقلاء میں یہ فیصلہ ہُوا ہے کہ نکاح کی رسم کو اُٹھا دینا چاہیئے مثل دیگر متاع بازی کے یا مثل جانوروں کے جس سے جس کی موافقت ہو جائے اس میں اجتماع رہے پھر رضامندی نہ رہے جدا ہو کر دوسرے سے رضامند ہو جائے بلکہ ایک صاحب کا تو یہاں تک مضمون اخبار میں لکھا دیکھا ہے کہ خود اسلام کی بھی ضرورت نہیں اس اسلام و غیر اسلام کے اختلاف سے باہم جنگ و جدل ہوتا ہے اور یہ تجویز کیا کہ ساری دنیا مل کر ایک نئے مذہب کو اختیار کر لے جس کا نام مذہب توحید ہو باقی رسالت وغیرہ۔ سو جس کا جی چاہے مانے اور جس کا جی چاہے نہ مانے اور ماننے والے اور نہ ماننے والے متحد المذہب سمجھے جائیں۔

اَللّٰہُ اَکْبَر! کہاں تک یہ لوگ پہنچے ہیں اور اس قسم کی رائیں بوجہ خبث کے اس قابل بھی نہیں ہیں کہ اُن کو نقل کیا جائے اُن میں ایک قسم کی ظلمت ـــــ اسی واسطے میں اس میں طویل کلام کرنا نہیں چاہتا۔ مگر یہ بتلاتا ہوں کہ احکام شرعیہ میں یہ گڑ بڑ لوگوں نے مچا رکھی ہے گویا در پردہ شریعت کی بیخ کنی کے درپے ہیں۔ [وعظ ایضاً ص۱۲ سطر ۱۶]

(۲۱۲) **مثال**: تخریب بدن کا مطلب یہ ہے حفظ نفسانیہ کو چھوڑ دو۔ حرام کو بالکلیہ اور مباح کو انہماک کے درجہ میں۔ صاحبو! اس میں ہرگز شک نہ کرو آزمانے ہی کے لیے چند روز تک کر دیکھو ؎

سالہا تو سنگ بودی دل خراش ؛ آزموں را یک زمانے خاک باش

یہ ہے طریق استعمال کا۔ اب یہ بات رہی کہ اس معالجہ کو اس مرض کے ازالہ میں دخل کیا ہوا۔ اور یہ کیونکر مؤثر ہے۔ سو اوّل تو سوال ہی لغو ہے کیونکہ ممکن ہے اس میں بالخاصہ یہ اثر ہے جیسے مقناطیس میں جذب آہن کا اثر ہوتا ہے۔ دوسرے اگر یہ مؤثر بالکیفیۃ ہی ہو تو ہم نے جاننے کا کب دعویٰ کیا ہے۔ تیسرے اگر جانتے بھی ہوں تو کیوں بتلائیں کیونکہ مریض کو یہ سوال کرنے کا حق نہیں کہ گل بنفشہ کیوں مؤثر ہے اور اس کا کیا مزاج ہے۔ دیکھو! اگر کوئی بادشاہ کسی کو کچھ روپیہ عطا فرمائے اور وہ سوال کرے کہ یہ روپیہ مجھ کو کس طرح بنتا ہے تو اس کو گستاخ اور بے ادب سمجھا جائے گا لیکن ان سب باتوں کے باوجود بھی میں بتلائے دیتا ہوں۔

بات یہ ہے کہ نفس کو عبادت کا کرنا سخت دشوار معلوم ہوتا ہے اور تو یہ خصوص نفلیں پڑھ کر یہ ایک گراں عبادت ہے۔ پس جب کوئی شخص یہ التزام کرلیگا کہ جب گناہ ہو جایا کرے تو ہر دفعہ توبہ بھی کیا کرے اور اس کے لیے وضو کیا کرے اور نفلیں پڑھا کرے تو نفس اس سے سخت پریشان ہوگا اور بآسانی صلح اس پر کرلے گا کہ اب میں گناہ نہ کروں گا۔ اسکی بالکل ایسی حالت ہے کہ جیسے شریر لڑکا کہ کسی طرح نہ مانتا ہو لیکن جب اُسکے لیے میاں جی یہ تجویز کردیں کہ اسکے گلے میں اتنا بھاری پتھر ڈالو کہ اس سے اُٹھ ہی نہ سکے تو وہ فوراً سیدھا ہو جاتا ہے۔ نفس اور شیطان عبادت سے گھبراتے ہیں ——— دوسری مثال اسکی ایسی ہے جیسے بچے کے دودھ چھڑانے کے وقت اکثر چھاتیوں کو ایلوا لگا دیتے ہیں کہ جب وہ دودھ پینے کا ارادہ کرتا ہے فوراً ہی تلخی منہ میں

میں پہنچتی ہے پس وہ دودھ ہی چھوڑ دیتا ہے ـــــ اسی طرح چونکہ عبادت بھی نفس کو سخت بار اور ناگوار ہوتی ہے۔ اسلئے اسکی ناگواری کے اندیشہ سے وہ اپنی مرغوب چیز یعنی معصیت کو چھوڑ دیتا ہے [وعظ ایضاً ص۲۳ سطر ۱۱]

(۲۱۳) **مثال**: جب ان کاموں کا مدار تدبیر پر ہے تو پھر دعا کا ان میں کیا دخل اور اثر ہوا۔ سو اثر یہ ہوا کہ تدبیر میں برکت ہوگئی ـــ اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے زراعت کہ اگر کوئی تخم پاشی ہی نہ کرے اور دعا کرے کہ غلہ پیدا ہو جائے تو عادۃً ہرگز پیدا نہ ہوگا اور خرق عادت میں کلام نہیں۔ مگر وہ دائم نہیں تو وہاں اسکی ضرورت ہے کہ تخم پاشی کرو اسکے بعد دو حالتیں ہیں پیدا ہونا یا نہ پیدا ہونا جو متعلق ہے مشیت کے تو یہاں تعلق مشیت کے لیے دعا کی جائیگی کہ آپ اپنی مشیت سے غلہ پیدا کردیں۔ اور یہی حالت ہے اپنی اصلاح اعمال اور ترک معاصی کی۔ ہر مقام پر نری دعا کو کافی سمجھنا سخت غلطی ہے۔ آجکل بھی اصلاح چاہتے ہیں مگر تدبیر نہیں کرتے صرف دعا پر اکتفا کرتے ہیں۔

تو صاحبو! تدبیر کرو کامیابی ہوگی۔ ورنہ دوسری ایسی مثال ہے کہ اگر کوئی شخص کمر بند کھول کر کھڑا ہو جائے اور دعا کرے کہ کمر بند بندھ جائے تو ہرگز بھی نہ بندھے گا اب آپ نے سمجھ لیا کہ دعا کا کیا اثر ہے اور یہ بھی معلوم کرلیا کہ وہ بعض جگہ ناکافی ہے۔

[وعظ تیسیر الاصلاح ص۷ سطر ۱]

(۲۱۴) **حکایت**: ہمارے اُستاد مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے تھے کہ انبیٹھہ میں ایک دولت مند شخص کو بہت سخت مرض تھا۔ اور خلط سودا کا بہت زور ہوگیا تھا۔ مولانا کو بلایا گیا مولانا نے اسکے لیے افیمون تجویز فرمایا۔ ان لوگوں نے ارزاں دوا سمجھ کر ٹال دیا وہاں ایک نابینا حافظ جی رہتے تھے ان سے علاج پوچھا گیا۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ افیمون ہی بتلاتے ہیں انہوں نے لوگوں سے ذکر کیا لوگوں نے حضرت مولاناؒ سے ذکر کیا مولاناؒ خوش مزاج بہت تھے۔ حافظ جی سے پوچھا کہ خواب میں میں تو نہ تھا تو حافظ جی

کہتے ہیں کہ جی ہاں! آواز تو ایسی ہی تھی اور پھر اسکا استعمال کیا۔ یہ مثال اس پر یاد آگئی کہ یہ نسخہ چونکہ نہایت سہل تھا اسلئے اس کی قدر نہیں کی گئی۔ اسی طرح ہمارے مولاناؒ نے ایک شخص کو جامن کی گٹھلی بتلائی تھی وہ بھی بڑے آدمی تھے کچھ التفات نہ کیا اکثر سہل الحصول چیز کی وقعت کم ہوتی ہے [وعظ ایضاً صہ ۸ س ۳]

(۲۱۵) میں نے عمر بھر میں کل ایک مرتبہ لکھنؤ میں ایک سوداگر سے درخواست کرکے یہ... جواہرات دیکھے ہیں۔ غرض جواہرات جو سب سے نکمے ہیں وہ سب سے گراں ہیں اگرچہ چاہیئے تو یوں تھا کہ جتنی زیادہ ضرورت کی کوئی چیز ہوتی اتنی ہی گراں ہوتی لیکن چونکہ اس میں محنت دشواری ہوتی اسلئے رحمت خداوندی نے اسکے برعکس معاملہ کیا کہ ضرورت کی چیزوں کو تو ارزاں بنایا اور بے کار چیزوں کو گراں کردیا۔ بلکہ جو سب سے زیادہ ضرورت کی چیز ہے اس میں طلب کی بھی ضرورت نہیں۔

دیکھو! اگر سانس کو بھی کہ ایک ہوا ہے اور ہر وقت ضرورت پانی کی طرح بقصد لینا پڑتا تو ہر وقت کی مصیبت تھی بالخصوص سونے کے وقت تو مر ہی جایا کرتے کیونکہ اس وقت قصد ممکن نہیں تو خدا تعالیٰ کی رحمت دیکھئے کہ اسکو کیسا یسیر الحصول کردیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کی ارزانی اسکی بے وقعتی کی دلیل نہیں [وعظ ایضاً صہ ۹ س ۳]

(۲۱۶) **مثال**: دیکھو! اگر طبیب کوئی علاج بتلائے تو اول اس کو برتا جاتا ہے۔ پھر اس کی نسبت مفید یا غیر مفید ہونے کی رائے قائم کی جاتی ہے یہ نہیں کہ اس کو سنتے ہی ردی کردیا جائے (وعظ ایضاً صہ ۹ س ۱۶)

(۲۱۷) **مثال**: ہر عمل کے دو مرتبہ ہیں ایک تو یہ کہ اسکو تکلیف سے کیا جائے یا اتفاقاً صدور ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ اس کا ملکہ ہو جائے اول کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بچہ اتفاق سے ایک جیم نہایت اچھی لکھ دے تو یہ ملکہ نہیں بلکہ اتفاق ہے میرے ایک عزیز نے ایک مرتبہ بے ساختہ ایک شعر لکھ دیا تھا جو کہ نہایت ہی لاجواب تھا لیکن

ایک کے بعد پھر دوسرا باوجود تعب کے بھی نہ لکھ سکے وہ شعر یہ تھا ؎

نظر جب سے آئی نہیں تیری صورت ÷ عجب قابلِ دید ہے میری صورت

تو یہ شعر تو اتنا عجیب ہے کہ لاثانی ہے مگر چونکہ اُن کو فن میں علماً و عملاً ملکہ نہ تھا اسلئے خود اسکی بھی خبر نہ تھی کہ یہ شعر ممتنع النظیر ہے چنانچہ جب دوسرے شعر سے عاجز ہوکر تنگ ہوگئے تو اپنے استاد سے جاکر عرض کیا انہوں نے کہا کہ ظالم اس میں تیری میری قافیہ ہے تو یہ قافیہ کہاں سے لائے گا۔ علیٰ ہٰذا میرے ایک دوست نے اپنے ایک وعظ میں لکھنؤ کے ایک سقہ کا ایک مصرعہ سنایا تھا۔ اسکے سامنے کسی نے بارش کے وقت ایک مصرعہ پڑھا تھا ع "اگر یونہی پانی برستا رہے گا" تو اس سقہ نے فوراً دوسرا مصرعہ کہا ع

تو کاہے کو گلیوں میں رستہ رہیگا

تو یہ سب اتفاقیات ہیں یا اسی طرح کوئی تکلف کرکے کہہ دے تو وہ ہر دفعہ نہ کہہ سکے گا ـــــ اسی طرح اعمال حسنہ کبھی تو تکلف سے ادا ہوتے ہیں جیسے بعض کو نماز کی عادت نہیں ہوتی۔ مگر مارے باندھے پڑھتے ہیں۔

مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ مرحوم ایک مرتبہ تہجد کے وقت مسجد میں تشریف لائے سب پڑے سوتے تھے آپنے اُن کو ڈانٹا کہ کم بخت پڑے سوتے ہیں اور تہجد نہیں پڑھتے تو سب کے سب خوف سے اُٹھ کر بے وضو ہی پڑھنے لگے لیکن چونکہ عادت نہ تھی بس ایک ہی دن میں ختم بھی کردی ـــــ یا جیسے ساڈھورہ کے ایک پیرزادہ کا واقعہ ہے کہ اُن کو ایک مولوی صاحب نے زبردستی نماز میں کھڑا کیا نیت بندھوائی تو اُن پیرزادے نے نیت میں یہ بھی کہا کہ نماز ظہر کی منہ طرف قبلہ کے، ظلم اس مولوی صاحب کا۔ واقعی بعض لوگ تو ظلم ہی سے نماز پڑھتے ہیں۔

چنانچہ مسلمانوں کے بعض کالج ایسے بھی ہیں کہ وہاں کے اکثر طالب علم ظلماً ظلمی نماز پڑھتے ہیں تو یہ عمل تکلف سے تھا اور ایک عمل ہوتا ہے ملکہ کے بعد جس سے قلب

میں خود تقاضا نیکی کا پیدا ہوتا ہے علیٰ ہذا گناہ سے بچنا بھی۔ کہ اس میں کبھی تو ملکہ کا درجہ ہوتا ہے اور کبھی محض تکلف سے اجتناب ہوتا ہے تو صدور بھی دو طرح کا ہوا۔ اور اجتناب بھی دو طرح ہوا (وعظ ایضاً صـ۱۳ سـ۳)

(۲۱۸) **مثال:**

ضمیرہ قلندر سزاوار بین نمائی ؎ کہ دراز دور دیدم رہ و رسم پارسائی

یعنی وہ محبت و عشق کا رستہ دکھادے جس سے عمل پر رسائی ہو اور یہ تکلف کی پارسائی کا رستہ تو بہت دور دراز ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ

ایک گاڑی کو تو مزدور لے جائیں جب چھوڑ دیں گے کھڑی ہو جائے گی اور ایک گاڑی کو انجن لے جائے جس میں اسٹیم بھری ہو۔ پس یہی فرق ہے تکلف اور ملکہ میں۔

(وعظ ایضاً صـ۱۴ سـ۹)

(۲۱۹) **حکایت:** ایک بھولے سیدھے نواب صاحب کی حکایت سُنی ہے کہ ان کی بیوی مرگئی تھی۔ کلکٹر تعزیت کے لیے آئے اور کہنے لگے کہ ہم کو افسوس ہوا کہ آپ کی بیوی مرگئی اس پر نواب صاحب فرماتے ہیں کہ جناب وہ بیوی نہ تھا وہ ہمارا ماں تھا۔

(وعظ ایضاً صـ۱۶ سـ۱۳)

(۲۲۰) **حکایت:** حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کا ایک مُرید تھا اس کو یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک روز جو سویا تو اسکو احتلام ہوگیا فوراً اُٹھ کر غسل کیا اور سویا تو پھر احتلام ہوا۔ غرض! ایک شب میں ستر بار احتلام ہوا۔ اور ہر بار میں ایک نئی اجنبیہ عورت کو دیکھتا تھا اسکو خیال ہوا کہ شیطان کے اس قدر تسلط ہے معلوم ہوتا ہے کہ شاید میں مردود ہوگیا حضرت سیدنا عبدالقادرؒ جیلانی کی خدمت میں نہایت مغموم حاضر ہوا۔ آپ نے تبسم فرما کر ارشاد فرمایا کہ خدا کا شکر کرو۔ مجھ کو یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ تمہاری قسمت میں ستر اجنبیہ عورتوں سے زنا کرنا لکھا ہے۔ میں نے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا کی کہ اس کو اس سے بچائے خدا تعالیٰ

نے میری دعا کو قبول فرمایا اور اس کو بیداری سے خواب میں منتقل فرمایا کہ تقدیر بھی پوری ہوگئی اور تم گناہ سے بھی محفوظ رہے ـــــ اور یہاں تقدیر کے اس طرح بدلنے کے متعلق ایک مسئلہ بھی ہے مگر مجلس عام میں اس کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں کہ شاید سمجھ میں نہ آئے[ع] کہ دیکھئے یہ حالت رحمت تھی جو حضرت پر منکشف ہوگئی اور اس کے نزدیک عذاب تھا ـ

(وعظ ایضاً صـ۲۲ سـ۹)

(۲۲۱) **حکایت:** بزرچمہر سے کسی بڑھیا نے کچھ پوچھا اس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں بڑھیا نے کہا کہ ہائیں تم بادشاہ کی اتنی تنخواہ کھاتے ہو اور یہ بات تم کو معلوم نہیں ۔ بزرچمہر نے جواب دیا تنخواہ تو مجھے معلومات کی ملتی ہے اگر مجہولات کی ملنے لگے تو بادشاہ کا سارا خزانہ بھی کافی نہ ہو (وعظ آداب المساجد حصہ اول صـ۱۱ سطر اخیر)

(۲۲۲) مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی علیہ الرحمۃ کا لوگ ذکر کرتے ہیں کہ فرماتے تھے کہ اگر صاحب نسبت عمل کرے تو نسبت سلب ہوجاتی ہے اس کی یہی وجہ ہے کہ عامل کو خدا پر توکل نہیں رہتا اور عُجب پیدا ہوجاتا ہے یہ منافی ہے نسبت مع اللہ کے ۔

(وعظ ایضاً صـ۲۳ سـ۲۰)

(۲۲۳) **حکایت:** بعض دفعہ دعا اس وجہ سے قبول نہیں ہوتی کہ درحقیقت وہ دعا اس کے لیے بہتر نہیں ہوتی اور خلاف حکمت ہوتی ہے اس لیے ترحماً قبول نہیں فرماتے اس کی ایسی مثال لیجئے جیسے بچہ انگارے کو اچھا سمجھ کر منہ میں ڈالنے لگے تو شفیق ماں باپ اس کو منع کرتے اور ہاتھ سے چھین لیتے ہیں ؎

آنکس کہ تو نگرت نمے گرداند ٭ آں مصلحت تواز بہتر داند

چنانچہ حکایت ہے کہ کسی حضرت موسےٰ علیہ السلام سے یہ دعا کرائی تھی کہ کل کی بات

ع مختصر اُحاصل اس کا یہ ہے کہ بعض اتفاقات کی بعض قیود لوح محفوظ میں نہیں ہوتیں علم الٰہی میں ہوتی ہیں ۱۲

معلوم ہو جایا کرے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اسکو نصیحت کی۔ کہ اس کو جانے دے اس نے نصیحت نہ مانی اور اصرار کیا کہ تو انہوں نے دعا کر دی اور قبول ہو گئی اس کو معلوم ہوا کہ کل کو میرا گھوڑا مر جائے گا۔ اس نے فوراً بازار میں جا کر بیچ ڈالا اور خوش ہوا۔ پھر معلوم ہوا کہ کل کو میرا غلام مر جائے گا اور بہت خوش ہوا۔ پھر معلوم ہوا کہ کل کو میں مر جاؤں گا بہت پریشان ہوا اور موسیٰ علیہ السلام سے جا کر عرض کیا کہ کیا کروں وحی آئی کہ اس کو کہہ دو تجھ کو اس کشف راز سے منع کیا گیا تھا تو نے نہ مانا۔ آخر تو نے دیکھا کہ اصل یہ ہے کہ تیرے گھر پر ایک بلا آنے والی تھی ہم نے چاہا کہ جانور پر پڑ جائے تو نے اس کو جدا کر دیا ہم نے چاہا کہ غلام پر پڑ جائے تو نے اس کو بھی جدا کر دیا۔ اب تو ہی رہ گیا کہ اگر تجھ کو پہلے سے آئندہ کی خبر نہ ہوا کرتی تو گھوڑا اور غلام کیوں بیچا جاتا اور تو معرض ہلاکت میں کیوں پڑتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اپنی بعض مصلحت انسان نہیں سمجھتا تو اس معلوم ہونے پر اس کو بہت پریشانی اٹھانی پڑی تھی یہاں سے ذاکرین شاغلین کے واسطے بھی نصیحت نکلتی ہے کہ جو حالت غیر اختیاری اللہ تعالیٰ فرمائیں اسی کو اپنے لیے غنیمت جانے اور اپنی خواہش سے کسی پسندیدہ حالت کی تمنا نہ کرے ؎

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش ؛ کہ ہر چہ ساقی ما ریخت عین الطافست

[وعظ محصنات الدعا ص ۳۸ ج ۱۹]

(۲۲۴) مثال ؛ برکت کی مثال چٹنی اور مربے کی سی ہے جو کہ جزو بدن ہوتی ہے مربے اور چٹنی معین ہضم طعام ضرور ہیں لیکن غذا بھی ہونی چاہیئے اور اگر غذا نہ ہو صرف مربے اور چٹنی مہمان کے سامنے رکھ دیں اور روٹی وغیرہ کچھ نہ ہو تو کیا اس سے کام چل سکتا ہے۔ پس اسی طرح انتساب الی الانبیاء والاولیاء باعث برکت فی الاعمال ہے نہ کہ نجات کے لیے انتساب ہی کافی ہو اسی لیے حضور نے اپنی خاص بیٹی کو خطاب کر کے فرمایا....

یا فاطمۃ رضی انقذی نفسک من النار فانی لا اغنی عنک من اللہ شیئا ط

یعنی اے فاطمہؓ! اپنا نفس آگ سے بچاؤ۔ میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا۔ یعنی اگر تمہارے پاس اعمال کا ذخیرہ نہ ہوگا تو میں کچھ کام نہ آؤں گا اور اس کی نفی نہیں کہ اعمال کے ہوتے بھی میں باعث ترقی درجات نہ ہونگا یا شفاعت نہ کرونگا۔ بزرگوں کے تعلق نسبتی کا باعث ترقی درجات ہونا خود منصوص ہے (اخلاص وعظ ہشتم حصہ دوم ص۱۱۸ س۲)

(۲۲۵) **مثال:** بعض اوقات نیت اچھی نہیں ہوتی مگر فرض نیت تصنیف کرتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ریاکار نہ ہو مگر یہ نیت ایسی ہے کہ ایک مسافر کا اسباب بندھا رکھا ہے ٹکٹ اسٹیشن سے لانے کو آدمی بھیج رکھا ہے اور کوئی صاحب اس سے کہیں کہ تم امام بن کر پوری نماز پڑھا دو اور اس کے لیے قیام کی نیت کر لو۔ (وعظ ایضاً ص۱۲۳ س۱۸)

(۲۲۶) اتقوا اللہ حق تقٰتہٖ تو منتہائی سلوک ہے یعنی مقصود سلوک کا یہ ہے کہ حق تقویٰ حاصل ہو اور اتقوا اللہ ما استطعتم میں ابتداء سلوک کو بیان فرمایا ہے کہ اس میں شیئاً فشیئاً کوشش کی جاتی ہے۔

ان دونوں امروں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی امر کرے کہ چھت پر چڑھو اور وہ گھبرا جاوے کہ میں کیسے جاؤں تو اس کو کہا جائے گا کہ زینے پر کو بقدر استطاعت ایک ایک درجہ طے کر کے پہنچ جاؤ۔

دوسری مثال یہ ہے کہ کوئی علاج کر کے اپنا بخار دور کرو اور وہ گھبرا جائے کہ کیا کوئی دوا ایسی ہے کہ آج ہی بخار جاتا رہے تو اسکو کہا جائے گا کہ تھوڑی تھوڑی دوا پیا کرو بخار جاتا رہے گا۔ اسی طرح مطلب حق تعالیٰ کا یہ ہے کہ بقدر استطاعت تقویٰ کرتے رہو یہاں تک کہ حق تقوے حاصل ہو جائے (وعظ ایضاً ص۱۲۴ س۸)

(۲۲۷) **حکایت:**

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید ؎ کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

اس شعر کے یہ معنی نہیں ہیں کہ شیخ کے حکم سے شراب اس قدر پیو کہ سجادہ بھی آلودہ ہو جائے

اسلئے کہ ہر جگہ ترجمہ حقیقی نہیں مراد ہوا کرتا جیسا کہ کسی کی حکایت ہے کہ ایک مقام پر دو شخصوں کی آپس میں لڑائی ہو رہی تھی اور آپس میں مار پٹائی کی نوبت آگئی ان میں سے ایک کا کوئی دوست وہاں آنکلا۔ اس نے آکر اپنے دوست کے دونوں ہاتھ زور سے پکڑ لئے اب وہ کچھ نہ کر سکا مقابل نے اس کو خوب فراغت سے مارا کوٹا۔ لوگوں نے پوچھا میاں تم نے یہ کیا حرکت کی تو وہ کہتا ہے کہ میں نے شیخ سعدیؒ علیہ الرحمۃ کے قول پر عمل کیا ہے ؎

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست ❊ در پریشان حالی و درماندگی

اس سے زیادہ پریشانی کی حالت کیا ہوگی۔ اس لئے میں نے اس حالت میں اسکے ہاتھ پکڑ لئے تو اس جاہل نے گیرد دست دوست کے حقیقی معنی لیے۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ یہاں حقیقی مراد نہیں۔ بلکہ دست گرفتن سے اعانت کردن مراد ہے آج کل چونکہ اصطلاحات سے واقفیت نہیں ہے۔ اسلئے حافظ صاحبؒ کے اشعار کو اکثر لوگ غلط سمجھتے ہیں اور مئے اور لونڈی وغیرہ سے حقیقی معنی مراد لیتے ہیں۔ حالانکہ اس شعر کے اندر بھی اگر غور کیا جائے تو خود اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحب خلاف شرع امر کا حکم نہیں فرماتے اسلئے کہ آگے فرماتے ہیں کہ ؏

سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

جب کہ وہ سالک طریق ہے تو خلاف شریعت کے کیسے بتلائیگا۔ خلاصہ مطلب شعر کا یہ ہے کہ تربیت کے دو طریق ہیں ایک جذب دوسرا سلوک۔ جذب یہ ہے کہ کہ طالب پر ذکر و فکر کے ذریعے سے غلبہ محبت کا کیا جائے اور اعمال زائدہ میں کم لگایا جاوے اور اس طریق محبت کے ذریعے اس کو مقصود تک پہنچایا جائے۔ دوسرا طریق سلوک وہ ہے کہ تلاوت قرآن اور نوافل وغیرہ میں زیادہ مشغول کیا جائے۔

پس مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص طریق سلوک کو اپنی استعداد کے مناسب سمجھ کر پسند کرے اور شیخ اسکے لیے طریق جذب کو پسند کرے تو اس کو خطاب کر رہے ہیں

نے سجادہ الذمے سے مراد عشق و محبت ہے یعنی اے طالب! تو اپنی رائے کو دخل مت دے بلکہ شیخ نے جو تیرے لیے طریق محبت کو تجویز کیا ہے اسی کو اختیار کر۔ دوسری جگہ حافظ صاحبؒ فرماتے ہیں ؎

فکر خود و رائے خود در عالم رندی نیست ؛ کفر است دریں مذہب خود بینی و خود رائی

پس اتباع شیخ کے ساتھ اعتماد بھی ہونا ضروری ہے اس زمانہ میں اعتقاد بہت کم رہ گیا ہے۔ شیخ کی بعض سرسری تجویز پر یہ سمجھتے ہیں کہ شیخ کو ہمارے حال پر توجہ نہیں ہے یا ہماری طفل تسلی کر دیتے ہیں۔

سو خوب سمجھ لو کہ جس مریض کو طبیب پر اور طبیب کے نسخہ پر بھروسہ نہ ہو اُس کو کبھی شفا نہ ہوگی۔ طبیب پر بھروسہ ہونا چاہیئے اور شفا میں تاخیر ہونے سے گھبرانے نہیں انشاءاللہ ضرور شفا ہوگی۔ (وعظ ایضاً صـ۱۳۰ سـ۱۳)

(۲۲۸) **حکایت**: عورتوں میں یہ مرض زیادہ ہے کہ اگر کوئی عورت ذرا نماز اور تلاوت کی پابند ہو جاتی ہے تو اپنے کو رابعہ سمجھنے لگتی ہے اور ہر ایک کو حقیر سمجھتی ہے اور وجہ اس کی یہی ہے کہ ان کی کسی تربیت نہیں کی۔ کتابیں پڑھ پڑھ کر دیندار ہو جاتی ہیں۔

پس ان کی ایسی مثال ہے جیسے کتب طب دیکھ کر ادویہ کھانے لگے اور بتانے لگے بجائے نفع کے خوف ضرر غالب ہوگا ـــــ جب تک طبیب کی رائے سے دوا نہ کھائے کچھ نفع نہ ہوگا ـــ اسی طرح چونکہ عورتوں کے اخلاق کی تربیت نہیں ہوتی اور کسی مربی سے رجوع نہیں کرتیں اور جو کچھ سمجھ میں آتا ہے کر لیتی ہیں اسلئے اپنے کو باکمال سمجھنے لگتی ہیں۔ ایک لڑکی کا کسی شخص سے نکاح ہوا وہ لڑکی نماز روزہ کی پابند تھی اور شوہر اس قدر پابند نہ تھا اور آوارہ سا تھا تو وہ لڑکی کہتی ہے کہ افسوس میں ایسی پرہیزگار اور ایسے شخص کے جال میں پھنس گئی میری قسمت ڈوب گئی۔ حالانکہ بے وقوف یہ نہیں سمجھی کہ اگر ہم نے نماز پڑھی اور روزہ رکھا، تلاوت کی تو اپنا کام کیا دوسرے پر کیا

احسان کیا کوئی دوا پی کر فخر کرتا ہے کہ میں بڑا بزرگ ہوں دوا پیا کرتا ہوں۔ اسی طرح یہ سب طاعات اپنا ہی نفع ہے اور اس کی اپنا ہی حق ادا کر رہا ہے [اصلاح النساء صفحہ ۳۶ سطر ۸]

(۲۲۹) **مثال**: اس آیت میں توحید کو بیان فرماتے ہیں اور اس کی توضیح کے لئے ایک مثال دیتے ہیں کہ تم خدا کی مملوک کو خدا کے برابر کیسے قرار دیتے ہو۔ حالانکہ تمہارا ایک غلام ہو تو کیا تم ان کو اپنے برابر سمجھ لوگے یعنی حظوظ اور انتفاعات کے حاصل کرنے میں تم اُن کو اپنے برابر نہیں سمجھتے (وعظ احسان اللہ بیر دعوات جلد ۵ صفحہ ۳ سطر ۲)

(۲۳۰) **مثال**: اگر کوئی صاحب مطبع گورنمنٹ کے قانون کو طبع کرے اور اغیر میں ایک دفعہ کا اضافہ کر دے اور وہ ملک و سلطنت کے لیے بھی بے حد مفید ہو تب بھی اس کو جرم سمجھا جائے گا اور یہ شخص مستوجب سزا ہوگا پس جب قانون دنیا میں ایک دفعہ کا اضافہ جرم ہے تو قانون شریعت میں ایک دفعہ کا اضافہ جس کو اصطلاح شریعت میں بدعت کہتے ہیں کیونکہ جرم نہ ہوگا۔ (وعظ ایضاً صفحہ ۱۲ سطر ۱۲)

(۲۳۱) ہمارے تھانہ بھون کا واقعہ ہے کہ یہاں ایک فقیر رہتا تھا بالکل جاہل اور محلہ کے اکثر لوگ اُس کے معتقد تھے حتیٰ کہ ہمارے نانا صاحب بھی چونکہ صلحاء فقراء سے اُن کو خاص تعلق تھا وہ بھی معتقد تھے محلہ بھر میں صرف ایک شخص ایسا تھا کہ وہ اس فقیر کا معتقد نہ تھا اور یہی کہتا تھا کہ جاہل آدمی کی کیا فقیری۔ اس حرکت پر تمام اہل محلہ اُن کو ملامت کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ اس شخص کو یہ شرارت سوجھی کہ اخیر شب میں تہجد کے وقت کسی ذریعہ سے اُس فقیر کے مکان کی چھت پر جا بیٹھا۔ اور جب وہ تہجد کی نماز پڑھنے کے لیے گیا تو نہایت دھیمی اور سُریلی آواز میں اُس کا نام لے کر پکارا اُس نے اپنا نام سُنکر پوچھا کہ کون پکارتا ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں ہوں اخی جبرئیل۔ جبرئیل کا نام سُنکر وہ نہایت غور سے متوجہ ہوا۔

[الحائک[1] اذا صلی یومین انتظر الوحی] اور کہا کہ کیا ارشاد ہے اُس نے جواب دیا کہ مجھے خدا تعالےٰ نے بھیجا ہے تجھے سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ اب تو بوڑھا ہوگیا۔ ہم کو تیری کبڑی کمر دیکھ کر شرم آتی ہے اب ہم نے تجھے نماز کو معاف کر دیا۔

یہ کہہ کر آپ وہاں سے چلے آئے۔ اُس فقیر نے جو اخی جبرئیل کی زبان سے پروانۂ معافی سُنا پھر کیا تھا وضو کا لوٹا رکھ اور سو گئے اب تہجد بھی غائب، صبح بھی ظہر بھی معتقدین نے جو دیکھا کہ بڑے میاں کئی وقت سے مسجد میں نہیں آئے تو بعضوں کو فکر ہوئی اِدھر اُدھر تذکرہ شروع ہوا۔ آخر پہنچے تو دیکھا کہ اندر سے بہتیری آوازیں دیں تو جواب ندارد۔

آخر بڑی مشکل سے دروازہ کھولا بڑے میاں سے نماز میں نہ آنے کا سبب پوچھا تو اوّل تو مارے نخوت کے آپ نے کچھ جواب ہی نہیں دیا۔ لیکن جب لوگوں نے بہت اصرار کیا تو آپ نے کہا کہ میرے پاس اخی جبرئیل آئے تھے وہ فرما گئے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے تجھے نماز معاف کر دی یہ سُنکر وہ شخص جو غیر معتقد تھا اور جس یہ حرکت کی تھی بہت ہنسا لوگوں کو اُس کے ہنسنے سے شبہ ہُوا کہ اسی نے یہ حرکت کی ہے پوچھا گیا تو اُس نے کہا کہ دیکھ لیجئے آپ ان کو فقیر اور بزرگ بتلاتے ہیں۔ حقیقت میں جاہل کی فقیری کیا اور جب وہ فقیر نہیں ہوسکتا تو پیر اور مقتدا تو بدرجۂ اولیٰ نہیں ہوسکتا (وعظ احسان التدبیر دعوات جلد ۵ صـ ۱۴ سطر اخیر)

(۲۳۲) **مثل**: ایک مثل قریب المعنی مشہور ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ "حلوا خوردن را روئے باید" اور یہ بھی کہتے ہیں کہ "یہ منہ اور مسور کی دال"۔ اس دوسری مثل کی اصل ایک دوست نے عجیب بتلائی کہ "یہ منہ اور منصور کی دار"۔ یعنی منصور کے منہ سے جو اناالحق نکلا جس سے وہ دار پر چڑھائے گئے ہر منہ اس کلمہ کے لائق نہیں (وعظ ایضاً صـ ۱۸ سطر ۱۰)

---

[1] اشارۃ الی انہ کان حائکا ۱۲

(۲۲۳) **مثال:** صاحبو! اگر کوئی شخص ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھنے لگے تو اس کو یوں منع کیا جاتا ہے آخر پانچویں رکعت بھی تو نماز ہی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی طبیب پانچ ماشہ گل بنفشہ تجویز کرے تو دس ماشہ استعمال کرنے سے کیوں روکتے ہو۔ زائد پانچ ماشہ بھی تو گل بنفشہ ہی ہے اس کے بھی تو وہ ہی خواص ہیں صرف اسی لیے منع کیا جاتا ہے کہ یہ تحدید طبی سے زائد ہے اور تحدید سے آگے بڑھنا ممنوع ہے پس تحدیدات شریعت کی آپ کے نزدیک اتنی وقعت نہیں ہے پانچویں رکعت پڑھنے والا اسلئے بدعتی ہے کہ وہ حد مقررہ سے آگے بڑھ گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ ہر نیک کام کرنے کی علی الاطلاق اجازت نہیں ہے بلکہ اس شرط سے اجازت ہے کہ حدود کے اندر ہو اور اگر تم کو حدود کی اطلاع نہیں ہے تو تم کو اس کہنے کا کیا مجاز ہے کہ یہ نیک کام ہے اور یہ بد ہے یہ حق علماء کا ہے یا انبیاء علیہم السلام کا تھا کہ کم علم یا بے علم لوگ علماء کے سامنے مسائل شریعت میں ایسے ہی ہیں۔ جیسے کسی وکیل کے سامنے ایک دیہاتی آدمی۔ جس طرح ایک دیہاتی کسی وکیل کے سامنے یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس طرح کر لینے میں کیا حرج ہے۔ اسی طرح آپ کو بھی یہ حق نہیں اور جس طرح وہ ہر کام میں وکیل سے مشورہ کرنے کا محتاج ہے اسی طرح آپ بھی ہر مذہبی کام میں مشورہ علماء سے کرنے کے محتاج ہیں پس سے طریقہ اس کا یہ ہے کہ جو کام کرو اول علماء سے مسئلہ پوچھ لو۔ اور اگر کوئی عالم شفیق بھی ہوں تو ان سے وجہ بھی پوچھ لو اور اگر وجہ نہ بتلائیں تو سعادت مندی یہ ہے کہ اس کو اپنے فہم سے باہر سمجھ کر خاموش رہو اور اگر بیان کر دیں تو ان کا احسان سمجھو (ایضاً صـ۲۱ سـ۱۶)

(۲۲۴) **حکایت:** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت سے بہت سی باتیں نہیں پوچھ سکتے تھے تو خدا تعالیٰ نے ایک بار جبرئیل علیہ السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہ شکل انسان بھیجا وہ ایک مجلس عام کے وقت تشریف لائے اور حضور سے دوسروں کے سنانے کو چند سوال کیے چنانچہ ان سوالوں میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ ما الاسلام یعنی اسلام کیا چیز ہے

حضور نے ارشاد فرمایا کہ ان تشہدان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وصوم رمضان وان تحج الحدیث، شہادتوں کا اقرار کرو دل سے بھی اور زبان سے بھی ظاہر ہو اور نماز و زکوٰۃ و صوم و حج کا ادا کرنا۔ پس جب حضور کی تفسیر سے اسلام کی حقیقت معلوم ہو گئی تو اسلام کی ترقی تو یہ ہو گی کہ ان احکام کے امتثال میں ترقی ہو نماز میں ترقی ہو روزہ میں ہو نہ یہ کہ ٹم ٹم ہو۔ عالی شان محل ہو یعنی اُس کو اسلام کی ترقی دکھا جائے گا۔ غرض! جب حضور اسلام کی تفسیر فرما چکے ہیں تو آج کون ہے کہ وہ بڑے بڑے عہدوں کو اور مال و جاہ کی ترقی کو اسلام کی ترقی بتلائے۔ مسلمان اگر اپنی حالت دینیہ پر بھی پورے قائم رہتے تب بھی اُن چیزوں کو اسلام کی ترقی نہ کہتے البتہ ترقی لاہل الاسلام کہتے مگر جب وہ دین پر بھی باقی نہیں ہیں تو اس حالت میں یہ ترقی مال لاہل الاسلام نہ ہوئی بلکہ ترقی مال لاہل الکفر ہوئی (وعظ فضل العلم والعمل دعوات جلد ششم ص ۸ سطر ۱۹)

(۲۳۵) مثال: آخرت کے مقابلہ میں دنیا کیا چیز ہے جب جنت کی فراخی کا وعدہ ہو گیا۔ تو دنیا کی کیا رغبت رہنا چاہیئے مثلاً اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ میں تم کو ایک روپیہ دوں گا تو اُس کو پھر پیسے کی کیا تمنا رہے گی۔

اب اس مثال کے بعد یہ دیکھئے کہ ان دونوں میں کیا نسبت ہے سو حدیث میں ہے دنیا بمقابلہ آخرت ایسی ہے جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک سوئی کے ناکہ پر لگا ہوا قطرہ کہ اگر جزو لا یتجزی ثابت ہو جائے تو وہ ہی ہو تو اس پانی کو سمندر کے ساتھ جو نسبت ہے وہی نسبت ہے دنیا کو آخرت کے ساتھ تو دنیا میں مال و جاہ نہ بھی حاصل ہوا اور اس آیت میں وہ نہ بھی مراد ہو تو کیا حرج ہے اور یہ بالکل اخیر درجہ کی بات ہے ورنہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ یہاں بھی فراخی ہوتی ہے (وعظ العلم والعمل ص ۱۴ سطر ۱)

(۲۳۶) مثال: دیکھو! اگر ایک شخص کا محبوب مدت کا بچھڑا ہوا اچانک مل جائے اور اس

عاشق کو بہت زور سے اپنی بغل میں دبائے حتیٰ کہ اس کی ہڈیاں بھی ٹوٹنے لگیں تو بظاہر یہ نہایت تکلیف میں ہے لیکن قلب کی یہ حالت ہے کہ جی چاہتا کہ اور دبائے تو اچھا ہے اور اگر محبوب کہے کہ تکلیف ہوتی ہو تو چھوڑ دوں تو جواب میں کہے گا ؎

اسیرت نخواہد رہائی زبند ❊ شکارت بجوید خلاص از کمند

اور اگر وہ کہے کہ اگر تم کو دبائے سے تکلیف ہو تو تم کو چھوڑ کر تمہارے اس رقیب کو اسی طرح دباؤں تو کہے گا ؎

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت ❊ سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اور کہے گا ؎

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے ❊ یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

حتیٰ کہ اگر اس کا دم بھی نکل جائے تو اس کے لیے عین راحت ہے حالانکہ بظاہر یہ نہایت ہی تکلیف میں ہے کہ اگر کسی اجنبی کو علاقہ محبت معلوم نہ ہو اور اس کی خبر ہو تو وہ بہت ہی رحم کھائے اور محبوب سے سفارش کرے لیکن عاشق کو یہ رحم اور سفارش بے رحمی اور عداوت نظر آئے گی کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس سفارش کا اثر یہ ہے کہ محبوب چھوڑ کر ابھی علیحدہ ہوا جاتا ہے اسی طرح جن لوگوں کو خدا تعالیٰ سے تعلق ہو گیا ہے وہ آپ کی اس خیر خواہی کو کہ ہائے اللہ والے بڑی مصیبت میں ہیں ان کو اس سے نکلنے کی تدبیر بتلائیں نہایت ناگوار سمجھتے ہیں (وعظ ایضاً صـ۱۸ سطر)

(۲۳۷) **مثال**: بعض لوگ امراض قلبی اور امراض باطنی کے علاج کرنے پر آمادہ ہیں وعظ و نصیحت کرنے پر مستعد۔ حالانکہ خود نہیں سمجھتے ان کی تو ایسے شخص کی مثال ہے جس نے نہ طب پڑھی نہ مطب کیا اور علاج کرنے لگا۔ علاج کے لیے پہلے طب پڑھنا ضروری ہے اور پھر مطب کرنا بھی لازمی ہے بغیر اس کے قابلیت علاج نہیں آسکتی ایسے ہی مدارس کی نسبت کسی نے کہا ہے ؎

ایہا القوم الذی فی المدرسہ　　کل ما حصلتموہ وسوسہ
علم نبود غیر علم عاشقی　　مابقی تلبیس ابلیس شقی

جس طرح کنز و ہدایہ ضروری ہے ویسے ہی ابوطالب کی قوت القلوب اور امام غزالی کی اربعین اور شیخ شہاب الدین کی عوارف کا پڑھنا بھی ضروری ہے یہ تو گویا طب پڑھنا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے ؎

قال را بگذار و مرد حال شو　　پیش مرد کاملے پامال شو۔

کیسی ناانصافی ہے کہ جب دس برس علم ظاہری کی تحصیل میں صرف کئے تو دس ماہ تو باطن کی اصلاح میں صرف کرو اور اس کا یہی طریق ہے کہ کسی کامل کی صحبت میں رہو۔ اسکے اخلاق و عادات عبادات کو دیکھو (مواعظ اشرفیہ نمبر اول در کانپور ۱۳۲۲ھ صفحہ ۱۶)

(۲۳۸) **مثال**: منکر کی مثال تو ایسی ہے کہ جیسے کوئی مادرزاد عنین لذت جماع کا انکار کرے یا کوئی مادرزاد اندھا کہے کہ لوگ جس کو دیکھنا کہتے ہیں وہ کوئی چیز نہیں ہے حالانکہ ایسے واقعات ثابت ہوئے ہیں۔ امام مالکؒ حدیث کا بیان کر رہے تھے ان کی آستین میں کہیں سے ایک کم بخت بچھو گھس گیا تھا وہ ڈنگ مارتا تھا جس کی صدمہ سے ان کا چہرہ متغیر ہو جاتا تھا لیکن اُف نہیں کرتے تھے اور برابر حدیث شریف کا بیان کرتے تھے حتیٰ کہ گیارہ بار اس نے نیش زنی کی۔ [وعظ ایضاً صفحہ ۱۲ سطر ۱۵]

(۲۳۹) **مثال**: مستحب کے لیے واجبات ترک ہونے لگیں گے بجائے ثواب الٹا وبال ہو جائے گا۔ مثلاً اگر کسی کی بیوی آٹے کے لیے پیسے دے کہ آٹا لے آؤ۔ بچے بھوکے ہو رہے ہیں اور وہ لگے رہیں خشوع حاصل کرنے میں جس کی وجہ سے بچے بھوکے مریں تو ایسا خشوع موجب قرب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ خدا سے دوری کا باعث ہوگا۔ (وعظ ایضاً صفحہ ۱۵ سطر ۱۹)

(۲۴۰) **مثال:** امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ بعض لوگوں کا گمان یہ ہے کہ احکام مقصود بالذات نہیں ہیں صرف مصالحہ خاصہ سے حکم کر دیا ہے مثلاً جماعت کی فضیلت مطابق واقع کے نہیں ہے صرف ترغیبات ثواب کا وعدہ ہو گیا ہے اسلیئے یہ سُنکر کہ بغیر جماعت کے بھی نماز ہو جاتی ہے خوش ہو جاتے ہیں۔

خیال کیجئے! کہ تاجر بازار میں بیٹھکر دو چند نفع کے ساتھ فروخت کر سکتا ہے اور گھر پر فروخت کرنے سے تھوڑے سے نفع سے فروخت کر سکتا ہے پھر گھر پر کسی کو فروخت کرتے دیکھا ہے امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ یہ کفر[عہ] خفی ہے (وعظ ایضاً محلہ کرول مراد آباد صہ ۱۴۱)

(۲۴۱) **مثال:** حدیث شریف کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور اگرچہ وہ ظاہراً غیر قرآن ہیں لیکن واقع میں ان کی شرح میں جس طرح فقہ ظاہراً غیر قرآن و حدیث ہے لیکن درحقیقت وہ قرآن و حدیث ہی ہے۔

دوسری صورت میں مثال اسکی یہ ہے کہ کسی طبیب کے یہاں مختلف نسخوں سے متفرق علاج ہوتے ہیں اُن کو کسی نے ترتیب دیکر کتاب کو مطب کی صورت میں کر دیا۔ تو اس شخص نے اس میں دو تصرف کئے ایک تو اُن معالجات کو ترتیب امراض کر دیا پہلے سر کے امراض کے نسخے لکھے اور پھر حلق کے اور پھر معدہ و جگر وغیرہ وغیرہ ـــــ دوسرے یہ کہ اُن امراض کے متعلق قواعد کلیہ بھی بیان کر دے تو اس شخص نے کچھ اپنی طرف سے اختراع نہیں کیا۔ بلکہ یہ کلیات بھی وہ ہیں کہ طبیبوں کے علاجوں سے مستنبط ہوتے ہیں ان کو اسنے بیان کر دیا۔ اسی طرح فقہ ہے (اشرف المواعظ حصہ اوّل وعظ دوم مراد آباد در مسجد شاہی صہ ۳۱)

عہ یعنی احکام کو مقصود بالذات نہ سمجھا بلکہ مصالح خاصہ سے سمجھا۔ ۱۲ ظہور۔

(۲۴۲) **مثال**: ہم لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کو پھانسی کا حکم ہوگیا ہو۔ اور ایک اسکے عزیز کا مقدمہ دیوانی میں پیش ہو تو اُس کے اوپر افسوس کرے اور اپنی مصیبت کو بھول جائے یہ نہ خیال کرے کہ میں تو کل کر سکتا ہوں گا اس کی کیا فکر کروں۔ دوسروں کے ذرا ذرا سے عیبوں پر نظر ہے اور مجمعوں میں بیان کئے جاتے ہیں اور اس سے بڑے بڑے عیبوں میں خود مبتلا ہیں [وعظ اشرف المواعظ حصہ اوّل چرتھا ول ضلع مظفر نگر صہ ۲۸ سطر ۹]

(۲۴۳) غیبت سننے سے جب منع کیا جاتا ہے تو بعض شخص یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ صاحب اگر ہم کسی کی بات نہ سُنیں تو اپنے دل میں وہ بُرا مانے لیکن اُس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص اوپر سے کسی شخص پر پیشاب کر دے اور وہ اس خیال سے کہ اگر میں ہٹوں گا تو یہ بُرا مانیں گے پڑا ہوا پیشاب کراتا رہے لیکن دیکھا جاتا ہے کہ اس طرح سے کوئی آپ اپنے اوپر پیشاب کرنے سے کبھی راضی نہ ہوں گا۔ پھر غیبت تو اس سے بھی زیادہ ناپاک و نجس ہے پیشاب سے اگر کپڑا ناپاک ہو جاتا ہے تو اس سے دل ناپاک و نجس ہو جاتا ہے مگر گناہوں میں مزا پاتا دل کی بیماری کی علامت ہے جیسے سانپ کے کاٹے ہوئے کو نیم کے پتے میٹھے معلوم ہوتے ہیں لیکن یہ مٹھائی موت کا پیام لاتی ہے۔

[وعظ ایضاً صہ ۳۶ سطر ۷]

(۲۴۴) اگر طبیب مریض کو غیر موسم آم میں کہے کہ دیکھو ترش آم نہ کھانا تو یہ حکم یعنی آم ترش کی ممانعت طبانی نفع ضروری ہے لیکن اس وقت اس کا ممانعت کرنا بالکل امر زائد ہے اس وقت تو اس چیز سے منع کرنا چاہیئے جو موجود ہو اور مضر ہو۔ اسی طرح ناصح کا حق یہ ہے کہ جس وقت مرض پائے اسکی اصلاح کے متعلق بیان کرے اور اگر چند امراض ہوں تو اُن میں اہم کو مقدم کرے اور استیعاب کے ساتھ احکام بیان کرنا اس وقت ہوگا جبکہ کوئی طالب علم مخاطب ہو مثلاً "ہدایہ" میں پڑھتے پڑھتے کتاب الحج ماؤ ربیع الثانی میں آئے تو یہ نہ کہا جائے گا کہ اس وقت اسکی کیا ضرورت ہے اسکی ضرورت

تو ماہ ذی الحجہ میں اور وہ بھی جب کہ کوئی حج کو جانے لگے اُس وقت ہوگی کیونکہ اُس وقت صاحب فن بننا مقصود ہے مجھ کو ہمیشہ اسی قاعدہ کی وجہ سے اُن مضامین کا بیان کرنا مناسب معلوم ہوا کرتا ہے جو اُس وقت ضروری ہوں (وعظ ذم ہوی وعظ ذم ہم صہ ۱۵۲ سطر ۱۹)

(۲۴۵) **حکایت**: کچھ دن ہوئے کہ ایک شخص آئے اور کہا کہ رضائی بھائی بہن کا آپس میں نکاح ہوگیا ہے اور نکاح کے وقت علم نہ تھا بعد نکاح کے معلوم ہوا اب کیا کیا جائے میں نے کہا تفریق کرا دو۔ یہ حکم سُنکر وہ سہم گیا اور کہنے لگا کہ صاحب اس میں تو بڑی بدنامی ہوگی۔

افسوس صد افسوس! کہ اللہ و رسول کے حکم کے ساتھ مسلمان کی یہ حالت ہو اور فرمائش کی جائے کہ ہمارے موافق مسئلہ مل جائے میں نے اُن سے کہا کہ بھائی! اس میں تو نیک نامی ہوگی کہ بڑے اچھے آدمی ہیں کہ ایک غلطی ہوگئی تھی جب حقیقت پر اطلاع ہوئی حق کو اختیار کر لیا اور بدنامی تو اب ہو رہی ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ بھائی بہن دونوں جمع ہو رہے ہیں اور یہ جواب تو علی سبیل التبرع تھا ورنہ جواب حقیقی تو یہ ہے کہ بلا سے بدنامی ہو ہونے دو۔ اگر ایسا ہی بدنامی کا خوف ہمارے بزرگوں کو ہوتا تو آج ہم مسلمان نہ ہوتے مگر ہمارے بزرگوں نے اسلام لانے میں کیسی کیسی مصیبت اور بدنامیاں اُٹھائی ہیں۔ چنانچہ اُن سائل صاحب نے فرمایا کہ کوئی ایسا مسئلہ نکال دو کہ جس میں یہ عورت حلال ہو جائے۔ میں نے کہا کہ دیوانہ ہوئے ہو۔ میں کون حلال کہنے والا ہوں اور اگر کہہ بھی دیا تو اس سے حلال تو نہیں ہو جائے گی۔ جب تک شرعی دلیل سے حلال نہ ہو جب اُن سائل صاحب نے مجھ سے صاف جواب سُنا تو اب تاویل کی فکر ہوئی کہ کوئی تاویل کرنی چاہیئے تو فرمانے لگے لڑکے نے دودھ پیا تو تھا مگر تھوڑا سا پیا تھا۔ وہ عقلمند یہ سمجھے کہ بہت سا پینے سے حرمت ہوتی ہوگی تھوڑا پینے میں کیا حرج ہے میں نے کہا کہ جناب

ایک قطرہ پینے میں بھی حرمت ہو جائے گی۔ اس پر فرمانے لگے کہ جی جو کچھ پیا تھا وہ بھی قے ہو گیا تھا اندر نہیں رہا وہ یہ سمجھا کہ بس دودھ کے ساتھ حرمت بھی نکل پڑی میں نے کہا کہ بھائی حلق کے نیچے اترتے ہی حرمت ثابت ہو گئی۔ اور ثبوت کے بعد اس کا سقوط نہیں ہوتا اس پر وہ ناامید ہو کر چلے گئے اور دہلی پہنچے اہل حدیث سے جا کر رجوع کیا تو اہل حدیث اور نیز شافعی کا مذہب ہے کہ پانچ گھونٹ سے کم میں حرمت نہیں ہوتی یہ مسئلہ سن کر اس سائل نے ایک سوال اسی قید کے ساتھ تیار کیا کہ ایک لڑکے نے... پانچ گھونٹ سے کم دودھ پیا ہے آیا حرمت رضاعت ثابت ہوئی یا نہیں اُن میں سے کسی نے جواب لکھ دیا کہ اس صورت میں حرمت رضاعت ثابت نہ ہو گی۔ بس آپ راضی رضا آ گئے اور بہن بھائی اسی حالت پر ہنسی خوشی جمع رکھا۔

دیکھئے! اس مسئلہ میں ان سائل صاحب نے کس قدر اپنے نفس کی پیروی کی ہے جیسا اس کے مکالمہ مفصلہ سے ثابت ہوتا ہے کہ بچے کے دودھ پینے کے وقت جب ان امور کی اطلاع بھی نہ تھی تو کس نے گنا تھا کہ اس نے پانچ گھونٹ پیئے ہیں یا کم۔ دوسرے یہ کہ یہ شخص حنفی تھا اور پہلے سے اس کا یہ عقیدہ نہ تھا جس پر عمل کیا اگر پہلے سے شافعی ہوتے تو اس فتوے پر عمل کرنا مضائقہ نہ تھا یا اس ابتلاع یا رضا سے پہلے اپنی تحقیق یا کسی کی تقلید سے اس مسلک کی ترجیح ثابت ہو جاتی تب بھی مضائقہ نہ تھا۔ اب تو کھلا ہوا اتباع ہوائے ہوا [وعظ ایضاً صہ ۱۵۳ سطر ۱۸]

(۲۴۶) **حکایت**: میں ایک مرتبہ موضع سونت گیا وہاں ایک بوڑھے چمار کو دیکھا کہ بہت صاف ستھرا رہتا ہے اور رات کو اٹھ کر رام رام بھی کرتا ہے اور معلوم ہوا کہ اس کے اولاد وغیرہ بھی کچھ نہیں ہے میں نے اس سے کہلایا کہ مسلمان ہو جا اس نے کہا کہ میں اپنے لوگوں سے صلاح کر کے جواب دوں گا صلاح کر کے اس نے جواب دیا کہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ بڑھاپے میں کیوں ایمان کھوتا ہے سچ ہے ؎

گر از بسیط زمین عقل منعدم گردد ؛ بخود گمان نہ برد ہیچ کس کہ نادانم

(وعظ ایضاً صفحہ ۱۴۴ سطر ۱۱)

(۲۴۷) **حکایت** : میرے پاس ایک شخص فرائض لائے اور پوچھا کہ میرا کتنا حصہ ہے بتلا دیا۔ کہ اس قدر ہے اُن کو بہت کم معلوم ہُوا کہنے لگے کہ میرا حصہ کیوں گھٹ گیا۔ میں نے کہا کہ فلاں وارث کی وجہ سے کم ہوگیا اگر وہ نہ ہوتا تو تم کو زیادہ ملتا تو کہنے لگے کہ جناب پھر اسکو نہ لکھئے اور اکثر فرائض وہی پوچھتا ہے جس کے قبضہ میں کچھ نہ ہو اور قبضہ چاہتا ہو۔ اور جو قابض ہوتا ہے وہ کبھی فرائض نہیں نکلواتا کیونکہ جانتا ہے کہ تقسیم کرنی پڑیگی اور قبضہ سے شے نکل جائے گی۔

غرض! لینے کے لئے فرائض نکلواتے ہیں دینے کے لیے کوئی نہیں نکلواتے الّا ماشاء اللہ تمام عمر میں ایک شخص ایسے آئے کہ بڑے رئیس تھے اور تمام ریاست پر قابض تھے۔ اُنہوں نے فرائض لکھوائے تھے تاکہ جائداد موافق شرع شریف تقسیم کردیں۔ گڑگاواں کے رہنے والے تھے۔ کئی بار آئے اور گئے جو ضروری بات اس میں کوئی رہ جاتی تھی اُسکے دریافت کرنے کے لیے مکرر سہ کرر آتے اور جاتے اور اُن کے سوا جو آتا ہے ایسا ہی آتا ہے جو لینا چاہتا ہے اور دینا نہیں چاہتا۔

ایک بار ایک ایسے ہی شخص آئے اور اُنہوں نے مسئلہ پوچھا کہ ہماری بہن بے اولاد مرگئی اور خاوند اس کا شیعی ہے آیا اسکے خاوند کو بھی عورت کے ترکہ میں سے کچھ ملے گا میں نے جواب دیا کہ کیوں نہیں ملے گا۔ نصف ترکہ اُس کا ہے تو وہ بھائی یہ چاہتے تھے کہ خاوند کو نہ ملے، مال بہت تھا اور انہوں نے کہیں سُنا تھا کہ شیعہ پر کفر کا فتوے ہے تو اسلئے چاہتے تھے کہ اس تاویل سے اسکے خاوند کو کچھ نہ ملے سب مال ہمارے قبضہ میں آئے کہنے لگے کہ سُنیہ کا تو شیعی سے بوجہ کفر شیعی کے نکاح نہیں ہوتا تو بھی وہ شوہر ہے میں نے کہا کہ تم کو کچھ خدا کا خوف بھی ہے کہ دوسرے کا حق رکھنا چاہتے ہو اور اگر خوف

نہیں تو اچھا حمیت اور غیرت کہاں اڑ گئی کہ تھوڑی سی دنیا کے لیے یہ ثابت کرنا چاہتے ہو کہ تمہاری بہن تمام عمر حرام کاری میں مبتلا رہی۔ اور دوسرے یہ تو بتائیے کہ آپ نے نکاح کے وقت کیوں نہ پوچھا کہ یہ خاوند شیعی ہے اس سے نکاح جائز ہے یا نہیں اور تیسرے یہ سچ سچ کہنا کہ اگر یہ مال خاوند کے قبضہ میں ہوتا اور وہ مرتا اور تمہاری بہن کو ملنے کے بعد پھر تمہاری طرف سے منتقل ہونے کا احتمال ہوتا تو کیا اُس وقت بھی تم اس نکاح کے صحیح نہ ہونے کی کوشش کرتے میرے پاس بکثرت ایسے سوالات آتے ہیں کہ کوئی بات نکال دو۔ چنانچہ ابھی ایک مسئلہ آیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدیں اُسکی درخواست تھی کہ کوئی ایسی صورت نکال دو کہ حلالہ نہ کرنا پڑے [ذم ہوای ص۱۵۸]

(۲۴۸) **حکایت:** بغداد میں ایک مدرسہ نظامیہ تھا کہ جس کے بڑے علماء جیسے امام غزالیؒ اور شیخ سعدیؒ پڑھ کر نکلے اور وجہ اس مدرسہ کی بنا کی یہ ہوئی تھی کہ اُس زمانہ میں قضا اور افتاء اور دیگر بڑے بڑے عہدے علماء ہی کو دیئے جاتے تھے تو جس کا باپ مثلاً قاضی ہوتا تھا وہ کوشش کرتا تھا اور دعوٰی استحقاق قضا کا کرتا تھا خواہ وہ اہل ہو یا نہ ہو۔ تو سلطان وقت نے بمشورہ وزراء و ارکان دولت اسلئے یہ مدرسہ بنا کیا کہ جو اس مدرسہ میں پاس حاصل کرے اُس کو یہ عہدے دیئے جائیں گے تاکہ نااہلوں کو اور جہلاء کو حوصلہ ایسے عہدوں کی درخواست کا نہ ہو تو جس روز اس مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی ہے اُس روز علمائے بخارا میں ماتم ہوا تھا کہ آج کی تاریخ سے علم دین دنیا کے لئے پڑھا جائے گا لیکن تاہم ایسے ایسے بڑے بڑے علماء اس میں سے پڑھ کر نکلے کہ فخر علماء ہوئے اور جن کا نظیر اس وقت روئے زمین پر نہیں۔

ایک روز بادشاہ اس مدرسہ کے دیکھنے کے لئے تشریف لائے اور مخفی طور سے طلباء کے خیالات کی آزمائش کی کہ دیکھیں کہ علم پڑھنے سے ان کی کیا غرض ہے۔ چنانچہ ایک طالب علم سے پوچھا کہ آپ کس لئے پڑھتے ہیں اس نے کہا کہ میں اسلئے پڑھتا ہوں کہ میرا

باپ قاضی ہے۔ میں اگر عالم بن جاؤں گا تو میں بھی قاضی ہو جاؤں گا۔ اسکے بعد دوسرے سے پوچھا اس نے کہا میرا باپ مفتی ہے میں مفتی بننے کے پڑھتا ہوں ـــــ غرض جس سے پوچھا اسنے کوئی غرض دنیا ہی کی بتلائی۔ بادشاہ کو بہت غصہ آیا کہ افسوس ہے کہ علم دین دُنیا کے لیے پڑھا جا رہا ہے اور ہزاروں روپیہ مفت میں برباد ہو رہا ہے ـــــ ایک گوشہ میں امام غزالیؒ بھی خستگی کی حالت میں بیٹھے کتاب دیکھ رہے تھے اس وقت تک یہ طالب علم تھے نہ کوئی جانتا تھا نہ شہرت تھی ان سے دریافت کیا کہ تم کیوں پڑھتے ہو۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ میں نے دلائل عقلیہ و نقلیہ سے معلوم کیا ہے کہ ہمارا ایک مالک حقیقی ہے جو سماوات وارض کا مالک ہے اور مالک کی اطاعت ضروری ہوتی ہے کہ اسکی مرضیات پر عمل کرے اور نامرضیات سے بچے۔

سو میں اسلئے پڑھتا ہوں کہ اُس کی مرضیات و نامرضیات کی اطلاع حاصل ہو ـــــ بادشاہ سنکر خوش ہوئے اور ظاہر کر دیا کہ میں بادشاہ ہوں اور کہا کہ میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اس مدرسہ کو توڑ دوں مگر تمہاری وجہ سے یہ مدرسہ رہ گیا۔

(وعظ ایضاً صـ۱۶۰ سـ۴)

(۲۴۹) حکایت: بھاری اور اُمرار کی مثال تو چھُری اور خربوزہ کی سی ہے۔ خربوزہ کی سلامتی چھُری سے الگ ہی رہنے میں ہے خواہ خود اُن کے پاس جاؤ یا وہ تمہارے پاس آئیں اور تم اُن کے آنے سے متاثر ہو۔ اُمرار سے ملنا اور ثابت قدم رہنا بڑے قوی آدمی کا کام ہے (ایضاً صـ۱۶۱ سـ۱۶)

(۲۵۰) حکایت: ایک بزرگ ایک حجرہ میں عُزلت نشین تھے اور اللہ اللہ کیا کرتے تھے۔ اتفاقاً کفار و مسلمین میں مقابلہ پیش ہُوا اُن بزرگ کے نفس میں خیال آیا کہ چلو جہاد کریں اور شہید ہوں گے پھر سوچے کہ یہ کیا بات ہے نفس یہ کیوں تجویز کیا ضرور اس میں کوئی کید خفی ہے۔ بہت سوچنے سے معلوم ہوا کہ نفس نے اس میں اپنے

لیئے نجات سمجھ کر یہ بات تجویز کی تھی اور سوچا تھا کہ یہ شخص رات دن مجھ کو ستاتا ہے اور میرے سر پر ناگوار امور کے ہر وقت آرے چلاتا رہتا ہے اور طاعت میں ہر وقت مجھ کو گھونٹتا ہے اور کسی وقت چین لینے نہیں دیتا۔ شہید ہونے میں ایک دفعہ پاپ کٹ جائے گا اور مصیبت سے نجات ہو جائیگی۔ جب یہ مکر معلوم ہوا تو انہوں نے نفس کو جواب دیا کہ میں تجھ کو اس مصیبت سے کبھی نجات نہ دونگا۔ میں تجھ کو یہاں حجرہ میں ہی شہید کروں گا۔ (وعظ ایضاً ص۱۶۷ ج۲)

(۲۵۱) **مثال**: مثلاً ایک مریض ہے اسکے لیے حکیم صاحب نے خمیرہ گاؤزبان جواہر والا چاندی سونے کے ورق لپیٹ کر تجویز کیا اور ایک دوسرے مریض کے لیے امتناس لکھا اگر یہ دوسرا مریض کہنے لگے کہ حکیم صاحب بھی عجیب شخص ہیں اس کو واسطے ایسی مزیدار مفرح دوا تجویز کی اور میرے واسطے ایسی بدمزہ تو یہ احمق ہے یہ نہیں سمجھتا کہ اسکے اندر سے تو مادہ فاسد نکل چکا ہے اور امتناس کے پیالے پی چکا ہے اب اسکے لیے یہی مناسب ہے اور میرے اندر ہنوز مادہ فاسد موجود ہے بغیر ایسی بدمزہ دواؤں کے نہ نکلے گا اسلئے یہی مناسب ہے۔

اسی طرح مبتدی منتہی کی جو کہ دینی اصلاح کر چکا ہے حرص کرے اور اپنے کو اس پر قیاس کرے تو اس کی حماقت ہے۔ عاشق کی تو شان ہونی چاہیئے کہ ہر حال میں راضی رہے جیسا فرمایا گیا ہے ؎

خوشا وقت شوریدگانِ غمش ❊ اگر ریش بینند وگر مرہمش
گدایانے از پادشاہے نفور ❊ باموریش اندر گدائی صبور
دمادم شراب الم درکشند ❊ وگر تلخ بینند دم درکشند

(وعظ ایضاً ص۱۶۹ ج۱۵)

(۲۵۲) **حکایت**: امام غزالیؒ جب مدرسہ نظامیہ سے فارغ ہو کر نکلے ہیں تو بہت

بڑے عالم ہوئے تین سو علماء ان کے ساتھ چلتے تھے ایک مدت تک اسی حالت میں رہے اسکے بعد خدا طلبی کا جوش ہوا اور دل میں آیا کہ سب چھوڑ کر خلوت اختیار کریں ایک مدت امروز فردا میں رہے آخر ایک بار ترک کر کے صحرا قدس میں جا کر معتکف ہو گئے اور مدت تک سخت مجاہدہ و ریاضت کی اور دس برس تک ان پر قبض واقع رہا اور بجز پوست اور استخواں کے باقی نہ رہا قریب المرگ ہو گئے۔ بعض آس پاس کے رہنے والے ان کی یہ حالت دیکھ کر کسی نصرانی ڈاکٹر کو لائے اور ان کی نبض دکھائی اس نے نبض دیکھ کر کہا کہ ان کو محبت کا مرض ہے اور محبت بھی مخلوق کی نہیں بلکہ خالق کی ہے جب تک ان کو وصل میسّر نہ ہوگا شفا نہ ہوگی ؎

لقد لسعت حیة الهوی کبدی ؛ فلا طبیب لها و لا راقی

الا الحبیب الذی شغفت به ؛ فعنده رقیتی و تریاقی

امام غزالیؒ چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ غرض مدتوں کے مجاہدہ و ریاضت کے بعد کامل ہوئے اور پھر بغداد میں آئے تو اور ہی شان سے آئے کہ علماء و طلبہ سب کے امراض روحانی بیان فرماتے تھے اس پر بعض علماء دشمن ہو گئے اور کفر کا فتوٰی ان پر لگایا گیا احیاء العلوم جلائی گئی۔

الحمدللہ! یہ سنت امام غزالیؒ کی ہم کو بھی نصیب ہوئی کہ مجھ پر کفر کا فتوے بھی دیا گیا اور میری کتاب "بہشتی زیور" جلائی گئی ـــــ حاصل یہ ہے کہ کسی لیے ذوق و شوق مصلحت ہے۔ کسی کے لئے گھلنا اور پگھلنا ہی حکمت ہے اسلئے ان خیالات کو چھوڑ کر کام میں لگنا چاہیئے ـــــ غرضکہ مختلف طبقوں میں مختلف اقسام کی ہوا پائی جاتی ہے اور کلیات ان سب طبقوں کے تین ہیں ایک ہوا متعلق علوم کے دوسرے متعلق اعمال کے تیسرے متعلق امور تکوینیہ کے علوم کے متعلق جو ہوا ہے اس کا نام بدعت ہے جس کی حقیقت غیر دین کو دین سمجھنا ہے (وعظ ایضاً ص۱۷۰ ج۱۲)

(۲۵۳) **مثال**: بے اتباع کے پہنچنا نادر ہے اور نادر پر حکم کرنا اور اُس کو قاعدہ بنالینا اور اس کے بھروسہ پر رہنا صحیح نہیں ہے۔ فرض کرو کوئی شخص مفلس ہو نہ اُس کو کھانے کو ملتا ہو نہ پہننے کو میسر ہوتا ہو اور اہل و عیال رکھتا ہو نہایت دق ہو کر خودکشی کرنے کا ارادہ کرے اور اس کے لیے کنواں کھودے کہ اس میں ڈوب کر مروں گا یا زندہ درگور دفن ہونگا وہ کھود ہی رہا تھا کہ وہاں سے ایک ہنڈیا اشرفیوں سے لبالب نکل آئی اب اس طرح ہنڈیا نکلنا ایک اتفاقی بات ہے اس پر کوئی قیاس کرکے چاہے کہ میں بھی کنواں کھود کر ہنڈیا نکالوں یہ اس کا محض خیال خام ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی اتفاقاً بے اتباع شیوخ واصل ہوگیا تو اس پر اپنے کو قیاس کرلینا اور اس کو قانون بنالینا بڑی غلطی ہوگی۔

(وعظ ایضاً ص۱۷۷ س۸)

(۲۵۴) **مثال**: مردان خدا کے فیوض دو قسم کے ہوتے ہیں ایک بلا اطلاع اور بے طلب طالب کے دوسرے طلب سے اور اتباع سے اور جو بعد اطلاع اور بے طلب طالب کو فیض ہوتا ہے اُس کی بھی دو قسم ہیں ایک وہ جو باختیار اُن حضرات کے ہو جیسے دُعا کرنا اور توجہ و ہمت لوگوں کے حال پر مبذول کرنا دوسرے وہ جو بلا اختیار اور بلا اطلاع ان حضرات کے ہو صرف ان کے وجود باجود سے وہ فیض بلا اختیار ان کے اختیار سے ہر ایک کو پہنچتا ہے۔

اس کی ایسی مثال ہے جیسے آفتاب جب طلوع ہوتا ہے تو جہاں جہاں اس کی شعاعیں پہنچتی ہیں سب کو نفع پہنچتا ہے مگر دشمن کو اطلاع نہیں ہوتی (وعظ ایضاً ص۱۷۷ س۱۷)

(۲۵۵) **حکایت**: پیلی بھیت میں ایک بزرگ تھے۔ میں نے اُن سے ایک دفعہ عرض کیا کہ کوئی بات بتلائیے جس سے خدا تعالیٰ کی محبت ہو اُنہوں نے فرمایا کہ تم اپنے دونوں ہاتھ آپس میں رگڑو۔ میں نے اُن کے ارشاد کے موافق اپنے دونوں ہاتھوں کو آپس میں رگڑا۔

فرمایا کیوں کچھ گرمی پیدا ہوئی۔ میں نے عرض کیا جی ہاں! فرمانے لگے۔ بس اسی طرح رگڑتے رگڑتے محبت پیدا ہو جاتی ہے (مقالات حکمت ص۱۹۷ س۱۴)

(۲۵۶) **حکایت**: ایک شخص کا انتقال ہوا۔ لوگ جنازہ کو لئے جا رہے تھے کہ ہوا زور سے چلنے لگی اور مٹی اڑنے لگی۔ ایک شاعر صاحب ظریف بھی ساتھ تھے اُن کو اس موقع پر مادہ تاریخ انتقال پر یہ سوجھا کہ میں خواب ایک صاحب دل بھی اس مجمع میں تھے فرمانے لگے کہ میاں مسلمان کے لیے ایسی بات کیوں کہتے ہو یوں کہو کہ مات بخیر عجب کمال کیا کہ اس میں تمام وہی حروف ہیں جو پہلے مادہ میں تھے صرف ترتیب بدلنے سے کیا سے کیا ہو گیا۔

[ایضاً ص۱۹۸ س۱]

(۲۵۷) **حکایت**: ایک مرتبہ کا قصہ ہے کہ ایک شخص میرے پاس آئے فرمانے لگے کہ مجھے اپنا قلب نظر آنے لگا۔ مدت کی ریاضت سے یہ حاصل ہوا ہے۔ میں نے کہا سبحان اللہ! یہ کیا کمال ہوا اس کی تو ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کی نظر دیوار تک پہنچتی ہے دوسرے شخص کو دیوار کی پشت پر جو الماری ہے وہ نظر آنے لگی مثلاً ڈاکٹر آلات کے ذریعہ سے بگڑ دغیرہ دیکھ لیتا ہے یہ تو صاحب آلات بھی کر لیتا ہے پھر کیا کمال ہوا وہ صاحب اپنی غلطی پر متنبہ ہوئے پھر میں نے سمجھا دیا کہ دیکھئے چار مرتبہ ہیں۔ مرتبہ لاہوت، مرتبہ جبروت مرتبہ ملکوت، مرتبہ ناسوت۔ مرتبہ لاہوت و مرتبہ جبروت بھی غیر مخلوق ہے۔ غیر مرتبہ صفات اجمالیہ تفصیلیہ اس کا جس قدر انکشاف ہے وہ بے شک مقصود ہے باقی دو مرتبہ جو مخلوق ہیں وہ حجاب ہیں مرتبہ ملکوتی حجاب نورانی ہے اور مرتبہ ناسوتی حجاب ظلمانی۔ حجاب ظلمانی تو حجاب ظلمانی سے حجاب نورانی تک پہنچ گئے۔ یہ کیا کمال ہوا ایک مخلوق سے گذر کر دوسری مخلوق تک پہنچے اس سے بھی ترقی کر کے کہتا ہوں کہ مرتبہ ناسوتی چونکہ متبذل و حقیر ہے۔ اس وجہ سے چنداں حاجت نہیں برخلاف مرتبہ ملکوتی کے وہ زیادہ حاجب ہے

[مقالات حکمت وعظ دم ہوائی ص۲۰۵ س۱]

(۲۵۸) مثال: وسیلہ میں بھی دو صورتیں ہیں مثال سے فرق معلوم ہوگا مثلاً ایک کلکٹر ہے اسکے پاس ایک منشی نہایت زیرک عاقل ہے۔ کلکٹر نے اپنا سارا کاروبار حساب کتاب اس منشی کے سپرد کر دیا ہے اور اسکے ذمہ چھوڑ دیا ہے اور ایک دوسرا کلکٹر ہے اس کے پاس منشی بھی ہے مگر کلکٹر زبردست عادل ہے اپنا کاروبار خود دیکھتا رہتا ہے منشی کے ذمہ نہیں چھوڑا اب اگر کوئی شخص اس منشی زیرک کے پاس جو پہلے کلکٹر کے پاس ہے جس کے سپرد سب کام ہے کوئی درخواست پیش کرے تو کیا یہ سمجھ کر پیش کریگا۔ یہ ظاہر ہے کہ منشی کو کاروبار میں دخیل سمجھ کر پیش کریگا۔ اور اسی واسطے اس کی خوشامد کریگا یہ خود سب کام کر دیں گے کیونکہ ان کے کل کام سپرد ہیں کلکٹر تو فارغ بیٹھا ہے گو ضابطہ کے دستخط وہی کریگا۔ مگر اس منشی کے خلاف کبھی دستخط نہ کریگا اور اگر دوسرے کلکٹر کے منشی کے یہاں عرضی دی جائے گی تو محض اس خیال سے کہ کلکٹر زبردست ہے رعب والا ہے اسکے سامنے کون جاسکتا ہے۔ اس منشی کے ذریعے درخواست کرنی چاہیئے کیونکہ اس منشی کو تقرب حاصل ہے یہ وہاں پر پیش کر دیگا کیونکہ کل کام خود کلکٹر دیکھتا ہے۔

اب دیکھئے ان دونوں صورتوں میں کس قدر فرق ہے عوام اہل مزار سے اکثر پہلی صورت کا برتاؤ کرتے ہیں ان کے افعال اعمال سے یہ ظاہر ہے پھر شرک نہیں تو اور کیا ہے برخلاف محض وسیلہ سمجھنے کے پس شرع شریف میں عبادت غیر اللہ جہاں صادق آئے گا گو بنیت توسل ہی سہی وہ شرک ہوگا غرض توسل جائز مگر تعبد التوسل شرک (ایضاً صـ ۱۳۳)

(۲۵۹) مثال: حضرت شیخ فریدالدین عطار فرماتے ہیں ؎

گر روی صد سال در راہ طلب ❊ راہ بر نبود چہ حاصل زاں تعجب

ایسی مثال ہے جیسے فنون حسیہ میں سے بھی چاہے جس فن کو لے لے تو یوں چاہے کام چلا لے لیکن فن کی مناسبت خواہ کیسا ہی آسان فن ہو بلا اُستاد کے نہیں حاصل

ہوسکتی مثلاً گاڑی ہانکنا ہی لیجئے بہت خسیس بات ہے لیکن مشہور بات ہے بستی علم دریاؤ واقعی باریکیاں بلا کسی سے سیکھے نہیں معلوم ہوسکتیں (حسن العزیز ص۲۸۴ سطر ۸)

(۲۶۰) **مثال**: میں ہاں میں ہاں ملا دیتا تو اچھا سمجھا جاتا۔ تو ایسی مثال ہوئی کہ کسی طبیب سے پوچھا کہ بینگن کھالیا کروں۔ طبیب نے اسکو منع کر دیا کہ مضر ہے مریض نے کہا کہ اجی میرا تو بہت ہی جی چاہتا ہے اس کی تو اجازت ہی دیدو طبیب کا کیا بگڑتا ہے اسنے کہدیا کہ کھایا کر مر۔ یوں چاہتے ہیں لوگ کہ میں بھی ایسا ہی کیا کروں (ایضاً ص۳۱۴ سطر ۵)

کتاب العلم ختم ہوئی

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

کِتَابُ الصَّلٰوۃ

(۱) **مثال:** بعضے لوگ جُمعہ کی نسبت کہتے ہیں کہ دیہات میں گو نہ ہو لیکن اگر پڑھ ہی لیا جائے تو نہ پڑھنے سے تو بہر صورت پڑھنا اچھا ہے میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ اسی طرح ایک شخص کہتا ہے کہ بمبئی میں گو حج نہیں ہوتا لیکن اگر پھر بھی کر لیا جائے تو کیا حرج ہے نہ کرنے سے تو اچھا ہی ہے اس کا کیا جواب ہے آخر یہی کہو گے کہ بمبئی حج کا محل نہیں میں کہوں گا کہ دیہات جمعہ کا محل نہیں۔ غرض فہم دینی کے لئے عقل کامل کی ضرورت ہے۔

(۲) **حکایت:** میرے پاس ایک مرتبہ ایک مؤذن آیا کہنے لگا کہ قرآن شریف سے مسح رجل بھی ثابت ہے اور شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا ترجمہ لاکر دکھایا وہ ترجمہ اگرچہ صحیح اور بامحاورہ ہے لیکن اسکو بھی خود دیکھ کر سمجھنا مشکل ہے اس میں لکھا تھا کہ دھو اپنے مُنہ اور ہاتھوں کو اور ملو اپنے سروں کو۔ اس کے بعد ہے وَاَرْجُلَکُمْ اس کا عطف ہے اَیْدِیَکُمْ پر۔ اور وہ محسول ہے اِغْسِلُوْا کا ترجمہ میں یہ لکھا تھا "اور پیروں کو" آپ کو بوجہ صَرف و نحو نہ جاننے کے یہ تو معلوم نہیں ہُوا کہ یہ کس کے ساتھ متصل ہے آپنے اسکو قریب کے ساتھ متصل کیا اور ظاہر ہے کہ جو شخص صرف و نحو سے واقف نہ ہوگا وہ قریب ہی کے ساتھ متصل کریگا اور جاننے والا یہ دیکھ لے گا کہ اَرْجُلَکُمْ ہے منصوب لہٰذا مجرور کے ساتھ نہیں ہو سکے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ قراءت بھی دوسری لی جائے اس وقت دوسرے قواعد سے اس عطف کا پتہ چلے گا۔ مجھ کو سخت پریشانی

ہوئی کہ اسکو کیونکر سمجھاؤں اور کیونکر کہوں کہ اس کا علت ایذا یکو ہے۔ کیونکہ یہ علت ہی کو نہیں جانتا اسکے ساتھ دماغ تھکانا فضول ہے کیونکہ یہ اس کی استعداد سے بالکل باہر ہے یہ بھی آجکل مرض ہوگیا ہے کہ لوگ اپنی استعداد سے زیادہ سوال کرتے ہیں۔

(۳) ایک ڈاکٹر نے مٹی کے ڈھیلے سے استنجا پاک کرنے کے متعلق کہا ہے کہ مٹی بہت سے فروع کا علاج ہے تو پیشاب میں جو مادہ تیزاب کا ہے ـــ اس کی مضرت روکنے کے لیئے مٹی کا استعمال مصلحت ہے۔

(۴) **حکایت**: ایک اور ڈاکٹر نے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد دیکھا کہ آپنے فرمایا ہے کہ اگر کتا برتن کو چاٹ لے تو اس کو سات مرتبہ دھوڈالو۔ ان سات دفعہ میں ایک دفعہ مٹی سے بھی دھوڈالو۔ اس ارشاد میں مجھے یہ خیال ہوا کہ مٹی سے دھونے کو کیوں فرمایا کیا وہ سات مرتبہ پانی سے دھونا کافی نہیں آخر بہت دنوں تک چھان بین اور تلاش کے بعد یہ معلوم ہوا کہ مٹی میں ایک جزو نوشادر کا بھی ہے اور نوشادر لعاب کلب کی سمیت کا دافع ہے مگر ہر جگہ وہ میسر نہیں اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چیز ارشاد فرمائی جو کہ ہر جگہ میسر ہو اور بآسانی میسر ہو یعنی مٹی۔

(۵) **حکایت**: حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب نے اپنی تفسیر میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ حضورؐ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور اپنی داڑھی سے کھیل رہا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا اگر اس کے قلب میں خشوع ہوتا تو یہ ایسا ہرگز نہ کرتا۔

(۶) **حکایت**: میرے سامنے کا ایک واقعہ ہے ایک رئیس صاحب کو عید کی امامت کا شوق پیدا ہوا اور وہ امامت کو چلے اسکے قبل کبھی کیوں امامت کی تھی بلکہ شاید نماز کا بھی کبھی کبھی اتفاق ہوتا ہو۔ اور وہ بھی کسی مجبوری کی وجہ سے نتیجہ یہ ہوا کہ تکبیرات بھول گئے۔ اب کھڑے سوچ رہے ہیں کہ کیا کروں۔ آخر میں نے تکبیرات بتلائیں تو انہوں نے پوری کیں ـــ جب یہ حالت ہے تو اب بتلائیے اگر سچے امامت

نہ کریں تو کون کریں اور وہ بے چارے بھی آگے نہ بڑھیں تو کون بڑھے۔

(۷) حکایت: ایک شخص مولوی شیخ محمد صاحبؒ کے پاس چاند کی گواہی دینے آیا۔ مولوی صاحب نے ان سے پوچھا کہ نماز بھی پڑھتے ہو کہنے لگا کہ مولوی جی ایک دفعہ یہ سُنکر کہ بے نمازی کی جنازہ کی نماز نہیں ہوتی پڑھ لی تھی پھر توبہ ہے [التذکیر حصہ دوم وعظ الحفاظ صـ۶۹ سطر ۱]

(۸) حکایت: ایک مرتبہ ایک مولوی دہلوی ساڈھورہ گئے ایک شخص کو نماز کی تاکید کی اسنے نیت نماز کی اس طرح باندھی۔ نیت کرتا ہوں نماز کی۔ واسطے اللہ تعالیٰ کے۔ ظلم اس مولوی کا۔ اَللّٰہُ اَکْبَر۔ سو ایک قسم کے تو ایسے لوگ ہو گئے (اشرف المواعظ حصہ دوم التذکیر وعظ الحفاظ صـ۶۹ سـ۴)

(۹) حکایت: شیطان کے ناگوار ہونے پر مجھ کو ایک حکایت یاد آئی ایک شخص امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں آیا کہ میں نے اپنے گھر میں کچھ مال دفن کیا تھا اور وہ اب یاد نہیں کہ کہاں دفن کیا تھا۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ نماز پڑھنا شروع کر دو اور جب تک یاد نہ آئے پڑھتے رہو۔ چنانچہ اسنے نماز شروع کی پس فوراً ہی یاد آگیا اگر کوئی کہے کہ یہ تو خوب نسخہ ہاتھ آگیا۔ بہت سی چیزیں ہم کو یاد نہیں رہتیں۔ اب اس تدبیر سے یاد ہو جایا کریں گی۔

لیکن خوب یاد رکھو! کہ بھولنے کی دو علتیں ہیں ایک تو یہ کہ وہ شے متخیلہ کے اندر ہے لیکن شیطان نے محزوں کرنے کے لئے دماغ میں تصرف کر کے اس کو بھلا دیا کقولہ تعالیٰ وَمَا اَنْسَانِیْہُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْکُرَہٗ۔ سو ایسی بھولی ہوئی شے بعلت مذکور نماز سے یاد آسکتی ہے۔ دوسری علت یہ ہے کہ متخیلہ ہی میں کچھ فتور ہے۔ سو اس کے لیے یہ تدبیر مؤثر نہ ہوگی۔ سو اس کو پہچاننا صاحب بصیرت امام ابوحنیفہؒ جیسے بزرگ کا کام ہے اسلئے نماز کو نسیان عام علاج سمجھنے کا شبہ جاتا رہا (ایضاً صـ۲۲)

کتاب الصلوٰۃ ختم ہوئی۔

کتابُ الحج

(۱) **حکایت:** کانپور میں ایک مستری تھے انہوں نے ایک بھیڑ خریدی کوئی عیب ایسا نہ تھا جو اس میں نہ ہو لیکن ہر عیب تہائی سے کم تھا ضابطہ اور قانون کی رُو سے اس بھیڑ کی قربانی جائز تھی ایک شخص نے کہا کہ میاں ایسی بھیڑ کیوں کرتے ہو کیا اچھا جانور میسّر نہیں آتا کہنے لگے کہ واہ ہماری بیوی کہتی ہے کہ جائز ہے اور گھر پہنچے بیوی سے تذکرہ کیا کہ ایک شخص نے تمہارے مسئلہ پر اعتراض کیا بیوی نے فوراً اُردو کا شرح وقایہ نکالا اور قربانی کا بیان نکال کر نشانی رکھ کر باہر بھیجدیا کہ دکھلا دو اُن کو۔

(۲) **مثال:** قربانی نام اراقۂ دم کا ہے اور وہ قابلِ تقسیم نہیں ہے۔ جیسے ایک کنواں مشترک ہو اور ایک شریک کہے کہ ہم تو اپنے کنویں میں پیشاب کریں گے ظاہر ہے کہ سارا ہی کنواں ناپاک ہوگا۔

(۳) **حکایت:** حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے ایک تاجر نے بمبئی میں کہا کہ حضرت دعا کیجئے کہ خدا تعالےٰ مجھے حج نصیب کرے آپنے فرمایا کہ اس شرط سے دعا کرونگا کہ جس روز جہاز چلے اُس روز کامل اختیار تم مجھے اپنے اوپر دیدینا کہنے لگے کہ حضرت اس میں کیا مصلحت ہے آپنے فرمایا کہ مصلحت یہ ہے کہ تمہارا ہاتھ پکڑ کر جہاز میں بٹھلا دونگا اور پھر خدا تعالےٰ سے دعا کروں گا کہ تمہیں صحیح وسالم پہنچا کر حج کرادے ورنہ میری خالی دعا کرنے سے کیا ہوگا۔ جبکہ تم بمبئی سے باہر نکلنے ہی کا قصد نہ کرو۔

غرض محض دعا کرانے سے کام نہیں چلتا ضرورت اسکی ہے کہ اوّل کوشش کی جائے اور اسکے ساتھ خدا تعالیٰ سے دعا کی جائے البتہ جو کام ایسے ہیں کہ ان میں تدبیر کو بالکل دخل نہیں وہاں تو دُعا ہی کافی ہے مثلاً بارش کا ہونا کہ وہ محض خدا تعالےٰ کے اختیار میں ہے

اور بعض چیزیں بین بین ہیں۔ جیسے خدا تعالیٰ سے محبت پیدا کرنا ان میں نہ تو نری تدبیر پر اکتفا کیا جائے کہ وہ بسا اوقات ناز اور عجب کا باعث ہو جاتی ہے اور نہ نری دعا پر بس کیا جائے کہ وہ کچھ مفید نہیں۔

(۴) **حکایت**: ایک وکیل صاحب مجھ سے کہتے تھے کہ ایک بزرگ صاحب حال جن کو لوگ مسخرا سمجھا کرتے تھے حج کرنے کے لئے جب خانہ کعبہ کے سامنے پہنچے۔ تو مطوف کی زبان سے یہ نکلا کہ یہ کعبہ ہے اس وقت ان پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہوئی اور یہ شعر ان کی زبان سے نکلا ؎

چو رسی بہ کوئے دلبر بسپار جان مضطر ٭ کہ مباد بار دیگر نہ رسی بدیں تمنا

یہ کہتے ہی ایک چیخ ماری اور جاں بحق ہو گئے ـــــ اور سینکڑوں اولیاء اللہ کی حکایتیں ہیں کہ ایسے اوقات میں ان کی جان نکل گئی۔

(۵) **حکایت**: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ناقہ ذبح کی تھی جس کی قیمت تین سو اشرفیاں تھیں۔

(۶) **حکایت**: قالوا ما ھذہ الاضاحی یا رسول اللہ قال سنۃ ابیکم ابراھیم۔ صحابہ نے استفسار کیا کہ یا رسول اللہ! قربانی کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اب اس کی تحقیق سمجھو کہ ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ کیا تھا انہوں نے کون سا فعل کیا تھا سو گو انہوں نے ایک دنبہ ذبح کیا تھا مگر یہ دیکھو کہ وہ کس کا قائم مقام تھا سو وہ بیٹے کا قائم مقام تھا اس کا قصہ اول یہ ہوا تھا کہ خواب میں دیکھا تھا انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تری کہ ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا تھا کہ بیٹے کو ذبح کرو جس کو انہوں نے اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ سے ذکر کیا اسکی نسبت بعض لوگ یہ سمجھے کہ رائے دریافت کرنے کے لئے ابراہیمؑ نے اسمٰعیلؑ سے پوچھا تھا کہ تمہاری کیا رائے ہے تو انہوں نے کہا یا ابت افعل ما تؤمر اے باپ! آپ وہی کیجئے

جس کا آپ کو حکم ہُوا ہے اور یہ سمجھ کر اُن کو شُبہ ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کو نعوذ باللہ تردّد تھا ؎

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر ٭ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

حقیقت یہ ہے کہ ابراہیمؑ کو تردّد نہ تھا کہ انبیاء میں اس کا احتمال ہی نہیں بعض اہلِ ظاہر اس کے قائل ہوئے ہیں کہ گو تردّد نہ تھا۔ مگر اس وقت بیٹے میں باپ سے زیادہ استقلال تھا جیسا کہ اُن کے سوال ماذا تریٰ میں ان کے جواب افعل ما تؤمر میں موازنہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے پھر اس تفاوت کا ایک نکتہ بیان کیا جو عوام کو پسند بھی آئے گا۔ مگر ابراہیم علیہ السلام کی اس میں صریح تنقیص ہے وہ نکتہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ابراہیمؑ کے بدن میں تھا اُس کی وہ برکت تھی کہ ابراہیمؑ میں کسی قدر... استقلال تھا کہ آگ میں ڈالے گئے اور مضطرب نہ ہوئے جب اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو وہ نور اُن میں منتقل ہو گیا اس واسطے وہ اسی درجہ میں مستقل المزاج ہو گئے تھے مگر اس توجیہ سے میرا تو رونگٹا کھڑا ہوتا ہے کیا توجیہ کی ہے کہ اتنے بڑے پیغمبر کی جناب میں... گستاخی کی بھی پرواہ نہ کی پس ایسی توجیہ رہنے دیجئے ؎

زعشق ناتمام ما جمال یار مستغنی ست ٭ بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت رُوئے زیبا را

کتاب الحج ختم ہوئی

O

کتابُ المعاملات

(۱) حکایت: کانپور میں ایک شخص تھے اسنے مسجد کا ایک کونہ دبالیا۔ ایک درویش آئے اُن سے ہم نے شکایت کی۔ انہوں نے کہا کہ خوش رہو وہ کونہ اب سارے مکان کو مسجد میں لائے گا۔ چنانچہ تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ اُن کو حاجت شدید پیش آئی اور وہ گھر ان کو بیچنا پڑا اور مسجد میں خرید کر شامل کردیا (وعظ افعار المجازفۃ دعوات جلد ۱۳۹ ص ۱۴)

(۲) حکایت: میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ریل میں سوار ہوئے ایک قلی کے سر پہ ان کا اسباب تھا۔ اسباب کو رکھوا کر اُنہوں نے قلی کو ایک گھسی ہوئی دوانی دی اسنے کہا کہ حضور یہ تو خراب ہے کہنے لگے کہ ہم کیا کریں اسنے کہا بدل دیجئے کہنے لگا کہ ہم نہیں بدلتے اسنے کہا کہ صاحب میں کیا کرونگا کہنے لگے چلا دینا اسنے کہا کہ میں کیسے چلادونگا تو کہتے ہیں کہ جیسے ہم نے چلادی۔ بھائی تم نے تو اسلئے چلادی کہ تم بڑے شخص ہو اگر اس قلی کو بھی کوئی ایسا ذلیل مل جائے جس کی ذلت کی نسبت اسکی ذلت کے ساتھ ایسی ہو جیسی اسکی ذلت کی نسبت تمہاری عزت کے ساتھ تو وہ بھی چلادے مگر اس کو ایسا شخص کہاں ملے گا۔ آخر وہ روتا ہوا واپس چلا گیا اور گاڑی چھوٹ گئی۔

ایسا افسوس ہوا کہ جب یہ پلیٹ فارم پر کھڑے ہوکر ہمدردی کے لیکچر دیتے ہیں اس وقت انکی زبان کیسی چلتی ہے اور کس قدر زور ہوتا ہے جس سے معلوم ہو ان کے برابر دنیا میں بھی کوئی ہمدرد نہیں اور اعمال کی یہ حالت ہے

صاحبو! میں بقسم کہتا ہوں کہ مذہب کا پابند ہوکر تو ہمدردی کرنا ممکن ہے ورنہ ہرگز نہیں۔ نرے تمدن سے کوئی بھی ہمدرد نہیں ہوسکتا۔

(وعظ تفصیل التوبہ)

امثالِ عبرت

حصّہ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب العادات

(۱) **حکایت** . حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ شب کے وقت گھر میں چراغ گل ہوگیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ حضرت عائشہ رضؓ فرمانے لگے کہ حضورؐ! یہ بھی کوئی مصیبت ہے یعنی حضرت عائشہ رضؓ کو یہ معلوم تو تھا کہ انا للہ مصیبت کے وقت پڑھا جاتا ہے لیکن انکو اس واقعہ کی مصیبت ہونے میں تامل تھا کیونکہ ظاہراً یہ واقعہ معمولی بات تھی حضورؐ نے فرمایا کہ جو بات مومن کو ناگوار ہو وہ مصیبت ہے اور چراغ کے گل ہونے سے جبکہ قصد نہ ہو ناگواری ہوتی ہے لہذا یہ بھی مصیبت ہے (بیان النفس وعظ سوم)

(۲) **حکایت** مشہور ہے کہ ایک شخص بیوی پر توجہ نہ کرتا تھا اور بازاری عورت سے تعلق پیدا کرلیا تھا بیوی کو یہ خیال ہوا کہ شاید وہ بازاری مجھ سے زیادہ حسین ہو لیکن تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ بالکل کالی بھجنگ ہے سخت تعجب ہوا اور اب وہ اس فکر میں لگی کہ آخر اس میلان کا سبب کیا ہے چھان بین سے معلوم ہوا کہ جب وہ شخص اس کے پاس جاتا ہے تو وہ دور ہی سے دیکھ کر اس کو بُرا بھلا کہنا شروع کرتی ہے اور خوب جوتیوں سے خبر لیتی ہے کہنے لگی کہ کیا مشکل ہے آج سے میں بھی یہی وتیرہ اختیار کروں گی چنانچہ جب شوہر آیا تو اس نے دروازہ ہی سے اس کی خبر لینی شروع کی اور خوب جوتیوں سے پیٹنے لگا کہ بس اب میں کہیں نہیں جاؤنگا ۔ آج تک تجھ میں یہی کسر تھی سو وہ اب پوری ہوگئی اس حکایت سے معلوم ہوا کہ محبت میں اگر محبوب کی طرف سے کوئی مصیبت بھی آوے تو وہ

موجب فرح ہوا کرتی ہے حالانکہ یہ محبت مجازی چیز ہی کیا ہوتی ہے اس محبت کی حقیقت یہ ہے ؎

عشقہائے کز پئے رنگے بود　　عشق نبود عاقبت ننگے بود

البتہ خدا تعالیٰ سے جو محبت ہو وہ قابل اعتبار ہوتی ہے فرماتے ہیں کہ ؎

عشق بامردہ نباشد پائیدار　　عشق را باحی باقیوم دار

(وعظ ایضاً ص ۱۸)

(۳) حکایت ۔ ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ کسی شخص کے مکان پر گئے اور دروازہ پر جاکر آواز دی گھر میں سے جواب آیا کہ وہ نہیں ہیں انہوں نے پوچھا کہ کہاں گئے جواب آیا کہ معلوم نہیں لکھا ہے کہ اپنے اس سوال پر کہ کہاں گئے ہیں تیس برس تک روتے رہے کہ میں نے ایک لایعنی سوال کیوں کیا (وعظ ایضاً)

(۴) حکایت ۔ مولانا رفیع الدین صاحب مرحوم مہتمم مدرسہ دیوبند کے والد مولانا فرید الدین صاحبؒ کی نسبت سنا ہے کہ وہ بہت ہی کم بولتے تھے اور بلا کسی شدید ضرورت کے نگاہ کبھی اوپر نہیں اٹھاتے تھے حتی کہ اگر ان سے کوئی بات پوچھتا تو زبان سے جواب دیتے لیکن منہ نہ اٹھاتے تھے صرف اس لیے کہ بلا ضرورت کیوں نگاہ کو صرف کیا جائے نیز قرآن شریف میں حکم بھی ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ دوسری جگہ ارشاد ہے اَلَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا یعنی غاضین ابصارھم اہل لطائف نے لکھا ہے کہ شیطان نے بنی آدم کو بہکانے کی چار سمتیں بیان کی ہیں ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ اور دو سمتوں کو بیان نہیں کیا یعنی فوق اور تحت اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں سمتیں محفوظ ہیں لیکن اوپر سے مراد دہلی کے چاندنی چوک کا کوٹھا نہیں ہے بلکہ آسمان مراد ہے لیکن ہر وقت اوپر دیکھنا بہت دشوار تھا اس لیے سب سے اسلم سمت تحت ہے باقی چار سمتیں قدام ۔ خلف ۔ یمین ۔ شمال انکی حالت ہے کہ انکی طرف دیکھنے میں

اکثر انسان فتنے میں مبتلا ہو جاتا ہے اسی سبب سے بعض اکابر نے یہاں تک کیا ہے کہ شہر کو چھوڑ کر جنگل میں بود و باش اختیار کر لی شیخ سعدی نے ایک بزرگ کی حکایت لکھی ہے ؎

بزرگے دیدم اندر کوہسارے — نشستہ از جہاں در کنج غارے
گفتم چرا بشہر اندر نیائی — کہ بارے بندے از دل برکشائی
بگفت آنجا پریرویاں نغزند — چو گل بسیار شد پیلاں بلغزند

اسی حالت کو ایک شاعر نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے ؎

زاہد انہ داشت تاب جمال پریر خاں — کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

بہرحال ایسا ہوتا ہے اور اس کا علاج یہی ہے کہ ان چاروں سمتوں کی جانب دیکھنا بہت کم کر دیا جائے اور اوپر دیکھنے میں گرنے کا اندیشہ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا پس تجربہ عقل و نقل سب سے معلوم ہو گیا کہ حفاظت اور امن کی سمت سمت تحت ہے (وعظ ایضاً)

(۵) **حکایت** ۔ مولانا محمد نعیم صاحب لکھنوی فرنگی محلی کے پاس ایک رنگریز آیا کہنے لگا کہ حضرت معاویہؓ کے معاملہ میں آپ کی کیا تحقیق ہے مولانا نے فرمایا کہ میاں تم جا کر کپڑے رنگو جب تمہارے پاس حضرت معاویہ کا مقدمہ آئے گا تو لینے سے انکار کر دینا اور کہدینا کہ میں نے اس کی تحقیق کی تھی مگر مجھے کسی نے بتلائی نہیں ۔

ایک اور صاحب ایک مولوی صاحب کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی بابت دریافت کرتے ہوئے آئے کہ وہ ایماندار تھے یا نہیں انہوں نے فرمایا کہ تم کو نماز کے فرائض معلوم ہیں یا نہیں کہنے لگا کہ نہیں مولوی صاحب نے کہا کہ غضب کی بات ہے کہ نماز جس کا سوال سب سے اوّل قیامت میں ہوگا اس کے وہ فرائض جن سے دن میں پانچ مرتبہ کام پڑتا ہے ۔ اور جن کے معلوم نہ ہونے سے احتمال ہے کہ وہ فوت ہو جائیں تو نماز ہی نہ ہو ان کی تم کو خبر نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا ایمان جس کی بابت یقیناً ہم سے نہ قیامت میں سوال ہوگا نہ دنیا کا کوئی

کام اس علم پر موقوف اس کی تحقیق کی جاتی ہے (وعظ ایضا)

(۶) حکایت ۔ ایک شخص نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ بزرگوں کی شان اور ان کے حالات کس طرح مختلف ہوتے ہیں انہوں نے جواب دیا فلاں مسجد میں تین بزرگ بیٹھے ہیں انکے پاس جاؤ معلوم ہو جائیگا کہ بزرگوں کے حالات میں کیا فرق ہوتا ہے چنانچہ وہ شخص گیا اور جاکر دیکھا کہ کوئی بے ادب آیا اور ان بزرگوں میں سے ایک کے چپت رسید کیا انہوں نے اٹھ کر اتنے ہی زور سے ایک چپت اس کے بھی مار دیا اور پھر بیٹھکر وہیں مشغول ہو گئے اس کے بعد وہ دوسرے بزرگ کی طرف متوجہ ہوا اور ایک چپت انکے بھی مار دیا وہ بولے بھی نہیں اور اپنے کام میں لگے رہے اور ان کے بعد تیسرے کی طرف متوجہ ہوا ۔ اور ایک چپت ان کے مارا انہوں نے اٹھ کر فوراً اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اس کو دبانا اور پیار کرنا شروع کیا کہنے لگے تمہارے ہاتھ میں بہت چوٹ لگی ہوگی یہاں سے یہ تماشہ دیکھ کر ان بزرگ کے پاس گیا اور تمام ماجرا بیان کیا کہنے لگے کہ بس اتنا ہی فرق ان تینوں کے حالات اور شان میں بھی ہے تو دیکھ لیجیے کہ جو غیر صابر تھے اور انتقام لیے بغیر نہ رہ سکے وہ بھی لایعنی کے مرتکب نہیں ہوئے یعنی مارنے والے سے یہ سوال تک بھی نہیں کیا کہ تو نے ایسی حرکت کیوں کی بلکہ جزاء سیئۃ سیئۃ بمثلہا پر عمل کر کے ایک چپت خود بھی اس کو مار دیا پھر اپنے کام میں لگ گئے آج یہ حالت ہے کہ اگر ایک ذرا سی بات کسی کو کہدیجیے پھر دیکھیے کیا قیامت قائم ہوتی ہے بلکہ بلا وجہ بھی لوگ سر ہو جاتے ہیں میرے ایک دوست مولوی اسحاق علی صاحب فرماتے تھے کہ میں ایک مرتبہ چلا جا رہا تھا سامنے سے ایک شخص نظر پڑے مجھے خیال ہوا کہ میرے ملنے والوں میں سے کوئی شخص ہیں اس خیال کی بناء پر میں نے نہایت تپاک سے سلام کیا قریب آئے تو معلوم ہوا کہ یہ تو کوئی دوسرے صاحب ہیں اپنے دھوکہ کھانے پر میرے منہ سے لاحول نکل گئی بس وہ شخص سر ہو گیا کہ تم نے مجھ کو شیطان سمجھا اس لیے لاحول پڑھی اب یہ کتنا ہی سمجھاتے ہیں خوشامد کرتے ہیں وہ مانتا ہی

نہیں بڑی دُور تک انکے پیچھے پیچھے چلا آخر شاید کسی گلی میں نظر بچا کر گھسکر جلدی سے نکل گئے جب پیچھا چھٹا عرض یہ حالت ہے ہم لوگوں کے دینداروں کی حالانکہ پہلے لوگوں نے اس قدر احتیاط کی ہے کہ فضول باتوں سے بھی بچے ہیں (وعظ ایضاً)

(۷) حکایت - میں نے اپنے استاد علیہ الرحمہ سے سنا ہے کہ ایک شخص شطرنج کھیل رہے تھے اور ان کا لڑکا بیمار پڑا ہوا تھا اثنائے شغل میں کسی نے آکر اطلاع کی کہ لڑکے کی حالت بہت خراب ہے کہنے لگے کہ اچھا آتے ہیں اور پھر شطرنج میں مشغول ہو گئے تھوڑی دیر میں پھر کسی نے آکر کہا کہ وہ مر رہا ہے کہنے لگے کہ اچھا آتے ہیں اور یہ کہکر پھر شطرنج میں مشغول ہو گئے اس کے بعد کسی کے آکر کہا کہ لڑکے کا انتقال ہو گیا کہنے لگے کہ اچھا آتے ہیں یہ سوال و جواب سب کچھ ہو گیا - لیکن انکو اٹھنے کی توفیق نہ ہوئی جب شطرنج بازی ختم ہوئی تو آپ کی آنکھیں کھلیں اور ہوش آیا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا فرمائیے کہ جس کھیل کا انجام یہ ہو اس کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے (وعظ ایضاً)

(۸) حکایت - ایک شخص کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ فلاں شخص آپ کو یوں کہتا تھا حضرت نے فرمایا کہ اس نے تو پس پشت کہا لیکن تم اس سے زیادہ بے حیا ہو کہ میرے منہ پر کہتے ہو (وعظ ایضاً)

(۹) حکایت - حضرت میر درد دہلی کو سماع سننے سے کچھ رغبت تھی ان کی نسبت حضرت مرزا مظہر جان جانؒ سے آکر کسی نے کہا کہ حضرت میر درد سماع سنتے ہیں آپ نے فرمایا کہ بھائی کوئی کانوں کا بیمار ہے کوئی آنکھوں کا بیمار ہے - مرزا صاحب کے اس مقولہ سے اکثر جاہلوں نے یہ سمجھا کہ مرزا صاحب حسن پرست تھے حالانکہ یہ اعتراض بالکل غلط اور بہتان ہے اصل یہ ہے کہ مرزا صاحب بوجہ لطافت مزاج کے بدصورت آدمی کو دیکھ نہ سکتے تھے اور مرزا صاحب کے بچپن کے واقعات اس کی تائید کرتے ہیں یعنی مرزا صاحب کی نسبت یہ مشہور بات ہے کہ شیر خوارگی کے زمانہ میں آپ کسی بدصورت عورت کی گود میں نہ جاتے تھے حالانکہ اس وقت آپ کو خوبصورتی بدصورتی کا ادراک بھی نہ تھا لیکن لطافت روح کے

باعث آپ کو بدصورت آدمی سے اسی وقت تکلیف ہوتی تھی اور اس کا اثر برے ہو کر بھی تھا غرض اس قسم کے حضرات ایسے لوگوں کا منہ وقت بند کر دیتے ہیں اور جو لوگ احتیاط نہیں کرتے وہ ان آنے والوں کی بدولت اکثر گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں حالانکہ ان کو سمجھنا چاہیے کہ ؎

ہر کہ عیب دگراں پیش تو آورد و شمرد　　بے گماں عیب تو پیش دگراں خواہد برد

اس لیے میں نے کہا تھا کہ مقتدا لوگ باستثناء محتاطین و متقین کے زیادہ اس آفت میں مبتلا ہو جاتے ہیں (ایضاً)

(۱۰) **حکایت** ۔ مجھے ایک انسپکٹر ڈاکخانہ جات ملے وہ طالب حق تھے اور طلب حق کا خاصہ ہے کہ اس میں حقیقت کا انکشاف ہو جاتا ہے وہ ایک صاحب کی بابت کہ وہ اس دنیا میں جس کو آجکل اخباری دنیا کہا جاتا ہے بہت مشہور ہیں کہتے تھے کہ مجھے ان کی معیت میں رہنے کا اتفاق ہوا ہے اور میں انکی تقریریں سنکر سمجھا کرتا تھا کہ انکے برابر کوئی محقق نہیں لیکن جب سے میں نے اہل حق کی تقاریر سنی کہ جنکو نہ لکچر دینا آتا ہے نہ وہ بڑے بڑے الفاظ بولتے ہیں اسوقت مجھے معلوم ہوا کہ اصل حکم کیا چیز ہے اور کہتے تھے کہ غور کر کے اہل حق کے اور جدید طرز کے لوگوں کی تقریروں میں جو فرق میں نے سمجھا وہ یہ ہے کہ جدید طرز کی تقریریں پہلی نظر میں تو نہایت وقیع اور موثر ہوتی ہیں اور حق انہیں میں منحصر معلوم ہوتا ہے لیکن جب ان میں غور کیا جائے تو ان کی حقیقت کھل جاتی ہے اور ان کا لچر اور کمزور اور خلاف واقع ہونا اور پر تلبیس ہونا معلوم ہوتا جاتا ہے اور اہل حق کی تقریریں نظر اول میں بیرنگ اور پھیکی معلوم ہوتی ہیں لیکن جتنا ان میں غور کیا جائے تو ان کی قوت اور مطابق واقع ہونا معلوم ہوتا ہے اور قلب پر نہایت گہرا اثر ان کا ہوتا ہے کہ ان کے سامنے تمام تعلیمات قلب سے دھل جاتی ہیں (تعلیم البیان وعظ چہارم جلد ۵)

(۱۱) **حکایت** ۔ ہمارے بزرگوں کا طریقہ پڑھانے کا یہی تھا کہ وہ حضرات محض کتابوں کو حل فرما دیتے تھے اور زائد کچھ نہ بتلاتے تھے ہاں اگر کوئی بہت ہی ضروری

بات ہوتی تو اس کو فرما دیتے تھے اور پڑھانے میں ایک اس امر کی بھی رعایت ضروری ہے کہ جو بات معلوم نہ ہو تو اس کو صاف صاف کہدے یہ طریقہ حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ سے مورث چلا آتا ہے اس طریقہ میں یہ نفع ہے کہ طالب علم کو منصف پر ہمیشہ وثوق برستا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ مجھے جو کچھ بتلایا جارہا سب صحیح ہے اور جہاں اس طریقہ پر عمل نہیں کیا جاتا بلکہ بات کو بنایا جاتا ہے اور اکثر طالب علم انکی ہٹ دھرمی کو سمجھ جاتا ہے تو وہاں مصیبت ہوتی ہے جھک جھک میں سبق بھی خراب ہوتا ہے اور یہی بدخلقی طالب علم بھی سیکھتا ہے۔ (وعظ ایضاً)

(۱۲) **حکایت** ۔ مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی کی مشہور کرامت تھی کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو مشتبہ کھانا کبھی ہضم نہیں ہوا اسی وقت نکل جاتا تھا اور نہ ظلمت اور پریشانی قلب تو ضرور ہوتی ہے تو کھانا ایسا ہونا چاہیے کہ جس میں حکومت وغیرہ کسی چیز کا واسطہ نہ ہو کیونکہ دعوت واجب تو ہے نہیں مستحب ہے اور حرام کھانا کھلانا حرام ہے تو جس کے پاس حلال کھانا نہ ہو اس کو کسی کی دعوت نہ کرنا چاہیے اور اس کی ضرورت کیا ہے کہ مرغن ہی کھلاؤ (تنظیم الاشائر وعظ اول جلد ششم)

(۱۳) **حکایت** ۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ ایک حکایت بیان فرماتے تھے کہ دیوبند میں ایک عبداللہ شاہ تھے گھاس کھود اکرتے تھے واقعی فقیری انکی تھی اور آج کل تو فقیری دعوتیں کھانیکا نام رہ گیا ہے تو وہ روزانہ آٹھ پیسے کو گھاس بیچتے تھے جس میں سے چار پیسے والدہ کو دیتے تھے اور دو خدا واسطے فقیروں کو دیدیتے تھے اور دو اپنے خرچ کے لیے خود رکھتے تھے ایک مرتبہ انہوں نے ان حضرات سے کہا کہ مولوی صاحبو! میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ حضرت! آپ کے پاس ہے کہاں جو دعوت کریں گے فرمایا وہ جو خیرات کے پیسے نکالتا ہوں وہ جمع کرلوں گا سب نے منظور کرلیا واقعی دعوت بھی ایسوں کی کرے آجکل تو اگر مرغن نہ ہو تو دعوت قبول نہیں کرتے میرے ماموں ایک پیرزادے کی حکایت بیان کرتے تھے کہ وہ ایک جگہ پہونچے اور اپنی ایک مریدنی کے یہاں ٹھہرے اس نے

طعام کا سامان کیا تو ایک دوسری مریدنی آئی اس نے اصرار کیا کہ میرے یہاں کھانا کھایئے پہلی مریدنی نے کہا کہ تیرے یہاں کیسے کھا سکتے ہیں ٹھہرے تو میرے یہاں دونوں میں خوب لڑائی ہونے لگی تو پیرزادے نے کہا کہ اس میں لڑائی کی کیا بات ہے آج تو یہاں کھانے دو تمہارے یہاں پھر کھالیں گے تو اس نے کہا بہت اچھا مگر میں نے آج مرغ پکایا تھا مرغ کا نام سنکر تو پیر پھسل پڑے پہلی سے کہنے لگے کہ بی پھر تمہارا ہی کیا حرج ہے آج اسی کے یہاں کھانے دو تو پہلی مریدنی نے دوسری کو بڑی فحش بات کہی کہ جا تو ہی پیر سے ایسا کام کرا لے خلاصہ یہ آج کل کی پیرزادگی تو یہ رہ گئی ہے ایک یہ حضرات تھے کہ گھاس کھودنے والے کی خشک دعوت قبول فرمائی اس سے بھی زیادہ میں سناؤں مولانا گنگوہیؒ ایک حکیم صاحب کے مکان پر تشریف لائے تو حکیم صاحب نے صاف کہہ دیا کہ میرے یہاں تو آج فاقہ ہے اگر اجازت ہو تو اور کسی دوست کو کھانا پکانے کا مشورہ دوں مولاناؒ نے فرمایا کہ میں تو تمہارا مہمان ہوں اگر تمہارے یہاں فاقہ ہے تو ہم فاقہ ہی سے رہینگے سبحان اللہ یہ حضرات ہیں اللہ والے شام کو مغرب کے قریب حکیم صاحب کے پاس کہیں سے کچھ روپے آ گئے تو خوب دعوت کی (وعظ ایضاً)

(۱۴) حکایت ۔ مولوی عبدالرب صاحب فرمایا کرتے تھے کہ عورتوں سے جب کبھی پوچھا جاتا ہے کہ تم کو کچھ کپڑوں کی ضرورت ہے یا کافی مقدار میں موجود ہیں تو یہی کہیں گی کہ میرے پاس کیا ہے دو چیتھڑے اور جب برتنوں کا ذکر آتا ہے تو کہتی ہیں کیا ہے دو ٹھیکرے جوتوں کی نسبت پوچھو تو کہتی ہیں کیا ہے دو لتیھرے یہ نرا قافیہ بندی نہیں حقیقت یہی ہے کہ اس فرقہ کے اندر شکر گزاری مطلق نہیں الا ماشاء اللہ (وعظ ذکر الموت وعظ پنجم جلد ۶)

(۱۵) حکایت ۔ حضرت معروف کرخیؒ کی حکایت ہے کہ ایک شخص نے ان سے عرض کیا کہ آپ کا فلاں مرید شراب خانہ میں مست پڑا ہے حضرت کو غیبت کرنا اس کا بُرا معلوم ہوا اور اس کو سزا دینا چاہا زبان سے تو کچھ نہیں فرمایا۔ فرمایا کہ جاؤ کہ اس کو

کندھے پر اٹھالاؤ یہ بہت چکرائے اور پچتائے لیکن کرتے کیا پیر کا حکم تھا شراب خانہ میں گئے اور اس کو کندھے پر لا رہے تھے اور لوگ کہتے تھے کہ بھائی ان صوفیوں کا بھی کچھ اعتبار نہیں دیکھو دونوں نے شراب پی ہے ایک کو تو نشہ ہو گیا دوسرے کو اب ہو گا دونوں اپنا عیب چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں (وعظ ایضاً)

(۱۶) **حکایت** ۔ایک بزرگ سے کسی نے یزید کے بارے میں پوچھا تھا کہ یزید کیسا تھا فرمایا کہ یزید شعر گوئی میں بڑا ماہر تھا دیکھیے اس شیخ نے یزید کی بھی ایک مدح کی اس لیے کہ ان حضرات کو بجز اپنے عیوب کے دوسرے کے عیوب میں سے کچھ نظر نہ آتا تھا (التصدی للغیر)

(۱۷) **حکایت** ۔ہمارے وطن میں ایک ماسٹر عارضی طور پر آئے ہوئے ہیں اور داڑھی منڈاتے ہیں ان سے جب داڑھی رکھنے کو کہا تو کہنے لگے کہ داڑھی تو بکرے کے ہوا کرتی ہے افسوس ہے کہ لوگ مولویوں کو فتویٰ تکفیر میں متعصب بتلاتے ہیں لیکن انکو انصاف کرنا چاہیے کہ کیا یہ بات بھی کفر کی نہیں میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ ایک ایسا شخص جس کو معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی رکھی ہے اور تمام انبیاء علیہ السلام داڑھی رکھتے تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سب نے رکھی اور پھر وہ یہ کہے کہ داڑھی تو بکرے کی ہوتی ہے کیا آپ لوگ انصاف کی رو سے اس کو مسلمان کہیں گے دیکھو اگر کوئی شخص عدالت کی توہین کرنے لگے تو وہ کتنا بڑا مجرم سمجھا جاتا ہے تو کیا یہ توہین عدالت کی توہین کے برابر بھی نہیں ہر معنی شناس جانتا ہے کہ عدالت کی توہین سلطنت کی توہین ہے اسی طرح اسلام کے کسی حکم کی توہین شارع علیہ السلام اور بانی اسلام یعنی خدا تعالیٰ کی توہین ہے پس اگر خدانخواستہ کی توہین کرنے کے بعد بھی ایمان نہیں گیا تو گویا ایمان سرے سے اور گوند ہوا کہ وہ ایسا چپکا ہے جو کسی طرح چھوٹتا ہی نہیں ۔ صاحبو! اسلام ایسا سستا اور اتنا بے غیرت نہیں ہے کہ اس کو کوئی شخص دھکے بھی دے اور وہ نہ ٹلے (اثار الحبۃ جلد پنجم)

(۱۸) **مثال** رسموں کے مقدمات سب آپ کے مسلم ہیں صرف نتیجہ میں

آکر غلطی ہو رہی ہے جیسے کسی شخص نے تبت کے ہجے کیے تھے ت ا ب ز ر ق ب ب ت ز بر بت اور رواں پڑھا تھا بلطخ تو آپ نے بھی تو ہجے صحیح کیے ہیں صرف رواں میں غلطی کر رکھی ہے (وعظ ایضاً)

(۱۹) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تو کوئی مخدوم نہیں ہے پھر دیکھ لیجیے کہ حضور کی کیا حالت تھی فرماتے ہیں انی آکل کما یاکل العبد کہ میں کھانا اس طرح کھاتا ہوں جیسے کوئی غلام کھاتا ہے جس میں کوئی تجمل اور تکبر کا نام نہیں ہوتا حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی آگے نہ چلتے تھے بلکہ کچھ صحابہ آگے ہوتے تھے اور کچھ برابر میں ہوتے تھے اور کچھ پیچھے ہوتے تھے اور یہ کسی کا آگے اور کسی کا پیچھے چلنا بھی کسی خاص نظم اور ترتیب سے نہیں تھا۔ جیسے آج کل بادشاہوں اور بڑے لوگوں کی عادت ہے جب چلتے ہیں تو باقاعدہ کچھ لوگ انکی عزت و شان بڑھانے کو انکے آگے پر اجلائے ہوتے ہیں اور کچھ لوگ اس کے پیچھے ہوتے ہیں سو یہ نہ تھا بلکہ جس طرح بے تکلف احباب ملے جلے چلتے ہیں کہ کبھی کوئی آگے ہو گیا اور کبھی کوئی پیچھے ہو گیا اسی طرح چلتے تھے لباس کی یہ شان تھی کہ ایک ایک کپڑے میں کئی کئی پیوند لگا کر پہنتے تھے آرام کرنے کی یہ حالت تھی کہ ٹاٹ کے اوپر آرام کرتے تھے معاشرت کی یہ حالت تھی کہ اپنا کاروبار خود کرتے تھے بازار سے ضرورت کی چیزیں جا کر خرید لاتے تھے۔ غرض یہ سب افعال جو حضورؐ کے منقول ہیں تو کس لیے کیا اس لیے کہ ہم سنیں اور پرواہ بھی نہ کریں۔ (العلم للعلماء جلد ۵)

(۲۰) حکایت۔ ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ انکی یہ حالت تھی کہ جب کوئی انکو گھر پر جا کر آواز دیتا تو کم سے کم نصف گھنٹہ میں تو باہر آتے اس کی وجہ تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ جس وقت پکارنے کی آواز گھر میں پہونچتی ہے تو وہ آئینہ اور کنگھا طلب کرتے ہیں اور نہایت تکلف سے بالوں کو درست کر کے مانگ نکال کر داڑھی میں کنگھا کر کے ایک ایک بال کو موزوں بنا کر غرض دولہا بنکر باہر تشریف لاتے تھے (ع جنون و خبط دسکے اسے تو کیا کہیے ۱۲ جامع) اکثر متکلفین کو دیکھا ہے کہ ان کے پاس ایک دو جوڑہ

محض اس کام کے لیے رہتا ہے کہ جب باہر نکلیں اور جب واپس آئیں تو پھر وہی لنگوٹی یا شرے ہوئے کپڑے ان کا لباس گویا ہاتھی کے دانت ہیں کھانے کے اور دکھانے کے اور اور ان لوگوں کو شیطان نے یہ دھوکہ دیا ہے کہ ان اللہ جمیل یحب الجمال اور جب خدا تعالیٰ کو جمال پسند ہے تو ہم کو بھی جمیل بنکر رہنا چاہیے لیکن میں ان سے یہ سوال کرتا ہوں کہ اگر یہ تزین محض جمال کی وجہ سے ہے تو اس کی کیا وجہ کہ محض خلوت میں یہ تکلف کا لباس پہنا جاتا ہے کیا خلوت میں خدا تعالیٰ کو جمال پسند نہیں صاحبو! یہ سب نفس کے توجیہات اور نکات بعد الوقوع ہیں (وعظ ایضاً)

(۲۱) حکایت - کانپور میں جس زمانہ میں میرا قیام تھا ایک مرتبہ میں مدرسہ میں پڑھاتا تھا کہ ایک شخص آکر بیٹھے ان کے بدن پر صرف ایک لنگی اور ایک چادرہ تھا اس ہیئت کو دیکھ کر کسی نے ان کی طرف توجہ نہ کی لیکن جب انہوں نے گفتگو شروع کی تو معلوم ہوا کہ بہت بڑے فاضل ہیں پھر تو ان کی اس قدر وقعت ہوئی کہ ہر ہر طالب علم ان پر جھکا جاتا تھا (وعظ ایضاً)

(۲۲) سیر کی روایت میں ہے کہ جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لیے ساحرین کو جمع کیا تو وہ لوگ اسی لباس میں آئے تھے جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لباس تھا آخر مقابلہ ہوتے ہی تمام ساحرین مسلمان ہو گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خداوندی میں عرض کیا کہ یا الٰہی یہ سامان فرعون کے اسلام کے لئے ہوا تھا کیا سبب کہ اس پر فضل نہ ہوا اور ساحرین کو توفیق ایمان کی ہو گئی ارشاد ہوا اے موسیٰ یہ تمہاری سی صورت بنکر آئے تھے ہماری رحمت نے پسند نہ کیا کہ ہمارے محبوب کے ہم وضع لوگ دوزخ میں جائیں اس لیے انکو توفیق ہو گئی اور فرعون کو چونکہ اتنی مناسبت بھی نہ تھی اس لیے اس کو یہ دولت نصیب نہ ہو سکی اس حکایت سے احتجاج مقصود نہیں کہ اس کے ثبوت میں کلام کرنے لگو بلکہ صرف تائید منظور ہے اگر یہ حکایت صحیح نہ ہو تو بھی اصل مضمون دلائل سے ثابت ہے کسی حکایت کا عدم ثبوت مضر نہیں (وعظ ایضاً)

(۲۳) حکایت ۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بذاذہ جس کو اوپر بیان کیا گیا ہے اس کے متعلق کچھ تھوڑی توضیح عرض کروں کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی صاحب بذاذہ کے وہ معنی سمجھ لیں جیسے غالب نے ایک دوست کو اپنے گھر بلانا چاہا اس نے جواب میں کہلا بھیجا کہ تم تکلف زیادہ کرتے ہو اور اس سے مجھے اور تمہیں دونوں کو تکلیف ہوتی ہے اس واسطے آنے کی ہمت نہیں ہوتی آپ نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس مرتبہ کچھ تکلف نہ ہوگا اور اس کے بعد محلہ بھر کا کوڑا جمع کر کے اپنے گھر میں ایک ٹیلہ لگا دیا جب دوست کے آنے کا وقت ہوا تو آپ اس پر چڑھ بیٹھے اور نہایت ہی مفلسانہ وضع بنائی مہمان نے آکر یہ وضع دیکھی تو اس کو سخت رنج ہوا سمجھا کہ آجکل غالب کسی سخت مصیبت میں ہے قریب پہونچ کر حال دریافت کیا تو آپ فرماتے ہیں کہ میں بہت اچھا ہوں لیکن چونکہ تم نے تکلف سے روک دیا تھا اس لیے میں نے یہ بے تکلفی کی وضع اختیار کی ہے تو جیسے غالب نے بے تکلفی کے معنی سمجھے تھے اسی طرح بعض لوگ شاید بذاذہ کے معنی کے یہ معنی سمجھ جائیں کہ نہ صفائی ہو اور نہ نظافت بالکل میلی کچیلی حالت میں رہے حالانکہ میلے پن سے بذاذہ کو کوئی علاقہ نہیں (ایضاً)

(۲۴) حکایت ۔ مجھے تھانہ بھون کی ایک حکایت یاد آئی کہ ایک طالب علم کے حجرہ میں چوہے نے زمین کھود کر بہت سی مٹی نکال دی تھی اور وہ کئی روز تک اسی طرح رہی لیکن اس کو بھٹ بند کرنے یا مٹی پھینکنے کی توفیق نہ ہوئی اتفاق سے ایک صاحب جو حاجی بھی ہیں اس طرف کو جو گزرے تو انہوں نے اس کو درست کر دیا چند روز کے بعد چوہے نے پھر کھود ڈالی اور پھر مٹی اسی طرح جمع ہو گئی کسی شخص نے دیکھ کر اس طالب علم سے کہا کہ اس کو ٹھیک کر دو تو آپ فرماتے ہیں کہ حاجی جی ٹھیک کریں گے گویا حاجی صاحب ان کے نوکر ہیں کہ وہ آکر انکے حجرہ کو صاف کیا کریں (وعظ ایضاً)

(۲۵) حکایت ۔ ہماری بدمذاقی کی یہ حالت ہو گئی کہ مدراس میں ایک انگریز مسلمان ہوا مسجد میں آکر دیکھا کہ نالی میں بہت سا رنڈیہ وغیرہ پڑا ہے اس نے منتظمین سے کہا کہ مسجد کو صاف رکھنا ضروری ہے اس کی حالت ایسی خراب نہ رکھنی چاہیے اس

کو سنکر وہ لوگ کہنے لگے کہ تجھ میں ابھی عیسائیت باقی ہے ابھی صفائی کی بو دماغ سے نہیں نکلی گویا مسلمان کے لیے میلا کچیلا خراب خستہ رہنا لازم ہے اور اس قدر برہم ہوئے کہ اس کو مار کر مسجد سے نکال دیا بعض داناؤں کو اس حرکت کی اطلاع ہوئی تو اس انگریز کے پاس آئے اور تسلی تشفی کرنے لگے اس نے کہا کیا آپ کو یہ اندیشہ ہے کہ میں ان لوگوں کی اس حرکت سے اسلام کو چھوڑ دوں گا میں ان لوگوں پر ایمان نہیں لایا بلکہ حضور پر نور پر ایمان لایا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ حضورؐ ایسے نہ تھے (وعظ ایضاً)

(۲۶) حکایت ۔ میرے بھائی کے پاس دو شخص عہدہ دار آئے ایک ان میں سے ہندو بشکل مسلمان تھا اور ایک مسلمان بشکل ہندو تھے مسلمان صاحب کے لیے گھر میں سے پان آیا خادم چونکہ دونوں سے ناواقف تھا اس لیے اس نے ہندو کے سامنے پان پیش کیا اس پر وہ دونوں ہنسے اس سے وہ خدمت گار سمجھا کہ مسلمان یہ ہیں جن کی داڑھی متشی ہوئی ہے (طریق النجات جلد ۵)

(۲۷) حکایت ۔ کلکتہ میں ایک ملحد نے **مولانا شہید** دہلویؒ سے کہا تھا کہ غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ داڑھی رکھنا خلاف فطرت ہے کیونکہ اگر فطرت کے موافق ہوتی تو ان کے پیٹ سے پیدا ہونے کے وقت بھی ہوتی مولانا شہیدؒ نے فرمایا کہ اگر خلاف فطرت ہونے کی بھی وجہ ہے تو دانت بھی تو خلاف فطرت ہیں ان کو بھی توڑ ڈالو کیونکہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے وقت دانت بھی نہیں تھے (وعظ ایضاً)

(۲۸) حکایت ۔ خدا تعالیٰ نے شادی کا ایک نمونہ (یعنی حضرت فاطمہ زہراؓ کی شادی) ہم کو دکھلایا ہے کہ اس میں نہ مہمان آئے تھے نہ لال خط گیا تھا نہ ڈوم گیا تھا نہ نائی کے واسطہ سے پیغام پہونچا بلکہ پیغام خود دولہا صاحب لے کر گئے تھے اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بھیجے ہوئے تھے اول حضرت فاطمہ زہراؓ سے حضرات شیخین نے پیغام دیا تھا لیکن ان کی عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے حضورؐ نے عذر فرما دیا۔ اللہ اکبر صاحبو! غور کرنے کی بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو کیسے کیسے گہرے امور پر مطلع فرمایا ہے یعنی حضرات شیخین سے انکار فرما کر آپؐ نے یہ بتلا دیا کہ اپنی اولاد کے لیے شوہر کی

ہمعمری کا لحاظ بھی ضرور کر و ایک نوجوان عورت کی شادی ایک بوڑھے مرد سے ہوگئی تھی وہ کہتی تھی کہ جب میرے سامنے آتے ہیں تو مجھ کو بہت شرم آتی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے دادا آگیا اور اکثر عورتیں عمروں میں تفاوت ہونے کی وجہ سے آوارہ ہوجاتی ہیں کیونکہ ان کا دل نہیں ملتا تبلائیے حضرات شیخین سے زیادہ کون ہوگا لیکن حضورؐ نے محض عمر کے تفاوت کی وجہ سے انکار فرمادیا جب دونوں صاحبوں کو اس شرف سے مایوسی ہوئی تو ان دونوں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ حضورؐ نے ہم دونوں سے تو اس خاص وجہ سے انکار فرمادیا ہے تم کم عمر ہو بہتر ہے کہ تم پیغام دو جو لوگ شیخین پر حضرت علیؓ کے ساتھ عداوت رکھنے کا الزام رکھتے ہیں ان کو اس واقعہ میں غور کرنا چاہیے غرض حضرت علیؓ تشریف لے گئے اور جاکر خاموش بیٹھ گئے آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے جس غرض سے تم آئے ہو اور مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح تم سے کردوں منظوری کے بعد حضرت علیؓ چلے آئے ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چار اصحاب کو جمع کرکے خطبہ پڑھا اور نکاح پڑھ دیا چونکہ حضرت علیؓ مجلس نکاح میں موجود نہ تھے اس لیے یہ فرمادیا کہ اگر حضرت علیؓ منظور کریں حضرت علیؓ کو جب خبر ہوئی تو آپ نے منظور کیا اس کے بعد حضورؐ نے ام ایمن کے ساتھ حضرت فاطمہؓ کو حضرت علیؓ کے گھر روانہ کردیا نہ ڈولہ تھا نہ برات تھی اگلے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے اور حضرت فاطمہؓ سے پانی مانگا انہوں نے اٹھکر پانی دیا آج ہم نے اس سادگی ہی کو بالکل چھوڑ دیا ہے نکاح کے بعد ایک مدت تک دولہن منہ پر ہاتھ رکھے بیٹھی رہتی ہے میں کہا کرتا ہوں کہ بجائے منہ پر ہاتھ کے ہاتھ پر منہ رکھنا چاہیے بہرحال جو کچھ بھی کہا جائے منہ ڈھکا ہوتا ہے اور وہ اس قدر پابند بنائی جاتی ہے کہ نماز وغیرہ کچھ بھی نہیں پڑھ سکتی جس طرح بندہ کو خدا کے ہاتھ میں ہونا چاہیے تھا اس طرح وہ نائن کے ہاتھ میں ہوتی ہے (وعظ ضرورۃ الاعتنا بالدین جلد سوم)

(۲۹) حکایت ۔ ضلع بلند شہر کے ایک رئیس کا انتقال ہوا ان کے صاحبزادہ نے رسم چالیسویں کو توڑنا چاہا لیکن اس کی یہ صورت اختیار نہیں کی کہ کچھ نہ کریں بلکہ یہ کیا

کہ حسب رسم تمام برادری کی دعوت کی اور بہت سے عمدہ عمدہ مرغن کھانے پکوائے بڑے لوگوں پر ایک یہ بھی آفت ہے کہ جب تک وہ گھی کی نہر نہ بہادیں اس وقت تک ان کا کرنا کچھ سمجھا ہی نہیں جاتا غرباء بحمداللہ اس سے بری ہیں میں جب ڈھاکہ گیا تو وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہاں سیر بھر گوشت میں سیر بھر گھی کھاتے ہیں میں نے کہا کہ صاحب گھی کوئی زیادہ کھانے کی چیز نہیں ہے ورنہ جنت میں گھی کی بھی ایک نہر ہوتی جیسے دودھ شہد کی نہریں جنت میں ہیں غرض جب سب لوگ جمع ہو گئے تو ہاتھ دھلوا کر کھانا چنوا یا اور سب کو بٹھلا دیا اجازت شروع سے پہلے کہنے لگا کہ صاحبو! آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد ماجد کا انتقال ہو گیا ہے اور والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ جانا جیسے عظیم الشان صدمہ کا باعث ہوتا ہے ظاہر ہے تو صاحبو! کیا یہی انصاف ہے کہ ایک تو میرا باپ مرے اور اوپر سے تم لوگ مجھ کو لوٹنے کے لیے جمع ہو تم کو کچھ شرم بھی آتی ہے اس کے بعد کہا کہ کھائیے لیکن سب اسی وقت اٹھ گئے اور یہ رائے ہوئی کہ ان رسوم کے متعلق علیحدہ بیٹھ کر غور کرنا چاہیے چنانچہ بہت سے آدمی جمع ہوئے اور بالاتفاق رائے ان کو موقوف کر دیا اور کھانا غربا کو تقسیم کر دیا گیا (وعظ ضرورۃ الاعتناء بالدین)

(۳۰) حکایت ۔ ہمارے جوار میں ایک قصبہ کیرانہ ہے وہاں کے ایک حکیم صاحب فرماتے تھے کہ میرے پاس ایک گوجر آیا اس کا باپ بیمار ہو رہا تھا کہنے لگا کہ حکیم صاحب جس طرح ہو سکے ابکی مرتبہ تو اس کو اچھا ہی کر دیجئے کیونکہ قحط بہت ہو رہا ہے اگر بڈھا مر گیا تو مرنے کا تو چنداں غم نہیں مگر چاول بہت گراں ہیں برادری کو کس طرح کھلاؤں گا (وعظ ایضاً)

(۳۱) حکایت ۔ حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم سے کوئی مناظرہ کرے تو کبھی مناظرہ نہ کرو اس سے دل سیاہ ہوتا ہے (طریق التوبہ ص۳)

(۳۲) حکایت ۔ میرٹھ میں ایک عہدہ دار مسلمان کے پاس عید کے دن بہت سے مسلمان ملنے گئے تو وہ عہدہ دار صاحب ان لوگوں سے کہتے ہیں آج آپ لوگوں کا عید ہے افسوس! ان کو اسلامی عید کا اپنی طرف منسوب ہونا بھی گوارہ نہ ہوا

(۳۳) حکایت - ایک مسلمان کافر ہو گئے تھے ان کو اسلام سے اس قدر وحشت ہوئی کہ اپنے اصلی نام کو بھی باقی نہ رکھا اس کو کانٹ چھانٹ کر انگریزی ناموں کے طرز پر بنایا اور لطف یہ ہے کہ پھر اپنے کو مسلمان بھی کہتے تھے (وعظ ایضاً)

(۳۴) حکایت حضرت جنید رح کی حکایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص کو سوال کرتے دیکھا جو کہ صحیح تندرست تھا آپ نے دل میں فرمایا کہ یہ شخص صحیح سالم ہے اور پھر سوال کرتا ہے رات کو آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص آپ کے پاس مردار لایا اور کہا کہ اس کو کھائیے انہوں نے کہا کہ یہ تو مردہ ہے کیونکر کھاؤں اس شخص نے جواب دیا کہ آج صبح تم نے اپنے ایک بھائی کا گوشت کھایا ہے تو اس کے کھانے میں کیوں تامل ہے انہوں نے کہا کہ میں نے تو غیبت نہیں کی اس نے جواب کہ گو زبان سے غیبت نہیں کی لیکن دل میں اس کو حقیر سمجھا اور دل ہی سے تو سب کچھ ہو جاتا ہے آخر جنید بہت گھبرائے اور اس فقیر کے پاس پہونچے وہ کوئی کامل شخص تھا ان کو دیکھتے کہا وَھُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ سو ان گناہوں کی طرف ہمارا کبھی ذہن نہیں جاتا کہ یہ بھی گناہ ہیں اسی طرح بعض جوارح کے ایسے گناہ ہیں کہ ان کو گناہ نہیں سمجھا جاتا بلکہ نہایت بے تکلف کیا جاتا ہے جیسے زبان کے اکثر گناہ اسی طرح اپنے کو بڑا سمجھنا اس کو بھی ہم لوگ گناہ نہیں سمجھتے ہیں بلکہ خود بینی اور خودداری کو عزت سمجھتے ہیں اور ضروری جانتے ہیں (وعظ تفصیل توبہ)

(۳۵) حکایت ۔ ایک بزرگ کہتے تھے کہ ایک عورت نے کھیر پکائی اور اس کو ایک کابی میں لگایا اتفاق سے اس میں کتے نے منہ ڈال دیا اور کچھ اس سے کھا بھی گیا اس عورت نے اپنے لڑکے سے کہا کہ جا اس کو موذن کو دے آ چنانچہ وہ لے گیا اس بے چارے غریب کو خدا جانے کے وقت کے بعد کھانے کو ملا تھا مشہور ہے کہ یہ لوگ حریص ہوتے ہیں صاحبو! کیوں نہوں ان بیچاروں کا رزق تو آپ کے ذریعہ سے ہے اور آپ ان کو غنی کے سوا کسی وقت پوچھتے بھی نہیں اگر ہمیشہ ان کا خیال رکھو تو کیوں وہ حریص ہوں واقعی ان لوگوں کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ دعائیں کرتے کہ کوئی مرے تو ہماری پوچھ ہو ہمارے اطراف

میں ایک قصبہ ہے وہاں ایک شخص کا انتقال ہوا اس کے ورثا نے کفن کا چادرہ ایک غریب آدمی کو دے دیا تو وہاں کا تحصیلدار کہتا ہے کہ صاحب یہ تو ہمارا حق ہے یہ آپ نے دوسرے کو کیوں دے دیا انہوں نے کہا بھائی تم کو تو ہمیشہ ملتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ واہ صاحب خدا خدا کر کے تو یہ دن آتا ہے اس میں بھی آپ نے ہمارا حق دوسرے کو دے دیا غرض اس موذن نے کھانا شروع کر دیا اور ادھر ہی ہاتھ مارا جدھر سے کتے کا کھایا ہوا تھا لڑکے نے کہا ملاجی ادھر سے مت کھاؤ کتے کا کھایا ہوا ہے یہ سنکر اس ملا نے رکابی کو اٹھا کر پھینک دیا کہ وہ ٹوٹ گئی رکابی کے ٹوٹنے سے لڑکے نے رونا شروع کیا اس نے کہا کہ کمبخت ایک تو مجھے کتے کی جھوٹی ٹکیہ کھلادی پھر روتا ہے کہنے لگا کہ اس لیے روتا ہوں کہ رکابی میرے بھائی کے پائخانہ اٹھانے کی تھی تو نے وہ توڑ ڈالی مجھے ڈر ہے کہ میری والدہ مجھے مارنے نہ لگیں یہ حکایت صحیح ہو یا غلط لیکن ان لوگوں کے ساتھ ہمارا جو برتاؤ ہے وہ اس سے کچھ کم نہیں تو جیسے ہم لوگ ہر حیز بے کار خدا کے لیے تجویز کرتے ہیں اسی طرح وقت بھی تھوڑا سا انکے ہی وقت میں سے نکال کر خدا کے کام میں صرف کر لینا چاہیئے (وعظ ایضاً)

(۳۶) حکایت۔ سنا ہے کہ کلکتہ میں ایک دوکان دار پیر تھے جو شخص ان کے حلقہ میں شامل ہو جاتا وہ دو روپیہ ماہ دیتے تھے چونکہ کمال سے خود معرا تھے اس لیے لیپ پوت کرتے تھے اور اگر خود کچھ رکھتے ہوتے تو ان کو مخلوق سے نفرت ہوتی لوگ پیچھے پیچھے پھرتے اور وہ بھاگتے غرض کمالات اصلیہ کے ہوتے ہوئے اس طمطراق کی ضرورت ہی نہیں ہوتی (شرط الایمان)

(۳۷) حکایت۔ ایک شخص کو ہم نے دیکھا ہے کہ کھا رہے ہیں اور نکل رہا ہے مگر کھاتے جاتے ہیں اور نکلتا جاتا اسی طرح برابر سلسلہ رہتا تھا تو کیا یہ طبیعت سلیم ہے ہرگز نہیں (الاتعاذ بالغیر)

(۳۸) حکایت میرے پاس ایک سوال آیا تھا کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی اس نے کہا کہ میں طلاق نہیں لیتی طلاق واقع ہوئی یا نہیں اور ایسے واقعات میں نے خود دیکھے ہیں کہ تین طلاق دیتے ہیں اور پھر اس کو گھر میں رکھتے ہیں اور بخوف آبرو

ریزی کے تحلیل بھی نہیں کرتے پس جیسا یہ نکاح ایسا ہی ان حضرات کا ایمان ہے کہ خدا و رسول کی شان میں بے ادبی کرلیں احکام کے ساتھ تمسخر کرلیں اور علماء تو بچارے کس شمار میں ہیں وہ تو شب و روز ان کے تختہ مشق ہیں اور پھر مومن کے مومن پھر مولویوں کو بدنام کرتے ہیں کہ ہم کو کافر بناتے ہیں صاحبو! کافر بناتا تو یہ ہے کہ کلمات کفر کی تعلیم دیتے ہوں مولوی کافر بناتے نہیں ہاں جب تم کفر کا ارتکاب کرتے ہو تو یہ کافر بتا دیتے ہیں

(اختیار خلیل جلد ۶)

(۳۹) حکایت ۔ نیک صحبت میسر ہو تو اس کو اختیار کرو ورنہ تنہائی میں رہو اور مجھے افسوس ہے کہ تم مرد ہو کر اپنے پرانے تعلق والوں کو چھوڑنے کی ہمت نہیں کرسکتے حالانکہ ایسا ہی کام ایک چھوٹی مسی لڑکی کر کے دکھلا دیتی ہے دیکھو لڑکی کی جب تک شادی نہیں ہوتی ہے تو اس کی اور حالت ہوتی ہے وہ یہ کہ ماں باپ کا گھر اس کا گھر ہے ماں باپ کا دوست اس کا دوست ہے ماں باپ کا دشمن اس کا دشمن ہے اور جب شادی ہو کر شوہر کے یہاں جاتی ہے تو اس کی حالت میں ایک عظیم تغیر آجاتا ہے وہ سمجھتی ہے کہ آج سے میرا گھر وہ ہے جو شوہر کا گھر ہے دوست کون ہے جو شوہر کا دوست ہے دشمن کون ہے جو شوہر کا دشمن ہے دیکھو ایک تیرہ چودہ برس کی لڑکی نے ایک ذات واحد کے سامنے سب کو آگ لگا دی اور اسی کی ہو رہی اور سب پرانے تعلقات کو رخصت کیا حتے کہ اگر پرانے دوستوں میں سے آج کوئی شخص اس نئے دوست یعنی شوہر کا دشمن ہو تو وہ لڑکی اس کو دشمنی کی نظر سے دیکھنے لگتی ہے افسوس تم مرد ہو کر اس طرح سے ایک ذات کے نہیں ہو سکتے ہو تمہارا مذہب یہ ہونا چاہیے کہ ؎

دلا رامے کہ داری دل در و بند ۔۔۔ وگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

اور ؎

خلیل آسا در ملک یقین زن ۔۔۔ نوائے لا احب الافلین زن

(وعظ ایضاً)

(۴۰) حکایت ۔ حضرت عمر رضؓ کے یہاں ایک چور پکڑا ہوا آیا آپ نے قطع ید کا

حکم دیا اس نے کہا کہ امیر المومنین میں نے پہلی ہی مرتبہ ایسا کیا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا تو غلط کہتا ہے خدا تعالیٰ کی یہ عادت نہیں ہے وہ کبھی اول گناہ پر نہیں پکڑتے آخر جو تحقیق کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ بڑا عیار ہے۔ مولانا فرماتے ہیں

حلم حق با تو مواسا ہا کند　　چونکہ از حد بگذری رسوا کند

(وعظ اتعاذ بالغیر وعظ چہارم جلد ۴)

(۴۱) حکایت - ایک بزرگ تھے پنجاب میں ان کی بابت ایک دوست بیان کرتے تھے کہ ان کی یہ حالت تھی کہ جب کوئی حسین مکان دیکھتے تو وجد کرنے لگتے اور یہ حالت تھی کہ ان کے سامنے کوئی کواڑ نہ کھول سکتا تھا اس کی آواز سے وجد کرنے لگتے تھے ؎

کسانیکہ یزداں پرستی کنند　　بر آواز رولاب مستی کنند

اور یہ حالت تھی کہ ان کو پنکھا نہ جھل سکتے تھے اس کی آواز سے وجد ہو جاتا تھا تو ایسا شخص اگر کسی حسین آدمی کو بھی دیکھ کر وجد کرنے لگے تو یہ اس کی حالت ہے اور اگر یہ نہیں تو محض فسق و فجور ہے اور یہ ایسا مرض ہے کہ مدعیان تصوف میں بہت زمانہ سے چلا آتا ہے مولانا روم رح جو ساتویں صدی میں تھے ایسوں ہی کے حق میں فرماتے ہیں ؎

صوفی ماندہ بنزد ایں لئام　　الخیاطت واللواطت والسلام

(۴۲) حکایت - ایک لڑکا کہتا تھا کہ میں نے بے وضو نماز پڑھائی اور پیچھے دو لڑکے نماز پڑھنے کھڑے ہوئے ان میں ایک امام تھا ایک مقتدی ایک نے دوسرے کے پیر میں گدگدی اٹھائی خوب کہا ہے ع

وابعی جبی ولو کان ولیا

(۴۳) حکایت - ایک بادشاہ کی حکایت سنی ہے کہ اس کے سامنے ایک بیوہ عورت نکلی جو کہ بے انتہا بدصورت اور نفرت کی ہیئت و لباس رکھتی تھی اور اس کو حمل تھا اس نے وزیر سے کہا کہ تحقیق کرو یہ حمل کس کا ہے اس کی طرف کس کو رغبت ہوئی ہوگی وزیر تحقیق کرتے کرتے پریشان ہو گیا عتاب شاہی بڑھنے لگا

ایک روز اس پریشانی سے سڑک پر گزر رہا تھا کہ دیکھتا ہے کہ ایک شخص نہایت تکلف کا لباس پہنے ہوئے ایک گندے پرنالہ کے نیچے جس میں پیشاب وغیرہ گرتا تھا دوات لیے ہوئے کھڑا اس میں پانی ڈال رہا ہے سخت حیرت ہوئی اور اس کو گرفتار کر لیا تحقیق سے معلوم ہوا کہ ان ہی صاحب کا اس عورت کو حمل ہے لہذا اس زمانہ میں اس تفصیل کی بھی گنجائش نہیں رہی سب ہی کو روکنا چاہیے غرض فقہاء نے جب محل شہوت میں قرآن شریف سننا گوارہ نہیں تو غزلیات پڑھانے کی اجازت کب ہو سکتی ہے۔

(۴۴) **حکایت**۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سفر میں ایک غلام ساربان کو عورتوں کے سامنے اشعار پڑھنے سے روک دیا اور فرمایا تھا کہ رویدک یا انجشۃ لاتکسر القوارین تو جب اس زمانہ میں کہ سب پر تقویٰ غالب تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت نہیں دی تو آج کس کو اجازت ہو سکتی ہے۔

(۴۵) حضرت ابوالقاسم دونوں امر کی نسبت فرماتے ہیں کہ سالک کے لیے مردوں اور عورتوں کی مخالطت رہزن ہے ایک بزرگ کا خاص مردوں کے حق میں قول ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنی بارگاہ سے مردود کرنا چاہتے ہیں اس کو لڑکوں کی محبت میں مبتلا کر دیتے ہیں غرض یہ نہایت مضرت کی چیز ہے۔

(۴۶) **حکایت** یکے صورتے دید صاحب جمال — بگردیدش از شورش عشق حال

برانداخت بیچارہ چنداں عرق — کہ شبنم برآرد بہشتی ورق

گزر کرد بقراط بروے سوار — بہ پرسید کیں را چہ افتاد کار

کسے گفتش این عابد پارساست — کہ ہرگز خطائے زدستش نخاست

بہ نبرداشت خاطر فریبے دلش — فرورفتہ پائے نظر در گلش

نہ این نقش می رباید زدست — دل آن می رباید کہ این نقش بست

بقراط جواب دیتا ہے

نگاہ رندہ را خود ہمیں نقش بود — کہ شوریدہ را دل بیفگار بود

چرا طفل یک روزہ ہوشش بزد کہ در صنع دیدن چہ بالغ چہ خورد
محقق ہماں بیند اندر اہل کہ در خوبرویاں چنین و چگل

(۴۷) **حکایت** - گنج مراد میں ایک بزرگ تھے جناب مولانا افضل الرحمٰن صاحب تقریباً ایک سو برس کی انکی عمر ہوئی میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا جاڑے کا موسم تھا صبح کو اٹھکر خادم کو آواز دی ارے فلانے مجھ کو کچھ شبہ ہوگیا ہے کہ جی چاہتا ہے کہ نہالوں طبیعت صاف ہو جاوے گی چنانچہ خادم نے پانی رکھ دیا اسی جاڑے میں غسل فرمایا اگر کچھ نہ رہا تھا تو یہ شبہ کیسا ایک مرتبہ کانپور میں ہمارے گھر بہت عورتیں آئیں ان میں اختلاف تھا کہ حضرت مولانا موصوف سے پردہ چاہیے یا نہیں میں نے یہ اختلاف سنکر یہ حکایت ان کو سنائی اور یہ کہا کہ اب تم خود فیصلہ کر لو کہ پردہ ضروری ہے یا نہیں سب سنکر چپ ہو رہیں حضرت جب سو برس کی عمر میں یہ قصہ ہو سکتا ہے تو پچاس برس کی عمر میں اب کیا مشکل ہے -

(۴۸) **حکایت** - شیطان جب مردود ہوا تو اس نے کہا تھا لاقعدن لھم صراطک المستقیم ثم لاتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم یعنی میں ان کے (گمراہ کرنیکے) لیے تیرے سیدھے راستہ پر بیٹھوں گا پھر ان کے پاس آؤنگا ان کے سامنے سے اور پیچھے سے اور داہنے اور بائیں سے چار سمتیں تو اس نے بتلائیں اوپر اور نیچے بزرگان دین نے اس میں ایک لطیفہ لکھا ہے کہ اوپر نیچے کا ذکر اس لیے نہیں کیا کہ اکثر گناہ چار سمتوں سے ہوتے ہیں پس بچنے کی دو صورتیں رہیں یا تو اوپر دیکھ کر چلو یا نیچے دیکھ کر چلو مگر اوپر دیکھنے میں تو گر جانے اور آنکھ میں کچھ پڑ جانے کا اندیشہ ہے اس لیے نجات کے لیے یہی شق متعین ہوئی کہ نیچے دیکھ کر چلیں قال اللہ تعالیٰ عباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا۔

(۴۹) **حکایت** - ایک بزرگ تھے وہ بات کرنیکے وقت مردوں کو بھی نہ دیکھتے تھے ان سے کسی نے اس کی وجہ پوچھی فرمایا دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ لوگ جن کو پہچانتا ہوں اور دوسرے وہ جن کو نہیں پہچانتا ہوں جن کو پہچانتا ہوں تو ان کو بلا دیکھے آواز سے

پہچان جاتا ہوں دیکھنے کی کیا ضرورت ہے اور جن کو نہیں پہچانتا ان کے دیکھنے سے کیا فائدہ سبحان اللہ من حسن اسلامہ اترکہ مالا یعنیہ پر عمل اس کو کہتے ہیں۔

(۵۰) شیخ شیرازیؒ فرماتے ہیں ؎

بزرگے دیدم اندر کوہسارے — نشستہ از جہاں در گنج غارے
گفتم چرا بشہر اندر نیائی — کہ بارے بند از دل برکشائی
بگفت آنجا پریدیاں نغزند — چو گل بسیار شد پیلا بلغزند

(۵۱) ایک بزرگ طواف کر رہے تھے اور ایک چشم تھے اور کہے جاتے تھے اللھم انی اعوذ بک من غضبک کسی نے پوچھا کہ اس قدر کیوں ڈرتے ہو کیا بات ہے کہا میں نے ایک لڑکے کو بری نظر سے دیکھ لیا تھا غیب سے چپت لگا اور آنکھ پھوٹ گئی اس لیے ڈرتا ہوں کہ پھر عود نہ ہو جائے۔

(۵۲) **حکایت** حضرت جنیدؒ چلے جا رہے تھے ایک حسین لڑکا نصرانی کا سامنے آرہا تھا ایک مرید نے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ ایسی صورت کو بھی دوزخ میں ڈالیں گے حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ تو نے اس کو نظر استحسان سے دیکھا ہے عنقریب اس کا مزہ تم کو معلوم ہوگا چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شخص قرآن شریف بھول گیا نعوذ باللہ۔

(۵۳) **حکایت** کہتے ہیں کہ حضرت مرزا مظہر جانانؒ حسن پرست تھے تو ہم ایسا کریں تو کیا مضائقہ ہے سبحان اللہ کیا استدلال ہے بات یہ ہے ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر — گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

میں انکی حسن پرستی کی حقیقت بتلاتا ہوں کہ وہ اس معنی کے حسن پرست نہ تھے جیسے کہ لوگ سمجھتے ہیں بلکہ انکو ہر اچھی شے حسین معلوم ہوتی تھی اور ہر بری اور بے قاعدہ شئے سے اس قدر نفرت تھی کہ ان کو بدصورت اور بے ڈھنگی شئے دیکھنے سے تکلیف ہوتی تھی چنانچہ حضرت مرزا صاحبؒ کو جب کہیں جانا ہوتا تھا تو پالکی میں بیٹھکر جاتے تھے اور پالکی کے پٹ بند کرا دیا کرتے تھے کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ پٹ کیوں بند کرایا کرتے ہیں فرمایا کہ راستہ میں بازار وغیرہ ملتے ہیں اس میں بعض دکانیں بے

قاعدہ بنی ہوئی ہوتی ہیں مجھ کو دیکھ کر سخت تکلیف ہوتی ہے تھانہ بھون کے قاضی صاحب مع اپنے ایک ہمراہی کے مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اس ہمراہی کو ناک صاف کرنے کی ضرورت ہوئی تو مرزا صاحب کی نظر پیچھے سے اس کے پائجامہ پر لگی سب چھینٹیں پائجامہ کے پیچھے تھیں مرزا صاحب کے سر میں درد ہو گیا اور فرمایا کہ قاضی صاحب ہر شخص کے ساتھ آپ کا کیسے گزر ہوتا ہوگا اکبر شاہ ثانی جو کہ بادشاہ وقت تھا ایک مرتبہ مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا بادشاہ کو پیاس لگی کوئی خادم اس وقت موجود نہ تھا خود اٹھکر پانی پیا اور پانی پی کر صراحی پر کٹورہ ٹیڑھا رکھ دیا مرزا صاحب کے سر میں درد ہو گیا اور طبیعت پریشان ہو گئی لیکن ضبط فرمایا چلتے وقت بادشاہ نے عرض کیا کہ حضرت آپ کے یہاں کوئی آدمی خدمت کے لیے نہیں ہے اگر ارشاد ہو تو کوئی آدمی بھیجدوں اب تو مرزا صاحب سے نہ رہا گیا جھنجھلا کر فرمایا کہ پہلے تم تو آدمی بنو کٹورہ ٹیڑھا رکھ دیا میری طبیعت ابتک پریشان ہے ایک شخص نے مرزا صاحب کی خدمت میں انگور بھیجے بہت نفیس اور وہ منتظر داد کے ہوئے مگر مرزا صاحب ساکت تھے آخر اس نے خود پوچھا کہ حضرت انگور کیسے تھے فرمایا کہ مردوں کی بو آتی تھی تحقیق سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں انگور بوئے تھے تھے وہ انگور وہاں سے آئے تھے مرزا صاحب کے اندر حسن پسندی تھی وہ طبعی تھی طبیعت کی ساخت ایسی واقع ہوئی تھی کہ ہر اچھی شے پسند فرماتے تھے ان کے نفس میں بُرے خیال کا شائبہ بھی نہ تھا اور دلیل اس کی یہ ہے کہ بچپن میں بھی بدصورت کی گود میں نہ جاتے تھے بھلا اس وقت کیا احتمال ہو سکتا ہے۔

(۵۴) حکایت ۔ ایک بزرگ کی کیفیت یہ تھی کہ حسین لڑکے ان کی خدمت کرتے تھے اور گاہ گاہ ان کو پیار بھی کرتے تھے ایک روز انکے ایک مرید نے بھی ایک لڑکے کو پیار کر لیا پیر سمجھ گئے کہ اس نے میرا اتباع کیا ہے ایک روز بازار میں گئے لوہار کی دوکان پر دیکھا کہ لوہا سرخ انگارے ہو رہا ہے پیر صاحب نے جا کر فوراً اس کو پیار کر لیا اور اس مرید سے فرمایا کہ آیئے تشریف لایئے اس کو بھی پیار کیجیے پھر یہ گھبرائے اس وقت انہوں نے ان کو ڈانٹا کہ خبردار ہم پر اپنے کو مت قیاس کرو۔

(۵۵) حکایت ۔ ایک اور بزرگ کو دیکھا گیا ہے کہ ایک حسین لڑکے سے پاؤں دبوا رہے ہیں ایک شخص کو وسوسہ ہوا کہ یہ کیسے شیخ ہیں لڑکے سے پاؤں دبواتے ہیں فرمایا آگ کی انگیٹھی اٹھا لاؤ دھکتی ہوئی آگ میں پاؤں رکھ دیے اور یہ فرمایا کہ ہم کو کچھ حس نہیں ہمارے نزدیک یہ آگ اور یہ لڑکا برابر ہے لیکن یاد رکھو کہ ایسے بزرگوں سے جن کا ظاہر خلاف شرع نظر آوے بیعت ہونا جائز نہیں محققین کی یہ شان نہیں ہے جو لوگ مسند ارشاد پر متمکن ہوتے ہیں اور العلماء ورثۃ الانبیاء کے خطاب سے مشرف ہیں وہ بالکل متبع سنت نبویہؐ کے ہوتے ہیں انکی ہر وضع سنت کے موافق ہوتی ہے اور تہمت اور بدگمانی کے موقع سے بھی بچنا درست ہے ۔

(۵۶) حکایت ۔ حضورؐ کی شان اس باب میں یہ تھی کہ ایک مرتبہ حضورؐ مسجد میں معتکف تھے حضرت صفیہ جو کہ ازواج مطہرات میں ہیں وہاں تشریف لائیں واپسی کے وقت حضورؐ ان کو پہنچانے کے لیے ان کے ساتھ دروازہ تک کہ وہ مسجد ہی کی طرف تھا تشریف لائے سامنے دیکھا کہ دو شخص آرہے ہیں فرمایا کہ علی رسلکما یعنی اپنی جگہ ٹھہر جاؤ یہاں پردہ ہے اور اس کے بعد فرمایا انہا صفیۃ یعنی یہ عورت صفیہ تھی کو اجنبیہ نہ تھی فکبر علیہما ذلک یعنی بات ان دونوں پر بہت بھاری ہوئی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا آپ پر ایسا گمان ہو سکتا ہے فرمایا کہ شیطان ابن آدم کے اندر بجائے خون کے دوڑتا ہے مجھے خیال ہوا کہ کبھی وہ تمہارے ایمان کو نہ تباہ کر دے پس جو لوگ ارشاد کی شان لیے ہوئے ہیں وہ ایہام سے بھی بچتے ہیں ایسے حضرات قابل بیعت ہیں باقی جن کا ظاہر شریعت کے موافق نہ ہو ان میں بعض تو ایسے ہیں کہ مکار ہیں باطن بھی ان کا موافق نہیں ہے مردود ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ باطن ان کا بالکل شریعت کے موافق ہوتا ہے لیکن ظاہر ان کا ہماری سمجھ میں نہیں آتا ان پر اعتراض نہ کرے غرض مرشد ایسے کو بناوے جو ظاہر باطن پاک صاف ہو ۔

(۵۷) حکایت ۔ ایک رئیس صاحب کے یہاں ایک طالب علم کا کھانا مقرر تھا چونکہ اکثر ان کو انتظار کرنا پڑتا تھا اس لیے ان کو خیال ہوا کہ اتنا وقت بیکار جاتا ہے

اس میں اگر کچھ دین ہی کی خدمت ہو تو اچھا ہے رئیس صاحب سے کہنے لگے کہ میں یہاں دیر تک بیٹھا رہتا ہوں اگر آپ کا لڑکا کچھ پڑھ ہی لیا کرے تو اچھا ہے رئیس صاحب کہنے لگے کہ مولوی صاحب آپ نے عربی پڑھی تو یہ نتیجہ ہوا کہ میرے دروازہ پر کھانا لینے آتے ہیں میرا لڑکا پڑھے گا تو کسی دوسرے کے دروازہ پر جائیگا اس حکایت سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ علماء کے ساتھ لوگوں کا کیا برتاؤ ہے اور علماء کا کتنا اثر ہے اور جب علماء کا کچھ اثر نہیں تو ان کو ذی اثر لوگوں میں کیوں شمار کروں اور اپنی اس حالت کو سنکر علماء کو بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اب وہ کیا کریں اگر اب بھی ان کی سمجھ میں نہ آیا تو سخت افسوس ہے

(۵۸) حکایت ۔ حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ امراء کی بہت خاطر داری کرتے تھے اور وجہ اس کی یہ فرماتے تھے کہ نعم الامیر علی باب الفقیر یعنی جو امیر فقیر کے دروازہ پر جائے وہ بہت اچھا ہے پس جو کوئی امیر آپ کے دروازہ پر آیا تو اس میں امارت کے ساتھ ایک دوسری صفت بھی پیدا ہو گئی یعنی نعم کی پس اس صفت کی عظمت کرنی چاہیے لہذا بداخلاقی کی اجازت نہیں ۔

(۵۹) حکایت ۔ ٹونک کا واقعہ ہے کہ ایک رئیس نے داڑھی منڈوا رکھی تھی ایک عالم نے ان پر اعتراض کیا اور وہ رئیس متاثر بھی ہوئے اتفاق سے مجمع میں ایک دوسرے صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے اور یہ مولوی کہلاتے تھے آپ فرماتے ہیں کہ داڑھی ہرگز نہیں رکھنی چاہیے کیونکہ اس میں جوئیں پڑ جاتی ہیں اور وہ زنا کرتی ہیں فرمائیے اس رئیس کی نظر میں کیا وقعت ان عالم کی رہی ہو گی ۔

(۶۰) حکایت ۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ گیارھویں اٹھارہ تاریخ تک ہو سکتی ہے پھر نہیں ہو سکتی ایک وعظ میں میں نے ان رسوم کا بیان کیا بعد وعظ کے ایک صاحب کہنے لگے کہ علماء کو ایسے مضامین بیان نہ کرنا چاہیں کہ تفریق امت ہوتی ہے اس نے کہا کہ ہمارا بیان کرنا تو آپ کے عمل کرنے پر موقوف ہے جیسے لوگوں کے اعمال و حالات ہوں کہ ویسا ہم بیان کر دیں گے اگر لوگ ان اعمال کو چھوڑیں تو ہم بھی اس قسم کے بیان کو چھوڑ دیں گے تو تفریق کا الزام ان اعمال کے ارتکاب کرنیوالوں پر ہے نہ کہ ہم پر غرض یہ امور مطلوب

عندالشرع نہیں اور ان سے خرابیاں بہت کچھ پھیل رہی ہیں۔

(۶۱) حکایت ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو مخالفین اور کفار تک کی خاطر داری فرماتے تھے کفار آپ کو ستاتے اور فرشتہ آکر عرض کرتا کہ اگر اجازت ہو تو میں ان سب کو پہاڑوں سے ہلاک کر دوں آپ فرماتے کہ دعوتی و قومی تو جب حضورؐ کو کفار تک کی داری منظور تھی تو ہم میں آج کونسی بڑائی پیدا ہو گئی ہے کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو ذلیل سمجھیں اور ان سے تکبر سے پیش آئیں شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

شنیدم کہ مردان راہ خدا　　دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسر شود این مقام　　کہ با دوستانت خلاف است جنگ

(۶۲) حکایت ۔ ایک بزرگ کی حکایت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے لکھی ہے کہ وہ ذکر کرنے بیٹھے تو یہ آواز آئی کہ تم کچھ بھی کرو یہاں کچھ بھی قبول نہیں مگر وہ پھر کام میں لگ گئے ان کے ایک مرید نے کہا کہ جب کچھ نفع ہی مرتب نہیں تو محنت سے کیا فائدہ بزرگ نے جواب دیا کہ بھائی اگر کوئی دوسرا ایسا ہوتا کہ میں خدا کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو جاتا تو اعراض ممکن تھا اب تو یہی ایک در ہے ؎

توانی ازاں دل بہ پرداختن　　کہ دانی کہ بے او تواں ساختن

اس جواب پر رحمت خداوندی کو جوش ہوا اور ارشاد ہوا کہ ؎

قبول است گرچہ ہنر نیست ست　　کہ جز ما پناہے دگر نیست ست

(۶۳) حکایت ۔ جلال آباد کے ایک رئیس سنے گئے ہیں کہ حکیم کو بلاتے گاڑی بھیجتے فیس دیتے اور حکیم جی سے کہتے کہ آپ بلا تامل جتنے کا ہے نسخہ لکھیے دس کا بیس کا پچاس کا چنانچہ حکیم جی نسخہ لکھ دیتے ملازم کو دیتے کہ جاؤ بھائی عطار کو دکھاؤ کتنے کا ہے عطار کہتا ہے کہ پچیس روپے کا ہے کہتے لاؤ صندوقچی پچیس روپے گن کر دیتے کہ جاؤ خیرات کر دو مساکین کو میری یہی دوا ہے چنانچہ جب یہ عمل کرتے فوراً اچھے ہو جاتے۔

(۶۴) حکایت ۔ میرے ایک دوست ہیں وہ بھی دوا نہیں کرتے اس مرتبہ سخت بیمار ہوئے ہر چند انہیں سمجھایا گیا کہ علاج کرو مگر ایک نہ سنی آخر لوٹ

پوٹ کر چند روز کے بعد اچھے خاصے ہو گئے۔

(۶۵) ایک ظریف سیاح شاہ صاحب کی نسبت ایک خان صاحب کو خیال ہو گیا کہ یہ کیمیا جانتے ہیں آئے اور بات شروع ہوئی۔

خان صاحب۔ السلام علیکم

شاہ صاحب۔ وعلیکم السلام

خان صاحب۔ شاہ صاحب میں نے سنا ہے کہ آپ کیمیا جانتے ہیں۔

شاہ صاحب۔ ہاں جانتے ہیں۔

خان صاحب۔ ہم کو بھی بتلا دو!

شاہ صاحب۔ نہیں بتلاتے تمہارے باوا کے نوکر ہیں۔

پھر تو خاں صاحب کو بھی اور زیادہ اعتقاد بڑھا اور منت کرنے لگے شاہ صاحب نے کہا کہ خاں صاحب جس طرح ہم نے سیکھی ہے۔ اسی طرح سیکھو خدمت کرو پاؤں دباؤ پھر جو ہم کھلاویں وہ کھاؤ اور جو ہم کہیں وہ کرو اگر کبھی مزاج خوش ہو گا اور دل میں آجائے گا بتلا دیں گے خان صاحب راضی ہوئے رات ہوئی شاہ صاحب نے کچھ گھاس پھونس ابال کر خان صاحب کے سامنے رکھا خان صاحب نے ایسا کھانا کب کھایا تھا ذرا ناک چڑھانے لگے شاہ صاحب نے کہا کہ ابھی تو اول ہی منزل ہے جب خان صاحب نے یہ رنگ دیکھا تو سمجھا عمر بھر کے لیے توبہ کی۔

(۶۶) **حکایت۔** شیطان کا شیرہ ہے شیطان کو کسی نے کہا کہ تو بڑا ملعون ہے گناہ کراتا ہے اس نے کہا کہ میں کیا گناہ کراتا ہوں میں تو ایک ذرا سی بات کرتا ہوں لوگ اس کو بڑھا دیتے ہیں دیکھو میں تم کو تماشہ دکھلاتا ہوں ایک دوکان پر پہونچے ایک انگلی شیرہ کی بھر کر دوکان میں لگا دی اس پر ایک مکھی آبیٹھی ایک چھپکلی اس پر جھپٹی اس پر دوکان دار کی بلی دوڑی اس پر ایک حزیدار کا جو کہ فوجی سوار تھا کتا لپکا دوکان دار نے اس کتے کے ایک لکڑی ماری سوار کو غصہ آیا اس نے دوکان دار کے ایک تلوار ماردی بازار والوں نے اس کے انتقام میں سوار کو قتل کر ڈالا فوج میں خبر ہوئی فوج

والوں نے بازار کو گھیر کر قتل عام شروع کر دیا بادشاہ وقت نے دوسری فوج سے ان ظالموں کو سزا میں قتل کرنا شروع کیا ایک گھنٹہ میں تمام شہر میں ندی خون کے نالے بہ گئے شیطان نے کہا کہ دیکھا میں نے کیا کیا تھا اور لوگوں نے اس کو کہاں تک پہونچایا۔

(۶۷) حکایت حضرت عمرؓ جن کی حق پرستی قوت ایمان ایسے تمام اخلاق وصفات موافقین کیا مخالفین کے نزدیک بھی مسلم الثبوت ہیں ذرا ان کی حالت دیکھیے خلافت کا تو زمانہ اور کپڑے پیوند لگے پہنے ہوئے چکنا سالن تک نہ تھا چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ نے آپ کی دعوت کی تھی اور گوشت پکا رکھا تھا جس میں گھی بھی کسقدر ڈالا ہوا تھا کھانا کھانے کے وقت حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ میاں تم نے تو ایک سالن کے ساتھ دوسرا سالن بھی جمع کر دیا ہے یعنی ایک تو گھی اس سے بھی روٹی کھائی جا سکتی ہے دوسرا گوشت کہ اس سے بھی روٹی کھا سکتے ہیں اس قدر اسراف اور تکلف کی ضرورت ہی کیا تھی حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ میں نے اس میں مقدار معین سے زیادہ صرف نہیں کیا ہے جس قدر خرچ لے کر گوشت خریدنے نکلا تھا اسی قدر میں بوجہ معمولی گوشت ہونے کے تھوڑے کا گوشت لے لیا اور باقی کا گھی لے لیا آپ نے فرمایا کہ یہ بات صحیح ہے مگر میرے نزدیک مناسب نہیں ہے القصہ وہ آپ نے کھانا نہیں کھایا پھر رہنے کو تھا کوئی بڑا محل نہ تھا دربان نہ تھے پہرہ چوکی نہ تھا اپنے کام کو خود کر لیا کرتے تھے راتوں کو گشت لگاتے تھے لوگوں کی حالت دریافت کرتے تھے ضعفاء اور مساکین کی خبر لیتے تھے پھر بھی آپ کی کیفیت حالت کو دیکھیے بغور ملاحظہ کیجیے کہ حضرت حذیفہؓ جن کا صاحب اسرار لقب ہے اس وجہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منافقین کے نام بتلا دیئے تھے تو حضرت عمرؓ ان سے قسم دے دے کر پوچھتے تھے کہ سچ بتلانا کہیں میرا نام تو ان لوگوں میں نہیں ہے جب تقوے اور خشیت کی یہ حالت ہو تو پھر اگر ایسے لوگوں کے پاس دنیا ہوتی تو ان کو کیا ضرر تھا اب بتلائیے کہ اس زمانہ کے مناسب کیوں

ترقی نہ تھی اور اس زمانہ کے مناسب کیوں ہے۔

(۶۸) حکایت - ساری خرابی ان ہی ناعاقبت اندیش واعظوں کی ڈالی ہوئی ہے ایسی ایسی حکایتیں بیان کرتے ہیں جس سے لوگ سمجھتے ہیں کہ عمل کرنا بہت دشوار ہے اور جو کچھ کرتے ہیں ایسی حکایتوں کی وجہ سے اس کو بھی چھوڑ بیٹھتے ہیں مثلاً طلب حلال کے متعلق یہ حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حلال روزی کی طلب میں رہ کے ایک ایسے شخص کے پاس پہونچے جس کے پاس حلال روزی کی خبر لگی تھی اس نے جواب دیا کہ تھی تو میرے پاس لیکن چند روز سے حلال نہیں رہی اتفاق سے میرا بیل دوسرے کے کھیت میں چلا گیا دوسرے کھیت کی مٹی اس کے پیر میں لگ کر میرے کھیت میں آگری اس لیے اب روزی حلال نہیں رہی محض مستبعد بات ہے اول تو یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی کے بیل کھیت ہی میں ہمیشہ رہا کریں باہر نکلنے کی نوبت ہی نہ آئے اور اگر ہو بھی تو اس سے کہیں حرمت آتی ہے اور تمام امور سے قطع نظر کر کے اگر اس کی کوئی توجیہ بھی ہو تو اس بزرگ کی خاص حالت ہوگی عام تکلیف تو نہیں دیجا سکتی۔

(۶۹) حکایت - حکایت ہے کہ ایک ولائتی صاحب کسی مسجد میں ٹھہرے تھے جب رات کو تہجد پڑھنے کھڑے ہوئے تو دیکھا کہ ایک مسافر جو وہاں سو رہا تھا حرارت لے رہا ہے آپ نے اس کو کئی دفعہ تو اٹھا اٹھا کر بیٹھایا اور کہا کہ تم کس طرح سوتے ہو ہمارے خشوع میں خلل پڑتا ہے وہ بیچارہ تھکا ہوا تھا پھر سو گیا آپ کو غصہ آیا نکالا پھرا اس کا کام تمام کر دیا اچھا خشوع حاصل کیا کہ بیچارے کی جان ہی لے ڈالی۔

(۷۰) حکایت قیام حرکت وجد یہ ہے اور یہ وارد پر ہوتی ہے تو اگر کوئی شخص وارد کے غلبہ سے مضطر ہو جائے تو اس کو جائز ہے مگر یہ یاد رہے کہ وہ اضطرار کسی خاص مضمون کے ساتھ مخصوص نہ ہوگا اور ابتداءً اس کی اس طرح ہوتی ہے کہ ایک شخص مضطر ہو کر کھڑا ہو گیا اس کی حالت کی تائید میں اور اس حالت مستحسنہ کو باقی رکھنے کے واسطے حاضرین مجلس بھی کھڑے ہو گئے اور اس کو علامہ غزالی رح نے لکھا ہے کہ اگر ایک شخص وجد سے

کھڑا ہو جاوے تو اس کے ساتھ سب کو کھڑا ہو جانا چاہیے کیونکہ اس کی تانیس اور اس کی حالت کا ابقا ہے علی ہذا حضرت شیخ گنگوہی رحمہ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو کوئی کیفیت ہو وہ خدا تعالیٰ کا مہمان ہے اس کی قدر کرو اور اس کی قدر میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی ایسی حرکت نہ کرو کہ جس سے اس کا دل بجھ جائے اور وہ کیفیت جاتی رہے غرض صوفیہ نے اس کی حالت کو محفوظ رکھنے کے لیے ایسا کیا ہے لیکن مجلس بھر میں اول جو شخص کھڑا ہو گا اس کو ہرگز جائز نہیں کہ وہ مکدر کرے۔

اشرف المواعظ حصہ اوّل وعظ النور صہ ۸۵ ص ۱

(۱۷) حکایت ۔ ایک قصہ ضد کا مجھے یاد آیا کہ دہلی میں ایک شخص نے حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہ کی بھی دعوت کی اور بعض ان مخالفین کی بھی۔ اور ہر ایک کو دوسرے کی خبر نہ ہونے دی جب سب جمع ہو گئے اور کھانا سامنے آیا تو میزبان نے کہا کہ صاحب یہ شیخ سدو کا بکرا میں نے پکایا ہے اب جس کا جی چاہے کھائے اور جس کا چاہے نہ کھائے شاہ اسحاق صاحب تو شیخ سدو کے بکرے کو حرام فرماتے تھے انہوں نے ہاتھ کھینچ لیا اور ان کے ساتھ ان کے مخالفین نے بھی ہاتھ کھینچ لیا صاحب خانہ نے ان سے پوچھا کہ آپ تو جائز کہتے ہیں آپ نے کیوں ہاتھ روکا کہنے لگے کہ بھائی ہے حرام ہی مگر ان کی ضد میں اس کو حلال کہہ دیتے ہیں اشرف المواعظ حصہ اوّل وعظ مذکور

(۱۸) حکایت بغیر کسی وارد کے صورت بنانا نہایت درجہ تصنع ہے محققین نے یہاں تک احتیاط کی ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ کی مجلس میں ایک شخص کے منہ سے باآواز بلند لفظ اللہ نکل گیا آپ نے فرمایا کہ آہستہ کہو تھوڑی دیر کے بعد اس نے پھر اسی طرح کہا اللہ آپ نے فرمایا کہ اس کو مجلس سے اٹھا دو کیونکہ آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ شخص بغیر مغلوبیت کہہ رہا ہے حضرت جنیدؒ کی مجلس میں ایک خوش آواز نے ایک شعر پڑھ دیا اس کو سنکر ایک صوفی کو وجد شروع ہوا لیکن جنید رح اسی طرح بیٹھے رہے ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت آپ کو وجد نہیں ہوا آپ نے فرمایا کہ وتری الجبال تحسبها جامدة وهی تمر مر السحاب میاں تم سمجھتے ہو کہ ہم

کو حرکت نہیں ہوئی حالانکہ ہم خدا جانے کہاں سے کہاں پہونچ گئے ہیں مگر وہ حرکت تم کو محسوس نہیں ہوئی اور یہ کیا ضرور ہے کہ اگر کوئی وارد ہو تو اس کو ظاہر بھی کر دیا جائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک بار وعظ بیان فرمایا بعضوں نے متاثر ہو کر کپڑے پھاڑ ڈالے اسی وقت وحی نازل ہوئی کہ ان سے فرما دیجیے کہ دلوں کو پھاڑو کپڑے پھاڑنے سے کیا ہوتا ہے مگر اس سے سب کپڑے پھاڑنے والوں پر اعتراض مقصود نہیں اس کا بھی ایک درجہ ہے حضرت شیخ شیرازی فرماتے ہیں ؎

مکن عیب درویش وحیران و مست کہ عزق است ازاں می زند پاؤ دست
بہ تسلیم سر در گریباں برند چو طاقت نماند گریباں درند

کہ بالکل از خود رفتہ ہو جاتے ہیں تو کپڑے پھاڑ ڈالتے ہیں اب یہ تھوڑا ہی جائز ہوگا (اشرف المواعظ حصہ اول وعظ النور)

(۷۳) حکایت ۔ کانپور میں ایک صاحب نے کسی کے مکان پر مولد پڑھا آپ کے پاس کرتا پرانا تھا جی چاہا کہ نذرانہ کے ساتھ صاحب خانہ سے ایک کرتہ بھی وصول کریں آپ نے بیان کرتے کرتے ایک موقع پر پہونچ کر نہایت زور سے ایک وجدی حالت پیدا کی اور کرتہ پھاڑ ڈالا آخر صاحب خانہ نے نذرانہ بھی دیا اور شرم کے مارے ایک کرتہ بھی بنا دیا (ایضاً)

(۷۴) حکایت میں شاہجہاں پور میں ایک صوفی سے ملا ہوں کہ وہ سماع سنتے تھے ایک مرتبہ وہ سماع سن رہے تھے کہ مجلس میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر چٹکیاں بجانی شروع کر دیں انہوں نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر اٹھا اور پھر چٹکیاں بجانا شروع کیں انہوں نے پھر بٹھلا دیا تیسری مرتبہ وہ پھر اٹھا تو انہوں نے مجلس سے نکلوا دیا غرض محققین صوفیہ اس کا بہت خیال رکھتے تھے (وعظ ایضاً)

(۷۵) حکایت میں ایک جگہ بیان کرنے کے لیے گیا اس روز اتفاق سے مجھے زکام ہو رہا تھا بیان سننے کے بعد صاحب خانہ نے یہ اعتراض کیا کہ خوش الحان نہیں ہیں میں نے دل میں کہا کہ بھائی میں ڈوم کا لڑکا نہیں ہوں کہ مجھ میں خوش الحانی ہوتی خدا کا

شکر ہے کہ میں ایک شریف کی اولاد ہوں مجھے خوش اخلاقی اور بد اخلاقی سے کیا واسطہ (وعظ ایضاً)

(۷۶) **حکایت** حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب اپنے ابتدائی زمانہ میں اجمیر میں تشریف رکھتے تھے وہاں ایک شخص شریف سید فن موسیقی میں کامل تھے مولانا کو چونکہ ہر فن کی تحصیل کا شوق تھا اس لیے مولانا نے چند روز ان سے اس فن کے اصول کو سیکھا تھا لیکن اللہ والے اگر کوئی نفع معمولی بھی کسی سے حاصل کر لیتے ہیں تو اس دوسرے کو بھی دینی نفع پہونچاتے ہیں مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے سیکھا تو ہوگا ہفتہ ہی دو ہفتہ میں مگر اس کا یہ اثر ہوا کہ چند روز کے بعد ان کی ہدایت کا سامان پیدا ہوا اسی طرح ان کے پاس ایک شخص آیا کہ وہ بھی اس فن میں ماہر تھا اس نے کچھ سنانے کی فرمائش کی انہوں نے سنایا جب سنا چکے تو وہ کہنے لگا کہ سبحان اللہ کیا گلا پایا ہے یہ جملہ سنکر ان کو سخت غصہ آیا اور کہا کہ افسوس اتنی محنت کا یہ صلہ ملا کہ میری وہ تعریف کی گئی جو ایک ڈوم کی ہو سکتی ہے اور عہد کیا کہ اس کے بعد پھر کبھی اس مہمل کام کے پاس بھی نہ جاؤں گا پس مولانا کی برکت سے تائب ہو گئے اور اخیر راگ یہ دین کا رہا (وعظ ایضاً)

(۷۷) **حکایت** ایک بادشاہ ذی حشمت و شوکت تھے لیکن ان کے بھائی لنگی باندھے ہوئے پھرا کرتے تھے بادشاہ کو شرم آتی تھی کہ میں اتنا بڑا بادشاہ اور میرا بھائی صرف لنگی باندھے ہوئے پھرتا ہے ان کو بلا کر بادشاہ نے کہا کہ بھائی مجھے شرم آتی ہے تم پائجامہ تو پہن لو انہوں نے کہا کہ ایک شرط سے جب کرتا بھی ہو کہا کرتے بہت کہا کرتے کے ساتھ ٹوپی بھی ہو بادشاہ نے کہا کہ ٹوپی بھی بہت کہا جوتا بھی ہونا چاہیے بادشاہ نے کہا کہ جوتے بھی بہت کہا کہ جب یہ سب چیزیں ہوں تو ایک سواری بھی ہونا چاہیے بادشاہ نے کہا کہ سواری بھی ہے انہوں نے کہا کہ سواری گھوڑے کی اور اصطبل اور سائیس بھی ہونا چاہیے بادشاہ نے کہا کہ یہ سب چیزیں بھی موجود ہیں پھر کہا ایک مکان رہنے کے واسطے بادشاہ نے کہا بڑے بڑے عالیشان مکان آپ کے رہنے کے واسطے موجود ہیں کہا کہ پھر ایک سلطنت بھی ہونی چاہیے بادشاہ نے کہا کہ سلطنت بھی حاضر ہے شوق سے تخت پر بیٹھیے اور حکمرانی کیجیے یہ سب پوچھ کر بادشاہ سے کہنے لگے کہ میں پائجامہ ہی کیوں پہنوں کہ جس میں

اتنے جھگڑے اور بکھیڑے ہوں (وعظ تذکیر الآخر)

(۷۸) **حکایت** مولانا شہیدؒ ایک مرتبہ لکھنو تشریف لے گئے لکھنو کے ایک شہزادے حاضر ہوئے اور زمین دوز سلام کیا آپ نے انگوٹھا دکھا دیا اس نے اشرفی نذر دی آپ نے منہ چڑا دیا مولانا نے ایسا قصداً کیا تھا کیوں؟ اس لیے کہ اہل دنیا تنگ نہ کریں اور غیر مہذب سمجھ کر وہ پاس نہ آئیں تاکہ دنیا داروں کے جھگڑوں سے نجات ہو یہ سب بے طمعی کا سبب تھا جب مال کا علاج ایسے اولیاء اللہ کی صحبت میں رہنے سے مال و دولت سے محبت دور ہو جاتی ہے اور غنا باطنی حاصل ہوتی ہے (وعظ ایضاً)

(۷۹) **حکایت** کسی عورت کا خاوند منہ نہ لگاتا تھا ایک روز اس نے گاجر کھا کر پیندی عورت کے ماردی تو اس نے اپنی ماں کو کسی کے ہاتھ کہلا کر بھیجا کہ کھائی تھی گاجر ماری تھی پیندی ماں سے کہنا کہ کچھ کچھ ساگ بہڑا ہے (آیا ہے) (وعظ الاتفاق)

(۸۰) **حکایت** ایک صاحب کانپور میں کوٹ، پتلون، بوٹ، سوٹ سے کسے کسائے میرے پاس آئے وہ بیٹھنا چاہتے تھے کرسی پر تو وہ سہولت سے بیٹھ جاتے لیکن ہم غریبوں کے پاس کرسی کہاں ہمارے لیے تو چٹائی پر بیٹھنا فخر ہے اب وہ کھڑے ہیں لیکن کھڑے کھڑے بات کیسے کریں ہاتھ میں ایک چھڑی بھی تھی چھڑی پر سہارا دیکر اور ناک لگا کر بھڑ سے گر پڑے مجھے بڑی ہنسی آئی بتلائیے یہ تہذیب ہے یا تعذیب یہ آزادی ہے یا قید ہے بیٹھنا تو مصیبت تھا ہی اور اٹھنا اور بھی زیادہ مصیبت ہوا اور اگر چلتے چلتے گر پڑے تو بس وہاں ہی پڑے رہتے ہونگے (وعظ ایضاً)

(۸۱) **حکایت** ۔ شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے مجلس وعظ میں ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹک رہا ہے کوئی اور مولوی صاحب ہوتے تو بلا کر ملامت کرتے بڑا بھلا کہتے سچ یہ ہے کہ ہم لوگ نام کے مولوی ہیں اور نرے الفاظ پرست ہیں حالانکہ الفاظ یاد کرنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک حال نہ ہو مولانا رحؒ فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار و مرد حال شو　　پیش مرد کامل پامال شو

پس اگر کوئی نرا مولوی ہوتا تو وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی آیات و احادیث پر اس

طرح عمل کرتا کہ بلا کر اس کو بُرا بھلا کہتے اب عداوت اور نفرت جانبین میں ہوتی اور اس کو دیکھکر بیشک یہ شبہ پیدا ہوتا کہ تم کہتے ہو کہ شریعت پر عمل کرنے سے محبوب ہو جاتا ہے اور اس پر لوگ پروانوں کی طرح گرتے ہیں لیکن ہم تو دیکھتے ہیں کہ بجائے دوستی کے اور الٹی عداوت اور نفرت ہوگی لیکن شاہ صاحب نے یہ نہیں کیا بلکہ یہ فرمایا کہ آپ ذرا ٹھہر جائیے آپ سے کچھ مشورہ کرنا ہے وہ ٹھہر گیا بعد فراغت کے فرمایا کہ بھائی اپنا عیب آدمی کو معلوم نہیں ہوتا مجھے اپنے اندر ایک عیب کا شبہ ہے وہ یہ کہ میرا پائجامہ ٹخنوں کے نیچے لٹک جاتا ہے اور اس پر ایسی ایسی وعیدیں آئی ہیں تو آپ ذرا دیکھ لیں کہ واقعی میرا شبہ صحیح ہے یا نہیں وہ شخص پانی پانی ہو گیا اور عرض کیا کہ حضور آپ کا پائجامہ کیوں لٹکتا میرا اللہ لٹک رہا ہے اور اسی وقت جا کر اس کو درست کر لیا اور ہمیشہ کے لیے توبہ کر لی پس اگر محبت اور حکمت عملی سے کہا جاوے تو ممکن نہیں کہ کوئی بُرا مانے اس واسطے امر بالمعروف اور وعظ عام کی ہر شخص کو اجازت نہیں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر (عافیت)

(۸۲) **حکایت**۔ کوئی شخص تھے ہر دلعزیز بچارے ہر ایک کی دل جوئی کیا کرتے تھے ایک مرتبہ ایک دریا کے کنارے پر پہونچے دیکھا کہ ایک شخص اس کنارہ پر بیٹھا ہے اور اس پار جانا چاہتا ہے اور ایک دوسرے کنارہ پر بیٹھا ہے اور اس طرف آنا چاہتا ہے یہ ہر دلعزیز صاحب اس قریب والے کو کندھے پر بٹھلا کر چلے جب وسط دریا میں پہونچے تو چاہا کہ اس کنارہ والے کو بھی اتنی ہی دور لے آؤں ورنہ اس کا جی بُرا ہوگا پس اس کو کندھے پر سے پٹک کر اس کو لینے گئے جب وسط تک اس کو لے آئے تو پہلا ڈوبتا ہوا دکھائی دیا پس اس دوسرے کو پٹک دوسرے کو سنبھالنے لگے وہ ڈوب چکا پھر اس دوسرے کی خبر لینے آئے اس کا بھی خاتمہ ہو چکا تھا پس یہی شیوہ اس وقت لوگوں نے اختیار کیا ہے کہ تھوڑے سے ادھر گئے تھوڑے سے ادھر اس فرقہ میں آگئے تو اسی قسم کی باتیں کرنے لگے اور اگر دوسرے میں گئے تو ان ہی کا طرز اختیار کر لیا غرض کوئی خاص مشرب نہیں ہے ایک مولوی صاحب کہتے تھے کہ میں تھوڑا سا

غیر مقلد ہوں اور تھوڑا سا نیچری ہوں تھوڑا سا بدعتی ہوں اور مشرح اس کی یہ فرمائی کہ میں ڈھولکی سنتا ہوں اس لیے تو بدعتی ہوں اور ترقی پر لکچر دیتا ہوں اس لیے نیچری ہوں اور ظہر و عصر ایک وقت میں پڑھتا ہوں اس لیے غیر مقلد ہوں اب جنہوں نے ان مولوی صاحب کی تقریر سنی ہوگی ان کا تو پٹڑا ہو گیا ہوگا غرض چاروں طرف سے فتن ہے اور گمراہیوں کے جال ہیں مولانا فرماتے ہیں ؎

صد ہزاراں دام و دانہ است ای خدا ماچو مرغان حریص کافر بے نوا
دمبدم پا بستۂ دام توایم گر ہمہ شہباز و سیمرغ شویم
می رہانی ہر دمے ما را و باز سوئے دام مے رویم اے بے نیاز

(وعظ عمل الذرہ)

(۸۳) حکایت مدرسہ جامع العلوم میں ایک طالب علم نے کسی دوسرے طالب علم کی کتاب چوری کی ایک شخص کہنے لگے کہ دیکھو طالب علم بھی چوری کرتے ہیں میں نے کہا ہرگز طالب علم چوری نہیں کرتے وہ کہنے لگے کہ آپ انکار کرتے ہیں صریح چوری ظاہر ہوئی میں نے کہا طالب علم چوری نہیں کرتے بلکہ بعض چور طالب علمی کرتے ہیں جو طالب علم ہوگا وہ علم کا طالب ہوگا وہ چوری کیوں کرتا حقیقت میں ذرا سا فرق ہے کہ اس کے پیش نظر ہونے سے اشتباہ ہو جاتا ہے جیسے زار روس سنا ہے کہ بائیسکل سے گر کر مرگیا تھا تو ڈاکٹروں میں اختلاف ہوا کہ گر کر مرا ہے یا مر کر گرا ہے (وعظ ایضاً)

(۸۴) حکایت ایک مولوی صاحب سے میری گفتگو ہوئی کہنے لگے کہ بیوتا سے مراد آیت میں زنانے گھر ہیں اور اس پر مسلمانوں کا عمل ہے میں نے کہا کہ بیوتا مطلق ہے اس میں کوئی تخصیص نہیں تم اپنی رائے سے کیسے تخصیص کرتے ہو زنانہ اور مردانہ مکان دونوں مکان مراد ہیں ہاں اگر مردانہ مکان اس قسم کا ہو کہ وہاں سب آتے جاتے ہوں اور قرائن سے معلوم ہے کہ کسی کو یہاں آنے کی ممانعت نہیں تو وہاں استیذان کی ضرورت نہ ہوگی اور کوئی کمرہ میں تنہا بیٹھا ہوا اپنے کام میں مشغول ہے تو وہاں استیذان ضروری ہے پس یہ تاویل کہ زنانہ گھر مراد ہیں درست نہیں ہے مولانا ایسی تاویلوں کی نسبت

فرماتے ہیں ؎

برہوا تاویل قرآن میکنی　　پست و کژ شد از تو معنی سنی

(وعظ ایضاً)

(۸۵) **حکایت** ایک بزرگ کی حکایت لکھی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ صاحبزادہ دن بھر جو کام کیا کرو شام کو ہم کو اس کا حساب دیا کرو اس بیچارے کو بڑی دقت ہوئی اول تو ہر کام سوچ بچار کر کرتا پھر اس کو یاد رکھتا پھر ابا جان کے سامنے ہر کام کی وجہ اور اس کی ضرورت اور توجیہ بیان کرتا کئی روز اسی پریشانی میں گزرے ایک روز اس نے کہا کہ ابا جان اس سے کیا فائدہ ہے جو کچھ آپ کو نصیحت کرنا ہو ویسے ہی کر دیا کرو انہوں نے فرمایا کہ بیٹا اس میں یہ حکمت ہے کہ تم کو یہ معلوم ہو جاوے کہ جب میں ایک بڈھے باپ کے سامنے حساب نہیں دے سکتا تو حق تعالیٰ جو عالم الغیب و الشہادۃ اور قادر مطلق ہے اس کے سامنے کیسے حساب دوں گا ؎

تو نمی دانی حساب صبح و شام　　پس حساب عمر چوں گوئی تمام

ایں عمل ہائے نہ بر نہج صواب　　نیست جز شرمندگی اوزِ حساب

(الخضوع)

(۸۶) **حکایت** حضرت عمرؓ کو کسی نے بزمانہ خلافت دیکھا کہ کمر پر مشک لدی ہوئی ہے اور لوگوں کے یہاں پانی بھرتے پھرتے ہیں کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ یہ کیا کر رہے ہیں فرمایا کہ کسی بادشاہ کا سفیر آیا اس نے کہا تھا کہ آپ کے عدل کی بہت شہرت ہو رہی ہے میرا نفس سنکر خوش ہوا میں اس کو ذلیل کر کے اس کی اصلاح کر رہا ہوں (وعظ ایضاً)

(۸۷) **حکایت** حضرت علیؓ نے کرتا پہنا پھر فوراً مقراض منگا کر آدھی آستین اس کی کاٹ دی کسی نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا کیا فرمایا کہ کرتہ پہنکر اپنی نظر میں اچھا معلوم ہوا میں نے اس کو بدشکل کر دیا تاکہ برا لگنے لگوں بزرگوں نے اس طرح مجاہدہ کئے ہیں اور نفس کو دبایا ہے مولانا فرماتے ہیں ؎

زاں بلاہا کانبیا بر داشتند　　سر بہ چرخ ہفتمیں افراشتند

(دفتر ایضاً)

(۸۸) حکایت قنوج میں ایک مولوی صاحب آئے وہ سید تھے اور وہ مہیار میں آکر ٹھہرے انہوں نے ان کی دل جوئی کی اور اپنی آمدنی کے لیے کہنا شروع کیا کہ نسب کی شرافت کوئی چیز نہیں ہے اولاد آدم سب برابر ہیں وہاں کے شیوخ کو یہ گراں ہوا اور انہوں نے یہ شہرت دینی شروع کی کہ یہ مولوی صاحب اپنی لڑکی مہیاروں میں دیں گے اور ایک چالاک شخص نے مولوی صاحب سے برد و پوچھا بھی کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ اپنی لڑکی مہیاروں میں دیں گے مولوی صاحب غصہ ہو گئے اور طیش آکر کہتے ہیں کہ کون حرام زادہ کہتا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت مولانا برا ماننے کی بات کونسی ہے سیادت اور شرافت تو کوئی چیز نہیں ہے اس روز ان مولوی صاحب کی آنکھیں کھلیں غرض نسب کے بارے میں افراط تفریط دونوں برے ہیں نہ تو شیخ سید جولاہے ایسے برابر ہیں کہ آپس میں ان کے مناکحت جاری ہوں اور نہ ایسا فرق ہے کہ اس کی بنا پر تفاخر کرنے لگیں اور دوسری قوموں کو حقیر و ذلیل سمجھنے لگیں البتہ جو شے عزما سبب ذلت کا ہے اس سے بچے لیکن حفظ کے ساتھ تواضع کو اختیار کرے (الخضوع)

(۸۹) حکایت کسی شخص نے ایک صحابی سے اپنے فقر و فاقہ و غربت کی شکایت کی انہوں نے پوچھا کہ تمہارے رہنے کے لیے گھر بھی ہے اور بیوی بھی ہے عرض کیا کہ گھر بھی ہے اور بیوی بھی ہے فرمایا کہ تم غریب کہاں ہوئے تم تو امیر ہو تو انہوں نے عرض کیا کہ ایک غلام بھی ہے فرمایا کہ پھر تو تم بادشاہ ہو (التذکیر و عظ الظلم)

(۹۰) حکایت دیکھو ہماری ریاست اور منصب تو ہے ہی کیا سلطان عبدالحمید خاں کو دیکھو جو کہ صاحب سلطنت تھے اور ایک وقت وہ تھا کہ ان کی سطوت و شوکت کے سامنے کسی کو دم زدن کی مجال نہ تھی سپاہ اور امراء اور وزراء و سفراء سب صف بستہ حکم کے منتظر رہتے تھے یا تو یہ جاہ و جلال تھا اور یا آنکھوں کے دیکھتے دیکھتے یہ ہو گیا کہ تخت سلطنت سے اتار دیئے گئے اب اگر وہ کوئی حکم کریں بلکہ کوئی مشورہ بھی دیں تو

کوئی سنتا بھی نہیں بڑی عبرت کا واقعہ ہے حق تعالیٰ جس سے چاہیں جب چاہیں جو نعمت چاہیں سلب کرلیں کوئی چون چرا نہیں کرسکتا تعز من تشاء وتذل من تشاء ان کی شان ہے لوگ آج کل اخبار اور تاریخیں دیکھتے ہیں صرف مجلس آرائی کے لیے واقعات سنتے ہیں عبرت حاصل نہیں کرتے (وعظ الظلم التذکیر)

(۹۱) حکایت بنی اسرائیل میں ایک سپاہی نے ایک مچھلی والے کی ایک مچھلی چھین لی مچھلی والے نے کہا کہ اے اللہ میں اس سے یہاں ہی بدلہ لینا چاہتا ہوں وہ سپاہی مچھلی گھر لایا اور بیوی سے کہا کہ اس کو مسلم کوتوال چنانچہ وہ تلی گئی جب سامنے آئی تو جب اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اس مچھلی نے ہاتھ میں کاٹ لیا اور اس میں شدت کا درد پیدا ہوگیا اطبا کی رائے ہوئی کہ جب تک ہاتھ نہ کٹے گا اچھا نہ ہوگا چنانچہ ہاتھ کاٹ ڈالا گیا ہاتھ کاٹنے کے بعد وہ اور آگے سرایت کرگیا کسی اہل دل نے کہا کہ جب تک اس مچھلی والے سے دعا نہ کراؤ گے اس وقت تک آرام نہ ہوگا اس کو تلاش کیا وہ مل گیا اس نے دعا کی درد تو فوراً جاتا رہا اور صبح کو جب سو کر اٹھا ہاتھ بھی سالم پایا (وعظ ایضاً)

(۹۲) حکایت حدیث شریف میں ایک قصہ وارد ہے کہ ایک شخص نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ میرے چند غلام ہیں وہ مجھ کو ستاتے ہیں نافرمانی کرتے ہیں اور میں ان کو مارتا ہوں کوستا ہوں قیامت میں میرا اور ان کا کیا معاملہ ہوگا فرمایا کہ ان کی خطائیں ایک پلہ میں رکھی جائیں گی اور تیری مار کوٹ دوسرے پلہ میں رکھی جائے گی اگر ان کی خطائیں زیادہ ہوئیں تو ان کی نیکیاں تجھ کو ملیں گی اور اگر تمہاری مار کوٹ زیادہ ہوئی تو تمہاری نیکیاں ان کو دلائی جائیں گی اس شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں نے سب کو آزاد کردیا اس لیے کہ مجھ سے ایسا عدل نہ ہوسکے گا لیکن مقصود شریعت کا یہ نہیں کہ غلام نوکر نہ رکھو یہاں صحابیؓ کا خوف تھا (وعظ ایضاً)

(۹۳) حکایت مجھ کو اگر کبھی ریل پر ملازم کو بھیجنے کی ضرورت ہوتی ہے تو بہت ہی گراں ہوتا ہے اسی واسطے میں نے اپنے سب دوستوں کو لکھ دیا ہے کہ ریل کے ذریعہ سے میرے پاس کوئی شے نہ بھیجیں (وعظ ایضاً)

(۹۴) **حکایت** حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضورؐ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک اعرابی کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ جاعت العیال وھلك الاموال فادع اللہ لنا آپ نے دعا فرمائی اللّٰھم اسقنا چنانچہ بادل آیا اور برسنا شروع ہوا اور ایک ہفتہ تک برستا رہا دوسرے ہفتہ میں وہی اعرابی آیا اور کھڑا ہوا کہ یارسول اللہ گھر گر گئے اور کام بند ہو گئے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ بارش بند کر دیں حضورؐ نے دعا فرمائی اللّٰھم حوالینا ولا علینا اللّٰھم علی الاکام والاودیۃ وعلی القراب وعلی الجبال ادکحا قال چنانچہ اسی وقت بادل پھٹ گیا اور چاروں طرف بادل تھے اور بیچ میں سے صاف تھا پس دعا بھی ایک تدبیر ہے اور احسن التدابیر ہے لوگ اس کو تدبیر نہیں سمجھتے چنانچہ اپنی مہمات میں لوگ جہاں بھر کی تدبیر کرتے اور افسوس ہے کہ جو اصلی تدبیر ہے یعنی دعا اس سے غافل ہیں حالانکہ دنیا کے قصوں میں اس پر نہایت اہتمام سے عمل کرتے ہیں مثلاً ایک شخص انٹرویس پاس ہے اور وہ جانتا ہے کہ میرا کہیں روزگار ہو جاوے تو ہر عاقل اس کو یہی تدبیر بتلاوے گا کہ صاحب کلکٹر کے یہاں یا کمشنر کے یہاں درخواست دو تو دیکھئے اس کو وہی تدبیر بتلاتے ہیں جو دعا کا حاصل ہے (اشرف المواعظ وعظ الصبر)

(۹۵) **حکایت** میرٹھ میں شیخ الٰہی بخش بڑے رئیس تھے ان کا دسترخوان بڑا وسیع ہوتا تھا اور سب کو ساتھ کھلایا کرتے تھے مگر شیخ صاحب کے سامنے جو کھانا ہوتا تھا وہ اچھا ہوتا تھا ایک منشی صاحب نے باورچی سے کہا کہ میاں ہم کو بھی میاں صاحب کے کھانے میں سے کچھ دینا چنانچہ اس نے ایک تشتری میں نکال دیا اور ان کے سامنے تشتری دسترخوان پر رکھی گئی شیخ صاحب نے دیکھ لیا اور کسی بہانے سے اپنے پاس والوں کو اپنی طرف سے سرکنے کو کہا تو ہر ایک حصہ طعام کے سامنے اسکا جلیس ہو گیا اسی طرح ان منشی صاحب کا حصہ دوسرے کے سامنے ہو گیا تو شیخ صاحب کیا کہتے ہیں کہ منشی جی اس تشتری کو بھی اپنے سامنے کر لیجیے رغبت سے منگائی ہے بس کٹ گئے (وعظ ایضاً)

(۹۶) **حکایت** دعا بھی ایک تدبیر ہے اور صبر کے منافی نہیں ہے آپؐ نے خود دعا فرمائی ہے چنانچہ قحط میں دعا فرمانے کا قصہ میں نے خود بیان کیا ہے ایک معرکہ

میں حضورؐ تشریف لے گئے اور دو زرہ آپ پہنے ہوئے تھے اوروں کے پاس تو ایک ہی ایک زرہ تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو زرہ تھیں کوئی ناواقف ہو تو یہ کہے کہ حضورؐ (نعوذ باللہ) بڑے ڈرپوک تھے کہ سب کے پاس تو ایک ایک زرہ تھی یا بالکل نہ تھی اور آپ نے دو زرہ پہنی تھیں حالانکہ یہ اظہار ہے اپنے عجز کا ہاں غلبہ حال کا قصہ جدا تھا غلبہ حال میں تو بعض اوقات دعا بھی چھوٹ جاتی ہے لیکن باوجود غلبہ حال ہونے کے تدبیر نہ کرسکے گویا یہ مطلب ہے کہ اے اللہ ہم ایسے مضبوط ہیں کہ ہم کو تدبیر کرنے کی ضرورت نہیں صبر کے یہ معنی نہیں ہیں صبر کے معنی جزع فزع نہ کرنا اور مستقل رہنا اور تنگی اور کراہت نہ ہونا اسی استقلال کا ایک فرد نباہ کر اور جم کر دور کرنا بھی ہے پس جو شے استقلال کا محل ہو اس کو استقلال کے خلاف نہ کہا جاوے گا الحاصل جب دوا کی اور دوا پر نظر نہ ہوئی تو یہ صبر و توکل کے خلاف نہیں (وعظ ایضاً)

(۹۷) **حکایت** بعض صحابہ رضؓ بعد غزوۂ بدر کے تمنا کیا کرتے تھے کہ کوئی غزوہ ہو تو ہم قتل و قتال کریں اللہ کی راہ میں جان دیں جب غزوۂ احد ہوا تو اس میں ہزیمت ہوئی اس کے متعلق حق تعالیٰ فرماتے ہیں ولقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ فقد رأیتموہ وانتم تنظرون یعنی موت کے ملنے سے پہلے تم اس کی تمنا کیا کرتے تھے اب تو تم نے اس کو دیکھ لیا اور تم صاف دیکھ رہے ہو (اب کیوں بھاگتے ہو) بہرحال تمنائے مصیبت عدم تمنا کو اور وقوع کے وقت تدبیر کو ترجیح دی گئی ہے اور اس تدبیر کو خلاف صبر نہیں سمجھا گیا خصوص موت کی تمنا مصیبت سے بچنے کے لیے یہ نری بزدلی کی دلیل ہے اس لیے کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصائب موجودہ پر اس شخص سے صبر نہیں ہوسکا جو شخص جان کر کنویں میں گرتا تھا میں پہلے اس شخص کو بہادر سمجھتا تھا ایک دوست نے اس غلطی کو رفع کیا اور کہا کہ ایسا شخص بڑا بزدل اور بے صبرا ہے اس لیے مصائب پر اس سے صبر نہیں ہوسکا اس لیے جان دیتا ہے (وعظ ایضاً)

(۹۸) **حکایت** حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رح کے بھائی بڑے عالم تھے حضرت شیخ کو نحو میر شروع کرائی اس میں مثال آئی ضرب زید عمرا یعنی مارا زید نے عمرو کو استاد

سے پوچھا کہ زید نے عمرو کو کیوں مارا استاد نے کہا مارا نہیں محض فرضی مثال ہے فرمایا میں ایسی کتاب نہیں پڑھتا جس میں اول ہی سے تعلیم کذب کی ہو بہر حال اگر مارا ہے تو ظلم ہے اور اگر نہیں مارا تو جھوٹ ہے میں ایسی کتاب نہیں پڑھتا جس میں ظلم یا کذب کی تعلیم ہو ہمارے اکابر کی تو یہ حالت تھی کہ مشابہ کذب سے بھی وحشت ہوتی آج کل کے صوفی ایسے ہیں کہ ریا سے بھی ان کو وحشت نہیں ہوتی جو سراسر خلاف تقوے ہے۔ (وعظ ایضاً)

(۹۹) حکایت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ابوبکر رضؓ کثرۃ صلوٰۃ وصیام سے نہیں بڑھے بلکہ ان کے قلب میں ایک شے ہے جس کی وجہ سے ان کو فضیلت ہے ایک عالم تاریخ سے نقل کرتے تھے کہ ان کی بیوی سے پوچھا گیا کہ ابوبکر رضؓ گھر میں کیا کرتے تھے کہا کچھ نہیں اتنی بات تھی کہ شب کو مراقب بیٹھ جاتے تھے اور تھوڑی دیر میں ایک آہ کرتے تھے جس میں سے جلے ہوئے گوشت کی بو آتی تھی غرض حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی کوئی ظاہری وضع یا حالت ممتاز نہ تھی اسی طرح کاملین عوام سے کم ممتاز ہوتے ہیں (وعظ ایضاً)

(۱۰۰) حکایت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ مجھ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں پر مجبور فرمایا اور میرا جی نہ چاہتا تھا اول تو ان مذاہب اربعہ سے خارج ہونے کو منع فرمایا دوسرے یہ کہ حضرت علیؓ کو صحابہ رضؓ سے افضل جاننے کو جی چاہتا تھا اس سے روکا اور افضلیت شیخین پر مجبور کیا تیسرے ترک اسباب میری اصلی خواہش تھی مجھ کو حضور ﷺ نے تثبت بالاسباب پر مجبور فرمایا۔ پس اسباب ظاہر کو اختیار کرنا سنت ہے۔ (وعظ ایضاً)

(۱۰۱) حکایت میرٹھ میں ایک حکیم سلامت علی صاحب تھے بڑے مقدس آدمی جس وقت نبض دیکھتے تھے تو اول پڑھتے تھے سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم جیسے سہارنپور میں ایک صاحب جج تھے رشوت بالکل نہ لیتے تھے اور نہ مدعی مدعا علیہ سے خلوت میں کچھ باتیں کرتے تھے ان کا یہی معمول تھا کہ تجویز لکھنے سے پہلے یہی آیت پڑھ لیتے تھے۔ ان کے ساتھ ایک شخص نے عجیب قصہ کیا وہ یہ کہ وہ ایک مرتبہ

مسجد میں نماز پڑھنے آئے نماز پڑھ کر وظیفہ میں مشغول تھے ایک مقدمہ والے کو کیا سوجھی کہ بعد نماز کے ان کے پاس بیٹھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگا کہ اے اللہ آپ کو معلوم ہے کہ فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے عرض دعا میں پکار پکار کر پورا کچا چٹھا اپنا سب جج کو سنا دیا اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کی گویا سب جج سے کی۔ بیچارے سب جج صاحب کہنے لگے کہ بھائی اب یہ لوگ مسجد کی نماز بھی میری چھڑائیں گے غرض یہ سب جج اور وہ حکیم صاحب اول سبحانک لاعلم لنا پڑھتے اور وہ حکیم صاحب پھر مریض سے یوں بھی فرماتے کہ جب دوا بن کر تیار ہو جاوے تو میرے پاس لے آئیو جب دوا کی تھی تو اس پر بھی کچھ پڑھ کر دم فرماتے اب تو اگر کوئی طبیعت ایسا کرنے لگے تو اس کا مذاق اڑانے لگیں کہ میاں حکیم کیا ہیں پیر جی ہیں اس لیئے میں کہتا ہوں کہ اگر کسی طبیب کو مذاق اڑانے کا خوف ہو تو چپکے چپکے دعا کر لیا کریں لیکن دعا ضرور کریں اور اس میں عارض کے سبب دعا کی خفی کرنے کی اصل یہی ہے وہ یہ کہ قرآن شریف میں حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ آیا ہے کہ انہوں نے حضرت یحییٰ کے پیدا ہونے کی دعا آہستہ کی تھی چنانچہ ارشاد ہے اذ نادی ربہ نداء خفیا بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ چپکے سے دعا اس لیئے کی کہ لوگ ہنسیں نہیں اس لیے حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس برس کی تھی اور بیوی بانجھ تھیں پس اگر لوگوں کے ہنسنے کا خوف ہو تو چپکے چپکے دعا کر لیا کرو اور ہمارے حضور کی سنت تو یہ ہے کہ اگر لوگ ہنسیں تو پکار کر دعا کرنی چاہیے اس لیے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب حضور نے فارس اور روم فتح ہونے کی خبر دی تو کفار ہنسے تو اللہ تعالیٰ نے پکار کر دعا کرنے کی تعلیم فرمائی فرماتے ہیں قل اللھم ملک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شئ قدیر ط تولج اللیل فی النھار وتولج النھار فی اللیل وتخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی وترزق من تشاء بغیر حساب ط یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجیے اے اللہ اے مالک ملک آپ سلطنت جس کو چاہیں دیں اور جس سے چاہیں چھین لیں اور جس کو چاہیں عزت دیں جس کو چاہیں

ذلت دیں آپ ہی کے قبضہ میں ہے خیر بیشک آپ ہر شے پر قادر ہیں آپ رات کو دن میں داخل کرتے ہیں (جس سے دن بڑھ جاتا ہے) اور دن کو رات میں داخل کرتے ہیں (جس کی وجہ سے رات بڑھ جاتی ہے) پس جب کہ رات کو دن بنا دینا اور دن کو رات بنا دینا آپ کے قبضہ میں ہیں تو ضعیف کو قوی بنا دینا اور قوی کو ضعیف کر دینا آپ کو کیا مشکل ہے اور زندہ کو بے جان سے نکالتے ہیں اور بے جان کو زندہ سے نکالتے اور جس کو آپ چاہتے ہیں بے حساب رزق دیتے ہیں یہ ایسی ہی چیز کی دعا ہے جس پر زیادہ ہنسی ہوئی ہوگی مگر قیامت تک پکار پکار کر پڑھی جاوے گی بہر حال ایسے وقت پکار کر دعا کرنا حضورؐ کی سنت ہے اور آہستہ دعا کرنا زکریاؑ کی سنت ہے جس پر چاہو عمل کرو خواہ پکار کر دعا کرو خواہ آہستہ اور حضرت زکریاؑ کی سنت من وجہ حضورؐ کی سنت ہے اس لیے کہ اللہ تعالےٰ نے اس دعا کو قرآن شریف میں نقل فرما کر اس پر انکار نہیں فرمایا اور یہ قاعدہ ہے قصص اولین اگر بلا انکار اللہ و رسول نقل فرماویں تو وہ ہمارے لیے بھی حجت ہیں غرض جس طرح ہو دعا کرو (وعظ ایضاً)

(۱۰۲) **حکایت** ایک عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرا لڑکا شرارت بہت کرتا ہے کوئی تعویذ دے دو میں نے کہا کہ اس کا تعویذ تو ڈنڈا ہے تھوڑے دنوں میں یہ بھی کہنے لگیں گی کہ ایسا تعویذ دو کہ جس سے روٹی بھی کھانا نہ پڑے آپ سے آپ پیٹ بھر جایا کرے (وعظ ایضاً)

(۱۰۳) **حکایت** ایک شخص اپنی ماں سے بدکاری کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ میں جب سارا اس کے اندر سے نکلا ہوں تو اگر میرا ایک جزو اس کے اندر چلا گیا تو کیا حرج ہے ایک شخص گوہ کھایا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ جب میرے ہی اندر چلا جاوے تو کیا حرج ہے ایسے ہی آج کل کے عقل پرست لوگ ہیں۔ (وعظ ایضاً)

(۱۰۴) **حکایت** حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رح بچپن میں رات کو اٹھ کر تہجد پڑھتے تھے اور ذکر اللہ کیا کرتے تھے ماں دیکھ کر کڑھتی تھیں اور مزاحمت کرتی تھیں اگر برائے شفقت ہی کرتی تھیں لیکن شیخ نے فرمایا کہ ماں کدھر سے ہے یہ تو راہزن اور ڈاکو ہے اس

جگہ کار ہنا چھوڑ دیا اور دہلی تشریف لے آئے (اشرف المواعظ حصہ دوم وعظ الحفاظ)

(۱۰۵) حکایت ایک مندر بن رہا تھا اس میں ایک شخص نے دس روپیہ چندہ دیا اس لیے کہ پھر ہندوؤں سے یونیورسٹی میں بہت سالیں گے اور اپنی اس تدبیر پر بہت خوش تھے اور یہ نہ سمجھے کہ دس روپیہ خرچ کر کے جہنم مول لی۔ طریق کے بارے میں بڑی حمیت اور غیرت ہونی چاہیے (وعظ ایضاً)

(۱۰۶) حکایت ایک دوست نے مجھ کو لکھا ہے کہ میں جب حج کرنے نہیں گیا تھا تو رونا بھی آتا تھا اور جب سے حج کر آیا ہوں رونا نہیں آتا اس کا بہت افسوس ہے میں نے لکھا کہ مراد دل کا رونا ہے وہ تم کو حاصل ہے (اشرف المواعظ حصہ دوم وعظ المباح)

(۱۰۷) حکایت ایک شخص کہنے لگے کہ ہم نے برادری کو کھانا کھلا دیا اس میں کیا برائی ہوئی ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس میں کیا برائی ہوئی میں کہتا ہوں اگر کوئی شخص سیر بھر لڈوؤں میں تولہ بھر سنکھیا ملا کر کھلا دے تو اس کو جو منع کیا جائے گا کہ یہ لڈو مت کھاؤ تو یہ فی الواقع لڈو کھانے سے ممانعت نہیں ہے بلکہ سنکھیا کھانے سے منع کیا جاتا ہے اسی طرح یہاں برادری کے کھلانے کو منع نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے اندر جو زہر اتباع رسوم کا ملا ہوا ہے اس سے روکا جاتا ہے اصل یہ ہے کہ ان لوگوں کو معاصی فہرست ہی معلوم نہیں (وعظ ایضاً)

(۱۰۸) حکایت ایک کورٹ انسپکٹر تھے انکی بیوی اپنے ہاتھ سے چکی پیستی تھیں اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتی تھیں وہ ایک اور شخص کے پڑوس میں آکر رہے ان کی تنخواہ بہت کم تھی یعنی کل ایکسو بیس روپیہ ان کی بیوی کو جو آکر دیکھا تو سر سے پاؤں تک زیور میں لدی ہوئی اور کام کرنے کے لیے مامائیں اور بچوں کے لیے انائیں غرض سب سامان ہیں پوچھا بہن تمہارے خاوند کی کیا تنخواہ ہے کہا ایکسو بیس روپیہ یہ سنکر جل گئی کہ ان کی اس تنخواہ میں یہ حالت اور میرے خاوند کی اس سے بہت زیادہ تنخواہ اور میں اس حال میں بس خاوند سے لڑنا اور فرمائشیں کرنا شروع کر دیں زیور بنواؤ اور مکان بنواؤ چنانچہ

وہ کورٹ انسپکٹر صاحب ایکبار ملے تھے کہ صاحب جان غضب میں آگئی دیکھیے کیا پر تاثیر صحبت تھی کہ ایک توجہ میں کامل بنا دیا اس لیے میں کہتا ہوں کہ ان کو جمع ہی نہ ہونے دو غرض یہ عورتیں رات دن اسی میں کھپی رہتی ہیں (وعظ ایضاً)

(۱۰۹) حکایت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رح کے یہاں وزیر حیدر آباد آئے حکم ہوا کہ نکال دو خادم نے عرض کیا کہ حضور وزیر ہیں فرمایا میں کیا کروں اگر وزیر ہے جب بہت عرض کیا گیا تو فرمایا اچھا دو بجے رات تک اجازت ہے امرار حیدر آباد بھی بزرگوں کے ایسے معتقد ہیں دو بجے کے بعد فوراً وہ خود بخود چلدیئے (وعظ ایضاً)

(۱۱۰) حکایت ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ اللہ اکبر رحمۃ مجسم تھے کیسا ہی کوئی بدحال ہو جس پر ہم کفر کا فتوے لگا دیں وہ اس کے فعل کی تاویل فرماتے تھے حضرت کا مذاق طبیعت ہی اس قسم کا تھا اور سبب اس کا غلبہ تواضع تھا کہ کسی کو اپنے سے کم نہ سمجھتے تھے تواضع کی یہ کیفیت تھی کہ ایک شخص نے حضرت کی شان میں ایک قصیدہ مدحیہ لکھا تھا پڑھنا شروع کیا اور حضرت کے چہرہ سے برابر آثار کراہت کے ظاہر ہو رہے تھے جب قصیدہ پورا پڑھ لیا تو حضرت نے فرمایا کہ میاں کیوں جوتیاں مارا کرتے ہو سو کوئی بزرگ فطرۃً نرم مزاج ہوتے ہیں اور بعض طبعاً تیز ہوتے ہیں اور مقبول ہونے سے مزاج نہیں بدلتا اگر پہلے سے کوئی شخص تیز مزاج ہے تو وہ تیزی اس کی بعد مقبولیت کے بھی زائل نہ ہوگی فرق اس قدر ہوگا کہ پہلے تیزی میں حدود سے بڑھ جاتے تھے اب حدود کے اندر رہیں گے پہلے غیروں پر ناحق پر تیزی کرتے تھے اب اپنے نفس پر تیز ہوں گے نیز خلاف شرع امر پر غصہ کریں گے پس اولیاء اللہ کو ان شیون مختلفہ کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام سے مناسبت ہوتی ہے اور حدیث سے بھی اس کا پتہ چلتا ہے بدر کے قصہ میں حضرت ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ سے اساریٰ بدر کے متعلق مشورہ لیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے تو یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ کی قوم ہے اور امید ہے کہ اسلام لاویں گی آپ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیجیے اور حضرت عمر رضؓ نے فرمایا

کہ یا رسول اللہ ؐ ان کی گردن مار دیئے مجھ کو حکم دیجئے میں اپنے اقارب کو قتل کردوں اور آپ اپنے عزیزوں کو قتل کیجئے۔ حضور نے سنکر فرمایا کہ اے ابوبکرؓ تمہاری مثال تو ابراہیمؑ کی سی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم اور اے عمر تمہاری مثال نوحؑ علیہ السلام کی سی ہے کہ انہوں نے دعا کی تھی رب لاتذر علی الارض من الکفرین دیارا اس حدیث سے اس مسئلہ تصوف کا پتہ چل سکتا ہے۔ (دعظ ایضاً)

(۱۱۱) حکایت ایک حدیث میں آیا ہے کہ عید کا دن تھا حضور دولت خانہ میں تشریف رکھتے تھے دو لڑکیاں دف لیے بجا رہی تھیں اور گا رہی تھیں اور ایک روایت میں ایک قصہ حبش کا آیا ہے کہ لڑکے جمع تھے اور وہ اچھل کود رہے تھے میرٹھ میں ایک شخص نے ایک روایت سے دعوے کیا کہ (نعوذ باللہ) حضور نے گانا بجانا سنا اور ناچ دیکھا بات یہ ہے کہ برے آدمی کی نظر بھی برائی ہی کی طرف جاتی ہے چونکہ اپنے دماغ میں خباثت ہے اس قصہ میں بھی اس طرف ذہن گیا ایک بد دین نے جنت کی حوروں کے اعتقاد کے متعلق طعن کیا ہے کہ مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ جنت میں عورتیں ہیں وہ چاندی کے کنگن پہنے گی جیسے ہمارے یہاں کی گھوسنیں۔ مولوی محمد علی صاحب بچھرائی نے خوب جواب دیا ہے کہ چونکہ خود گندہ تھا خیال میں بھی گندگی ہی عورتیں آئیں الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات اسی طرح ان میرٹھی صاحب نے بات کہی چونکہ طبیعت ناپاک تھی اس لیے کسبیوں کی طرف ذہن گیا اگر شرافت اور سادگی اور پاکی طبع میں ہوتی تو اس طرف ذہن نہ جاتا۔ جناب من! یہ لڑکیاں جوان نہ تھیں یہ نابالغ چھوٹی چھوٹی تھیں جو اکثر گھروں میں اودھم مچایا کرتی ہیں اور ان کا گانا بھی ایسا ہی تھا کہ جیسے گھروں میں بسا اوقات ان کو شور مچاتے دیکھا ہوگا گانا ان کا کیا ہوتا ہے یہ گانا ہے ،، میری مہندی کے چوڑے چوڑے پات اے بواداری واری جا،، نہ ان کے گانے میں کچھ لطف ہوتا ہے اور نہ ان کے دف میں کوئی فتنہ اسی طرح وہ جلشنیں یوں ہی سڑی بسی پاگلوں کی طرح کود رہی تھی جس کی بجائے لطف کے تکدر رہتا تھا علاوہ محض لڑکوں کا ایک کھیل ہوتا تھا

جیسے ایک ڈوم حج کرنے گیا تھا بدوں کا گانا سن کر کہنے لگا کہ قربان جاؤں اپنے حضرت جی کے ایسوں ہی کا راگ سنا ہے جو حرام کر دیا گیا میرا راگ سنتے تو ثواب کا وعدہ فرما لیتے بہرحال ان ہی بدوؤں کی طرح سے دو چھوکریاں تھیں اور وہ کچھ گا بجا رہی تھیں اور حضورؐ چادر اوڑھے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے حضرت صدیق اکبرؓ تشریف لائے اور وہ برابر اسی طرح گاتی رہیں اس کے بعد حضرت عمرؓ تشریف لائے تو وہ بھاگ گئیں حضورؐ نے فرمایا کہ دیکھو میں لیٹا تھا یہ لڑکیاں گاتی رہیں اس کے بعد ابوبکرؓ آئے پھر بھی گاتی رہیں پھر اے عمر تم آئے تمہارے آتے ہی بھاگ گئیں تم سے شیطان بھاگتا ہے اس حدیث میں طلبہ کو سخت اشکال ہوتا ہے کہ وہ فعل جائز تھا یا ناجائز اگر ناجائز تھا تو حضورؐ نے کیسے گوارا فرمالیا اور اگر ناجائز نہیں تھا بلکہ جائز تھا تو شیطان کی طرف اس کو کیونکر نسبت فرمایا میری اس تقریر سے یہ اشکال حل ہو گیا بات یہ ہے کہ تھا تو یہ فعل مباح لیکن بوسائط اس کی کثرت معرّہے حضرت ابوبکرؓ کے تشریف لانے تک تو کثرت نہ تھی اور حضرت عمرؓ ایسے وقت آئے کہ اس وقت کثرت ہو گئی شیطان کا دخل آگیا اور اس کا وقت پہونچا کہ اس فعل سے شیطان اپنا کچھ کام نکالے حتی کہ اگر حضرت عمرؓ بھی نہ آتے تو خود بھی حضورؐ اس وقت اس کو روک دیتے مگر پھر بھی یوں نہ کہیں گے کہ اس حالت میں یہ فعل مباح نہیں رہا لیکن یہ مباح ایسا ہے کہ احیاناً واسطہ ہو جاتا ہے۔ کسی امر ناجائز کا اب کوئی اشکال نہیں ہے (وعظ ایضاً)

(۱۱۲) **حکایت** ایک شخص ابوجہم انہوں نے ایک منقش چادر حضورؐ کے لیے بھیجی تھی حضورؐ نے اس کو اوڑھ کر نماز پڑھی اور نماز کے بعد یہ فرمایا کہ یہ چادر واپس کر دو اور اس کے پاس سے سادہ چادر لے آؤ دیکھیے متحمل افضا الی الالہاء سے آپ نے کس درجہ احتیاط فرمائی پھر فرمایا کہ فانہا کادت ان تلہینی انفا۔ یعنی قریب تھا کہ ابھی وہ میرا دل بٹا دیتی (وعظ ایضاً)

(۱۱۳) **حکایت** ایک حافظ جی تھے اس قدر وہمی تھے کہ جب ان کو غسل کی ضرورت ہوتی تھی تو تالاب یا نہر پر جا کر غوطہ لگاتے تھے اور غوطہ کے بعد لوگوں سے پوچھا کرتے

تھے کہ میرا کوئی بال خشک تو نہیں رہ گیا لڑکے دق کرنے کے لیے کہہ دیتے تھے کہ حافظ جی بہت بال خشک رہ گئے بیچارے پھر غوطہ لگاتے تھے اور بڑی دیر میں سر نکالتے تھے لڑکے بھی ایسے شریر ہوتے ہیں کہ استاد کے ساتھ بھی شرارت سے باز نہیں آتے (وعظ ایضاً)

(۱۱۴) **حکایت** ایک اور وہمی تھے وہ جب وضو کرتے تھے پورا چہرہ حوض میں گردن سمیت ڈبو دیتے تھے ایک شخص نے ان سے کہا کہ آج میں تمہارا وضو کراؤں گا چنانچہ لوٹہ میں پانی لیا اور ان کو وضو کرایا کہنے لگے کہ آج تو میرا وضو ہو گیا انہوں نے کہا کہ بس ایسے ہی ہمیشہ کر لیا کرو جب نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو نیت توڑ کر پھر حوض پر گئے اور منہ اس کے اندر ڈبو دیا جب چین ہوا (وعظ ایضاً)

(۱۱۵) **حکایت** حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جب ساتھ میں کھانے کے لیے بیٹھتے تھے تو اخیر تک کھاتے رہتے تھے اور کھاتے تھے اوروں سے کم تو حضرات بزرگان دین کیا کرتے ہیں کہا نہیں کرتے اور حضرت فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص کسی کے پاس اللہ کے واسطے کوئی شے لاوے تو ضرور کھانا چاہیے اس سے نور پیدا ہوتا ہے (وعظ ایضاً)

(۱۱۶) **حکایت** حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے ایک شخص ایک ٹوپی لایا چھینٹ کی ٹوپی تھی اور قند کی اس پر گوٹ لگی ہوئی تھی اور گوٹہ اس پر ٹکا ہوا تھا دیہاتی بیچارے ایسے ہی ہوتے ہیں تمیز تو ان کو ہوتی نہیں کہ کون شے کس کے لائق ہے اس پر ایک اور حکایت یاد آگئی ایک رسمی پیر کسی گاؤں میں اپنے مریدوں میں پہونچے ایک چوپال میں ان لوگوں نے ٹھہرایا اور ان کا سامان اسباب وغیرہ مکان پر بھیج دیا گاؤں والوں کے یہاں بڑی چیز دودھ کی کھیر ہے چنانچہ پیر کے واسطے دودھ کی کھیر تیار کی اب فکر ہوئی کہ برتن تو ہمارے یہاں عمدہ موجود نہیں کس چیز میں لے جاویں اتفاق سے پیر کے اسباب میں مراد آبادی اگالدان اور چمک دار سلفچی بھی موجود تھی گاؤں والوں نے ایسے چمک دار برتن کب دیکھے تھے اور نہ بیچاروں کو یہ خبر تھی کہ یہ برتن کس کام کے لیے ہیں ان ہی میں کھیر بھر اور پیر کے سامنے لائے

پیر نے بہت گالیاں دیں تو ایسے ہی وہ دیہاتی حضرت کے واسطے ٹوپی چھینٹ کی اور قند کی گوٹ اور گوٹہ لگا کر لایا حضرت کے اخلاق اور دل جوئی ملاحظہ فرمائیے کہ اسی وقت اپنی ٹوپی اتاری اور اس کے سامنے اس کی خوشی کے واسطے وہ ٹوپی پہن لی اور خشک متقی ہوتے تو وضع کے خلاف ہرگز نہ کرتے حضرت کیسی وضع اور کیسا فیشن مسلمانوں کی وضع تو اتباع احکام ہے بقول کسی کے ؎

زندہ کسی کو چاہے تو دل بخشی خدا ہے تو　　دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو

(وعظ ایضاً)

(۱۱۷) **حکایت** حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے والد صاحب استاد العلماء حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ کے واسطے ایک شخص دھوتر کا کرتا لایا حضرت نے فوراً پہن لیا لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی فرمایا کہ وہ خوش ہوگا ہمارے حضرتؒ ہدیہ یہ سمجھ کر کھاتے تھے کہ اس کی دل جوئی ہوگی غرض مباحات میں ہم کو تنگی بھی نہ کرنا چاہیے اور راز اس میں یہ ہے کہ اس تناول مباح میں ایک شان افتقار اور انکسار کی ہے جو کہ مطلوب ہے اور ترک تعمق میں شائبہ استغنا کا ہے جو کہ پسندیدہ نہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے بعد فرماتے تھے الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا غیر مستغنی عنہ ربنا یعنی اے ہمارے رب ہم آپ کے رزق سے مستغنی نہیں ہیں حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق اور ارشاد ہے یا ایھا الذین آمنوا لاتحرموا طیبٰت ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا شان نزول اس کا یہ ہوا تھا کہ چند صحابہ نے بعض امہات المؤمنینؓ سے آپؐ کے شب کے حالات سے سوال کیا انہوں نے بیان فرمایا انہوں نے سن کر اپنے خیال میں اسکو قلیل سمجھ کر کہا کہ حضورؐ کی شان تو ارفع ہے آپ کو تو اتنی بھی ضرورت نہیں آپ کی شان تو یہ ہے۔ یغفر اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر اور ہم کو زیادہ ضرورت ہے اس لیے ان میں سے ایک نے تو یہ قسم کھالی کہ میں تمام عمر روزہ رکھا کروں گا ایک نے قسم کھائی کہ میں نکاح نہ کروں گا ایک نے قسم کھائی کہ میں رات

کو نہ سوؤں گا حضور بھی تشریف لے آئے اور یہ سب قصہ سنا حضور نے فرمایا کہ میں روزہ بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں سوتا بھی ہوں جاگتا بھی ہوں وذالک من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی یعنی یہ سب میری سنت سے ہے اور جو شخص میری سنت سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے ایک خرابی تو مباحات کے ترک میں یہ تھی کہ اس سے حق تعالیٰ کی نعمتوں سے استغناء کا شائبہ ہوتا ہے دوسری خرابی اور ہے وہ یہ کہ مباحات کے ترک سے بھی دل میں قساوت پیدا ہو جاتی ہے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جو شخص چالیس دن برابر گوشت کھاوے اس کے دل میں بھی قساوت ہو جاتی ہے اور جو نہ کھاوے اس کے دل میں بھی اس لیے کہ جو ترک کرتا ہے اس کے دل میں عجب پیدا ہو جاتا ہے اور وہ بھی منافی خشوع ہے اسی آیت سے میں اس کو بھی ناجائز کہتا ہوں کیونکہ مقصود تو آیت سے ایسے امر کا مذموم بتلانا ہے جس سے خشوع سے بعد ہوتا ہو خواہ وہ توسع فی المباح ہو یا تضیق فی المباح ہو گو شان نزول حاضر ہو (وعظ ایضاً)

(۱۱۸) حکایت حضور نے ایک کام کیا فتنزہ اقوام یعنی بعض بعض قومیں اس کام سے بچیں فخطب وقال مابال اقوام یتنزھون عن شئی اصنعہ فانا واللہ اخشاکم للہ واتقاکم للہ تو حضور ناراض ہوئے اور خطبہ پڑھا اور یہ فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ میرے فعل سے بچتے ہیں حالانکہ میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ متقی ہوں پس اگر یہ تنگی کرنا پسند نہ تھا تو حضور ناخوش کیوں ہوئے (وعظ ایضاً)

(۱۱۹) حکایت ایک لطیفہ یاد آیا ایک احمق چلا جا رہا تھا کسی نے پوچھا کہاں جاتا ہے کہا بازار جاتا ہوں گدھا خریدوں گا اس نے کہا انشاء اللہ کہہ لو کہنے لگا روپیہ میری جیب میں ہے گدھا بازار میں پھر انشاء اللہ کہنے کا کیا موقعہ ہے آگے گیا تو کسی نے جیب کتر لی اور روپیہ اڑا لیا اپنا سا منہ لے کر واپس آئے پھر وہ شخص ملا پوچھا کہاں سے آ رہے ہو کہا بازار گیا تھا انشاء اللہ اور میرا روپیہ چوری گیا انشاء اللہ

تھا اور گدھا میں نے نہیں خریدا انشاء اللہ اور اب میں مفلس ہوں انشاء اللہ اب اس کو انشاء اللہ کا ایسا سبق یاد ہوا کہ واقع میں جو موقعہ انشاء اللہ کا نہ تھا اس میں بھی انشاء اللہ داخل کر دیا ؎

اگر غفلت سے باز آیا جف کی　　تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

(وعظ ایضاً)

(۱۲۰) حکایت ایک دوست بیان کرتے تھے کہ ہم کو ایک مرتبہ ایک اسلامی یعنی مسلمانوں کے ہوٹل میں کھانا کھانے کا اتفاق ہوا ہوٹل میں میز کرسی پہ کھانا کھاتے ہیں چنانچہ میز پہ کھانا چن دیا گیا ہم عمر بھر میں اس طرح کھانا نہ کھایا تھا اس لیے کہ تشبہ ہے نصاریٰ کے ساتھ دو طرح سے اس تشبہ کو توڑا ایک تو یہ کیا کہ اپنے ہاتھ میں برتن کھانے کا لے لیا وہ لوگ ہاتھ میں لے کر نہیں کھاتے بلکہ میز پر رکھا ہوا کھاتے ہیں دوسرے یہ کیا کہ سب نے مل کر ایک برتن میں کھایا اور وہ مل کر نہیں کھاتے اپنے اپنے سامنے سے کھاتے ہیں (وعظ الظہور)

(۱۲۱) حکایت مجھے حیدر آباد جانے کا بطریق سیاحت اتفاق ہوا پھرتے پھرتے کھانے کا وقت آگیا کھانے کے لیے مغل کے ہوٹل میں گئے وہاں کھانا رکھنے کے لیے میز اور بیٹھنے کے لیے تپائی تھیں ہم نے کہا کہ ہم لوگ تو اس پہ کھانا نہ کھاویں گے ان لوگوں نے کہا کہ یہاں تو اسی طرح کھایا جاتا ہے ہم نے کہا کہ ہم لوگ طالب علم ہیں ہم کچھ تصنیف کر لیں گے چنانچہ میں نے ساتھیوں سے کہا کہ ان سب تپائیوں کو جوڑو چنانچہ وہ جوڑی گئی تو وہ ایک تخت سا ہو گیا پھر سب نے بیٹھ کر اس پہ تہذیب آدمیوں کی طرح کھانا کھایا (وعظ ایضاً)

(۱۲۲) حکایت کسی بیوقوف نے ایک سپاہی کو دیکھا کہ وہ اپنے گھوڑے کو دانہ کھلا رہا ہے اور وہ گھوڑا کبھی ادھر منہ کر لیتا ہے کبھی ادھر منہ پھیرتا ہے اور یہ شخص جدھر وہ منہ کرتا ہے اسی طرف دانہ لے جاتا ہے اور کبھی اس کی پیٹھ سہلاتا ہے اور کبھی منہ پر ہاتھ پھیرتا اور کہتا جاتا ہے کہ بیٹا کھاؤ اس بیوقوف نے جب یہ دیکھا تو اپنے

دل میں کہا کہ مجھ سے تو یہ گھوڑا ہی اچھا ہے میری بیوی تو مجھ کو بڑی ذلت سے روٹی دیتی ہے آج سے گھوڑا بننا چاہیے یہ سوچ کر گھر پہونچے اور بیوی سے کہا کہ آج تو ہم گھوڑے بنیں گے وہ بھی بڑی شوخ تھی اس نے کہا میری بلا سے آپ گھوڑے بنیں یا گدھے بنیں اس شخص نے کہا کہ میں گھوڑا بنتا ہوں تم میری پیٹھ سہلانا اور دانہ میرے سامنے لانا اور کہنا کہ بیٹا کھاؤ میں ادھر ادھر منہ پھیروں گا غرض یہ الو کی دم گھوڑے کی طرح کھڑا ہوا بیوی صاحبہ بھی عقلمند تھیں ایک چادر جھول کی بجائے اس پر ڈالی اور اگاڑی پچھاڑی اس کی باندھ دی اور دم کی جگہ جھاڑو لگادی اور دانہ سامنے لائی اور کہا کہ بیٹا کھاؤ رات کا وقت تھا اتفاق سے چراغ پیچھے رکھا تھا جب اس نے ادھر ادھر منہ پھیرا اور دولتیاں چلائیں چراغ کی لو جھاڑو میں لگ گئی اور آگ بھڑک اٹھی بدحواسی میں یہ تو خیال نہ رہا کہ رسیاں کھول دیں شور مچادیا کہ لوگو دوڑو میرا گھوڑا جل گیا محلہ والوں نے جانا کہ یہ پاگل یا مسخرا ہے اس کے یہاں گھوڑا کہاں یہ یوں ہی بیہودہ بکتی ہے غرض وہ گھوڑے صاحب وہاں جل بھن کر خاک سیاہ ہوگئے یہ انجام ہوتا ہے ایسے عزہ اور ناز کا صاحبو! ناز کے لیے صورت بھی تو بنوالو جب ناز زیبا ہوگا مولانا فرماتے ہیں ؎

ناز را روئے بباید ہمچوں ورد　　چوں نداری گرد بدخوی مگرد
زشت باشد روئے نازیبا و ناز　　عیب باشد چشم نابینا و باز

(وعظ السرور)

(۱۲۳) حکایت ایک گنوار کا بیٹا مرگیا تھا تو آپ کہتے ہیں کہ میرے بیٹے کو تو مار دیا اور عیسیٰ (علیہ السلام) کو جو ذرا نام لگ گیا تھا اس کو گود میں اٹھا لیا مگر اللہ اکبر کیا رحمت ہے سب کچھ سنتے ہیں اور کچھ سزا نہیں دیتے (وعظ امینا)

(۱۲۴) حکایت ایک جاہل اکھڑ کے سامنے کسی نے دال روٹی کھائی اور کھاکر کہا کہ الحمد اللہ اے اللہ تیرا شکر ہے تو بیوقوف کہتا ہے کہ توبہ توبہ ایسے ہی لوگوں نے اللہ میاں کی عادت بگاڑ دی کہ دال روٹی کھاکر شکر کرتے ہیں بس وہ ان کو دال روٹی

ہی دیتے ہیں ہم تو بدون بکرے کے کبھی شکر نہیں کرتے پھر ہم کو وہ بکرے ہی دیتے ہیں نعوذ باللہ بہر حال ہر شخص اپنے کو کسی نہ کسی حصہ رحمت کا مستحق سمجھتا ہے حالانکہ یہ غلطی ہے (وعظ ایضاً)

(۱۲۵) حکایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کثیر التبسم تھے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کثیر البکا تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے یحییٰ علیہ السلام کیا تم خدا تعالیٰ کی رحمت سے بالکل ناامید ہو گئے ہو کہ کسی وقت تمہارا رونا ختم ہی نہیں ہوتا حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام کیا تم خدا تعالیٰ کے قہر سے بالکل مامون ہو کہ تم کو ہر وقت ہنسی ہی آتی رہتی ہے آخر ایک فرشتہ آیا اور کہا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم تم دونوں میں فیصلہ کرتے ہیں کہ اے عیسیٰ خلوت میں تو ایسے رہو جیسے اب رہتے ہو لیکن خلوت میں یحییٰ کی طرح گریہ وزاری کیا کرو اور اے یحییٰ خلوت میں تو ایسے ہی رہو جیسے اب رہتے ہو لیکن لوگوں کے سامنے کچھ تبسم بھی کر لیا کرو کہ لوگوں کو میری رحمت سے مایوسی نہ ہو جائے کہ جب نبی کا یہ حال ہے تو ہم کو نجات کی کیا امید ہے (وعظ تفاضل الاعمال)

(۱۲۶) حکایت ایک شیخ سے ان کے مریدوں نے ایک دوسرے مرید کی شکایت کی کہ حضرت یہ بہت کھاتا ہے چالیس پچاس روٹیاں کھا جاتا ہے شیخ نے بلا کر کہا کہ بھائی اتنا نہیں کھایا کرتے خیر الامور اوسطہا اس مرید نے کہا کہ حضرت ہر ایک کا اوسط الگ الگ ہے یہ صحیح ہے کہ میں اتنی مقدار کھا جاتا ہوں لیکن یہ غلط ہے کہ میں زیادہ کھاتا ہوں کیونکہ اصلی خوراک میری بہت زیادہ ہے جب تک مرید نہ ہوا تھا اس سے دونی کھایا کرتا تھا (وعظ ایضاً)

(۱۲۷) حکایت ایک ہنسی کی حکایت یاد آگئی ایک طالب علم کو کسی متکبر نے کہہ دیا کہ مسجد کا میدھا اس نے کہا کہ بلا سے پھر بھی تو دنیا کے کتوں سے تو اچھے ہی ہیں اور اس جواب میں لطیفہ یہ ہے کہ اہل دنیا کے لیے جو وہ لقب تجویز کرتے ہیں وہ تو ایک دعوے جو دلیل کا محتاج ہے مگر دنیا کا کتا یہ اقراری لقب ہے اور المرء

یوخذ باقرارہ بالجملہ ایسے القاب اپنے لیے یا غیر کے لیے تراشنا ممنوع ہے قال اللہ تعالیٰ لاتنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان حدیث شریف میں ہے لیس لنا مثل السوء ۔ عجب ہے کہ بعض لوگ ایسے واہیات القاب کو اتکسار اور تواضع سمجھتے ہیں (سیرۃ الصوفی وعظ چہارم)

(۱۲۸) حکایت ایک قصہ یاد آیا کہ میرے سامنے ریل میں ایک دولت مند سسرے نے اپنے کھانے کو گوہ موت کہہ کر مدعو کیا تھا اور ان کے جلیس نے ان سے کہا کہ ہاں کھانے کی ایسی بے ادبی تو انہوں نے تواضع کی توجیہہ کی تھی سو ایسی تواضع حماقت ہے (وعظ ایضاً)

(۱۲۹) حکایت ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ وہ کسی اپنے مرید کے گھر گئے وہاں ان کے گھر روشن دان دیکھا پوچھا یہ کیوں رکھا ہے اس نے جواب دیا کہ روشنی کے واسطے انہوں نے فرمایا کہ روشنی تو بدون نیت روشنی کے بھی آتی ہے اگر اس کے رکھنے میں نیت کر لیتا کہ اس میں سے آذان کی آواز آیا کرے گی تو تجھے اس کا ثواب بھی ملتا رہتا اور روشنی تو خود ہی آجاتی مطلب یہ ہے کہ نیت صالحہ رکھنے سے سب اعمال دنیوی قابل ثواب بن جاتے ہیں پس ایسی دنیا منافی دین نہیں ۔ (وعظ ایضاً)

(۱۳۰) حکایت ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ سے اگر کوئی خادم اس قسم کی شکایت کرتا تو فرماتے کہ خود ذکر کی توفیق ہونا کیا تھوڑی نعمت ہے جو دوسرے ثمرات کی خواہش کرتے ہو اور اکثر ایسے موقعوں پر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

یابم اور ایا نیابم جستجوئے می کنم حاصل آید یا نہ آید آرزوئے می کنم

ع ۔ بلا بودے اگر ایں ہم نہ بودے الخ ۔ کسی خادم نے حضرت سے بیان کیا تھا کہ میں نے اب کے چلا کھینچا اور روزانہ سو اللہ اسم ذات پڑھا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا شاید حضرت مجھ سے ناراض ہیں کہ ثمرہ نہیں ملا فرمایا کہ اگر میں ناراض ہوتا

تو نہیں سوالاکھ پڑھنے کی توفیق ہی کہاں سے ہوتی (وعظ ایضاً)

(۱۳۱) **حکایت** حکیم ترمذی ایک بزرگ گزرے ہیں جوانی میں ان پر ایک عورت عاشق ہوگئی تھی اور ہر وقت ان کی تلاش اور جستجو میں رہتی آخر کار ایک دن موقع پر ایک باغ میں ان کو دیکھا اور وہ باغ چاروں طرف سے چار دیواری کی وجہ سے بند تھا وہاں پہونچ کر ان سے اپنے مطلب کی درخواست کی یہ گھبرائے اور گناہ سے بچنے کی غرض سے بھاگ کر دیوار سے کود پڑے اس قصہ کے بعد ایک روز بڑھاپے کے زمانہ میں وسوسہ کے طور پر خیال ہوا کہ اگر میں اس عورت کی دل شکنی نہ کرتا اور اس کا مطلب پورا کر دیتا اور پیچھے توبہ کر لیتا تو یہ گناہ بھی معاف ہو جاتا اور اس کی دل شکنی بھی نہ ہوتی اس وسوسہ کا آنا تھا کہ بہت پریشان ہوئے اور روئے ؎

بر دل سالک ہزار ان غم بود گر ز باغ دل خلالے کم بود

اور اس پر قلق ہوا کہ جوانی میں تو میں اس گناہ سے اس کوشش سے بچا اور آج بڑھاپے میں یہ خیال ہے اور یہ سمجھے کہ جو کچھ میں نے اعمال واشغال کیے ہیں وہ سب غارت اور اکارت گئے اس پر حکیم موصوف نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اے حکیم کیوں غم کرتے ہو تمہارا درجہ وہی ہے اور جو کچھ تم نے کیا وہ ضائع نہیں ہوا اور اس وسوسہ کی یہ وجہ تھی کہ یہ زمانہ وسوسہ کا میرے زمانہ سے دور ہو گیا تھا اور اس گناہ سے بچنے کی یہ وجہ ہے کہ وہ زمانہ میرے زمانہ سے قریب تھا اور قرب عہد نبوی میں برکت ہے ایک بزرگ اسی وجہ سے باسی روٹی کو پسند فرمایا کرتے تھے کہ یہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قریب ہے اور تازی میں کسی قدر بعد آگیا ہے سبحان اللہ جب قرب عہد نبوت میں یہ برکت ہے تو ارشادات نبوۃ پر عمل کرنے میں کیسی برکت ہوگی ایک مولوی صاحب کہ طبیب بھی تھے مجھ سے اپنا قصہ بیان فرماتے تھے کہ میں بیمار ہوا بخار تھا ہر چند علاج کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا آخر کار میں نے اس حدیث کے مطابق جس میں بخار

کا علاج غسل سے آیا ہے نہر میں غسل کیا ان کا بیان ہے کہ اس کے بعد مجھے اور تو بیماریاں ہوئیں مگر بخار کبھی نہیں ہوا ہر چند کہ بعض شراح اس علاج کو غیر مادی بخار کے ساتھ مخصوص فرماتے ہیں مگر اہل عقیدت کے لیے سب اقسام کو عام ہے علاوہ ازیں یہ مسئلہ طبیہ ہے کہ دوا معین ہے فاعل نہیں سو اہل عقیدت کی طبیعت میں اس عمل سے قوت ہوگی اور وہ اپنی قوت سے فعل کرے گی حکیم ترمذی کے اس قصہ سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ باوجود کمال کے ان کو میلان معصیت کا ہوا اور ان کے کمال کی تصدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رویا صادقہ میں فرمائی اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض جاہلوگ شیوخ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ کوئی ایسی چیز بتلا دیجئے کہ کبھی ہم میں بُرے کام کی رغبت ہی نہ پیدا ہو یہ بالکل غلطی ہے اور منشا اس کا ناواقفی ہے انسان جب تک زندہ ہے لوازم بشریہ سے چھوٹ نہیں سکتا کبھی نہ کبھی کچھ نہ کچھ وسوسہ یا خیال آ ہی جاتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر کسی عورت کے دیکھنے وغیرہ سے اس کی طرف میلان یا وسوسہ معلوم ہو تو اپنے گھر میں بیوی سے رفع حاجت کرے کیونکہ ان الذی معہا مثل الذی معہا اس علاج سے وہ طبیعت کا میلان دور ہو جائے گا اطبا نے بھی تعشق کا علاج تزوج لکھا ہے اگر خاص معشوقہ سے ہو تو بہت ہی بہتر ہے ورنہ غیر جگہ بھی نکاح کرنے سے دوسرے کے تعشق میں کمی آجاتی ہے باقی تھوڑا بہت میلان تو تمام عمر رہتا ہے اگر اس کے مقتضی پر عمل نہ ہو تو اس کی فکر نہ کرنا چاہیے (وعظ ایضاً)

(۱۳۲) حکایت حضرت حاجی صاحبؒ سے کسی خادم نے اس بات کا افسوس ظاہر کیا کہ اب کے بیماری کی وجہ سے مدت تک حرم میں حاضر ہونا نصیب نہ ہوا آپ نے خواص سے فرمایا کہ اگر یہ شخص عارف ہوتا تو اس پر کبھی افسوس نہ کرتا کیونکہ مقصود قرب حق ہے اس کے لیے جس طرح نماز حرم ایک طریق ہے اسی طرح اس کے لیے مرض بھی ایک طریق ہے تو بندہ کا کیا منصب ہے کہ اپنے لیے خود ایک طریق معین کرلے یہ مربی کے اختیار میں ہے طبیب کی تجویز مرض کی تجویز سے ہزار درجہ

زیادہ بہتر ہے ؎

بدرد وصاف ترا حکم نیست دم درکش　　کہ ساقی آنچہ می ریخت عین الطاف است

(وعظ ایضاً)

(۱۳۳) حکایت ایک شخص کا ذکر ہے کہ رمی جمار کے وقت وہاں جو تیاں مار رہا تھا اور ایک ایک گناہ گن گن کر شیطان کو گالیاں دیتا تھا اور مارتا تھا سو یہ لغو ہے ہر ایک گناہ کا نام لینا اور تلاش اور سوچ میں عمر عزیز کو جو دراصل مطالعہ محبوب کے لیے تھی اسی سوچ بچار میں نہ کھونا چاہیے ؎

عمر عزیز قابل سوز و گداز نیست　　ایں رشتہ را مسوز کہ چندیں دراز نیست

(وعظ ایضاً)

(۱۳۴) حکایت ایک متمول کی حکایت ہے کہ وہ ایک روز اپنے خزانہ کو دیکھنے گیا جو زمین میں بڑے مکان میں تھا اور وہ مکان گاہ گاہ کھلتا تھا اتفاق سے اس کو وہاں دیر لگ گئی اور کسی کو خبر تھی نہیں ملازموں نے دروازہ بند کر لیا اور وہ بہت بڑا مکان تھا اور دروازوں کا سلسلہ بڑی دور تک تھا اور یہ اتنی دور تھا کہ وہاں سے آواز باہر نہیں آسکتی تھی الغرض وہ یہودی وہاں جواہرات کے ڈھیروں میں بھوکا پیاسا مرگیا اس وقت کوئی اس سے پوچھتا تو اس کے نزدیک ایک بسکٹ اور پانی کے گلاس کے سامنے سارا خزانہ ہیچ تھا ایسی ہی حکایت ہے کہ کسی بھوکے کو ایک تھیلی ملی کھول کر دیکھا تو اشرفیاں۔ پھینک کر زمین پر ماری اور افسوس کیا اور کہا کہ اگر یہ گیہوں کے دانے ہوتے تو کچھ کام آتے　　(استحفاف المعاصی وعظ پنجم)

(۱۳۵) حکایت ایک ظریف آدمی تھے انہوں نے جو دیکھا کہ شادی بیاہ وغیرہ میں عام دعوتوں میں ایک ایک دو دو بچہ کو ضرور ساتھ لے جاتے ہیں انہوں نے کیا دل لگی کی کہ ایک دفعہ جو دعوت میں گئے تو ایک بچھڑے کو بھی ساتھ لیتے گئے اور جب کھانا رکھا جانے لگا تو انہوں نے بچھڑے کے حصہ کی رکابی رکھوائی لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے انہوں نے کہا کہ بھائی اور لوگ اپنی اولاد کو لاتے ہیں میرے

کوئی اولاد نہیں میں اس کو عزیز رکھتا ہوں اس کو لایا عرض سب شرمندہ ہوئے اور اس رسم کو موقوف کیا (حقوق المعاشرت وعظ ششم جلد اول)

(۱۳۶) حکایت ایک شخص حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس عین دوپہر کے وقت آتے تھے اور حضرت رح کی نیند ضائع ہوتی مگر حضرت اپنی خوش اخلاقی سے کچھ نہ فرماتے ایک روز حضرت حافظ ضامن صاحب شہیدؒ کو تاب نہ رہی اور اس شخص کو سختی سے ڈانٹا اور کہا بیچارے درویش رات کو جاگتے ہیں دوپہر کا تھوڑا سا وقت سونے کا ہوتا ہے وہ تم خراب کرتے ہو کس قدر بے انصافی ہے آخر کچھ تو لحاظ چاہیے اور حضرت حافظ صاحب کی تیزی بضرورت تھی بعض اوقات اصلاح اخلاق بجز سیاست اور سختی کے نہیں ہوتی۔ (وعظ ایضاً)

(۱۳۷) حکایت کانپور میں ایک دفعہ ایک دعوت میں جاتے ہوئے طالب علموں کی نسبت سنا خدا خیر کرے کس کے گھر پر چڑھائی ہوئی ہے بس اس قسم کی دعوت طعام ذلت ہے اس سے بچنا چاہیے ؎

بئس الطاعم حین الذل تکسبہا ۔۔۔ القدر منتصب والقدر مخفوض

(وعظ ایضاً)

(۱۳۸) حکایت میرے یہاں ایک مہمان آئے میں نے اپنے ایک بھولے دوست سے کہا کہ دیکھو ان کو پہچان لو میں مکان سے ان کو کھانا بھجوں گا کھلا دینا اس کے بعد مکان سے کھانا آیا تو مہمان میرے پاس بیٹھے تھے وہ دوست آکر کہنے لگے کہ کھانا تو آگیا مگر وہ معلوم نہیں کہاں ہیں میں نے کہا یہ سامنے کیا بیٹھے ہیں تو کہتے ہیں کہ ان کے پاس چادر تو ہے نہیں۔ میں نے مزاحاً ان مہمان سے کہا کہ آج سے یاد رکھیے آپ چادر ہر وقت اوڑھے رہیے ورنہ کھانا نہ ملا کرے گا (اخلاص وعظ ہفتم)

(۱۳۹) حکایت ایک یورپ کے بادشاہ کو میں نے خواب میں دیکھا کہ اس نے یہ اعتراض کیا کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر صرف مجھے ایک شبہ ہے اور کچھ نہیں وہ یہ کہ حضورؐ اپنے صحابہؓ سے مزاح فرمایا کرتے تھے

اور مزاح وقار کے خلاف ہے اور وقار لوازم نبوت سے ہے میں نے جواب دیا کہ مطلق مزاح وقار کے خلاف نہیں بلکہ خلاف وہ ہے جس میں کوئی مستحد بہ مصلحت نہ ہو اور حضورؐ کے مزاح میں مصلحت و حکمت تھی وہ یہ کہ حضورؐ کو حق تعالیٰ نے ہیبت اور رعب ایسا عطا فرمایا تھا کہ بڑے بڑے شان و شوکت اور جرأت والے آپؐ کے روبرو ابتدا کلام نہ کر سکتے تھے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے پس اگر حضورؐ صحابہؓ سے ایسی بے تکلفی کا برتاؤ نہ فرماتے تو صحابہؓ کو جرأت نہ ہوتی کہ آپؐ سے کچھ دریافت کریں اور ہیبت اور رعب کی وجہ سے الگ الگ رہتے اور اس حالت میں ہدایت کا ایک بڑا باب کہ التفسار ہے بند ہو جاتا اور تعلیم و تعلم کا بڑا حصہ مسدود ہو جاتا اس لیے حضورؐ ان سے مزاح فرماتے تھے تاکہ بے تکلفی سے جو چاہیں پوچھیں۔ پھر مزاح بھی تین قسم کا ہوتا ہے ایک مزاح وہ جو ہلکے پن اور چھچھورے پن پر دلالت کرتا ہے اس سے حضورؐ پاک ہیں اور ایک مزاح وہ ہے جس سے کسی کو تکلیف پہونچے اور تیسرے وہ کہ وقار اور متانت سے ہو اور خلاف حق اس میں نہ ہو چنانچہ حضورؐ کا مزاح اسی قسم کا ہوتا تھا جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

(الاخلاص وغیرہ ہشتم)

(۱۴۰) **حکایت** بزرگوں سے منقول ہے کہ ایک بزرگ بھوک میں رونے لگے کسی نے کہا کہ کیا بچے ہو جو کہ بھوک میں روتے ہو فرمایا کہ تم کیا جانو مجھ کو بھوکا اسی لیے کیا ہے کہ میرا رونا دیکھیں۔ ایک بار حضرت عمرؓ بیمار تھے ایک شخص نے کہا کہ کیسی طبیعت ہے فرمایا کہ اچھی نہیں اس نے کہا کہ آپ ایسا فرماتے ہیں فرمایا کہ سبحان اللہ خدا تعالیٰ تو مجھے بیمار کریں کہ میرا عجز ظاہر ہو اور میں اپنی بہادری ظاہر کروں جب خدا تعالیٰ نے بیمار کیا ہے تو کیوں نہ ظاہر کروں ظاہر میں تو بہت تعجب کریں گے مگر حقیقت سمجھتے ہیں کہ روح ان قصوں کی اظہار افتقار ہے (قطع التمنی وغیرہ نہم جلد چہارم)

(۱۴۱) **حکایت** حضرت سید احمد صاحب بریلویؒ مولانا شہید کے پیر ایک دن صبح کی نماز میں بوجہ نئی شادی ہونے کے ذرا دیر سے پہونچے ان کے مرید مولوی

عبدالحی صاحبؒ وعظ فرمانے بیٹھ گئے اس میں یہ بھی کہا کہ بعض لوگوں کا یہ بھی حال ہے کہ جورو کی بغل میں پڑے رہتے ہیں اور تکبیر اولیٰ قضا ہو جاتی ہے جناب سید صاحب نے نہایت شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ اب ایسا نہیں ہوگا اس بیان کے بعد فرمایا کہ مولوی عبدالحی صاحب نے باوجودیکہ ظاہراً یہ عنوان خلاف ادب تھا اس واسطے اس عنوان سے کہنے کی جرأت کی تھی کہ ان کو معلوم تھا کہ سید صاحبؒ کے دل میں اس سے میل نہ آئے گا بلکہ خوش ہوں گے ان کے خوش کرنے کو بے ادبی اختیار کی ؎

گفتگوئے عاشقان در کار اب　　جوشش عشق ست نے ترک ادب

بے ادب ترنیست زو کس درجہاں　　با ادب ترنیست زو کس در نہان

ایسا ہی قصہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کا جو حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ جب تم مجھ سے خفا ہوتی ہو تو اس وقت لاورب ابراہیم کہتی ہو اور جس وقت خوش ہوتی ہو اس وقت لاورب محمد کہتی ہو حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ لا اہجر الا اسمک بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر کوئی اور کرے بے ادبی میں داخل ہو جائے بلکہ کفر ہو جائے مگر عاشق صادق جوش محبت اور علاقہ محبت سے کرتا ہے اس لیے وہ عفو ہوتی ہیں حاصل یہ کہ ظاہراً وہ باتیں بے ادبوں کی سی ہوتی ہیں اور باطناً ہوتی ہیں با ادب　　(ادب المساجد وعظ اول)

(۱۴۲) حکایت حضرت عمر رضؓ نے ان دو شخصوں کو جو مسجد نبوی میں بلند آواز سے باتیں کر رہے تھے تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ اگر تم باہر کے مسافر نہ ہوتے تو تمہیں سزا دیتا۔ ارتفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس میں یہ شبہ نہ ہو کہ یہ حکم عدم رفع صوت مسجد نبوی کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ مساجد سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہیں چنانچہ فلایقربن مساجدنا میں آپ نے جمیع مساجد کی نسبت اپنے طرف فرمائی ہاں مسجد نبوی کا اور زیادہ ادب ہوگا　(آداب المساجد)

(۱۴۳) حکایت حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہیدؒ کی حکایت ہے کہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو اس واسطے ذکر کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں فاذکرونی

اذکر کم یعنی احوال و کیفیات باطنیہ پر نظر نہ بھی دیکھیے محققین کی تو یہاں تک نگاہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے نام اور احکام میں کیفیات باطنی تک کا قصد نہ کریں اور افسوس ہے آج کل لوگوں کا یہ حال ہے کہ وظائف تحصیل دنیا کے لیے پڑھتے ہیں کوئی دست غیب تلاش کرتا پھرتا ہے حالانکہ اس میں جواز تک بھی نہیں کیوں کہ اس کے ذریعہ سے جو کچھ ملتا ہے وہ حرام ہے کیوں کہ جن مسخر ہو جاتے ہیں اور وہ لوگوں کا مال چرا چرا کر عامل کو دیتے ہیں یا اگر اپنا لائیں تب بھی مجبور ہو کر لاتے ہیں ایسا ہی تسخیر قلوب کا حال ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے جو مال دیا جاتا ہے وہ طیب خاطر سے نہیں دیا جاتا مغلوب الرائے و مضطر ہو کر دیتا ہے اور اگر کسی عمل میں حرام بھی ہو تب بھی ایسے اغراض کے لیے اللہ تعالےٰ کے نام کی بے قدری کرنا اور بھی بے ادبی ہے اور احادیث میں جو سورۃ واقعہ کا پڑھنا وغیرہ آیا ہے وہ دنیا کو معین دین بنانے کی غرض سے ہے جو کہ دین ہی ہے کاش یہ لوگ بجائے ان اعمال کے دعا کیا کرتے اگر مقصود حاصل ہو جاتا تو مطلب کا مطلب اور ثواب کا ثواب اور اگر نہ ہوتا تو بھی دعا کا ثواب کہیں گیا ہی نہیں تھا (مہمات الدعا وغیرہ دوم)

(۱۴۴) حکایت جان لینا چاہیے کہ تدبیر و اسباب کو اختیار کرنا بھی توکل فرض کے خلاف نہیں ہے اس کی بعینہٖ مثال توکیل سمجھ لینا چاہیے مثلاً جب کوئی شخص کسی مقدمہ میں وکیل مقرر کرتا ہے تو کیا توکیل کرنے کے بعد یہ شخص نکما خالی بیٹھ جاتا ہے ہرگز نہیں بلکہ جتنی کوشش اس سے ہو سکتی ہے خود بھی کرتا ہے اور اس کو خلاف توکیل نہیں سمجھتا بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ وکیل کے کرنے کا جو کام ہے وہ کرے گا جو مجھ سے کچھ ہو سکتا ہے مجھ کو کرنا چاہیے اسی طرح تدبیر کرنا اعتدال کے ساتھ توکل کے خلاف نہیں بلکہ تدبیر ایسی چیز ہے کہ جو امور محض غیر اختیاری ہیں جن میں تدبیر کو اصلاً دخل نہیں محض دعا ہی پر ان کا مدار ہے سنن میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بھی دعا کے ساتھ کچھ صورۃً تدبیر اختیار کی جاتی ہے چنانچہ ایک قصہ حدیث سے بیان کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہو جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح

توکل اور دعا کو جمع فرمایا اور اس حدیث کے ضمن میں اور بھی فوائد ہیں ایک صحابی جن کا نام مقداد ہے جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر مسافرانہ مقیم تھے اور ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں بتلادی تھیں کہ ان کا دودھ نکال کر کچھ خود اور رفقہ پی لیا کرو اور کچھ ہمارے لیے رکھ دیا کرو اور ان کا اسی طرح معمول تھا وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرتؐ کو آنے میں دیر ہوئی تو میں سمجھا کہ آنحضرت کی کہیں دعوت ہوگئی ہوگی یہ خیال کر کے آپ کا حصہ بھی پی گیا مگر اتفاق سے جب پی چکا جب خیال آیا کہ شاید آپ نے اُس وقت کچھ نہ کھایا ہو اور بے چینی کا یہ حال ہوا کہ کروٹیں بدلتا ہوں اور نیند نہیں آتی اس شش و پنج میں کہ آنحضرت تشریف لائے اور آپ کی عادت شریفہ آنے کے وقت یہ تھی کہ جب تشریف لاتے اور دیکھتے کہ گھر والے لیٹے ہیں تو بہت آہستہ سے سلام کرتے اس طرح سے کہ اگر حاضرین جاگتے ہوتے تو سن لیتے اور اگر سوتے ہوتے تو آنکھ نہ کھلتی اس طرح نسائی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے آپ کا شب برات میں بقیع میں جانے کے لیے آہستہ اٹھنا اور آہستہ سے کواڑ کھولنا سب کام آہستہ سے کرنا تاکہ سونے والے کو تکلیف نہ ہو آیا ہے سو اسی طرح سلام بھی آہستہ سے فرماتے کہ اگر کوئی جاگتا ہو تو سن لے اور سوتا ہو تو اس کی نیند میں خلل نہ آئے اس موقعہ پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بعض لوگ دوسرے آدمیوں کی تکلیف کا اصلا خیال نہیں کرتے سوتے آدمیوں میں اٹھ کر سب کام بے تکلف زور زور سے کرتے ہیں اور اس سے دوسروں کو ایذا ہوتی ہے اسی طرح یہ امر بھی موجب ایذا ہے کہ مشغول کار آدمی کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں جس سے اس کے ضروری کام میں حرج بھی ہوتا ہے اور پریشانی بھی نواب صدیق حسن خان صاحب کے بیٹے کی ایک حکایت یاد آئی ایک روز وہ بھوپال میں مغرب کی نماز پڑھتے تھے اور ایک صاحب مدعی عمل بالحدیث ان کے پاس کھڑے تھے یہ خیال کر کے کہ صاحبزادہ صاحب بہت خوش ہوں گے بڑے زور سے آمین کہی صاحبزادہ صاحب نے بعد نماز کے ان سے کہا کہ آپ سے مجھے کام ہے ذرا مجھ سے مل کر جائیے گا وہ خوشی خوشی انتظار

میں بیٹھ گئے دیکھیے کیا انعام ملتا ہے اتنے میں صاحبزادہ صاحب مسجد کے باہر تشریف لائے وہ صاحب سامنے آئے کہ حضور کیا ارشاد تھا انہوں نے ان صاحب کے ایک دھول جمائی اور فرمایا آمین بالجہر تو ضرور حدیث میں آئی ہے مگر یہ بتلا کہ آمین کی اذان کس حدیث میں آئی ہے جو تو نے اس زور سے کہی کہ پاس والے بھی گھبرا اٹھے معلوم ہوتا ہے کہ محض مخالفت بھڑکانے کو ایسا کیا جاتا ہے اس لیے یہ سزا دی گئی حضرات ہماری سب ہی حالتیں بگڑ رہی ہیں ہر چیز میں افراط تفریط ہو رہی ہے اور عوام کی کیا شکایت کریں انصاف یہ ہے کہ آداب کو بعض اہل علم تک نہیں پہچانتے محض لفظ پرستی رہ گئی ہے ؎

مولوی گشتی و آگاہ نیستی خود کجا واز کجا و کیستی۔

حقیقت آداب و اخلاق کی نہیں سمجھی چنانچہ ہم نے اخلاق نام چاپلوسی اور خوشامد اور میٹھی باتیں کرنے کا رکھ لیا ہے سو حقیقت میں اخلاق کو نفاق سے بدل دیا ہے اخلاق کی حقیقت یہ ہے کہ ہم سے کسی کو کسی قسم کی ایذا ظاہری یا باطنی حضور یا غیبت میں نہ پہونچے ہم نے یہ سمجھا کہ اخلاق ظاہر داری کا نام ہے گو اس سے ایذا ہی پہونچے اس کی کچھ پروا نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شفقت اور رعایت کہ سلام بھی کرتے ہیں تو اس طرح کہ کوئی بے چین نہ ہو۔ غرض آنحضرتؐ عشاء کے بعد تشریف لائے اور حسب معمول سلام کر کے برتنوں کی طرف چلے اور وہ جو دودھ پی کر لیٹ گئے تھے یہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں آپؐ کو اس میں دودھ نہ ملا چونکہ آنحضرتؐ کو اس وقت بھوک لگی ہوئی تھی اور طعام کی حاجت تھی آپ نے حسب معمول کچھ نفلیں پڑھیں اور یوں دعا فرمائی اللھم اطعم من اطعمنی دیکھیے یہ امر قابل غور ہے کہ آپ نے اس دعا میں توکل کے ساتھ اسباب کی کس لطیف طور پر رعایت فرمائی ہے کہ یہ ظاہر کر دیا کہ کھانا اکثر اس طرح ملتا ہے کہ کوئی شخص ظاہر میں لے آئے ورنہ یہ بھی تو دعا فرما سکتے تھے کہ اے اللہ آسمان سے مائدہ یا رزق بھیج مگر آنحضرتؐ نے توکل اور تدبیر کو کس لطیف طریق پر جمع فرمایا جیسا مذکور ہوا قصہ کا ہے کہ اس دعا کے سننے کے بعد وہ صحابی رضؓ اٹھے چونکہ ان کو یقین تھا کہ آنحضرتؐ

کی دعا قبول ہوئی ہوگی اس لیے گو بکریوں کا دودھ دوہ چکے تھے مگر پھر برتن لے کر بیٹھ گئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ بکریوں نے اتنا دودھ دیا کہ برتن بھر گیا اس برتن کو لے کر حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے غرض اس قصہ کے بیان سے یہ بھی کہ دیکھنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا و توکل کے ساتھ اسباب کی رعایت کس طور پر فرمائی پس معلوم ہوا کہ نہ دعا کے بھروسہ اسباب کو چھوڑ دے اور نہ اسباب میں ایسا انہماک ہو کہ مسبب الاسباب پر نظر نہ رہے اعتدال اصل طریقہ نبویہ ہے اور یہ بدون تحصیلات و تبحر علوم دین کے حاصل ہونا مشکل ہے کوئی آسان کام نہیں جو ہر ایک دعوے کرنے لگے ؎

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق ہر ہوسناکے نداند جام سندان باختن

آنحضرتؐ کے افعال سے تو یہاں تک اس اعتدال کا پتہ چلتا ہے کہ معجزات میں بھی جو کہ بالکل بطور خرق عادۃ ظہور میں آتے ہیں ان میں بھی تدبیر اور اسباب کی صورت کو ملحوظ رکھا گیا ہے چنانچہ حضرت جابرؓ کی دعوت کا قصہ جو جنگ احزاب میں خندق کھودنے کے وقت ظہور میں آیا اس کا شاہد رہے آنحضرت نے ان کو فرمایا تھا کہ ہانڈی چولھے پر سے مت اتارنا پھر اس میں آٹا گوندھ دینا اور وہ چند آدمی کی خوراک لشکر کے لشکر کو کافی ہو گئی حدیث میں اور بھی معجزات کے قصے ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ معجزہ خرق عادت میں تھوڑی بھی رعایت اسباب کی کی گئی مثلاً چولھے پر ہانڈی اور توے کا رکھنا اور ڈھک دینا وغیرہ کی صورت اسباب کو حجاب بنایا گیا ورنہ ویسے بھی کھانا پڑھ سکتا تھا یہ آداب ہیں توکل کے اور تدبیر سید المرسلین سے ان کو سیکھ لینا چاہیے (وعظ سوم مہمات الدعا)

(۱۴۵) حکایت حضرت حاتم اصمؒ کی حکایت ہے کہ ان کو ایک شخص نے کچھ نذر کی آپ نے کچھ عذر فرمایا اس لیے کہ اس میں کچھ شبہ تھا اگرچہ وہ شئی فتوے کی رو سے جائز تھی مگر تقویٰ کے اعتبار سے اس کا لینا درست نہ تھا اور حکم شرعی یہ ہے کہ اگر تقوی کے اس خاص درجہ پر عمل کرنے سے دوسرے کی دل شکنی ہو

تو فتوی پر عمل کرنا چاہیے ایسے موقع پر تقوی کی حفاظت جائز نہیں اور ہماری حالت یہ ہے کہ اگر کسی سے بڑی مقدار ملے مثلاً پانچ سو روپیہ اور مشتبہ ہو تو کیا مشتبہ سے بھی آگے بڑھ کر ہو تو تاویل کر کر اس کو جائز کر لیں گے اور اگر کوئی ایک روپیہ دے تو سارے تقوے اس میں چلا دیں گے القصہ حضرت حاتم نے اول انکار کیا جب اس نے اصرار کیا تو لے لیا بخلاف ہم لوگوں کے کہ اگر ہمارے منہ سے ایک مرتبہ نکل جاوے تو ہرگز نہ لیں گے کیونکہ اب لینا اپنی آن کے خلاف ہے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت آپ نے اول انکار کیوں کیا اور دوبارہ کیوں لے لیا فرمایا کہ اول اس لیے انکار کیا کہ اس کا لینا تقوے کے خلاف تھا اور جب اس نے اصرار کیا تو خیال کیا کہ نہ لینے میں تو میری عزت اور اس کی ذلت ہے اور لینے میں میری ذلت اور اس کی عزت ہے میں نے اس کی عزت کو اپنی عزت پر ترجیح دی یعنی میرے نہ لینے سے میری بات تو بنی رہتی مگر میرے بھائی کی وجاہت اور آبرو میں فرق آتا اور لینے میں میری شان کو دھبہ لگتا ہے مگر اس کی بات بنتی ہے پس میں نے اپنی عزت اور آبرو کو لات ماری اور اپنے بھائی کی بات کو اونچا رکھا سبحان اللہ نیت یہ ہے اور حقیقت دین یہ ہے

(الاخلاص وغیرہ ہشتم حصہ دوم)

(۱۴۶) حکایت ایک دلہن ایک جگہ ڈیڑھ ہزار کا صرف کپڑا ہی کپڑا جہیز میں لائی تھی شاید یہ کپڑا اس کے مرنے تک بھی ختم نہ ہوا ہو اور اکثر ایسا ہی ہوا ہے کہ دلہن مر گئی ہے اور یہ سب سامان ہزاروں روپیہ کا ضائع ہوا پھر علاوہ دلہن کے کپڑوں کے تمام کنبہ کے جوڑے بنائے جاتے ہیں اور بعض دفعہ ان کو پسند بھی نہیں آتے اور ان میں عیب نکالے جاتے ہیں کس قدر بے لطفی ہوتی ہے اور اس پر دعوے یہ کہ ہم نے رسمیں چھوڑ دیں (اصلاح النساء وغیرہ)

(۱۴۷) حکایت ایک حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے بلی پالی تھی اور اس کو باندھ چھوڑا تھا نہ خود کچھ کھلاتی تھی اور نہ اس کو چھوڑتی تھی کہ کچھ کھا کر گزر کرے حتی کہ وہ بھوک سے تڑپ تڑپ کر مر گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عالم

برزخ کا معائنہ فرمایا تو دیکھا کہ وہ عورت دوزخ میں جل رہی ہے اور وہ بلی اس پر مسلط ہے اور نوچ رہی ہے (احسان اللہ بیر وعظ ہفتم جلد چہارم دعوات عبدیت)

(۱۴۸) **حکایت** میں نے ایک کافر کو دیکھا کہ گرمی کے ایام میں چاروں طرف آگ جلا رکھی ہے اور اس کے بیچ میں خود بیٹھا ہے گویا یہاں ہی دکھلا رہا ہے کہ میں دوزخی ہوں یہ سب جہل کی باتیں ہیں حدیث میں وارد ہے کہ ان لنفسک علیک حقا وان لعینک علیک حقا۔ اتنی مشقت نہ اٹھاؤ کہ پھر بالکل کام ہی سے جاتے رہو

(احسان اللہ بیر وعظ ہفتم جلد پنجم دعوات عبدیت)

(۱۴۹) **حکایت** مثال چنانچہ جس زمانہ میں میں کانپور تھا ایک ماما ہمارے یہاں رہتی تھی ماما کی حیثیت ہی کیا ہوتی ہے شب برات جو آئی اس نے اپنے برتن رہن رکھے اور کچھ سودی قرض لیا اس کے بعد اس نے ایک جگہ کو خوب اچھی طرح لیپا اور حلوہ پکایا (وعظ ہفتم احسان اللہ بیر جلد پنجم دعوات عبدیت)

۱۵۰ لطیفہ میں بطور لطیفہ کے اپنے ناصح دوستوں سے کہا کرتا ہوں کہ تم کو چاہیے کہ عوام الناس کو ان چیزوں سے دفعۃً منع نہ کرو کہ وہ بگڑتے ہیں بلکہ ان سے یوں کہو کہ تم جو پیر جی کو حصہ دے کر ان سے ثواب بخشوانے ہو یہ ثواب نہیں پہونچتا اس لیے کہ انہوں نے جو کچھ پڑھا ہے اجرت لے کر پڑھا ہے اور اجرت لینے کے بعد ثواب ملتا نہیں تو جب پیر جی کو خود ہی ثواب نہ ملا تو تمہارے مردوں کو ثواب کیسے مل جائے گا اس لیے تم پیر جیون سے پڑھوا تو لیا کرو مگر ان کو کچھ دیا مت کرو اور اسی طرح پیر جیون سے بھی یہ کہا جائے کہ تم فاتحہ خانی بھی کرو نیاز بھی لیکن نہ اس پر حصہ لیا کرو نہ کوئی اجرت لیا کرو جب پیر جیون پر محنت تو پڑے پوری اور ملے نہیں ایک پیسہ بھی تو دیکھ لینا انشاء اللہ خود یہ پیر جی ہی بہت جلدی اس کو حرام کہنے لگیں گے اور بدعت کا فتویٰ لگا دیں گے کیونکہ ان کے نزدیک اس کام سے زیادہ بدعت کیا کام ہوگا جس کو دن میں دس دس دفعہ کرنا پڑے اور ایک پیسہ بھی نہ ملے ادعاء سنیت کا منشاء تو صرف یہی تھا کہ کچھ وصول ہو جاتا اور وصول ہونے ہی کے لیے زیادہ تر ان لوگوں نے اپنی ہوشیاری سے

ایصال ثواب کے ایسے طریقے ایجاد کیے ہیں جن کو سوائے ان کے دوسرا عامی آدمی جان ہی نہیں سکتا کہ اول قل ہو اللہ ہو پھر تبارک الذی ہو اور پھر یہ ہو اور پھر وہ ہو اور بعض سورتوں پر بسم اللہ پڑھی جاتی ہے اور بعض پر نہیں یہ ایسی بات ہے کہ اس کو مولوی بھی نہیں جانتے تو چونکہ یہ طریقہ وہی لوگ جانتے ہیں اس لیے مجبوراً سب عوام ان کے محتاج ہو کر ان کے پاس جاتے ہیں اور اسی طرح سے ان کو ملتا ہے اور پھر غضب یہ کہ یہ لوگ اس میں اور بھی بڑی بڑی چالاکیاں کرتے ہیں ایک سب انسپکٹر مجھ سے کہتے تھے کہ میں کسی تھانہ میں تھا کہ میرے پاس ایک شخص یہ رپٹ لکھوانے آیا کہ کوئی آدمی میرے فاتحہ چرا لے گیا میں سخت پریشان ہوا کہ فاتحہ چرانے کے کیا معنی اس شخص سے پوچھا تو اس نے کہا کہ موقع پر چلیے آخر موقع پر جا کر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ایک نلکی میں پیر جی ایک سال کے لیے فاتحہ پڑھ کر بند کر جاتے ہیں اور کہ جاتے ہیں کہ جب ضرورت ہو اس میں سے تھوڑی سی جھاڑ لینا فی نلکی ۱؎ ایک روپیہ ان کا مقرر ہے اتفاق سے کسی شخص کے پاس روپیہ تھا نہیں اور اس کو فاتحہ کی ضرورت ہوئی تو اس شخص نے اس شخص کی نلکی چرا لی اس سے بڑھ کر ایک حکایت مولانا گنگوہیؒ رحمۃ اللہ علیہ سناتے تھے کہ کسی مسجد میں ایک ملا رہتا تھا سب لوگ اسی سے فاتحہ وغیرہ دلاتے تھے ایک مرتبہ ایک بڑھیا کھانا لے کر آئی اتفاق سے ملا جی اس وقت مسجد میں موجود نہ تھے ایک مسافر بیٹھا ہوا تھا وہ یہ سمجھ کر کہ مقصود تو ثواب ہے چلو مسافر ہی کو دے دو اس کو کھانا دے کر چلی مسجد کے دروازہ سے نکلی ہی تھی کہ ملا جی مل گئے پوچھا کہ بڑھیا کیسے آئیں تھیں اس نے سب واقعہ کہہ دیا۔ آپ فوراً مسجد میں اور ایک لاٹھی لے کر تمام مسجد کے فرش کو خوب پٹا اور غل مچانا شروع کیا اور پیٹتے پیٹتے تھوڑی دیر میں دھم سے مسجد کے فرش پر گر گئے لوگوں نے شور غل سنا تو سب آکر جمع ہو گئے پوچھا کہ ملا جی کیا ہوا! کہنے لگے کہ ہوا کیا یہ ہوا کہ ہم مسجد میں نہیں رہ سکتے پوچھا گیا کیوں کہنے لگے کہ بھائیو میں تو مدت سے یہاں رہتا ہوں سب مردوں سے واقف ہوں ان ہی ثواب بخشدیتا تھا یہ نیا آدمی ہے خدا جانے اس نے کس کس کو ثواب

بخشد یا یہاں کے سب مردے مجھے آکر لپٹ گئے میں نے ان کو بہت کچھ بھگایا لیکن میں تنہا تھا کہاں تک لڑتا آخر تھک کر گر گیا اگر دو چار مرتبہ ایسا ہوا تو میں تو مر ہی جاؤں گا اس لیے اور کہیں جاتا ہوں لوگوں نے کہا کہ ملا جی آپ کہیں نہ جائیے ہم آپ ہی کو ہر چیز دیا کریں گے تو جب بنا ان رسوم کی یہ اغراض ہیں تو جب ان کو فاتحہ کے عوض کچھ نہ ملے گا تو الگ الگ پتہ پر فاتحہ پڑھنا انکو خود ہی مشکل معلوم ہوگا اور اس طرح بہت جلد اس کا انسداد ہو جائے گا (احسان اللہ بیر وغیرہ ہفتم جلد پنجم دعوات عبدیہ)

(۱۵۱) حکایت: ہم نے صدقہ کے متعلق بھی بعض بعض خاص رسوم بھی دیکھی ہیں یعنی وہاں اکثر لوگ مسلم ماش اور تیل اور پیسہ تقسیم کرتے ہیں اور اکثر بھنگیوں کو دیتے ہیں اس کی وجہ غور کرنے سے یہ سمجھ میں آئی کہ عوام الناس بلا کو کالی سمجھتے ہیں اس لیے چھانٹ کر کالی کالی چیزیں دیتے ہیں کہ ان کے ذریعہ سے بلا دفع ہوگی اور غالباً یہی وجہ ہے کہ ان کھانوں کا قدر دان بھنگیوں اور چماروں کو سمجھا گیا ہے کیوں کہ وہ لوگ بھی اکثر کالے ہوتے ہیں گویا جب کھائیں گے تو ساری بلا ان کے پیٹ میں چلی جائے گی مگر وہ ایسے بلانوش ہیں کہ ان کو کچھ بھی نہیں ہوتا علیٰ ہذا اکثر ایسے لوگ بھی اس کھانے کو لے جاتے ہیں جو خود بھی خوش حال ہوتے ہیں چنانچہ ہمارے محلہ میں ایک مرتبہ کھانا پکا تھا ایک بڑے میاں کو میں نے دیکھا کہ کھانا لیے ہوئے چلے آرہے ہیں میں نے کہا کہ آپ نے یہ کیا کیا کہنے لگے کہ یہ کھانا ذرا مزیدار ہوتا ہے میں نے کہا کہ جناب آپ کو لینا جائز نہیں تب ان کو سمجھ میں آیا اور ان بے عنوانیوں کے سبب میں تو ایسے کھانے کو پسند نہیں کرتا ایک مرتبہ ہمارے مدرسہ کے طالب علموں کی بھی دعوت کی گئی تھی لیکن میں نے اس کو منظور نہیں کیا کیوں کہ یہ جائز نہیں ہے (وعظ ایضاً)

(۱۵۲) حکایت ایسا اکثر ہوتا ہے کہ میاں کا مال بغیر اجازت بیوی نے دیا اور شوہر سن کر مجبوری ناخوش ہو رہا اور بعض جگہ کراہت کا اظہار بھی کر دیتا ہے چنانچہ کانپور میں ایک مرتبہ مدرسہ میں جلسہ ہوا ایک صاحب کے گھر سے بعض حقہ باز مہمانوں کے لیے حقہ منگایا گیا بیوی نے شوہر کا مراد آبادی حقہ بھیجا یا شوہر کو جو خبر ہوئی تو انہوں نے

بیوی کو خوب پیٹا (وعظ ایضاً)

(۱۵۳) **حکایت** ایک کنواں ہے کہ شہر کے ہر شخص کو اس کے پانی کی ضرورت ہے اور ایک ساتھ سب کے سب اس سے پانی نہیں بھر سکتے تو سب کے پانی حاصل کرنے کی صورت یہ ہی ہے کہ یکے بعد دیگرے سب کے سب پانی حاصل کریں اور چار آدمیوں کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کنوئں پر جم کر بیٹھ جائیں اور دوسروں کو جگہ نہ دیں یہ مثال ایسی ہے کہ اس کے تسلیم کرنے میں کسی کو بھی کلام نہیں تو جس طرح دنیاوی نفع میں تناوب مسلم ہے اسی طرح دینی نفع میں بھی سب کے انتفاع کی صورت یہ ہی ہے علی سبیل التناوب سب نفع حاصل کریں ایک دوسری مثال پیش کرتا ہوں کہ وہ وضاحت میں تو اس سے کم ہے مگر اس موقع کے زیادہ مناسب ہے وہ یہ کہ اگر ایک مدرسہ میں ایک عالم ایسے ہوں کہ ہر طالب علم کو ان کی ضرورت ہو اور ہر شخص ان سے نفع حاصل کرنا چاہے کوئی بخاری شریف پڑھنا چاہتا ہے اور کوئی نسائی اور کوئی منطق و فلسفہ اگر بخاری شریف والے ان کو گھیر کر بیٹھ جائیں اور دوسروں کو وقت ہی نہ دیں تو دوسروں کے نفع حاصل کرنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے اور اس لیے بخاری والوں کو حق نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ دوسری جماعتوں کے لیے بھی وقت چھوڑ دیں ان مثالوں سے معلوم ہو گیا کہ نفع دنیاوی و دینی دونوں میں اگر طالبین کا اجتماع نہ ہو سکے تو تناوب ہونا ضروری نہیں ہے (وعظ ہشتم حضہم)

(۱۵۴) **مثال** فرض کیجیے کہ دو آدمیوں کے دو جوان لڑکے مر گئے اور یہ دونوں شخص سب حالتوں میں مساوی ہیں لیکن صرف فرق اتنا ہی ہے کہ ان میں سے ایک مطیع خدا ہے اور دوسرا مطیع نہیں بلکہ اسباب دنیا و غفلت میں منہمک ہے اب دیکھیے کہ بیٹے کے مرنے کا زیادہ غم کس کو ہو گا اور زیادہ دنوں تک کس کو رہے گا ظاہر ہے کہ مطیع کو ہرگز غم نہ ہو گا کیوں کہ وہ سمجھے گا ؎ ہر چہ آن خسرو کند شیریں بود لیکن وہ جانتا ہے کہ یہ تو آج ہی مرنے والا تھا ٹل نہ سکتا تھا اور سمجھتا ہے کہ قیامت میں بھی مجھے ثواب ملے گا اور اب بھی ثواب ملا تو ان خیالات کی بدولت بہت جلد

اس کو تسلی ہو جائے گی۔ برخلاف اس غیر مطیع کے کہ اس کو عمر بھر کڑھتے اور غم کرتے ہی گزر جائے گی کبھی خیال ہو گا کہ افسوس فلاں حکیم کے بلانے میں دیر ہو جانے کی وجہ سے بچہ مرا کبھی خیال ہو گا کہ فلاں نسخہ پلایا جاتا تو ضرور شفا ہو جاتی۔ غرض اس قسم کے توہمات کا سلسلہ عمر بھر کے لیے بندھ گیا اور گویا ایک گہن لگ گیا تو اس کے پاس ظاہری سامان اگرچہ سب کچھ ہو لیکن وہ سامان اس کے لیے سرمایۂ فراخی نہیں ہے کیوں کہ اس کے قلب میں تنگی ہے جو کہ اور قلب پر عذاب ہے اور اسی راز کے سبب آپ کسی منعمک فی الدنیا کو آرام میں نہ دیکھیں گے کیوں کہ نافرمانی کر کے سکون قلب نہیں ہو سکتا البتہ اگر فرمانبردار ہے تو وہ چین میں ہو گا گو امیر بھی نہ ہو اور اگر امیر بھی ہو تب بھی اس کی راحت کا سبب اس کی ریاست نہ ہو گی بلکہ اطاعت ہو گی تو علت تامہ راحت کی اطاعت ہے (وعظ ایضاً)

(۱۵۵) حکایت ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ ان کو ایک بادشاہ نے لکھا کہ آپ پر بہت تنگی ہے کھانے کی بھی کپڑے کی بھی بہتر ہو کہ آپ میرے پاس چلے آئیں اور یہاں رہیں آپ نے جواب میں ایک قطعہ لکھ کر بھیجا جس کے بعض اشعار یہ ہیں ؎

خوردن تو مرغ مسمن و بے	بہتر از دنانگ جویں ما
پوشش تو اطلس و دیبا حریر	بخیہ زدہ خرقہ پشمیں ما
نیک ہمیں است کہ بس بگذر	راحت تو محنت دو شین ما
باش کہ تا طیل قیامت آمند	آں تو نیک آید و یار مین ما

واقعی وہاں جا کر نہ یہاں کا عیش رہے گا نہ مصیبت اور آخرت میں تو یہ گزشتہ چیزیں کیا یاد رہتیں دنیا ہی میں دیکھ لیجیے کہ عمر گزشتہ بیش از خواب نہیں زمانہ گزرتا چلا جاتا ہے جیسے برف کا ٹکڑا کہ پگھلنا شروع ہوا تو ختم ہی ہو کر رہا اسی واسطے حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے روز اہل مصیبت کو بڑے بڑے درجہ عنایت ہوں گے تو اہل نعمت کہیں گے کہ کاش دنیا میں ہماری کھالیں مقراض سے کاٹی گئیں

ہوتیں لیکن آج ہم کو بھی یہ درجہ ملتے تو اس حالت پر نظر کر کے دیکھا جائے تو بے تامل یہ کہنا پڑتا ہے کہ دنیا میں کچھ نہ بھی ملتا تو کچھ بھی حرج نہ تھا (وعظ ایضاً)

(۱۵۶) حکایت ایک شخص کا واقعہ لکھا ہے کہ کسی شخص کی محبت کے جرم میں اس کو چابک کی سزا دی جا رہی تھی ننانوے چابکوں میں تو آہ نہیں کی لیکن اس کے بعد ایک چابک لگا ہے تو اس میں بہت زور سے آہ کی لوگوں نے سبب پوچھا کہنے لگے کہ ننانوے چابکوں تک تو محبوب بھی میرے سامنے کھڑا تھا مجھے یہ حظ تھا کہ محبوب میری حالت دیکھ رہا ہے اس میں تکلیف محسوس نہیں ہوئی اور اخیر چابک میں وہ جا چکا تھا اس لیے تکلیف محسوس ہوئی حق تعالیٰ اسی کو فرماتے ہیں فاصبر لحکم ربک فانک باعیننا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خیال میں بھی یہ خاصیت ہے کہ کلفت مبدل بہ راحت ہو جاتی ہے اور عشاق نے بھی اس کی تمنا کی ہے ؎

بجرم عشق توام میکنند غوغا ست تو نیز بر سر بامے آ کہ خوش تماشا ئست

(وعظ ایضاً)

(۱۵۷) حکایت ایک صحابی نماز میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے ان کے ایک تیر آ کر لگا لیکن قرآن پڑھنا ترک نہیں کیا آخر ایک دوسرے صحابی سوتے تھے جاگنے کے بعد انہوں نے اس حالت کو دیکھا اور بعد سلام ان سے پوچھا تو فرمانے لگے کہ جی نہ چاہا کہ تلاوت قرآن کو قطع کروں غرض محبت ایسی چیز ہے لیکن چونکہ ہم نے محبت کا مزا چکھا نہیں اس لیے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ لوگ مصیبت میں ہیں اور واقع میں وہ مصیبت میں نہیں کیوں کہ مصیبت نام ہے حقیقت مصیبت کا نہ کہ صورت مصیبت کا ۔

(وعظ ایضاً)

(۱۵۸) حکایت ایک مرتبہ میں پڑھ رہا تھا کہ ایک صاحب میری پشت کی طرف آ کر بیٹھ گئے میں نے ان کو منع کیا جب نہ مانے تو میں ان کی پشت کی طرف جا کر بیٹھ گیا گھبرا کر فوراً کھڑے ہو گئے میں نے کہا کہ جناب پشت کی طرف بیٹھنا اگر بری بات ہے تب تو آپ باوجود منع کرنے کے اس سے کیوں نہیں باز آئے اور اگر اچھی بات ہے

تو مجھے کیوں نہیں کرنے دیتے اور میں نے کہا کہ آپ اندازہ کر لیجیے کہ میری پشت کو جب بیٹھنے سے آپ کو کس قدر گرانی ہوئی اس سے میری تکلیف کا اندازہ کر لیجیے اور اگر بجائے میرے کوئی دوسرا اسی طرح بیٹھ جائے تب بھی گرانی یقینی ہے گو میرے بیٹھنے اور اس کے بیٹھنے میں کچھ تفاوت ہو مگر ایذا رسانی کا تو کوئی جزو بھی بلا ضرورت جائز نہیں (وعظ ایضاً)

(۱۵۹) حکایت مجھے اپنے ایام طالب علمی کا قصہ یاد ہے کہ جب حضرت مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ میں تشریف لائے تو ہم سب لوگ ادب سے اٹھ کھڑے ہوئے ایک روز مولانا رحمہ نے فرمایا کہ مجھ کو اس سے تکلیف ہوئی ہے تم لوگ میرے آنے کے وقت مت اٹھا کرو اس روز سے ہم نے اٹھنا چھوڑ دیا دل میں ولولہ پیدا ہوتا تھا لیکن یہ خیال ہوتا تھا کہ مقصود تو ان کو راحت پہونچانا ہے جس میں ان کی راحت ہو وہ ہی کرنا مناسب ہے بعض لوگوں کو بزرگوں کے جوتہ اٹھا کر چلنے پر اصرار ہوتا ہے تو نفس فعل کا تو مضائقہ نہیں لیکن اگر کسی وقت منع کیا جائے تو ذرا رک جانا چاہیے کیوں کہ اصرار میں تکلیف ہوتی ہے

کتاب المعاشرت

(۱) حکایت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جبلہ ابن ایہم غسانی جو کہ ملوک غسان میں سے تھا مسلمان ہوا موسم حج میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا ایک دوسرا غریب آدمی بھی ساتھ ساتھ طواف کرتا تھا اتفاق سے اس غریب آدمی کے تلے اس کی ازار کا کنارہ دب گیا جبلہ جب آگے بڑھا تو اس کی لنگی کھل گئی اور برہنہ رہ گیا چونکہ وہ اپنے کو بہت بڑا آدمی سمجھتا تھا اور یہ دوسرا شخص نہایت غریب آدمی تھا لہذا اس کو بہت غصہ آیا اور اس نے ایک طمانچہ اس زور سے مارا کہ اس بیچارہ کا دانت ٹوٹ گیا وہ شخص اس حالت کو لیے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہونچا

اور عرض کیا کہ امیر المومنین جبلہ نے میرا دانت توڑ دیا حضرت عمر رضی نے فرمایا کہ جبلہ کو ہمارے پاس بلا لاؤ صاحبو غور کیجیے یہ امتحان کا مقام ہے کہ ایک بادشاہ کو ایک غریب آدمی کے معاملہ میں پکڑ کر بلایا جاتا ہے چنانچہ جبلہ کو لایا گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واقعہ دریافت فرما کر اس غریب شخص کو اجازت دی کہ جبلہ سے اپنا بدلہ لے لے جبلہ نے جب یہ سنا تو طیش میں آکر یہ کہا کہ امیر المومنین مجھ کو اور ایک معمولی بازاری غریب آدمی کو کس چیز نے برابر کر دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسلام نے اور اس میں امیر غریب سب برابر ہیں تم نے اس کا دانت توڑا تمہارا دانت ضرور توڑا جائے گا۔ دیکھیے یہ ہے اخوت اسلامی ایک آج وقت ہے امرا و مساکا عالم ہی اس عالم سے نرالا ہے غربا کو وہ گو یا انسانیت ہی سے خارج سمجھتے ہیں غرض یہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا امتحان تھا جس میں پورے اتر گئے جبلہ کا امتحان ہے دیکھیں کیا سمجھ کر ایمان لایا ہے آیا کوئی دنیاوی غرض عزو جاہ کی ہے کہ مسلمان ذی عزت ہوتے چلے جا رہے ہیں ان کے ہم رنگ ہو جاویں گے تو ہم کو عزت نصیب ہوگی یا کہ محض طلب آخرت کے لیے ایمان لایا ہے چنانچہ جبلہ کا امتحان ہوا اور وہ اس امتحان میں ناکام ثابت ہوا یعنی اس نے کہا کہ اچھا مجھے ایک دن کی مہلت ہو سکتی ہے حضرت عمر نے فرمایا کہ ہو سکتی ہے اگر یہ شخص مہلت دے صاحب حق سے پوچھا گیا وہ بیچارہ اس قدر نیک دل تھا کہ اس نے اجازت دے دی جبلہ موقع پا کر رات کو اٹھ بھاگا اور مدینوں سے جا ملا اور بدستور سابق نصرانی ہو گیا دیکھیے اس کو طلب صادق اور محبت واقعی دین سے نہ تھی کہ ذرا سی ذلت کے خوف سے دین چھوڑ دیا جس کا نتیجہ ابدالاباد کی ذلت ہے۔

(۲) حکایت ایک مرتبہ آپ بہت سے صحابہ کے ساتھ جا رہے تھے اتفاقاً پشت کی طرف جو آپ نے نظر کی جس جس پر پڑ گئی گھٹنوں کے بل گر گئے ؎

ہر کہ ترسید از حق و تقوی کزید ترسد از وے جن و انس و ہر کہ دید

یعنی جو خدا تعالیٰ سے ڈرے گا اس سے سب ڈریں گے اور اگر کسی کے رعب میں کمی ہے تو تقویٰ کی کمی کی وجہ ہے ورنہ ضرور ہیبت ہوتی ہے ہاں وحشت اور نفرت نہیں

ہوتی اور اجتناب وعدم اختلاط کے ساتھ جو ہیبت ہوتی ہے وہ ایسی ہے جیسے بھیڑیئے سے لوگ ڈرتے ہیں کہ اگر مجلس میں بھیڑیا آجائے تو ابھی سب کھڑے ہو جائیں تو جیسے آج کل رؤسا کا خیال ہے ایسا ہی ہارون الرشید کو یہ خیال ہوا کہ اگر شاہزادے سب سے الگ پڑھیں گے تو ان کا رعب باقی رہے گا اس لیے امام مالکؒ سے عرض کیا کہ شاہزادوں کے ساتھ لسی کو نہ بٹھلائیے امام صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ بھی نہیں ہو سکتا غرض شاہزادے ہی حاضر ہو اکرتے اور حدیث سنا کرتے۔

کتاب الاخلاق

(۱) **حکایت** حضرت طلحہؓ کا واقعہ ہے کہ وہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے ایک پرند اس میں اڑ کر آگیا اور چونکہ باغ نہایت گنجان تھا باہر نکل جانے کے واسطے اسکو کوئی راستہ نہ ملا پریشان ادھر ادھر پھرنے لگا اس پرند کی یہ حالت دیکھ کر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے دل میں باغ کے گنجان ہونے پر گونہ مسرت پیدا ہوئی اور یہ خیال ہوا کہ ماشاء اللہ میرا باغ کس قدر گنجان اور اس کے درخت ایک دوسرے سے کیسے پیوستہ ہیں کہ کسی پرندہ کو بآسانی نکل جانے کی جگہ نہیں ملتی یہ خیال آنو گیا لیکن چونکہ دل میں عظمت و محبت خداوندی معراج کمال پر تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پُر برکت سے فیض یاب تھے اس لیے فوراً ہی تنبیہ ہوا اور دل میں سوچے کہ اے طلحہ تیرے دل میں مال کی یہ محبت کہ حالت نماز میں تو ادھر متوجہ ہوا آخر نماز کے بعد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے باغ نے آج مجھے عین نماز کی حالت میں خدا سے مشغول کر کے اپنی طرف متوجہ کر لیا لہٰذا اس کو میں اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتا اور اس شغل عن الحق کے کفارہ میں اس کو وقف کرتا ہوں آخر اس کو وقف کر دیا۔ جب دل کو اطمینان ہوا ان حضرات کی یہ شان ہے اذا مسہم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ہم مبصرون۔ کہ اگر شیطان کے وسوسہ سے کسی ضعیف درجہ میں بھی ان کے قلب

کو میلان الی الدنیا ہو جاتا ہے تو فوراً متنبہ ہوتے ہیں اور ایسا قلق ہوتا ہے کہ گویا ہفت اقلیم کی سلطنت ان کے قبضہ سے نکل گئی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ہفت اقلیم کی سلطنت نکل جانے سے بھی اتنا صدمہ نہیں ہوتا جو ان حضرات کے قلب پر اس میلان سے ہوتا ہے کسی نے خوب کہا ہے ؎

بہر چہ از دوست دامانی چہ کہ ازان حرف چہ ایمان　　بہر چہ از یار دور افتی چہ زشت آن نقش و چہ زیبا

(دعوات عبدیت)

(۲) **حکایت** حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ان کے ہاں ایک بڑے عہدہ دار کوئی شخص مہمان آئے جب کھانے کا وقت ہوا تو حضرت نے اپنے ساتھ ان کو بٹھلایا کیوں کہ وہ بڑے آدمی سمجھے جاتے تھے ان کو ساتھ بیٹھا دیکھ کر دوسرے غریب طلبہ مہمان پیچھے کو ہٹے حضرت مولانا نے فرمایا کہ صاحبو آپ لوگ کیوں ہٹ گئے کیا اس وجہ سے کہ ایک عہدہ دار میرے ساتھ بیٹھا ہے خوب سمجھ لیجیے کہ آپ لوگ میرے عزیز ہیں میں جس قدر آپ کو معزز سمجھتا ہوں اس کے سامنے ان کچھ بھی وقعت نہیں چنانچہ سب غریب طلبہ کو بھی ساتھ بٹھلا کر کھلایا شاید اس سے کسی کو یہ شبہ ہو کہ مولانا نے اپنی شان جتلانے کو ایسا کہہ دیا ہوگا خوب سمجھ لینا چاہیے کہ وہاں شان اور بڑائی کا نام بھی نہ تھا جن صاحبوں نے مولانا کو دیکھا ہے وہ تو خوب جانتے ہیں مگر جن لوگوں نے نہیں دیکھا ہے ان کے لیے ایک قصہ بیان کرتا ہوں اس سے اندازہ ہوگا کہ وہاں شان اور بڑائی کتنی تھی ایک مرتبہ مولانا حدیث کا درس دے رہے تھے ابر ہو رہا تھا کہ اچانک بوندیں پڑنا شروع ہو گئیں جس قدر طالب علم شریک درس تھے سب کتاب کی حفاظت کے لیے کتابیں اٹھا کر بھاگے اور سردری میں پناہ لی اور کتابیں رکھ کر جوتے اٹھانے چلے صحن کی طرف جو رخ کیا تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت مولانا کے جوتے سمیٹ کر جمع کر رہے ہیں اس واقعہ سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ وہاں کس قدر شان کو جتلایا جاتا تھا شان نہ تھی بلکہ محض محبت دینی تھی کہ غرباء کو امراء سے کچھ کم نہیں سمجھا یہی لوگ ہیں جن کی بدولت دنیا کا کارخانہ قائم ہے اور نظام عالم کا مسلسل ہے جس

دن یہ حضرات نہ رہیں گے قیامت قائم ہو جائے گی (وعظ ایضاً)

(۳) حکایت شاہ ابو المعالی صاحب کسی بات پر شاہ بھیک صاحب سے خفا ہو گئے اور علیحدہ کر دیا یہ جنگلوں میں روتے پھرتے تھے برسات آئی حضرت کا مکان گر پڑا بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ ایک آدمی گنوار سا ان کاموں کے لائق تھا اسی کو آپ نے نکال دیا حضرت نے فرمایا کہ میں نے ہی تو نکالا ہے تم بلا لو میں تم کو تو منع نہیں کرتا بی بی صاحبہ نے بلا بھیجا ان کی عید آگئی آموجود ہوئے بی بی صاحبہ نے مکان کی حالت دکھلائی وہ فوراً جنگل پہونچے اور لکڑی مٹی جمع کر کے مرمت میں لگ گئے حتیٰ کہ مکان کی تکمیل کر کے چھت پر مٹی کوٹ رہے تھے کہ حضرت گھر میں تشریف لائے اور کھانا کھانے بیٹھ گئے اور چھت پر سے مٹی کوٹنے کی آواز سن کر رحمت کا جوش ہوا اور باہر صحن میں تشریف لا کر ان کو ٹکٹکی لگا دیکھا یا کہ لوہ وہیں سے کود پڑے حضرت نے لقمہ منہ میں دیا اور سینہ سے لگایا بس سارا کام ایک ہی لمحہ میں بنا گیا (وعظ ایضاً)

(۴) حکایت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا اس سے فرمایا کہ تو چوری کرتا ہے اس نے کہا کلا واللہ الذی لا الہ الا ہو۔ یعنی ہرگز نہیں قسم ہے اس ذات کی کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا صدقت ربی وکذبت عینی یعنی میں اپنے رب کی تصدیق اور اپنی آنکھ کی تکذیب کرتا ہوں میری آنکھ نے غلط دیکھا تو سچا ہے شاید کوئی خشک مغز اس کو غلوفی الدین سمجھے یا کوئی یوں کہے کہ یہ تو استغراق یا غلبۂ حال ہے سو یاد رکھو کہ انبیاء علیہ السلام میں نہ تو غلوفی الدین ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے اور وہ مغلوب الحال بھی نہیں ہوتے بلکہ اپنے حال پر غالب ہوتے ہیں۔

(وعظ ایضاً)

(۵) جب حضور اول اول مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو قبا میں قیام فرمایا تھا اہل مدینہ آپ کو بہت کم جانتے تھے نادیدہ عاشق تھے حضور کی تشریف آوری کی خبریں آرہی تھیں ہفتہ گزر گئے تھے کہ ہمیشہ استقبال کو جاتے تھے لیکن ناکام آتے تھے جس روز تشریف لائے تو ایک یہودی نے جو پہاڑ پر چڑھ رہا تھا دور سے دیکھا اور پکار کر کہا

کہ یا اہل المدینہ مذاجد کم یعنی تمہارا نصیبہ آگیا چنانچہ سب آئے اور حضور نے قبا میں قیام فرمایا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہمراہ تھے اور حضرت صدیق اکبرؓ کی داڑھی میں سفید بال زیادہ تھے اس لیے جو لوگ آتے تھے وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پیغمبر سمجھتے تھے جو آتا ان سے مصافحہ کرتا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ادب دیکھیے کہ انہوں نے کسی سے یہ نہیں کہا کہ حضور سے مصافحہ کرو برابر سب سے مصافحہ کر لیتے تھے لوگ مصافحہ کرتے رہے جب آفتاب اونچا ہوا اور دھوپ کے اندر تیزی ہوئی اور آپ پر دھوپ آئی اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپؐ پر ایک کپڑے کا سایہ کر کے کھڑے ہو گئے اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ آقا ہیں اور یہ خادم ہیں لیکن اس معلوم ہونے پر ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے پھر دوبارہ اٹھ کر مصافحہ نہیں کیا اگر آج کل کے لوگ ہوتے تو پھر حضورؐ سے مصافحہ کرتے اور ہر شخص کہتا کہ حضور میں معافی چاہتا ہوں مجھ سے بڑی غلطی ہوئی صحابہ کے اندر یہ تکلف نہ تھا حالت یہ تھی کہ وقت پر تو جان دینے کو تیار تھے اور دوسرے وقت یہ بھی پتہ نہ چلتا تھا کہ ان میں کون مخدوم ہے اور کون خادم ہے واقعی ادب تو ان ہی حضرات میں تھا جس کی آج کل لوگوں کو ہوا بھی نہیں لگتی ۔ ادب کی حقیقت اور اس کا حاصل راحت رسانی ہے لوگوں نے جو ادب کے معنی گھڑے ہیں کہ جوتیاں اٹھائے دست بستہ کھڑے ہو گئے کہ جب تک اجازت نہ ہو گی بیٹھیں گے نہیں خواہ دوسرے کو اس سے تکلیف ہی ہو یہ ادب نہیں ہے آجکل اگر کوئی بزرگوں کے سامنے ایسا کرے جیسا کہ صدیق اکبرؓ نے کیا تو اس کو بے ادب سمجھیں گے اب میں بیان کرتا ہوں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل ادب کیوں کر ہے بات یہ ہے کہ آپؐ تھکے ماندے تشریف لائے تھے اگر تمام مجمع سے آپ مصافحہ کرتے اور علیحدہ علیحدہ سب کا حال پوچھتے تو آپ کو ضرور تکلیف ہوتی اور آپ وہ ذات مقدس ہیں کہ جن کی راحت کے لیے غار میں حضرت صدیق رضؓ نے سانپ سے کٹوا لیا لیکن حضورؐ کی راحت رسانی کے واسطے حرکت نہیں فرمائی پس ایسے محبوب کی اس قدر تکلیف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسے جان نثار و محب کو کیسے گوارہ ہوتی چنانچہ لوگ آتے رہے اور آپ مصافحہ کرتے رہے

اب تو یہ معصیت ہے کہ اگر ایسا کرنے لگیں تو اس کو بے لوث گستاخ مدعی سمجھا جاتا ہے یہ تو ظاہری حکمت اس مصافحہ کی ہوئی اور ایک باطنی راز ہے وہ یہ ہے کہ محب کا خاصہ ہے کہ محب میں فنا فی المحبوب کا مضمون پیدا کر دیتی ہے اور فنا کا خاصہ ہے من وجہ اتحاد سو اللہ تعالیٰ نے یہ دکھلا دیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایسے محب ہیں کہ لوگ ان کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر ان سے مصافحہ کرتے ہیں۔ ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

(دعوات عبدیت)

(۵) حکایت ایک بادشاہ نے بڑی بڑی گھاٹیاں آگ سے بھر وا رکھی تھیں جو بت پرستی نہ کرتا تھا اس کو آگ میں پھینک دیتا تھا۔ ایک موحد عورت آئی اس کے پاس ایک بچہ تھا اس عورت کو کہا اگر تو بت کو سجدہ نہ کریگی تو اس بچہ کو آگ میں پھینک دیں گے اس نے صاف انکار کیا چنانچہ اس بچہ کو آگ میں پھینک دیا اس بچہ نے آگ میں سے ماں کو ندا دی ؎

اندر آ مادر کہ من ایں جا خوشم — گرچہ در صورت میاں آتشم
اندر آ اسرار ابراہیم بیں — کہ در آتش یافت در دو یاسمیں
اندر آ ئے دائے مسلماناں ہمہ — غیر عذب دیں عذاب است آں ہمہ

چنانچہ ماں بھی آگ کے اندر کود پڑی اور مسلمانوں نے آگ میں گرنا شروع کیا اور سب صحیح وسالم رہے آخر بادشاہ نے جھلا کر آگ کو خطاب کیا کہ اے آگ تجھ کو کیا ہوا کیا تو آگ نہیں رہی آگ نے جواب دیا ؎

گفت آتش من ہماں آتشم — اندر آ تا تو بہ بینی تاپشم
طبع من دیگر نگشت و عنصرم — تیغ حکم ہم بدستوری برم

مولانا اس کا راز فرماتے ہیں جس میں ولایت کی وجہ بتلائی ہے ؎

خاک و باد و آب و آتش بندہ اند — با من و تو مردہ باحق زندہ اند

پس آگ بے شک فاعل ہے مگر کب تک جب تک اللہ تعالیٰ اس کو معطل نہ

فرمادیں اور جب معطل فرمادیں کسی کام کی نہیں جیسے تحصیل دار حاکم ہے جب تک معطل نہ ہو جب معطل ہو گیا تو جیسے اور ہیں ویسا ہی وہ بھی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ نے نہیں جلایا اس لیے کہ اس کو حکم ہو گیا تھا۔ یا نار کونی برد او سلاماً علی ابراہیم۔ (وعظ ایضاً)

(۶) **حکایت** ایک بزرگ کی حکایت مشہور ہے کہ اپنے ایک مرید کو مدت تک ذکر و شغل بتلاتے رہے اور اس میں تغیر و تبدل بھی کرتے رہے لیکن مرید کو کچھ بھی نفع نہ ہوا آخر مدت کے بعد اس سے پوچھا کہ تم یہ ذکر و شغل کس نیت سے کرتے ہو اس نے کہا حضرت یہی نیت ہے کہ اگر کسی قابل ہو جاؤں گا تو دوسروں کو نفع پہنچاؤں گا شیخ نے کہا توبہ کرو یہ شرک ہے کہ ابھی سے بڑے بننے کا خیال ہے اور خلق مقصود بالنظر ہے جب اس نے اس خیال سے توبہ کی فوراً فائدہ محسوس ہوا گویا افادہ کی غرض سے بھی جو کہ غرض محمود ہے خلق کی طرف توجہ کرنا ابتدائے سلوک میں مضر ہوتا ہے اور اس حکایت سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ شیخ کامل کبھی مایوس نہیں ہوتا نہ مرید کو مایوس کرتا ہے جب یہ شیخ مدت تک تغیر و تبدل کرتے رہے اور نفع نہ ہونے سے جواب نہیں دیا بلکہ اس کاوش میں رہے حتیٰ کہ مرض اور اس کا علاج نکال ہی لیا دعوات عبدیت

(۷) **حکایت** حضرت ابراہیم ادہم کا واقعہ مشہور ہے کہ جب بیٹے سے جو شیخ محمود کے نام سے مشہور ہیں ملے اور مسرت کا جوش غالب ہوا تو ندا آئی ؎

حب حق دل میں ہو یا حب پسر جمع ان دونوں کو تو ہرگز نہ کر

آخر وہ حجاب بھی مرتفع ہو گیا اور ان کا انتقال ہو گیا۔ وعظ ایضاً

(۸) **حکایت** ایک شخص کی نسبت لکھا ہے کہ اس کو روزانہ یہ آواز آتی تھی تو کافر ہو کر مرے گا جب ایک مدت تک یہ آواز آئی تو شیخ سے ذکر کیا انہوں نے فرمایا کہ میاں یہ دشنام محبت ہے مایوس نہ ہو جانا محبوبوں کی عادت ہے کہ محب کو چھیڑا کرتے ہیں خوب کہا ہے۔ ؎

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

اور یہ ایک قسم کا امتحان ہے، لیکن یہ ساری باتیں اس وقت برداشت ہوتی ہیں کہ دل میں خدا کی محبت پوری پوری ہو بس اسکی کوشش کرو (وعظ ایضاً)

(۹) حکایت چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں راعی کا قصہ مشہور ہے کہ زمین پر بیٹھا ہوا جوش میں خدا تعالیٰ کو خطاب کر کے یہ کلمات کہہ رہا تھا ؎

تو کجائی تا شوم من چاکرت — چارقت دوزم کنم شانہ سرت

وامثال ذالک۔ اتفاقاً موسیٰ علیہ السلام اس طرف سے گزرے یہ کلمات سن کر فرمایا میاں کس کو کہہ رہے ہو اس نے کہا خدا تعالیٰ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ڈانٹا اور ڈانٹ کر چلے گئے راعی نے جو سنا تو مارے خوف کے تھرا گیا اور سخت پریشان ہوا اسی وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ اے موسیٰ تم نے ہمارے بندے کو ہم سے جدا کر دیا اس حکایت کو مولانا روم فرماتے ہیں ؎

زیں نمط بیہودہ مینگفت آں شباں — گفت موسیٰ یا کیستت اے فلاں

گفت با آں کسکہ مارا آفرید — ایں زمین وچرخ آزو آمد پدید

گفت موسیٰ ہائے خیرہ سرشدے — خود مسلماں ناشدہ کافر شدے

گفت اے موسیٰ دہانم دوختی — وز پشیمانی تو جانم سوختی

وحی آمد سوئے موسےٰ از خدا — بندہ مارا چرا کردی جدا

تو برائے وصل کردن آمدی — نے برائے فصل کردن آمدی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو یہ سنا تو گھبرا گئے اور جلدی سے آکر چرواہے سے معافی چاہی یہاں چرواہے کی عجیب حالت تھی موسیٰ علیہ السلام نے معافی چاہی تو اس نے یہ جواب دیا کہ اے موسیٰ ایسا تازیانہ لگا ہے کہ میں بڑی دور پہونچ گیا ع آفریں بردست و بر بازوے تو۔ (وعظ ایضاً)

(۱۰) حکایت ایک دوست نے دریافت کیا کہ فلاں بزرگ قسم کھا کر کہتے ہیں کہ میں کچھ بھی نہیں اگر سچے ہیں تو بزرگ نہیں اور اگر واقع میں بزرگ ہیں تو جھوٹی قسم کیوں کھائی میں نے کہا وہ سچے ہیں اور بزرگ بھی ہیں اور یہی بزرگی ہے کہ ان

کی نظر کمالات خداوندی پر ہے اور ہماری نظر ان کے کمالات پر اور کمالات خداوندی کے سامنے کوئی شے نظروں میں نہیں آتی جیسے طلوع شمس سے ستارے نظر سے غائب ہو جاتے ہیں حالانکہ ستارے رہتے ہیں۔ جیسے شیخ علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ کسی نے جگنو سے پوچھا کہ تو دن کو کہاں رہتا ہے۔ اس نے جواب دیا۔

؎ کہ من روز و شب جز بصحرا نیم ولے پیش خورشید پیدا نیم

(دعوات عبدیت)

(۱۱) حکایت ایک اللہ والے نے اپنے صاحبزادہ کی تربیت کی تھی جب اس کو ہوش آنے لگا انہوں نے اپنی بیوی سے کہدیا کہ اس کو کوئی شے تم اپنے ہاتھ سے مت دیا کرو بلکہ ایک جگہ مقرر کر دو اور اس کو کہہ دو کہ اللہ سے مانگو اللہ تعالیٰ دیں گے اور فلاں جگہ بھیج دیں گے چنانچہ جب وہ شے مانگتا بھی کہہ دیتے کہ اللہ سے مانگو اور مانگتا غرض اس کے ذہن میں راسخ ہو گیا کہ جو کچھ دیتے ہیں اللہ دیتے ہیں ماں باپ دینے والے نہیں ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ وہاں کوئی شے نہ تھی اور بچہ نے حسب معمول کوئی شے مانگی ماں باپ نے جواب دیا کہ اللہ سے مانگو اس نے مانگا اور وہاں گیا تو اس جگہ وہ شے رکھی ہوئی تھی اس روز وہ بزرگ بہت خوش ہوئے کہ اب اس کا توکل صحیح ہو گیا میرا مقصود یہ نہیں کہ سب لڑکے ایسے ہی بن سکتے ہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ بزرگان دین شروع ہی سے بچوں کی تربیت کرتے تھے (دعوات عبدیت)

(۱۲) حکایت ایک درویش کی حکایت ہے کہ وہ کسی دین دار عالم کے پاس پہونچے جن کے یہاں بڑے بڑے محل اور دنیا کا سامان تھا عرض کیا کہ حضرت مجھے وضو کرنا نہیں آتا مجھے وضو کرا دیجیے چنانچہ وہ عالم ان کو وضو کرانے لگے اس درویش نے کسی عضو پر چار مرتبہ پانی ڈال دیا تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ اسراف ہے تین مرتبہ ڈالو درویش نے فرمایا کہ اتنے اتنے بڑے محل اور طرح طرح کا سامان جو تمہارے یہاں میں دیکھتا ہوں اس میں اسراف نہیں اور ایک چلو پانی میں اسراف ہو گیا ان مولوی صاحب کے دل پر ایک چوٹ لگی اور سب ذخیرہ خیرات کر کے اللہ کی

یاد میں مشغول ہو گئے اس ایک دم کی صحبت نے کیا کچھ کر دیا (وعظ ایضاً)

(۱۳) حکایت ایک بزرگ تھے ان کا مرید بہت ریاضت مجاہدہ کیا کرتا تھا مگر اثر کچھ نہ ہوتا تھا وہ بزرگ بھی بہت پریشان تھے کہ کیا بات ہے اثر کچھ نہیں ایک روز اس سے پوچھا کہ میاں یہ تو بتلاؤ کہ تمہاری نیت اس سے کیا ہے کہا کہ حضرت نیت یہ ہے کہ اپنی اصلاح ہو جائے تو دوسروں کو ہدایت کروں فرمایا کہ توبہ کرو یہ شرک فی الطریقہ ہے ابھی سے بڑا بننے کی فکر ہے یہاں تو بجز اس کے کچھ نہیں کہ مٹ جائے گم ہو جائے۔

افروختن و سوختن و جامہ دریدن — پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت

تو در رو گم شو وصال این است و بس — گم شدن گم بکن کمال این ست و بس

پھر خدا جس کو چاہے بڑا بنا دے — کون اس کا قصد کرے اور خود کرنے سے ہوتا بھی نہیں ؎

این سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(دعوت عبدیت)

(۱۴) حکایت ایک بزرگ تھے ایک شخص ان کو برا کہتا تھا وہ اس کو روپیہ پیسہ بھی دیتے تھے اس نے جب یہ دیکھا کہ یہ تو میرے ساتھ احسان کرتے ہیں تو برا کہنا چھوڑ دیا انہوں نے دینا بھی چھوڑ دیا انہوں نے پوچھا حضرت یہ کیا بات ہے فرمایا کہ تم نے ہم کو دینا چھوڑ دیا ہم نے تم کو دینا چھوڑ دیا (وعظ ایضاً)

(۱۵) حکایت حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے سنا کہ کوئی ہماری غیبت کرتا ہے آپ نے اس کو ایک طبق تمر کا بھیجا (وعظ ایضاً)

(۱۶) حکایت ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تھے دوپہر کے وقت ایک درخت کے نیچے آرام فرمانے کے لیے اترے اتفاق سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بھی اسوقت کوئی قریب نہ تھا آپ نے اپنی تلوار درخت میں لٹکائی اور زیر درخت کے نیچے سو گئے اسی وقت آپ کے ایک دشمن کو خبر ہوئی کہ

حضورؐ اس وقت تن تنہا فلاں درخت کے نیچے سو رہے ہیں اس نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا اور فوراً وہاں آیا آکر دیکھا تو واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تن تنہا سو رہے تھے اور تلوار درخت میں لٹک رہی تھی اس نے اول دبے پاؤں آکر تلوار پر قبضہ کیا اس کے بعد اس کو نہایت آہستگی سے نیام سے نکالا اور آپ کے پاس آکر کھڑا ہو گیا جب بالکل تیار ہو گیا تو آپ کو بیدار کیا اور پوچھا کہ من یعصمک منی - اس وقت آپؐ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے آپ نے اس کی ہیئت دیکھ کر اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں فرمائی اور اس کے سوال کے جواب میں نہایت اطمینان سے فرمایا اللہ یعنی مجھے اللہ بچا دے گا بھلا ایسا کوئی کر کے تو دکھا دے بدون خدا کے تعلق کے کوئی ایسا نہیں کر سکتا تو علم اس کا نام ہے ورنہ نرے الفاظ تو شیطان بھی خوب جانتا ہے اس ارشاد کا اثر یہ ہوا کہ وہ لرزنے لگا اور تلوار چھوٹ کر زمین پر گر گئی آپ نے فوراً لپک کر تلوار اٹھالی اور فرمایا کہ اب تجھ کو مجھ سے کون بچائیگا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حالت کو دیکھ کر نہایت گھبرایا اور کہنے لگا کہ مجھے آپؐ ہی بچا دیں گے آخر آپ نے اس پر کرم فرمایا اور اس کی گستاخی کو معاف فرما کر اس کو چھوڑ دیا تو یہ ہے حلم اور اس کا اثر جس کو کہتے ہیں کہ ؎

موحد چہ بر پائے ریزی زدوش — چہ فولاد ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نباشد ز کس — ہمیں ست بنیاد توحید و بس

(۱۷) حکایت ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ وہ چلے جا رہے تھے چند مرید ساتھ تھے راستہ میں ایک شخص نے دیکھ کر کہا یہ بڑا ٹھگ ہے ایک مرید کو اس پر بہت غصہ آیا اور اس شخص کو مارنے کو چلا پیر صاحب نے روکا اور گھر پر لے گئے اور بہت سے لفافے ان کے نام آئے ہوئے تھے ڈال دیئے ان لفافوں میں بڑے بڑے القاب و آداب لکھے ہوئے تھے کسی میں قبلۂ کونین کعبۂ دارین کسی میں رہنمائے جہاں وغیرہ وغیرہ اور فرمایا کہ بھائی میں تو اس قدر برا ہوں جتنا اس شخص نے ظاہر کیا اور نہ اتنا اچھا ہوں جتنا ان لوگوں نے لکھا پس اگر خلاف واقع کہنے کی وجہ سے اس شخص پر غصہ آیا تو ان لوگوں پر بھی غصہ آنا چاہیے اور ان کا منہ بھی تو بند کرنا چاہیے جب کہ جنید رحمہ اور فرید کو وقت لکھتے ہیں -

(۱۸) حکایت مولا محدث احمد علی صاحب سہارنپوری رح کو ایک شخص نے آکر برا بھلا کہنا شروع کیا مولانا چونکہ بڑے مرتبہ کے شخص تھے طالب علموں کو سخت غصہ آیا اور اس کے مارنے کو اٹھے مولانا نے فرمایا کہ بھائی سب باتیں تو جھوٹ نہیں کہتا کچھ تو سچ بھی ہیں تم اسی کو دیکھو۔ اسی طرح امام ابوحنیفہ رح کو ایک شخص نے برا کہا تو آپ نے اس کو ہدیہ بھیجا اور امام صاحب کی نسبت لکھا ہے کہ میں کبھی کسی کی غیبت کروں تو اپنی ماں کی غیبت زیادہ مصلحت ہے تاکہ میری نیکیاں میری ماں ہی کے پاس جاویں غیروں کے پاس نہ جاویں۔

(۱۹) حکایت حضرت امام سفیان ثوری رح فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رح بڑے عقلمند ہیں کہ ہم لوگوں کی نیکیاں تو وہ لے لیتے ہیں (یعنی چونکہ ہم ان کی بابت بھی کچھ کہدیتے ہیں) اور وہ اپنی نیکیاں کسی کو نہیں دیتے یعنی چونکہ وہ کسی کی غیبت نہیں کرتے صاحبو غور کرو کہ ایک یہ اسلاف ہیں جن کے وہ خیالات ہیں ایک ہم اخلاف ہیں جن کے یہ حالات ہیں ؎

شنیدم کہ مردان راہ خدا　　دل دشمناں ہم نکردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام　　کہ با دوستانت خلافست وجنگ

(۲۰) حکایت ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ وہ چلے جارہے تھے راہ میں ایک شخص نے کچھ بیہودہ کہا ان بزرگ نے اپنے مرید کو حکم دیا کہ دھول مارو وہ ذرا متامل ہوا فوراً وہ شخص زمین پر گرا اور مرگیا انہوں نے اپنے مرید سے کہا کہ تم نے دیر کی اس کا نتیجہ دیکھ لیا اور فرمایا کہ جب اس نے مجھے برا بھلا کہا تو میں نے دیکھا کہ قہر خداوندی اس پر نازل ہوا چاہتا ہے اس لیے میں نے چاہا تھا کہ میں خود ہی اس کو کچھ کہہ لوں تاکہ قہر خداوندی اس پر نہ پڑے لیکن تم نے دیر کی آخر یہ شخص ہلاک ہوگیا اور یہی راز ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک میں کڑوی دوا ڈالی گئی اور آپ کے منع فرمانے پر لوگوں نے نہیں مانا تو حضور نے ہوش آجانے کے بعد فرمایا کہ جن لوگوں نے میرے منہ میں دوائی ڈالی ہے ان سب کے منہ میں دوائی ڈالی جائے سوائے عباس

رضی اللہ عنہ کے کہ وہ شریک رائے نہ تھے تاکہ مکافات ہو جائے اور یہ لوگ قہر خداوندی میں مبتلا نہ ہوں۔

(۲۱) حکایت میں نے کانپور میں ایک رئیس کو دیکھا ہے کہ اس کو اپنی اولاد سے اس قدر محبت تھی کہ اولاد کی بدولت کبھی چارپائی پر سونا نصیب نہ ہوا کیوں کہ بچے کئی تھے ایک چارپائی پر کیسے سمائیں اور سب کو اپنے پاس لے کر سوتی تھیں کسی پر ایک ہاتھ رکھ دیا کسی پر دوسرا ہاتھ کسی پر پیر رکھ دیا پھر غضب یہ کہ رات کو اٹھ کر ٹٹولتی تھیں کہ سب ہیں بھی یا نہیں تمام رات۔ ان کو اس مصیبت میں گزری تھی اتفاق سے ان کا ایک بچہ مر گیا تو وہ اس قدر پریشان ہوئیں کہ اس کے کفن و دفن میں بھی شریک نہ ہوئیں اور کانپور چھوڑ کر لکھنؤ یا اور کہیں چلدیں۔

(۲۲) حکایت حضرت غوث اعظمؒ کا واقعہ ہے کہ ان کو کسی نے ایک آئینہ چینی نہایت بیش قیمت لاکر دیا آپ نے خادم کے سپرد کیا کہ جب ہم مانگا کریں تو ہم کو دے دیا کرو ایک روز اتفاق سے خادم کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا خادم ڈرا اور حاضر ہو کر عرض کیا ع از قضا آئینہ چینی شکست آپ نے بے ساختہ نہایت خوش ہو کر فرمایا ع خوب شد اسباب خود بینی شکست۔ اور مال تو کیا چیز ہے اولاد کے مرجانے پر بھی یہ حضرات پریشان نہیں ہوتے یہ دوسری بات ہے کہ طبعی رنج ہو سو یہ کوئی مذموم نہیں انبیا علیہ السلام کو بھی ہوا ہے

(۲۳) حکایت حضرت شاہ ابو المعالیؒ کی حکایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ گھر میں موجود نہ تھے کہ آپ کے مرشد گھر میں تشریف لائے اتفاق سے اس روز گھر میں فاقہ تھا اہل خانہ نے دیکھا کہ حضرت تشریف لائے ہیں آپ کے لیے کوئی انتظام ہونا چاہیے آخر خادمہ کو محلہ میں بھیجا کہ اگر قرض مل جائے تو کچھ لے آئے خادمہ دو تین جگہ جا کر واپس آئی اور کچھ نہ ملا متعدد مرتبہ کی آمد و رفت سے حضرت کو شبہ ہوا اور آپ نے حالت دریافت فرمائی معلوم ہوا کہ آج فاقہ ہے آپ کو بہت صدمہ ہوا اور آپ نے ایک روپیہ نکال کر دیا کہ اس کا اناج لاؤ چنانچہ اناج آیا آپ نے ایک تعویز

لکھ کر اس میں رکھ دیا اور فرمایا کہ اس اناج کو مع تعویذ کسی برتن میں رکھ دو اور اسی میں سے نکال کر خرچ کرتے رہو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اس اناج میں خوب برکت ہوئی چند روز کے بعد جو شاہ ابو المعالی صاحب تشریف لائے تو کئی وقت کھانے کو برابر ملا آپ نے ایک روز تعجب سے پوچھا کہ کئی روز سے فاقہ نہیں ہوا معلوم ہوا کہ حضرت اس طرح سے ایک تعویذ دے گئے تھے اب اس موقعہ پر ملاحظہ فرمائیے حضرت شاہ ابو المعالی کے ادب کا اور آپ کی خداداد سمجھ کا کہ ادب توکل بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا اور ادب پیر کو بھی ملحوظ رکھا فرمانے لگے کہ اس اناج کو ہمارے پاس لاؤ چنانچہ لایا گیا آپ نے اس میں سے تعویذ نکال کر تو اپنے سر پر باندھا اور فرمایا کہ حضرت کا تعویذ تو میرے سر پر رہنا چاہیے اور اناج کی بابت حکم دیا کہ سب فقرا کو تقسیم کر دیا اور اسی وقت سے پھر فاقہ شروع ہو گیا ان حضرات کا فاقہ اختیاری فاقہ تھا کیوں کہ اس کو سنت سمجھتے تھے۔

(۲۴) حکایت حضرت شیخ عبد القدوس رح پر تین تین دن فاقہ گزر جاتے تھے اور جب بیوی پریشان ہو کر عرض کرتیں کہ حضرت اب تو تاب نہیں رہی فرماتے کہ تھوڑا صبر اور کر دو جنت میں ہمارے لیے عمدہ عمدہ کھانے تیار ہو رہے ہیں لیکن بیوی بھی ایسی نیک ملی تھیں کہ وہ نہایت خوشی سے اس پر صبر کرتیں صاحبو ان حالات پر تعجب نہ کیجیے۔

(۲۵) حکایت ہمارے وطن میں ایک عورت کا قصہ ہے کہ وہ چرخہ کات رہی تھی اور اس زمانہ میں ان کی ساس مر گئی تھیں تو کوئی عورت جو ان کے یہاں تعزیت کے لیے آئی تو آہٹ پاتے ہی چرخہ اٹھا اور اندھے بادلوں کی طرح ایک کوٹھری میں پھینک آئی اور آگے سے کواڑ بند کر دیئے تاکہ مہمان کو معلوم نہ ہو۔

(۲۶) حکایت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں چھالے پڑ گئے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی غلام لونڈی لے آؤ تاکہ کچھ مدد دے چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور کے پاس گئیں اپنی راحت

کے لیے یا شوہر کے استقبال کے لیے جس وقت حضور ؐ کے گھر پہونچیں تو حضور ؐ تشریف فرما نہ تھے یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہکر چلی آئیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے معلوم ہوا آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا لیٹی ہوئی تھیں آپ کو دیکھ کر اٹھنے لگیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیٹی رہو غرض اس وقت پھر حضور ؐ سے عرض کیا گیا آپ نے فرمایا کہ اگر کہو تو غلام لونڈی دے دوں اور کہو تو اس سے بھی اچھی چیز دے دوں یہ سنکر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پھر یہ نہیں پوچھا کہ وہ اچھی چیز کیا ہے ۔ بلکہ فوراً عرض کیا کہ اچھی چیز دیجیے آپ نے فرمایا کہ سوتے وقت سبحان اللہ ۳۳ بار اور الحمد اللہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھ لیا کرو بس یہ غلام لونڈی سے بھی بہتر ہے ان خدا کی بندی نے خوشی خوشی اس کو قبول کیا تو دیکھیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فقر محبوب تھا تو اپنی اولاد کے لیے بھی آپ نے اس کو تجویز کر کے دکھلایا ۔

(۲۷) حکایت حضرت سفیان ثوری ؒ اور ایک دوسرے محدث نے ایک مرتبہ ایک پوری رات حدیث کے مذاکرے میں ختم کر دی ۔ جب صبح ہوئی تو ان محدث نے فرمایا کہ آج کی رات بھی کیسی مبارک رات تھی کیسے اچھے کام میں گزری حضرت سفیان ثوری ؒ نے فرمایا کہ میاں اگر برابر سرا برچھوٹ جائیں تو غنیمت اس لیے کہ میری تمام سعی اس میں تھی کہ کوئی ایسی حدیث سناؤں جو آپ نے نہ سنی ہو اور آپ کی کوشش یہ تھی کہ ایسی حدیث بیان کریں کہ جو مجھ کو نہ معلوم ہو ہر شخص درپردہ اپنے علوم کا دعویٰ کر رہا تھا اللہ اکبر آج کل کے حضرات ہیں کہ ان کو اپنا کوئی گناہ بھی یاد نہیں آتا اس لیے کہ اگر کسی کو عیب یاد نہ آئے تو اسی پر رو دے کہ مجھ کو کوئی عیب یاد نہیں آتا یہ سب سے بڑا عیب ہے کہ آدمی اپنے کو بے عیب سمجھے ۔ فلا تزکوا انفسکم ہو اعلم بمن اتقیٰ ۔

(۲۸) حکایت حضرت رابعہ بصری ؒ کی حکایت ہے کہ ان کی خدمت میں چند

آدمی دنیا کی مذمت کر رہے تھے فرمایا کہ اٹھ جاؤ کہ تم کو دنیا کی محبت ہے کہ اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ حدیثوں میں تو دنیا کی مذمت آئی ہے تو جواب یہ ہے کہ وہاں ضرورت ہے اور اس مجلس میں سب تارکان دنیا تھے اس لیے ضرورت نہ تھی پس یہ مذمت ناشی تھی نفس سے کہ در پردہ دعوے تھا اپنے کمال کا کہ ہم ایسے مرغوب عام کو مبغوض سمجھتے ہیں اور کسی شے کے مبغوض سمجھنے پر دعویٰ و فخر کرنا موقوف ہے اس شے کے باوقعت سمجھنے پر اور یہی معنی ہیں کہ تم کو اس سے محبت ہے کیوں کہ وقعت ہوتی ہے کسی خوبی سے اور خوبی کا قائل ہونا مدح ہے اور مدح مضر تھی تو دیکھیے دنیا کی مذمت غیبت نہیں بلکہ ایک درجہ میں عبادت ہے لیکن چونکہ اس کی اس وقت ضرورت نہ تھی اس لیے فضول اور لایعنی ضرورت ہے اگر کوئی خشک مغز کہے کہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی مذمت کی ہے بات یہ ہے کہ اردو کی کتابیں دیکھنے سے عالم نہیں ہوتا جب تک کہ ان کو کسی عالم سے سبقاً سبقاً نہ پڑھے ـــــ جیسے طب کی کتابیں دیکھنے اردو میں ہونا کافی نہیں جب تک کسی حکیم کے ہاں مطب نہ کرے طب کی کتابیں سے جیسے کوئی حکیم نہیں بنتا اسی طرح دینیات دیکھنے سے دین دار نہیں بنتا جب تک کسی استاد سے نہ پڑھے پس یہ قصہ رابعہ بصریہ رح کا بھی ایسے ہی علم متلقی عن الشیوخ پر موقوف ہے اگر ایسا علم ہو تو اعتراض کچھ بھی نہیں ہے بات یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دنیا کی مذمت کی ہے تو آپ کو ضرورت تھی تاکہ محبین دنیا کو سنائیں اس لیے کہ حضورؐ تو تمام جن و انس کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور ان میں محبین دنیا بھی تھے اور حضرت رابعہ بصریہ رح کی خدمت میں اس وقت سب کے سب مقدس ہی تھے اس لیے انہوں نے فرمایا کہ قوموا عنی فانکم تحبون الدنیا اور کہا ان احب شیئاً اکثرہ ذکرہ یعنی میرے پاس سے اٹھ جاؤ اس لیے کہ تم لوگ دنیا کو دوست رکھتے ہو اور جو شخص کسی شے کو دوست رکھتا ہے اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے

(۲۹) حکایت مولانا رومی نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک نحوی کشتی میں بیٹھا تھا اور اپنی نحو دانی پر نازاں تھا ملاح سے پوچھا کہ میاں کچھ نحو جانتے ہو کہا نہیں نحوی

صاحب نے کہا کہ میاں تم نے اپنی آدھی عمر ضائع کر دی آگے چل کر ایک کشتی ایک بھنور میں پھنس گئی ملاح نے کہا کہ مولوی صاحب کچھ تیرنا بھی سیکھا ہے کہا نہیں ملاح نے کہا تو تم نے اپنی ساری عمر کھو دی مولانا اس کے بعد کہتے ہیں کہ نحو کام نہیں آئی یہاں تو محو کام آتا ہے یعنی مٹ جانا نافع ہے۔

(۳۰) حکایت حضرت مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند کے ہمراہ میں ایک مرتبہ شاہ توکل صاحبؒ انبالوی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو شاہ صاحب نے مولوی صاحب سے فرمایا کہ مولوی جی جب اللہ کا نام لیتا ہوں منہ میٹھا ہو جاتا ہے اور یہ نہ سمجھنا کہ میں تاویل سے کہتا ہوں واقعی سچ مچ ایسا میٹھا ہو جاتا ہے جیسے شکر سے میٹھا ہو جاتا ہے ؎

اللہ اللہ ایں چہ شیریں ست نام شیر و شکر می شود جانم تمام

(۳۱) حکایت آفتاب طلوع ہوا اور اس کی شعاعیں دیوار پر واقع ہوئیں تو کوئی شخص دیوار کے منور ہونے کی وجہ سے اس کا عاشق ہو کر اس کو تکنے لگے تو واقع میں دیوار کا محب نہیں بلکہ آفتاب اس کا محبوب ہے اور یہ اس کی غلطی ہے کہ دیوار کو اپنا مقصود سمجھتا ہے۔

(۳۲) حکایت ایک عورت کے یہاں ایک شادی تھی اس احمق نے باوجود سب کی فہمائش کے رسوم شادی پوری کرنے کے لیے اپنی جائیداد فروخت کر دی اور روپیہ نقد لا کر گھر میں رکھا رات کو تمام روپے چور لے گئے گناہ بھی ہوا اور مقصود بھی حاصل نہ ہوا اس لیے کہ جب آدمی پکا ارادہ گناہ کا کر لیتا ہے تو وہ گناہ بھی لکھا جاتا ہے بڑا سخت دھوکہ ہے۔

(۳۳) حکایت ایک بزرگ ایک صحرا میں گوشہ نشین تھے ایک روز بارش ہوئی فرمانے لگے کہ آج کیا موقع سے بارش ہوئی حکم ہوا کہ او بے ادب اور بے موقع کس دن ہوئی تھی ہوش اڑ گئے۔

(۳۴) حکایت ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ پاؤں پھیلا کر

سوتے تھے کسی خادم نے کہا کہ حضرت آپ پاؤں کیوں نہیں پھیلاتے فرمایا کہ کوئی اپنے بادشاہ کے سامنے پاؤں بھی پھیلایا کرتا ہے۔

(۳۵) حکایت حضرت بایزید بسطامیؒ کو بعد انتقال کسی نے خواب میں دیکھا اور کہا کہ کیا گزری فرمایا کہ جب میں پیش کیا گیا تو پوچھا گیا کہ لائے ہیں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اعمال تو میرے کچھ ہیں نہیں ہاں شرک نہیں کیا توحید کا اقرار کرتا رہا ارشاد ہوا اما تذکر لیلۃ اللبن یعنی دودھ کی رات تم کو یاد نہیں ہے قصہ یہ ہوا تھا کہ ایک رات حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے دودھ پی لیا تھا پیٹ میں درد ہوا تو منہ سے نکل گیا کہ دودھ سے درد ہوا تو اس کی نسبت ارشاد ہے کہ کیا توحید یہی ہے کہ پیٹ کے درد کے اندر دودھ کو موثر سمجھو وہ درد بھی ہمارا ہی پیدا کیا ہوا تھا۔

درد از یاست درماں نیز ہم　　دل خدائے او شد و جاں نیز ہم
دریں نوعے از شرک پوشیدہ ہست　　کہ زیدم بازو دو عمرم نخست

(۳۶) حکایت حضرت شبلیؒ چلے جا رہے تھے ندا آئی کہ شبلیؒ کیا یہ قدم اس قابل ہے کہ ہمارا راستہ طے اوس سے کرو کھڑے ہو گئے پھر ندا آئی کہ کیا ہم سے صبر آگیا چیخ مار کے بیہوش ہو گئے۔

(۳۷) حکایت کسی قصبہ میں ایک حجام نے ایک رئیس صاحب سلام علیکم کہدیا تو رئیس صاحب نے اٹھ کر ایک چپت رسید کیا اور کہا کہ تو اس قابل ہو گیا کہ ہم کو سلام علیکم کہے حضرت سلامت کہا کرو جب نماز کا وقت ہوا تو اس نے نماز پڑھی اور ختم نماز پر بجائے سلام علیکم کے پکار کر کہا حضرت سلامت رحمۃ اللہ و برکاتہ کہا لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے کہنے لگا کہ آج میں نے السلام علیکم کہا تھا تو مجھے ایک چپت لگا مجھے ڈر ہوا کہ نماز میں فرشتوں کو بھی سلام کیا جاتا ہے اور ان میں حضرت عزرائیل بھی ہیں اگر کہیں وہ خفا ہو گئے تو میرا دم ہی نکال لیں گے تو جب ہمارے روساء کو سلام سے عار آتی ہے تو کھانا پینا تو بہت بڑی بات ہے

(۳۸) حکایت لکھنؤ کا واقعہ ہے کہ وہاں کے ایک عالم ایک سقہ کے گھر تشریف

لیے جاتے تھے کہ ایک رئیس نے پوچھا کہ مولانا کہاں جا رہے ہو مولوی صاحب نے فرمایا کہ اس سقہ نے دعوت کی ہے رئیس نے کہا کہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ آپ نے لٹیا ہی ڈبو دی سقہ کے یہاں دعوت کھانے جاتے ہو مولوی صاحب نے کہا کہ ہاں صاحب ٹھیک ہے اور سقہ سے کہا کہ اگر تو ان کو لے چلے تو میں بھی چلتا ہوں ورنہ میں بھی نہیں جاتا وہ ان رئیس کے سر ہوا اور ہاتھ پاؤں جوڑ کر لے چلا مولوی صاحب نے اس تدبیر سے یہ بات دکھلادی کہ ان غربا کا برتاؤ کس طرح ہوتا ہے اور ان لوگوں کو کس درجہ خلوص ہوتا ہے غرض وہاں جو پہنچے تو دیکھا کہ دو تین سقے کھڑے ہیں اور ان کو دیکھتے ہی سب تعظیم کے لیے بڑھے رئیس صاحب نے یہ عظمت و محبت کبھی عمر بھی نہ دیکھی تھی آخر کھانا آیا تو مولوی صاحب نے سقوں کو اشارہ کیا انھوں نے نہایت اصرار اور خوشامد سے کھلانا شروع کیا آخر ان رئیس نے یہ منظر دیکھ کر کہا کہ مولانا واقعی میں نے آج دیکھا اور آج مجھ کو معلوم ہوا کہ عزت رئیسوں کے گھر میں جانے سے نہیں بلکہ غریبوں میں جانے سے ہے

(۳۹) حکایت جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی غربا کی دعوت منظور فرما لیتے تھے چنانچہ ایک درزی کے یہاں چلے گئے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ ساتھ تھے آخر وہ درزی کپڑا سینے بیٹھ گئے آجکل اس کو بے تہذیبی سمجھتے ہیں کہ مہمان کے سر پر سلا کیوں نہ ہوا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کدو کے ٹکڑے تلاش کر کر کے کھا رہے تھے حضور ؐ کو تلاش کرتے دیکھ کر اس روز سے مجھے کدو سے محبت ہو گئی آپ نے دیکھا محبت ایسی چیز ہے ہم کو یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ ہم کو محبت نہیں ہے ورنہ محبت وہ چیز ہے کہ محب کی ہر ہر ادا محبوب ہو جاتی ہے۔

(۴۰) حکایت معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان میں ایک حاکم اعلیٰ لنگڑا کر چلتا تھا تو دل دادگان فیشن نے اس کی تقلید میں چلنا شروع کیا تھا اسی طرح ایک بادشاہ کی ڈاڑھی گاؤدم تھی تو لوگ مدت تک اسی قسم کی ڈاڑھی رکھتے تھے بلکہ شاید دعا کرتے ہوں کہ ہماری ڈاڑھی اس قسم کی ہو جاوے اور ہم لنگڑے ہو جاویں تو دیکھیے غلط

سے اس زمانہ میں تشبیہ کا مسئلہ ایسا چلا کہ علماء منع کرتے کرتے عاجز آ گئے لیکن لوگوں پر کچھ اثر نہ ہوا حالانکہ اس میں کوئی معذوری بھی نہیں ہے۔

(۴۱) **حکایت** حضرت نجم الدین کبریٰؒ کی حکایت ہے کہ ان کے سامنے کسی نے یہ پڑھ دیا جاں بدہ جاں بدہ جاں بدہ آپ نے فرمایا کہ محبوب جان طلب کر رہا ہے مگر افسوس کوئی جان دینے والا نہیں اور پھر فرمایا جاں دادم جاں دادم جاں دادم اور یہ کہتے ہی جان نکل گئی۔

(۴۲) **حکایت** صاحبو واللہ اگر دین کی طلب ہوتی تو غنیمت سمجھتے کہ احکام کے معلوم ہونے کے ذرائع موجود ہیں مگر چونکہ کام کرنا مقصود نہیں ہے اس لیے طرح طرح کے شبہات پیدا ہوتے ہیں اور انواع انواع کے بے ڈھنگے سوالات کئے جاتے ہیں ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا کہ نماز پانچ وقت کیوں مقرر ہوئی میں نے کہا کہ تمہاری ناک سنہ میں کیوں لگی گدی پر کیوں نہ لگی کہنے لگے کہ اگر گدی پر لگتی تو بری لگتی میں نے کہا کہ بری تو جب لگتی کہ صرف تمہاری ناک گدی پر لگتی اور اگر سب کی گدی پر ہوتی تو ہرگز بری نہ ہوتی تو کیا وجہ ہے کہ سب کی ناک گدی پر کیوں نہ لگی۔

(۴۳) **حکایت** ایک بادشاہ کی حکایت لکھی ہے کہ اس نے اپنے لڑکے کو کسی معلم کے سپرد کیا ایک روز دیکھا کہ معلم صاحب گھوڑے پر سوار ہیں اور شہزادہ سائیس کے مثل پیچھے پیچھے چلا جا رہا ہے بادشاہ کو دیکھ کر سخت ناگوار ہوا لیکن ضبط کر کے معلم سے باہستگی دریافت کیا معلم نے کہا کہ حضور چند روز میں یہ بادشاہ ہوگا مخلوق اس کی جلو میں ہوگی اگر اس وقت پیدل نہ دوڑے گا تو اس وقت کیسے خبر ہوگی کہ پیدل دوڑنے والوں پر کیسے گزرتی ہے اس لیے میں نے اس کو دوڑایا کہ یہ اپنی حالت یاد کر کے دوسروں پر رحم کرے تو یہ برتاؤ باپ نہیں کر سکتا استاد کر سکتا ہے۔

(۴۴) **حکایت** اکبر پور کا ایک واقعہ ہے کہ ایک خان صاحب نے ایک جولاہے سے برا تمسخر پوچھا کہ میاں جی کیا کر رہے ہو کہنے لگا کہ خدا کا شکر کر رہا ہوں کہ مجھ کو خان صاحب نہ بنایا کسی غریب پر ظلم کرتا اور دوزخ میں جاتا خان صاحب

چپ ہی تو رہ گئے حقیقت میں یہ خدا کی بڑی رحمت ہے کہ گناہ کا سامان ہی نہ دے

آں کس کہ تو نگرت نمی گرداند او مصلحت تو از بہتر داند

(۴۵) حکایت صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ حالت تھی کہ ایک صحابی نے ایک مرتبہ آکر عرض کی کہ یا رسول اللہ اگرچہ یہ تو امید ہے کہ ہم جنت میں تو جائیں گے لیکن یہ بھی یقینی ہے کہ آپ کا درجہ جنت میں ہم سے بہت اعلیٰ ہوگا تو جب ہم کو آپ کا دیدار نصیب نہ ہو سکے گا تو ہم جنت کو لیکر کیا کریں گے۔ خوب کہا ہے

با تو دوزخ جنت ست اے جان فزا بے تو جنت دوزخ ست اے دلربا

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی من یطع اللہ و رسولہ فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء الایہ کہ اگرچہ حضورؐ کا مرتبہ اعلیٰ ہوگا لیکن تم لوگ دیدار نبوی سے محروم نہ رہو گے بلکہ تم لوگ اس مقام تک پہنچ جایا کرو گے جیسے دنیا میں گو مکان الگ الگ ہوتا ہے لیکن ایک دوسرے کی ملاقات کے لیے اس کے گھر چلے جاتے ہو تو اسی طرح وہاں بھی گو مکان الگ الگ ہوں گے مگر ملاقات ہو سکے گی ارشاد ہے ولکم فیہا ما تشتہی انفسکم کہ جو تمہارا جی چاہے گا وہ تم کو ملے گا اگر کسی کا یہ جی چاہے کہ میں ہر وقت زیارت نبوی سے مشرف رہوں تو ضرور اس کو زیارت ہو سکے گی۔

(۴۶) حکایت مجدد صاحب کی حکایت لکھی ہے کہ آپ کے زمانہ میں ایک شیخ تھے آپ کو مکشوف ہوا کہ ان کا نام اللہ تعالیٰ کے یہاں اشقیاء میں لکھا ہوا ہے تو باوجودیکہ ہم عصری میں ایک قسم کی منافست ہوتی ہے لیکن آپ نے ان کو اطلاع کیے بغیر برابر ان کے لیے دعا کی کہ اے خدا ان کا نام اشقیاء سے محو کر کے سعداء کی فہرست میں لکھ دیجیے دیکھئے ان بزرگ کے ساتھ کتنی بڑی ہمدردی کی لیکن ان کو خبر بھی نہ ہونے دی نہ ہم عصری کی وجہ سے آپ کے قلب میں کسی قسم کی منافست کی شان پیدا ہوئی۔

(۴۷) حکایت حضرت سلطان جی کے زمانہ میں ایک بزرگ تھے ان پر اتفاق سے ایسا افلاس آیا کہ مال و متاع ختم ہو کر صرف ایک لونڈی رہ گئی جب اس

لونڈی نے دیکھا کہ اب کچھ نہیں رہا تو ان سے عرض کیا آپ مجھے بیچ دی جیے آخر میں کام کی ہوں گو یہ ضرور ہے کہ

؎ ترا بندہ چوں من بے فتد بسے مرا چوں تو خواجہ نباشد کسے

مگر کسی دیندار کے ہاتھ بیچیے گا۔ آپ نے کہا میں تجھے ایک ایسے شخص کے ہاتھ بیچوں گا کہ اس سے زیادہ اس وقت دیندار ہی نہیں یعنی حضرت نظام الدین سلطان جی رح کے ہاتھ اس نے عرض کہ حضور ہے تو گستاخی لیکن ان بزرگ کی بزرگی میں مجھے تو شبہ ہے کیوں کہ بزرگی کی علامت سے یہ بات بھی ہے کہ کوئی نہ کوئی تو اس کو برا کہے اور میں دیکھتی ہوں کہ کوئی بھی برا نہیں کہتا افسوس ہے آج کل یہ علامت بزرگی سے سمجھا جاتا ہے کہ جہاں گئے اس رنگ کے ہو گئے کہ ساری دنیا خوش رہے گنگا پر گئے گنگا رام جمنا پر گئے جمنا رام۔ نیز حضرت سلطان جی کے در پر بڑے بڑے اکابر دنیا سلاطین وزرا تک دست بستہ آتے تھے اس لیے بھی اس کو شبہ ہوا۔ بزرگ صاحب نے فرمایا کہ ہم تم کو خیار کی شرط پر فروخت کرتے ہیں اگر تمہیں وہاں کا قیام پسند نہ ہوا تو واپس لے لیں گے غرض آپ نے اس کو حضرت سلطان جی کے ہاتھ فروخت کیا وہ چونکہ آپ کی پورے طور پر معتقد نہ تھی اس فکر میں لگی رہی حضرت سلطان جی کو کشف کے ذریعہ سے اس کے وسوسہ پر اطلاع ہو گئی آپ نے اس سے فرمایا کہ جا کر پڑوس سے آگ لے آؤ وہ پڑوس کے ہاں گئی اور کہا کہ حضرت جی کے ہاں تھوڑی آگ کی ضرورت ہے پڑوسن نے حضرت کا لفظ سن کر آپ کو بہت کچھ برا بھلا کہہ ڈالا کہا ڈاکو کو حضرت کہتے ہیں۔ لونڈی یہ سن کر بہت خفا ہوئی بگڑ کر واپس چلی آئی حضرت سلطان جی نے فرمایا کہ اب تو معلوم ہو گیا ہے کہ سب اچھا نہیں سمجھتے دیکھ میری پڑوسن ہی مجھ کو کیسا برا سمجھتی ہے اس نے کہا کہ حضرت یہ میری جہالت تھی واقعی آپ صاحب کمال ہیں پھر مدت خیار گزرنے کے بعد اس کے پہلے مالک آئے اور آ کر اس سے پوچھا اس نے عرض کیا کہ حضور یہ واقعی بزرگ ہیں اب آپ کو واپس لینے کی ضرورت نہیں۔ غرض مقبول عام ہونا کوئی بزرگی کی علامت نہیں بلکہ یہ عدم کمال کی علامت ہے۔

(۴۸) حکایت حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو دس برس تک حضور کے ساتھ رہے کہ ماقال لی قط لم فعلت کہ کبھی حضور نے مجھے نہیں فرمایا کہ فلاں کام تو نے اس طرح کیوں کر لیا اس طرح کیوں نہیں کیا حتی کہ بوجہ بچپن کے یہ اس قدر بے تکلف تھے کہ ایک مرتبہ آپ نے ان کو کسی جگہ جانے کو فرمایا تو انہوں نے صاف کہدیا کہ میں تو نہیں جاتا مگر دل میں یہ تھا کہ ضرور جاؤں گا چنانچہ گئے لیکن حضورؐ ان کے انکار پر خفا نہیں ہوئے اگر کوئی کا ان سے بگڑ جاتا تو آپ فرماتے کہ تقدیر میں یوں ہی مگر ان پر خفا نہ ہوتے۔

(۴۹) حکایت ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوپہر کے وقت گلی میں چلے جا رہے تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیکھا پوچھا کہ یا امیر المؤمنین کہاں چلے آپ نے فرمایا کہ بیت المال کا ایک اونٹ غائب ہو گیا ہے اس کی تلاش کو جا رہا ہوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت آپ نے ایسی گرمی میں کیوں تکلیف کی کسی کو حکم دیا ہوتا کہ تلاش کر لیتا آپ نے فرمایا کہ اے عثمان رضی اللہ عنہ میدان قیامت کی گرمی اس گرمی سے اشد ہے واقعہ یرموک میں جو کہ عظیم الشان جنگ تھی جب ایک شخص اونٹنی پر سوار فتح کی خوشخبری لے کر آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جو کہ روزانہ انتظار خبر میں باہر جا کر گھنٹوں کھڑے رہتے تھے جنگل میں ملاقات ہوئی آپ نے اس سے پوچھا کہ تو کہاں سے آیا ہے معلوم ہوا یرموک سے آپ نے جنگ کا حال پوچھا وہ پہچانتا نہ تھا اس لیے کہ کوئی نشان خلافت نہ تھا کوئی تاج نہ تھا اس نے ان کی طرف التفات نہ کیا اور انٹنی دوڑائے ہوئے چلا جاتا تھا اور یہ اونٹنی کے ساتھ دوڑتے جاتے تھے جب آبادی کی قریب آئے تو لوگوں نے پہچانا اور امیر المومنین کو سلام کیا اس وقت اس کو معلوم ہوا تو اس نے بہت معذرت کی آپ نے فرمایا کہ میں نے جو قدم اٹھایا تو اب کے لیے اٹھایا ہے تجھے عذر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں یہ صحابہ کی حالت تھی ایک ہماری حالت ہے کہ جو قدم اٹھتا ہے خود بینی اور خودداری کے لیے۔

(۵۰) حکایت ایک بدو کو کسی نے دیکھا کہ نہایت پریشان اور بدحواس ہے اور رو رہا ہے اور پاس روٹیوں کا تھیلا بھرا رکھا ہے کسی نے پوچھا کیوں روتے ہو کہا میرا گدھا مر رہا ہے اس شخص نے کہا تھیلے میں کیا ہے کہنے لگا کہ روٹیاں ہیں اس نے کہا کہ پھر اس کو کیوں نہیں دیتا کہنے لگا کہ اتنی محبت نہیں رکھتا کہ روٹی دوں کہ اس کو دام لگے ہیں صرف آنسو بہانے کی محبت ہے کہ مفت کے ہیں تو بعض لوگوں کی محبت کا دعویٰ بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ جہاں ٹکہ خرچ ہو وہاں صفر ہے اور یہاں تو در حقیقت خرچ بھی نہیں ہوتا کیوں کہ صدقات و خیرات میں جو کچھ خرچ ہے وہ کہیں جاتا نہیں جو کچھ ہے اپنے ہی لیے ہے قربانی تو ایسی شے ہے کہ کچھ ہاتھ سے بھی نہیں نکلتا اس لیے کہ ثواب کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اجزاء قربانی کے تقسیم ہی کر دو بلکہ اختیار ہے خواہ تقسیم کر دو یا خود منتفع ہو ہاں بیچنے کی اجازت نہیں۔

(۵۱) حکایت اکبر شاہ کی حکایت ہے کہ یہ ایک مرتبہ شکار میں گئے اور ساتھیوں سے کچھ دور نکل گئے ایک دیہاتی نے ان کو مہمان رکھا اکبر اس سے بہت خوش ہوئے اور کہا کہ دار السلطنت میں آنا چنانچہ وہ دہلی آیا اکبر اس وقت نماز پڑھ رہے تھے نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگی دیہاتی نے یہ حالت دیکھی جب دعا سے فارغ ہوئے تو پوچھا کہ تم کیا کر رہے تھے اکبر نے کہا کہ خدا تعالیٰ سے دعا کر رہا تھا اور مراد مانگ رہا تھا کہنے لگا کہ تم کو بھی مانگنے کی ضرورت پڑتی ہے اکبر نے کہا کہ بیشک کہنے لگا کہ پھر میں اس سے کیوں نہ مانگوں جس سے تم کو بھی مانگنے کی ضرورت ہوتی ہے اہل علم کو چاہیے کہ اگر خدمت دین کریں تو نہ اس لیے کہ ہم کو نذرانہ ملے گا خدا کی قسم خدا کا نام ان دونوں عالم سے بھی زیادہ بیش قیمت ہے خوب کہا ہے ؎

ہر دو عالم قیمت خود گفتہ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

(۵۲) حکایت مجھے ایک وکیل سفر میں ملے ان سے سفر کی علت پوچھی کہنے لگے کہ اپنے ذاتی مقدمہ میں جا رہا ہوں میں نے کہا کہ آپ کو تو وکیل کرنا نہ پڑتا ہوگا کہنے لگے کہ خود صاحب عاطفہ ہونے سے عقل درست نہیں رہتی اس لیے ہم کو بھی

وکیل کرنا پڑتا ہے حالانکہ خود بھی وکیل تھے اکابر کو ہمیشہ دیکھا ہے کہ اپنے چھوٹوں تک سے مسئلہ کی تحقیق کرتے تھے جب ماہرین فن کی یہ حالت ہے تو غیر ماہرین کو تو بطریق اولیٰ ماہرین کی اطاعت ضروری ہے۔

(۵۳) حکایت ایک درویش تھے ان کا لقب تھا رسول نما۔ اور وجہ لقب کی یہ تھی کہ ان کو ایسی قوت تصرف تھی کہ جو شخص طالب ہوتا تھا کہ مجھ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرا دو وہ اس متوجہ ہوتے تھے اس کی نظروں سے درمیانی حجاب مرتفع ہو جاتے تھے اور وہ زیارت جمال اکمال نبوی سے مشرف ہو جاتا تھا وہ بزرگ جس وقت اپنے شیخ سے بیعت ہونے لگے تو شیخ نے فرمایا کہ استخارہ کر لو سنت ہے وہ ایک گوشہ میں بیٹھ کر ۵ منٹ سے بھی کم میں واپس آ گئے شیخ نے پوچھا کہ استخارہ کر لیا کہا کہ حضور کر لیا شیخ نے فرمایا کہ آپ نے اتنی دیر میں کیسے استخارہ کر لیا دو رکعت نہیں کیا نماز نہیں پڑھی دعاء استخارہ نہیں پڑھی کہنے لگے کہ میں نے اس طرح استخارہ کیا ہے کہ میں نے اپنے نفس سے کہا کہ اے نفس تو جو بیعت کرانے تو بیعت کے معنے دوسرے کے ہاتھ بک جانا ہے تو تجھ کو تمام اختیارات سلب کر دینے اور بدست غیر ہو جانے سے کیا نفع ہے نفس نے جواب دیا کہ بلا سے خدا تو ملے گا میں نے کہا کہ یہ کیا ضروری ہے کہ خدا ملے ہی خدا کے ذمہ کسی کا قرض تو نہیں ہے نفس نے کہا کہ خیر کچھ حرج نہیں خدا کو تو یہ خبر ہوگی کہ فلاں شخص نے ہم کو طلب کیا تھا اس پر میں کچھ حرج نہیں کر سکا شیخ نے فرمایا تمہارا استخارہ سب سے اچھا ہے پس غلامی واقعی طبعاً گراں ہے لیکن جس کو جو کچھ ملا ہے اس کی بدولت ملا ہے

(۵۴) حکایت ایک یہودی کا کچھ قرض جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ہو گیا تھا وہ ایک روز آ کر مانگنے لگا اور کہا کہ آج تو میں بغیر لیے آپ کو کہیں جانے نہ دوں گا بعض صحابہؓ برہم ہوئے حضور نے فرمایا خاموش رہو صاحب حق کو کہنے کا حق ہے چنانچہ حضور تشریف نہ لے گئے اور رات بھر مسجد میں رہے جب صبح ہوئی تو یہودی آ کے بیٹھا اور کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد عبدہ ورسولہ۔

یارسول اللہ میں تو آپ کا امتحان لیتا تھا اس لیے کہ میں نے کتب سماویہ میں پڑھا تھا کہ نبی آخر الزمان کی یہ علامت ہے کہ وہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیں گے اور میں مسلمان ہوتا ہوں اور مسلمان ہوتے ہی اس مال و دولت سے ایسی نفرت ہوگئی کہ کل مال اپنا اللہ کی راہ میں دے دیا ؎

آنکہ ترا شناخت جاں راچہ کند　　فرزند و عزیز و خان و ماں راچہ کند
شاد باش اے عشق خوش سودائے ما　　وے طبیب جملہ علتہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما　　اے تو افلاطون و جالینوس ما
ہر کہ را جامہ ز عشق چاک شد　　او ز حرص و عیب کلی پاک شد

(۵۵) حکایت حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری مثال تو ایسی ہوگئی کہ جیسے بخیل نے کوئی باورچی نوکر رکھ لیا اور اس سے بوجہ بخل کے نفیس کھانوں کے پکوانے کا کام کبھی نہ لیتا تھا وہ باورچی کہتا تھا کہ جناب کبھی کبھی تو پکوا لیا کیجیے ورنہ میں آپ کے یہاں رہ کر اپنا فن بھی بھول جاؤں گا وہ ہی مثال علماء کی ہے کہ جو ان کا کام ہے وہ ان سے نہیں لیا جاتا ہے مولوی تو اب اس کام کے رہ گئے ہیں کہ جنازہ کی نماز پڑھا دی یا تعویز گنڈہ کر دیا اس نے یہ ریاضات اور مجاہدات تعویز گنڈوں کے ہی لیے گئے تھے۔

(۵۶) حکایت ایک تعلقہ دار نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کوئی ایسا پیر بتلاؤ جو خود بھی شاندار ہو اور مریدوں کی عزت کرتا ہو ان کو حقیر ذلیل نہ سمجھتا ہو یہ تکبر ہے کفار نے بھی یہی کہا تھا لولا نزل ھذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم تو یعنی یہ قرآن دو بستیوں (مکہ و طائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ اتارا وہ ہی تکبر مورث چلا آتا ہے۔

(۵۷) حکایت مشہور ہے کہ ایک سانپ کسی بزرگ کا مرید ہو گیا تھا ان بزرگ نے اس سے عہد لیا کہ کسی کو ستانا مت اس نے عہد کر لیا چند روز بعد پیر کا ادھر گزر ہوا دیکھا وہ پڑا ہے کچھ حس و حرکت نہیں اور تمام حشرات الارض اس کو لپٹ رہے ہیں اور نوچ رہے ہیں پوچھا کیا حال ہے کہا حضرت یہ بیعت کی برکت ہے میں نے عہد کر لیا تھا جس کی خبر

جانوروں کو ہو گئی اس لیے بہت ستاتے ہیں ان بزرگ نے کہا کہ بندہ خدا میں نے تو کاٹنے سے منع کیا تھا پھنکارنے سے تو نہ منع کیا تھا پھنکارنے کی اجازت ہے پس انسان کے اندر حس و حرکت ضرور ہونا چاہیے۔

(۵۸) حکایت حضرت مولانا گنگوہی رح کے پاس ایک شخص آیا اور بیعت کی درخواست کی مولانا رح نے اس کو بیعت کر لیا اور تمام گناہوں سے یعنی کفر و شرک وغیرہ سے توبہ کرا دی جب مولانا رح بیعت کر چکے تو کہنے لگے کہ مولوی جی اور تم نے افیم (افیون) سے تو توبہ کرائی نہیں مولانا رح نے فرمایا کہ بھائی مجھے کیا خبر تھی کہ تو افیون کھاتا ہے اچھا جس قدر افیون تو روزانہ کھاتا ہے اس کی گولی بنا کر میرے ہاتھ پر رکھ دے چنانچہ اس نے گولی بنا کر مولانا رح کے ہاتھ پر رکھ دی مولانا رح نے اس کو دیکھا اور اس میں سے تھوڑا سا حصہ لیکر کہا کہ اس قدر کھا لیا کر مقصود یہ تھا کہ بتدریج چھڑا دی جائے گی مگر جب قلب میں محبت خدا آتی ہے تو افیون کیا سلطنت بھی چھوٹ جاتی ہے اس نے کہا کہ مولوی صاحب کیا کھاؤں گا اور یہ کہہ کر افیون کی ڈبیہ جیب سے نکالی اور بہت دور پھینک دی گھر پہنچ کر افیون کا تقاضہ ہوا مگر اس نے نہیں کھائی آخر دست لگے مولانا رح کے پاس کہلا بھیجا کہ مجھے دست لگ رہے ہیں مگر میں توبہ کو نہیں توڑوں گا چند روز میں دست بند ہو گئے جب بالکل تندرست ہو گیا تو مولانا رح کے پاس آیا آکر سلام کیا مولانا رح نے پوچھا کہ بھائی کون ہو کہنے لگا جی میں ہوں افیون والا۔ اور عار روپیہ نکال کر مولانا رح کو دیئے اور کہا کہ مولوی صاحب یہ افیون کے روپیہ ہیں مولانا رح نے فرمایا کہ بھائی افیون کے روپیہ کیسے کہنے لگا کہ میں عار روپیہ ماہوار بچے میں نے نفس سے کہا کہ میں عار روپیہ تجھے ہرگز نہ دوں گا میں اپنے پیر کو دوں گا دیکھیے اس شخص نے دین کو کتنا خالص کیا وہ عار روپیہ بھی اپنے پاس نہیں رکھے نیز یہ ایک جملہ معترضہ تھا مقصود یہ ہے کہ ہمت وہ چیز ہے کہ وہ سب کچھ کرا دیتی ہے۔

(۵۹) حکایت مثنوی میں ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص ایک عورت

کے پیچھے چلا اس نے پوچھا کہ تو میرے پیچھے کیوں آتا ہے کہنے لگا کہ میں تجھ پر عاشق ہو گیا ہوں اس نے کہا کہ میرے پیچھے پیچھے میری بہن چلی آرہی ہے وہ مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے ہوسکتا ہے تو تھا ہی فوراً پیچھے لوٹا جب یہ لوٹنے لگا تو اس نے ایک دھول رسید کیا

؎ گفت اے ابلہ اگر تو عاشقی — در بیان دعوے خود مرد مباش

پس چرا بر غیر افگندی نظر — ایں بود دعوی عشق اے بے ہنر

کہ مردود اگر تو عاشق تھا تو غیروں پر کیوں نگاہ کی۔

(۶۰) **حکایت** مولانا گنگوہی فرمایا کرتے تھے کہ ایک مجلس میں حضرت جنید رحمۃ اللہ اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ دونوں ہوں تو حضرت جنید رحمۃ اللہ کی طرف التفات بھی نہ کریں البتہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ ان کو دیکھیں تو محبت تو ایسی چیز ہے یہ کیسی محبت کہ دعویٰ خدا کی محبت کا اور لڑکوں سے تعلق

معلوم ہوا کہ ؎ ایں نہ عشق ست آنکہ در مردم بود۔ ایں فسادِ خوردن گندم بود۔

(۶۱) **حکایت** ایک حکایت تاریخ میں عجیب لکھی ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کے پاس بیٹھا کھا رہا تھا اسوقت ایک فقیر مانگنے آیا اس نے فقیر کو جھڑک دیا اتفاق سے کچھ ایسا انقلاب ہوا کہ یہ بالکل تباہ و پریشان ہو گیا حتی کہ بیوی کا جب نان نفقہ چل سکا تو اس کو بھی طلاق دے دی اور اس نے کسی اور دولتمند سے نکاح کر لیا اتفاق سے اس دولت مند کے دروازہ پر کوئی شخص سوال کرنے آیا اس شخص نے بیوی سے کہا کہ اس کو بھیک دے آؤ یہ جو دروازہ پر گئی تو وہاں سے روتی ہوئی لوٹی شوہر نے پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ سائل میرا پہلا شوہر ہے اور اسی تذکرہ میں وہ قصہ سائل کے جھڑک دینے کا بھی بیان کیا اس شوہر ثانی نے کہا کہ وہ سائل جھڑکا گیا تھا میں ہوں خدا تعالیٰ نے مجھ کو مال بھی دیا اور اس کی بیوی بھی دی تو خدا تعالیٰ کی بڑی قدرت ہے عبرت حاصل کرو اور عبرت میں یہ بھی داخل ہے کہ جس کو کسی مصیبت میں مبتلا دیکھو دور کر دو۔

(۶۲) **حکایت** ایک بزرگ ہیں صحابی یا تابعی انہوں نے لوگوں کو دیکھا کہ لوگ

بھاگ رہے ہیں پوچھا کہ کیوں بھاگ رہے ہو لوگوں نے کہا کہ طاعون سے بھاگ رہے ہیں
آپ نے فرمایا یا طاعون خذنی الیک آخذان کا انتقال طاعون میں ہو گیا تو یہی حالت
ہوتی ہے کہ دوست کی جدائی کی آرزو کرنے لگتا ہے اسی کو عراقی کہتے ہیں ؎

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت ۔۔۔ سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

(۶۳۱) حکایت حضرت ابوطلحہؓ کا واقعہ ہے اور ان کی بیوی ام سلیمؓ کا ان دونوں
میاں بیوی کی حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے کہ ایک مرتبہ ان کا بچہ بیمار ہو گیا حضرت
ابوطلحہؓ ہمیشہ آکر اس کا حال بیوی سے پوچھتے ایک روز وہ بچہ انتقال کر گیا حضرت ابوطلحہؓ
اس وقت باہر تھے بی بی نے یہ خیال کیا کہ اگر اب میں اطلاع کروں گی تو شب کا وقت
ہے کھانا کھائیں گے اور نہ ان کو نیند آئے گی خواہ مخواہ بے چین ہوں گے اس لیے مناسب
ہے کہ اس وقت اطلاع نہ کی جائے حقیقت میں دین عجیب شے ہے تمام عمر کی
اصلاح کر دیتا ہے حضرت ابوطلحہؓ جب باہر سے تشریف لائے تو حسب عادت
دریافت فرمایا کہ بچہ کیسا ہے اب یہ وقت بڑے امتحان کا تھا اگر سچ بولیں تو وہ
مصلحت فوت ہوتی ہے اور جھوٹ میں سر غا گناہ حقیقت میں بڑے کشمکش کا وقت
تھا لیکن دین نے تیز کر دیا ہے چنانچہ بجانب اللہ ان کو ایک جواب الطاہر فرمایا
کہ اب اس کو سکون ہے آرام ہے اس لیے کہ موت سے بڑھ کر کوئی سکون و آرام
نہیں ہے اس لیے کہ آرام و راحت کی دو صورتیں ہیں دفع مضرت یا جلب منفعت
دونوں حالتوں میں غرقاً آرام سے ہوتا کہا جاتا ہے موت میں دونوں چیزیں موجود ہیں
دفع مضرت بھی ہے جو ظاہر اور جلب منفعت یہ ہے کہ موت سے وصول الی المحبوب
الحقیقی ہوتا ہے یہ خاص مسلمانوں کے لیے ہے اسی واسطے حضرت ام سلیمؓ نے فرمایا
کہ اب اس کو سکون ہے اس کے بعد حضرت ابوطلحہؓ نے کھانا کھایا اور پھر ان کو
بیوی کے پاس جانے کی رغبت ہوئی اور بیوی کا حال یہ کہ ظاہر میں جو کچھ میاں کہتے
تھے ان کی رضامندی کے واسطے سب کچھ کر رہی تھی مگر اندر جو کچھ تھا وہ حق تعالیٰ کو معلوم
تھا غرض میاں تو فارغ ہو کر سو رہے اور بیوی کو کیا نیند آئی ہو گی صبح کے وقت جب

حضرت ابوطلحہؓ نماز پڑھ کر تشریف لائے تو بیوی نے پوچھا کہ بھلا ایک بات تو بتلاؤ کہ اگر کوئی شخص کسی کے پاس کوئی امانت رکھ دے تو جب وہ اپنی امانت مانگے تو ہنسی خوشی دینا چاہیے یا ناک منہ چڑھانا چاہیے انہوں نے فرمایا کہ نہیں ہنسی خوشی دینا چاہیے کہا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی امانت لے لی اب تم صبر کرو میاں ناراض بھی ہوئے کہ رات کو تم نے خبر نہ کی فرمایا کیا نفع تھا تم پریشان ہوتے مجھے اس پر یہ قصہ یاد آیا تھا کہ انہوں نے موت کا نام سکون رکھا۔

(۶۴) لطیفہ ایک لطیفہ یاد آیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرے باپ یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو جیسا کہ ایک اعرابی نے مجھ کو تسلی دی ایسی کسی نے نہیں دی سچ یہ ہے کہ دین دار خواہ گاؤں کا ہو یا شہر کا اس کا فہم چونکہ دین کی وجہ سے درست ہو جاتا ہے اس لیے وہ حقائق امور کو خوب سمجھتا ہے وہ مضمون تسلی کا یہ ہے ؎

اجر کن یک صابرین قائما　　صبر الرعیۃ بعد صبر الرأس
خیر من العباس اجرک بعدہٗ　　واللہ خیر منک للعباس

مطلب یہ ہے کہ آپ صبر کیجیے ہم بھی آپ کی وجہ سے صبر کریں گے کیوں کہ چھوٹوں کا صبر بڑوں کے صبر کے بعد ہوتا ہے اور اس واقعہ میں نہ تو تمہارا کچھ نقصان ہوا بلکہ نفع ہی ہے اور وہ نفع یہ ہے کہ تم کو ثواب ملا اور وہ ثواب تمہارے لیے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بہتر ہے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بھی کچھ نقصان نہیں ہوا۔ اس لئے کہ وہ خدا تعالیٰ سے مل گئے اور اللہ تعالیٰ عباس رضی اللہ عنہ کے لیے تم سے بہتر ہے یعنی تمہارے پاس رہنے سے اللہ کے پاس رہنا بہتر ہے یہ عجیب مضمون ہے۔

(۶۵) حکایت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت یاد آئی شاہ صاحب مسجد میں بیٹھ کر حدیث کا درس دیا کرتے تھے ایک مرتبہ حسب معمول حدیث کا درس ہو رہا تھا کہ ایک طالب علم وقت سے دیر کر کے سبق کے لیے آئے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو منکشف ہو گیا کہ جلبی ہے غسل نہیں کیا وہ طالب

علم معقولی تھے معقولی ایسے ہی لاپرواہ ہوتے ہیں شاہ صاحب نے مسجد سے باہر روک دیا اور فرمایا کہ آج تو طبیعت سست ہے جمنا پر چل کر نہائیں گے سب لنگیاں لے کر چلو سب لنگیاں لے کر چلے اور سب نے غسل کیا اور وہاں سے آکر فرمایا نا عنہ مست کرو کچھ پڑھ لو وہ طالب علم ندامت سے پانی پانی ہوگیا اہل اللہ کی یہ شان ہوتی ہے کیسے لطیف انداز سے اس کو امر بالمعروف فرمایا اور جب بزرگوں کی شان معلوم ہوگئی کہ وہ کسی کو رسوا نہیں کرتے تو اب مستفیدین کو بھی چاہیے کہ ایسے شیخوں سے اپنے عیب کو نہ چھپایا کریں اس لیے کہ عیب ظاہر کرنا دو وجہ سے ہوتا ہے یا تو خوف ہوتا ہے کہ ہم کو حقیر سمجھیں گے تو ان حضرات میں نہ تو یہ ہوتا ہے کہ کسی کو حقیر سمجھیں اس لیے کہ یہ حضرات سوائے اپنے نفس کے کسی کو حقیر نہیں سمجھتے ہیں اور یا یہ خوف ہوتا ہے کہ کسی کو اطلاع کر دیں گے سو ان حضرات میں یہ بات ہے اس لیے ان سے صاف کہدینا چاہیے مگر یہ اظہار معالجہ کے لیے ہے نہ کہ بلا ضرورت کیوں کہ بلا ضرورت گناہ کو ظاہر کرنا بھی گناہ ہے۔

(۶۶) **حکایت** ہمارے استاد مولانا فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کتابوں کا بڑا شوق تھا خود نہ دیکھتے تھے مگر سیکڑوں کتابیں اس قسم کی خرید کر رکھ چھوڑیں۔

(۶۷) **حکایت** ایک شخص نے ڈھاکہ میں مجھ سے کہا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ انگریزی خواں طالب علم نہایت باہمت عالی حوصلہ جفاکش ہوتے ہیں اور عربی خواں طالب علم نہایت پست ہمت تنگ خیال سست کم حوصلہ ہوتے ہیں۔ مقصود ان کا یہ تھا کہ یہ فرق عربی اور انگریزی کے اثر سے ہے یعنی پست ہمتی وغیرہ عربی کے آثار ہیں اور علو حوصلگی وغیرہ انگریزی کے آثار ہیں اور میں نے کہا کہ جناب علو حوصلگی وغیرہ جس قدر صفات ہیں یہ علو خاندان پر موقوف ہے یعنی جو اعلیٰ خاندان ہوگا اس میں یہ صفات موجود ہوں گے خواہ عربی پڑھے یا انگریزی اور جو عالی خاندان نہ ہوگا اسمیں یہ صفات نہ ہوں گے اگرچہ وہ انگریزی اعلیٰ پائے کی ڈگری حاصل کرے بلکہ اکثر واقعات اور مشاہدات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پست خاندان آدمی اگر

عربی پڑھ لیں تو کم و بیش ان کے اخلاق درست ہو جاتے ہیں اور اگر انگریزی پڑھ لیں تو بالکل ہی برباد ہو جاتے ہیں عربی و انگریزی کے آثار کا پورا مقابلہ اس وقت ہو سکتا ہے کہ ایک خاندان کے ایک طبیعت کے دو بچے لیے جائیں ایک کو انگریزی شروع کرائی جائے اور دوسرے کو عربی اور دس برس کے بعد دونوں کا موازنہ کیا جائے۔

(۶۷) **حکایت** ایک بزرگ نے دعا کی تھی کہ اے اللہ جو کچھ میری قسمت میں لکھا ہے ایک دم سے دے دیجئے دوار شاد ہوا کہ کیا ہم پر اطمینان نہیں عرض کیا کہ اطمینان کیوں نہیں شیطان بھکاتا ہے اور کہتا ہے کہ کہاں سے کھائے گا میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ دے گا وہ کہتا ہے کہ یہ تو یقینی ہے کہ دے گا مگر یہ تو بتلائیں کہ کب دے گا اس سے میں پریشان ہوتا ہوں آپ مجھ کو اگر ایک دم سے دے دیں گے تو میں کوٹھری میں بند کر کے رکھ لوں گا جب شیطان کہے گا کہ کہاں سے کھائے گا میں کہہ دوں گا کہ اس کوٹھری میں سے کھاؤں گا۔ اس میں کوئی شبہ نہ ڈالے گا اور پریشان نہ کرے گا یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سلوک میں خاص کیفیات مثلاً باوجود مال ہونے کے پریشان ہونا سو یہ مطلب نہیں اگر مال رکھ کر جمعیت اور تسلی نہ ہو تو رکھے اور اگر اس جمع کر کے اطمینان حاصل ہو تو خرچ کر دے۔

(۶۸) **حکایت** مقصود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا کہ لوگ آپ سے چپکیں اور یہی وجہ تھی کہ اگر ایسی تجویز آپ کے روبرو پیش کی جاتی جس سے آپ کو اپنے مقصود حاصل ہونے کی امید ہوتی تو آپ اس کو بہت جلد قبول فرماتے تھے اس لیے کفار مشرکین کو ایک شرارت سوجھی اور انہوں نے طے کر لیے ایک مشغلہ نکالا جیسے آج کل مسلمین کے ساتھ کیا جاتا ہے چنانچہ کفار نے کہا کہ یا رسول اللہ (یہ تو کیوں کہا ہوگا یا محمد کہا ہوگا) ہم آپ کے پاس آیا کریں تو کچھ سن لیں لیکن چونکہ آپ کے پاس غربا کا مجمع رہتا ہے جن کے پاس ہمیں بیٹھتے ہوئے عار آتی ہے اس لیے ہم نہیں بیٹھتے اگر آپ ان کو علیحدہ کر دیا کریں اور ہمارے لیے ایک مستقل مجلس

علیحدہ کر لیں اور جس وقت ہم آیا کریں ان کو اٹھا دیا کریں کیوں کہ ہمارے پاس بیٹھ کر ان کا حوصلہ بڑھے گا تو ہم حاضر ہوا کریں اور اس سے ان کو یہ ہرگز مقصود نہ تھا کہ ہم مسلمان ہو جائیں گے بلکہ محض دق کرنا منظور تھا کہ تھوڑی دیر احباب میں مفارقت ہی رہے گی کیوں کہ صحابہ کرام کو وہ محبت تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ کسی کو نہیں ہوئی اور یہی سبب تھا اطاعت کاملہ کا ورنہ اگر کامل محبت نہ ہو تو اطاعت کاملہ نہیں ہو سکتی آج کل اکثر دین داروں میں بھی محض ضابطہ کی محبت ہے۔ صحابہ جو محبت تھی فرق ہے ضابطہ کی محبت میں اور جوش کی محبت میں صحابہ کی محبت کا اندازہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی نے پختہ مکان ڈاٹ دار کسی مصلحت سے بنا لیا کہ وہ مصلحت ضرورت کے درجہ میں نہ تھی گو انہوں نے کسی درجہ میں ضروری سمجھا ہو اتفاق سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک مرتبہ اس طرف سے ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مکان کو دیکھ کر دریافت کیا کہ یہ مکان کس کا ہے صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں شخص کا ہے۔ جب صاحب مکان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے سلام عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا وہ دوسری طرف سے آئے آپ نے ادھر سے بھی منہ پھیر لیا اب ان کو بہت فکر ہوئی انہوں نے دوسرے صحابہؓ سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ کوئی خاص بات تو ہم کو معلوم نہیں ہاں اتنا ضرور ہوا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مکان کی طرف تشریف لے گئے اور تمہارے مکان کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ یہ کس کا مکان ہے ہم نے بتلا دیا تھا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ فرمایا تو نہیں لیکن اس وقت سے خاموش ہیں دیکھیے اس حدیث میں کہیں تصریح نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکان کی بابت کچھ بھی فرمایا اس لیے ان صاحب مکان کے پاس اس یقین کا کوئی ذریعہ نہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کبیدگی کی وجہ یہ مکان ہی ہے آج کل کے عقلاء کا تو جس کی نسبت کسی کا قول ہے ؎

آزمودم عقل دور اندیش را ۔۔۔ بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

یہ فتوے ہوتا کہ پوچھ تو لیتے یہی وجہ ناراضی کی ہے یا کچھ۔ اور اگر یہی ہے تو خیر اس کو گرا دیں بلکہ آج کل تو اس پر بھی اکتفا نہ کیا جاتا پوچھا جاتا کہ حضور اس میں خرابی کیا ہے یہ تو فلاں فلاں مصلحت پر مبنی ہے لیکن ان صحابی نے سب کو نظر انداز کر کے وجہ خفگی کی تعین کی بھی ضرورت نہ سمجھی بلکہ جس میں ذرا سا بھی احتمال سبب غضب ہونے کا ہوا اس کو خاک میں ملا دیا یعنی اسی وقت جا کر مکان کو زمین کے برابر کر دیا لیکن اگر خلاف عقل ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گرانے پر ناخوش ہوتے غرض انہوں نے فوراً مکان گرا دیا اور پھر گرانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر تک نہیں کی اور کہا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی میری قسمت میں ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خود بخود اطلاع ہو جائے گی کیوں کہ جانتے تھے کہ اطلاع تو جب کریں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مکان گرانے کا کچھ احسان ہو یہ محض اپنی ہی بھلائی ہے۔ قل لا تمنوا علی اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھداکم للایمان ان کنتم صٰدقین غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پھر اس طرف گزر ہوا آپؐ نے فرمایا کہ وہ مکان کیا ہوا صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب مکان کو جب حضور کی خفگی کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے فوراً ہی آ کر مکان کو گرا دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سن کر بہت خوش ہوئے اور زیادتی تعمیر کی مذمت فرمائی اب یہ دوسرا مسئلہ ہے کہ کتنی تعمیر ضروری ہے جو یہاں مذکور نہیں تو صحابہ کرام کی محبت کا یہ عالم تھا۔

(۶۹) حکایت حدیبیہ کی صلح ہوئی ہے اور علی سبیل التعاقب رؤسا کفار مسلمانوں میں آئے ہیں تو ایک رئیس نے جا کر اپنی قوم سے کہا کہ میں نے بڑے بڑے شاہان دنیا کا دربار دیکھا ہے کسریٰ اور قیصر کے درباروں میں شریک ہوا ہوں مگر کسی کے حشم و خدم کو میں نے اتنا مطیع نہیں دیکھا جس قدر کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مطیع ہیں یہ حالت ہے کہ اگر آپ تھوک پھینکتے ہیں تو وہ زمین پر نہیں گرتا اور جب وضو کرتے ہیں تو اس کا غسالہ اپنے ہاتھوں پر لیتے اور اگر کسی کو نہیں ملتا تو وہ دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مل کر اپنے منہ پر پھیر لیتا ہے گویا وہ حالت تھی۔

مرا زلف تو موئے بسند ست ہوس راہ مدہ بوئے بسند ست

صاحبو! بتلایئے یہ بھی کہیں قرآن میں یا حدیث میں حکم ہے کہ نبی کریم کا غسالہ وضو اپنے منہ پر ضرور ملا کرو۔ اللہ اکبر اس وقت بہت سی جماعتیں صحابہ پر طعن کرتی ہیں مگر ان کی اس حالت کو نہیں دیکھتے بھلا نماز روزہ وغیرہ کی بابت تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ محبت کے شوق میں کرتے تھے لیکن غسالہ وضو کا حکم وجوبی یا استحبابی کہیں آیت میں تھا کہ اس کو منہ پر مل لیا کرو تو فلاں فضیلت ملے گی اس وقت تو واللہ بعض ایسے مستقل مزاج ہیں کہ اگر حضور کو وضو کرتے دیکھتے تو کبھی حرکت بھی نہ ہوتی کیا اس وقت ستو میں ایک شخص بھی ایسا برتاؤ کر سکتا ہے جو صحابہ کرام نے کیا بلکہ عجب نہیں کہ اس فعل سے استنکاف کرتے ہیں۔

(۷۰) **حکایت** ایک شخص ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اس کو بھی دیکھ لیا ہے مقصود یہ تھا کہ کسی تدبیر سے ایک مرتبہ اس کو دیکھ لو یہ مطلب نہ تھا کہ جا کر اس کے ماں باپ کو پیغام دو کہ مجھے اپنی لڑکی دکھلا دو مگر وہ ایسے بھولے بھالے تھے کہ جا کر اس عورت کے ماں باپ کو پیغام دیا کہ مجھے اپنی لڑکی دکھلا دو اس لڑکی کے ماں باپ کو یہ بات ناگوار ہو گئی انہوں نے کچھ کہنا چاہا پس پردہ لڑکی بھی موجود تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر فوراً پردہ ہٹا دیا اور اپنے ماں باپ سے کہا خبردار حضرتؐ کے ارشاد کے بعد کچھ نہ بولنا اور اس شخص سے کہا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے تو میں حاضر ہوں تم مجھے دیکھ لو اصاحبو یہ محبت کا خاصہ ہے کہ اس میں مصالح اور ننگ و عار سب بالائے طاق رکھے جاتے ہیں ؎ شادش اے عشق خوش سودائے ما۔ اے دوائے جملہ علتہائے ما۔

اے دوائے نخوت و ناموس ما اے تو افلاطون و جالینوس ما۔

(۷۱) **حکایت** ایک اویس قرنی رضؓ کا قصہ ہے کہ انہوں نے باوجود شدت اشتیاق زیارت حضورؐ کا حکم شرعی سن کر کہ والدہ کی خدمت چھوڑنا نہ چاہیے تمام عمر زیارت نہیں کی مجھے تعجب ہے ان لوگوں پر جو کہ زیارت فی المنام کی تمنا کرتے ہیں

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت احکام نہیں کرتے ہیں حالانکہ زیارت فی المنام موخر ہے رتبہ میں حضرت اویس رضی اللہ عنہ نے زیارت نبی الیقظہ بھی نہیں کی کیوں کہ سمجھتے تھے کہ اطاعت کا تو کچھ بدل نہیں اور زیارت کا بدل ہے وہ یہ کہ اگر یہاں نہ ہوگی تو آخرت میں ہو جائے گی کسی نے خوب کہا ہے ؎

کشتے کہ عشق دارد و نہ نگذارد ت بیدلاں ۔۔۔ بجنازہ گر نیائی بمزار خواہی آمد

(۲۰) حکایت ہامان ارمنی کے دربار میں جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ سو آدمیوں کو ہمراہ لے کر تشریف لے گئے تھے ہامان ارمنی نے حریر کا فرش بچھایا تھا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کو اٹھا دیا ہامان ارمنی نے کہا کہ اے خالد میں نے تمہاری عزت کے لیے یہ فرش بچھایا تھا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حد اکافر تیرے فرش سے بہت اچھا ہے۔ اب غور کیجیے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ صرف سو آدمیوں کے ساتھ ہیں اور ہامان ارمنی کے ساتھ دس لاکھ فوج ہے لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ کیا گفتگو کرتے ہیں ہامان ارمنی نے کہا کہ اے خالد میرا جی چاہتا ہے کہ تم کو بھائی بنا لوں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا بہتر ہے کہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہامان ارمنی نے کہا کہ یہ تو نہیں ہو سکتا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس حالت میں ہم نے حقیقی بھائیوں کو چھوڑ دیا تجھ کو کیا بھائی بناتے پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ہامان تم مسلمان ہو جاؤ ورنہ وہ دن قریب نظر آ رہا ہے کہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے اس طرح حاضر کیا جاوے گا کہ تیرے گلے میں رسی ہوگی اور تجھ کو ایک شخص گھسیٹتا ہوگا اس پر ہامان ارمنی آگ ہو گیا غضبناک ہو کر کہا کہ پکڑو ان لوگوں کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ فوراً کھڑے ہو گئے اور ہمراہیوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ خبردار ایک دوسرے کو مت دیکھنا کہ اب انشاء اللہ تعالیٰ حوض کوثر پر ملاقات ہوگی اور فوراً میان سے تلوار کھینچ لی یہ بیٹھا دیکھ کر ہامان مرعوب ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں تو ہنسی کرتا تھا تب حضرت خالد رضی اللہ عنہ درست ہو کر بیٹھے یہ ہے اولوالعزمی نہ یہ کہ غایت کبر و نخوت و تنفر عن المساکین

سے جنگل میں جا بسے کہ نہ مسلمان ان کو دیکھ سکیں نہ یہ مسلمانوں کو دیکھ سکیں نیز جس کا نام آج اولوالعزمی رکھا گیا ہے وہ وہ ہے جس کی بابت قرآن شریف میں ارشاد ہے لایریدون علوا فی الارض ولا فسادا تو اولوالعزمی صحابہ نے شکر کے دکھلائی ہے اور وہ توحید سے ہوتی ہے آج کل تکبر کا نام اولوالعزمی رکھا گیا ہے اور اس کی تعلیم دی جاتی ہے۔

(۷۳) **حکایت** ایک کنجوس کی حکایت ہے کہ اس نے اپنے کسی دوست کو ایک مرغی دے دی تھی اب جب کبھی کسی بات کا تذکرہ آتا اس کو فوراً وہ مرغی یاد آ جاتی کہ زید اس دن گیا تھا جب ہم نے تم کو مرغی دی تھی غرض جو واقعہ ہوتا اس پر یہی ذکر وہ مرغی ہر بات میں پتہ بتلانے کے لیے ایسی ہو گئی جیسے ہندوستان کے لیے غدر کہ غدر میں یوں ہوا تھا اور غدر میں ہماری عمر ۹ برس کی تھی۔ (وعظ النور اشرف المواعظ)

(۷۴) **حکایت** حضرت شاہ ابوالمعالی رح کے ایک مرید حج کو گئے انہوں نے فرمایا کہ جب مدینہ جاؤ تو روضہ اقدس پر میرا بھی سلام عرض کرنا چنانچہ انہوں نے عرض کیا وہاں سے ارشاد ہوا کہ اپنے بدعتی پیر سے بھی ہمارا سلام کہنا۔ بدعتی اس لیے فرمایا کہ ان سے بعض باتیں بصورت بدعت صادر ہوتی تھیں اگرچہ واقع میں وہ بدعت نہ تھیں یعنی کسی معذوری کی وجہ سے ان سے بعض افعال ظاہر سنت کے خلاف صادر ہو جاتے تھے تو جب واپس آئے تو حضرت شاہ ابوالمعالی صاحب نے پوچھا کہ ہمارا سلام بھی کہا تھا انہوں نے عرض کیا کہ میں نے عرض کر دیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا کہ اپنے پیر سے ہمارا بھی سلام کہہ دینا حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ وہی لفظ کہو جو وہاں سے ارشاد ہوا ہے مرید نے عرض کیا کہ حضرت جب آپ کو وہ لفظ معلوم ہے تو پھر میرے ہی کہنے کی کیا ضرورت ہے نیز میں وہ لفظ کیسے عرض کروں آپ نے فرمایا کہ گو معلوم ہے مگر سننے میں اور ہی مزا ہے اور میاں تم خود تو نہیں کہتے وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو گا آخر انہوں نے وہ ہی لفظ ادا کر دیا بس ان کی یہ حالت ہوئی کہ وجد میں کھڑے ہو گئے اور بے ساختہ زبان پر یہ شعر جاری

تھا ۔ بدم گفتی وخرسندم عفاک اللہ نکو گفتی جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا وجد کرتے تھے اور اس شعر کو پڑھتے تھے خلاصہ یہ ہے کہ محبت وہ چیز ہے جس کے آثار کی نسبت کہا ہے ؎ تم کو آتا ہے پیار پر غصہ ۔ ہم کو غصہ پہ پیار آتا ہے

(وعظ ایضاً)

(۷۵) **حکایت** ایک صاحب نے اہل حق کی نسبت کہا تھا کہ میں ان کا اس قدر مخالف ہوں کہ اگر یہ کسی چیز کو حلال کہیں گے تو میں اس کو حرام کہوں گا اور بالعکس ان اہل حق نے جواب دیا کہ میں تو ماں سے نکاح کرنے کو حرام کہتا ہوں آپ آپ اس کو حلال کہیئے اور میں تو کلمہ شہادت کو حلال کہتا ہوں آپ حرام کہیئے وہ مدعی صاحب تو دم بخود رہ گئے مگر چند روز کے بعد ان کے ایک شاگرد صاحب پیدا ہوئے کہ میرے استاد کے قول کا مطلب ہی نہ سمجھے تھے ان کا مطلب یہ تھا کہ اپنی طرف سے جس کو حلال یا حرام کہیں گے ۔ سبحان اللہ کون مسلمان ہے کہ وہ اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال یا حرام کہے گا ۔ (وعظ ایضاً)

(۷۶) **حکایت** ایک شاعر حلب میں پہنچا وہاں شہر کے شیعہ ماتم کر رہے تھے اس نے پوچھا کہ آج کوئی مرگیا ہے لوگوں نے کہا کہ تو دیوانہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ تو شیعی نہیں ۔ ارے یہ دن شہادت امام کا ہے کہنے لگا کہ اللہ اکبر یہاں آج اتنے دنوں کے بعد خبر پہنچی ہے یا تم لوگ سوتے تھے اسی طرح ہمارے ان مدعیان محبت رسولؐ کی بھی یہی حالت ہے کہ سال بھر تک تو غافل رہتے ہیں پھر چونکتے ہیں میں تو کہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہر وقت کرو اور ایسی کتاب اپنے وظائف کے ساتھ رکھو مگر مولانا غلام امام شہید یا اور غیر معتبر کتابیں نہیں ۔ (وعظ ایضاً)

(۷۷) **حکایت** حضرت شبلیؒ کا قصہ مشہور ہے کہ ایک کنجڑا ان کے سامنے سے گزرا اور آواز لگائیں الخیار العشرۃ بدانق یعنی دس لگڑیاں ایک دانگ میں یہ آواز سنتے ہی آپ کا ذہن خیار کے دوسرے معنے کی طرف منتقل ہوا یعنی خیر کی جمع آپ ایک چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے اور فرمانے لگے کہ جب دس نیکیوں کی

قیمت ایک دانگ ہے تو ہم بروں کی کیا قیمت ہے واقعی کسی چیز کی فکر میں یہی حال ہوتا ہے خوب کہا ہے۔

بسکہ در جان فگارم چشم بیدارم توئی ہر کہ پیدا می شود از دور پیدارم توئی

(تذکرۃ الاخیرہ اشرف المواعظ)

(۷۸) **حکایت** ایک اور واقعہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ جمعہ کے دن خطبہ پڑھ رہے تھے اور بعض لوگ پریشان پھر رہے تھے آپ نے ان کو بٹھلانے کے لیے ارشاد فرمایا اجلسوا اس وقت ایک صحابی دروازہ پر تھے جس وقت کہ آپؐ کی زبان مبارک سے اجلسوا کا لفظ ان کے کان میں پہنچا اسی وقت دروازہ ہی پر بیٹھ گئے ہر چند یہ حکم ان کے لیے نہ تھا لیکن شدت اطاعت غالب آگئی اور گوارہ نہ ہوا کہ آپؐ ایک حکم فرمائیں خواہ کسی کو سہی اور تعمیل نہ کی جائے۔ مسلمانو تم میں ذوق اور محبت نہیں طلب صادق نہیں پائی جاتی اگر محبت وطلب ہوتی تو ہرگز ایسے شبہات واعتراضات پیش نہ آتے۔

(اشرف المواعظ تذکرۃ الآخر)

(۷۹) **حکایت** حق تعالیٰ نے شکایت کی ہے محبت دنیا اور آخرت کے چھوڑ دینے کی۔ اور حب دنیا سے یہ مراد ہے کہ دنیا کو دین پر ترجیح دی جاوے اور آخرت کا خیال مطلقاً نہ رہے تو بعضے مجبین دنیا اس کو مطلق کسب دنیا پر محمول کر کے اس تعلیم پر مضحکہ کرتے ہیں اور تعلیم کنندوں کی مثال دیتے ہیں کہ ایک بادشاہ کے ہاں علماء کا دخل تھا بادشاہ ان کی مرضی پر چلتے تھے مولوی صاحبان نے کہا کہ بادشاہ سلامت یہ تمام فوج وغیرہ جو فضول جھگڑا لگا رکھا ہے اس سے فائدہ کیا بے کار مصارف ہیں مناسب ہے کہ تمام فوج موقوف کر دی جائے بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور تمام فوج کو موقوف کر دیا غنیم کو معلوم ہوا کہ فلاں بادشاہ نے فوج کو برخواست کر دیا ہے فوراً لشکر کشی کی اور سرحد کے قریب آپہنچا۔ بادشاہ نے مولوی صاحب سے کہا کہ دشمن حملہ کر کے آپہنچا ہے مولوی صاحب نے کہا کہ ہم جا کر فیصلہ کیے دیتے

ہیں چنانچہ گئے اور اس کو جا کر سمجھایا کہ یہ کام بہت برا ہے کسی کا ملک چھین لینا بڑے گناہ کا کام ہے ایسا نہ چاہیئے غنیم کہیں ایسی نصیحتوں سے باز آسکتا تھا ناکام واپس آئے بادشاہ سے کہا کہ صاحب وہ مانتے نہیں آپ ہی جانے دیجئے آپ کا ملک گیا اس کا ایمان گیا اسی طرح مولویوں کے کہنے پر چلے تو سارا گھر بار چھوڑ بیٹھے میں بقسم کہتا ہوں کہ اس الزام کی وجہ صرف یہ ہے کہ علماء کی صحبت میں نہیں رہتے ان کے پاس رہنے کے لیے کچھ مدت تو نکالو زیادہ نہیں تو چالیس ہی دن سہی۔ (وعظ ایضاً)

(۸۰) **حکایت** ایک شخص کی حکایت ہے کہ مولوی صاحب سے وعظ میں سن لیا کہ جو خدا پر توکل کرے اللہ تعالیٰ اس کو ضرور رزق پہنچاتے ہیں اور یہ بھی اس نے سنا کہ ایسی جگہ بیٹھنا جائز نہیں جہاں کسی کا گزر نہ ہو جنگل میں جا کر ایک کنوئیں کے قریب آپ جا بیٹھے اور منتظر رہے کہ اب میرے واسطے دسترخوان لگ کر آوے گا پہنچا دو تین روز گزر گئے اتفاق سے کسی کا اس طرف گزر بھی ہوا کئی روز کے بعد ایک مسافر آیا سمجھا کہ مجھے بھی کچھ دے گا اس مسافر نے اس کی طرف تو پشت کی اور (حسب عادت) راستہ کی طرف منہ کیا کہ آتے جاتے کو دیکھیں گے اور روٹی کھا کر چلا گیا اس کی اس کو خبر بھی نہ ہوئی۔ اسی طرح ایک اور آیا وہ بھی اسی طرح بیٹھ کر اور کھا کر چلا گیا اس نے اپنے دل میں کہا کہ یہ تو بری رسم نکلی تیسرا آیا تو آپ فرماتے ہیں ھوں ھوں (صوت ہے جو حکایت ہے کھنکارنے کی) اس نے جو مڑ کے دیکھا کہ ایک آدمی فاقہ سے ضعیف و نحیف ہو کر پڑا ہے اس کو رحم آیا اس نے بلا کر روٹی کھلوائی خوش خوش مولوی صاحب کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ توکل برحق مگر آپ نے تعلیم میں کسر رکھی اتنی بات رکھ لی یہ نہ کہا کھنکارنا بھی پڑتا ہے تو بعضے آدمی ہاتھ پاؤں توڑ کر اس لیے بھی بیٹھ جاتے ہیں کہ یہاں بے فکری سے کھانے کو ملے گا چین سے رہیں گے کچھ کرنا نہ پڑے گا تو یہ کوئی قابل قدر نہیں خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی اس کی کوئی قدر نہیں کمال نہیں۔ (اشرف الراغد وعظ الاتحاد)

(۸۱) **حکایت** حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم رح کی حکایت لکھی ہے کہ

جب بلخ کی سلطنت چھوڑ کر نکلے ہیں تو اول ہی دن ایک جنگل میں پہنچے وہاں شام ہوگئی ایک مقام پر لیٹ رہے بھوکے پیاسے تھے اور قریب ہی ایک درویش رہتا تھا شب کے وقت ان کے واسطے غیب سے ایک دسترخوان آیا کہ کھانے کی خوشبو سے تمام جنگل مہک اٹھا اور اس درویش کے واسطے روٹی جو کی آیا کرتی تھی حسب معمول وہ روٹی آئی وہ درویش یہ دیکھ کر جل گیا اور حق تعالیٰ کی جناب میں عرض کیا کہ مجھے تو یہاں پڑے ہوئے اتنے سال ہو گئے میرے واسطے تو یہ ہی جو کی روٹی سے آج تک ترقی نہ ہوئی اور یہ آج ہی آیا ہے اس کے واسطے ایسے کھانے بھیجے ہیں ہاتف کے ذریعہ سے ندا آئی کہ یاد کر تو کون تھا اور اس کو دیکھ کہ یہ کون ہے تو ایک گھس کھدا تھا اس قابل بھی نہ تھا پہلے صبح سے شام تک مصیبت بھرتا تھا اب بے مشقت اس سے زیادہ ملتا ہے غنیمت نہیں سمجھتا اگر پسند نہیں فلاں درخت کے نیچے تیرا کھرپا جالی رکھا ہے اور گھاس کھودنا شروع کر۔ غرض توکل میں تو نے کون کمال کیا ہے کمال تو اس شخص کا ہے کہ سلطنت اور حشم و خدم کو ہمارے واسطے اس نے چھوڑ دیا ہے بہرحال اگر تجھ کو سیدھی طرح کھانا ہے کھا ورنہ کھرپا جالی تیرا کھا جا اور سنبھال۔ سنکر لرز گیا اور بہت توبہ اور استغفار کی پس روٹیوں کے واسطے گوشہ اختیار کرنا توکل نہیں شیخ شیرازی فرماتے ہیں ؎

نان از برائے کنج عبادت گرفتہ اند　　صاحب دلاں نہ کنج عبادت برائے نان

(اشرف المواعظ تذکرہ الاخرہ)

(۸۲) **حکایت** ایک بزرگ کسی بزرگ کے یہاں مہمان ہوئے ان میزبان بزرگ نے خادم سے کہا کہ اس صراحی میں لاناجس میں دوسرے حج میں پانی لائے تھے ان مہمان نے کہا کہ آپ نے ایک کلمہ میں اپنے دونوں حج غارت کیے دیکھیے انہوں نے کیسے عنوان سے اپنے عمل کو ظاہر کیا ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ حضرت نے حج کیا ہے اور ایک ہی نہیں بلکہ دو حج کیے اس کا تو ریا ہونا ظاہر میں بھی سمجھ میں آتا ہے اس سے بڑھ کر لیجیے حضرت سفیان ثوری رح اور ایک

دوسرے محدث ایک رات کو جمع ہوئے اور آپس میں یہ ٹھہرا کہ ایک دوسرے کو اپنی اپنی احادیث سنائیں گے جیسے آج کل ہمارے مہذبین جمع ہوتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں اور اس کا نام تبادلۂ خیالات رکھا ہے یعنی تم ہمارے خیالات سے منتفع ہو اور ہم تمہارے خیالات سے لیکن وہ حضرات علم دین کی نیت سے باتیں کرتے تھے اب علم کہاں اب تو ترقی کے لیے تبادلۂ خیالات ہوتا ہے مثلاً تجارت کس طرح ہوتی ہے زراعت کا کیا طریقہ ہے غرض خلاصہ تمام ترسعی کا اکل وشرب ہے سو جناب اگر ترقی اس کا نام ہے تو ہاتھی خوب ترقی کرنے والا ہوگا اور نیز سب جانوروں کو ایسی ترقی یاد ہے ایک کتے کو میں نے دیکھا کہ جب ٹکڑا ڈالا جاتا وہ خود نہ کھاتا تھا لیجا کر ایک بھوسہ کی کوپ میں جمع کرتا تھا پس اگر معاش ہی کے طریقے جاننے کا نام ترقی ہے تو اس کے اندر وہ بھی بڑا ماہر تھا اس کو بھی ترقی یافتہ کا معزز لقب دیں گے اس لیے کہ وہ بڑا منتظم تھا لیکن معلوم نہیں کہ وہ سگ سگے بھائی کے لیے رکھ رہا تھا یا اپنے لیے تو بظاہر تو اپنے ہی لیے رکھتا ہوگا اس لیے کہ اس میں قومی ہمدردی تو ہوتی نہیں اپنے ہم جنس کو دیکھ کر بہت عزماتا ہے تو جناب، معاش کے طریقے بہت سے یاد ہونا اور اس میں ماہر ہونا علم نہیں ہے چنانچہ ایک عاقل کہتے ہیں ؎

علم نبود غیر علمے عاشقی　　بابقی تلبیس ابلیس شقی

ایہا القوم الذی فی المدرسہ　　کلما حصلتموہ وسوسہ

ان اشعار کے قائل کو میں نے عاقل اس لیے کہا کہ یہ شعر نان وحلوا کے ہیں اور اس کے مصنف کوئی بزرگ نہیں ہیں بہرحال بزرگ ہوں یا نہ ہوں جو کچھ انہوں نے کہا ہے وہ مضمون حق ہے الغرض دونوں محدث شام کو بیٹھے اور احادیث بیان کرتے کرتے صبح ہوگئی صبح کو ان بزرگ نے سفیان ثوری رح سے کہا کہ الحمد اللہ آج کی رات تو ہماری طاعت میں گزری حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ اگر اس کا مواخذہ نہ ہو تو غنیمت ہے غور کرو کہ میری تمام ترسعی اس طرف تھی کہ تم کو ایسی ایسی احادیث

سناؤ جو آپ نے سنی نہ ہوں اور آپ کی کوشش یہ تھی کہ ایسی حدیثیں بیان کروں کہ جو میرے کان میں نہ پڑی ہوں پس چار امقصود اپنا اظہار علم تھا یہ سنکر دونوں رونے لگے اور اللہ سے دعا کی اللھم اغفر لنا الخ (احسن المواعظ عمل الزہد)

(۸۳) حکایت جو بڑے بڑے اولیاء کرام گزرے ہیں ان کی نظر ہمیشہ اپنے عیوب پر رہی ہے اور اولیاء تو علیحدہ انبیاء علیہم السلام بھی باوجود معلوم ہونے کے اپنے نفوس کا تبرید یہ نہیں فرماتے دیکھیے حضرت یوسف صدیق علیہم السلام فرماتے ہیں وما ابری نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء جن کی نزاہت کی خود حق تعالیٰ گواہی دیتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے کذالک نصرف عنہ السوء والفحشاء سوء کہتے ہیں صغیرہ کو اور فحشا سے مراد کبیرہ ہے بس صاف دلالت ہے کہ یوسف علیہم السلام سے نہ صغیرہ صادر ہوا نہ کبیرہ ۔ (وعظ ایضاً)

(۸۴) حکایت ایک شخص کہتے تھے کہ انگریزی کتاب میں لکھا ہے کہ انسان کے پاس دو تھیلے ہیں ایک آگے اور ایک پیچھے آگے کے تھیلے میں اپنی بھلائیاں ہیں جو ہر وقت پیش نظر ہیں اور پیچھے تھیلے میں دوسروں کی بھلائیاں ہیں جو نظروں سے غائب ہیں ہم کو یہ غور کرنا چاہیے کہ ہم جو دوسروں پر اعتراض کرتے ہیں تو کیا ان کے اندر کوئی خوبی کی بات نہیں ۔ (وعظ ایضاً)

(۸۵) حکایت ایک بزرگ سے پوچھا کہ یزید کیسا تھا فرمایا کہ ہاں شاعر اچھا تھا ۔ (وعظ ایضاً)

(۸۶) حکایت حضرت مولانا شہید صاحبؒ بہت تیز مشہور ہیں لیکن اپنے نفس کے لیے کسی پر تیزی نہ فرماتے تھے ایک شخص نے مجمع عام میں مولانا سے پوچھا کہ مولانا میں نے سنا ہے کہ آپ حرام زادہ ہیں بہت متانت اور نرمی سے فرمایا کہ کسی نے تم سے غلط کہا ہے شریعت کا قاعدہ ہے الولد للفراش سو میرے والدین کے نکاح کے گواہ اب تک موجود ہیں ایسی باتوں کا یقین نہیں کیا کرتے وہ شخص پاؤں پر گر پڑا اور کہا کہ مولانا میں نے امتحاناً ایسا کیا تھا

مجھے معلوم ہوگیا کہ آپ کی تیزی سب اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے اہل اللہ کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ان کی ذات کو جس قدر کوئی کہے وہ اپنے کو اس سے بدتر جانتے ہیں۔ (وعظ ایضاً)

(۸۷) **حکایت** ہمارے حضرت حاجی صاحب کی کسی نے تکفیر کی حضرت نے سنکر برا نہیں مانا اور فرمایا کہ میں عند اللہ اگر مومن ہوں تو مجھ کو کسی کی تکفیر مضر نہیں اور اگر (خدانخواستہ کافر ہوں) تو برا ماننے کی کیا بات ہے۔ (وعظ ایضاً)

(۸۸) **حکایت** حدیث میں قصہ آیا ہے کہ ایک عورت موسر یعنی فاحشہ تھی جنگل میں جارہی تھی دیکھا کہ ایک کتا پیاسا مر رہا ہے اس کو رحم آیا کنوئیں پر اس کو پانی پلانے کے لیے لے گئی دیکھا تو وہاں ڈول رسی نہ تھا اس نے اپنا چرمی موزہ اتارا اور اوڑھنی میں باندھ کر پانی نکال کر اس کتے کو پلایا اور اس میں جان آئی تمام عمر میں اس نے یہ عمل نیک کیا حق تعالیٰ نے فقط اس کی وجہ سے بخش دیا بعضوں کی نجات راستہ کے کانٹے ہٹادینے کی وجہ سے ہوگئی ہے۔ (وعظ ایضاً)

(۸۹) **حکایت** حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلوی کی حکایت یاد آئی کہ ایک مرتبہ ان کو بادشاہ نے بلایا تھا دھوکر عمدہ کپڑے بدل کر شاہی دربار میں چلے جارہے تھے راستہ میں دیکھا کہ ایک نالی ہے اس میں کتے کا بچہ پھنس رہا ہے اور اس سے نکلا نہیں جاتا ایک خادم بھی ساتھ تھا حکم دیا کہ اس کو نکال لو۔ اے حضرات ہمدردی یہ ہے جو ان حضرات میں تھی اور جس کو آج کل لوگ ہمدردی کہتے ہیں ہمدردی بلکہ وہ ہمہ دردی ہے فقرا اور مساکین اور صلحا کو حقیر سمجھنے کا نام ہمدردی رکھا ہے ہاں بڑے بڑے لوگوں اور بڑے بڑے عہدیداروں کے ساتھ البتہ ہمدردی ہے اس کو ہمدردی نہیں کہتے یہ تو جاہ پرستی ہے غرض شاہ صاحب نے حکم دیا کہ اس کتے کے بچے کو اٹھالو وہ خادم تھے ذرا چکنے چپڑے۔ حضرت شاہ صاحب کو فراست خداداد اور قرائن سے معلوم ہوا کہ اس کو کچھ ناگوار ہے تو ان حضرات کا یہ مذاق ہے کہ اپنے کام کے

لیے دوسروں کو ذرا تکلیف نہیں دیتے فوراً آستین چڑھا کر اس کو خود ہاتھ سے نکال لیا اور حمامی کے پاس پہنچے کہ اس کو غسل دو تم کو اس کی اجرت ملے گی پھر گرم پانی سے اس غسل دیا گیا وہ جاڑے کی وجہ سے ٹھٹھر رہا تھا گرم پانی پڑنے سے اس میں جان آئی تولیہ سے پھر اس کو صاف کیا۔ (وعظ ایضاً)

(۸۰) **حکایت** حضرت سید احمد رفاعی رح کی حکایت ہے انہوں نے دیکھا کہ ایک کتا خارشی جا رہا ہے اور خارش کی وجہ سے اس کو سخت تکلیف ہے فوراً اس کو لے کر ایک طبیب کے پاس پہنچے اور نسخہ لکھوا کر دونوں وقت اپنے ہاتھ سے اس کو دوا لگاتے تھے حتیٰ کہ وہ تندرست ہو گیا لیکن کوئی ذہین آدمی اس سے کتا پالنے کی اجازت کا استنباط نہ کرے عرض شاہ صاحب نے جب دیکھا کہ یہ اب اچھا ہو گیا اور سوکھ کر چلنے پھرنے لگا تو محلہ والوں سے فرمایا کہ اگر کوئی اس کو کھلانے پلانے کی ذمہ داری کرلے تو فبہا ورنہ ہم اس کو اپنے ساتھ لے جائیں۔ ایک شخص ذمہ دار ہو گیا یہ قصہ تو گزر چکا اس کے بعد ایک مرتبہ شاہ صاحب ایک موقع پر تشریف لیجا رہے تھے اور راستہ بہت چھوٹا تھا صرف ایک پگڈنڈی تھی کہ جس پر ایک آدمی بمشکل چل سکتا تھا اور اس کے ادھر ادھر کیچڑ تھا سامنے سے دیکھا کہ ایک کتا آرہا ہے جب چلتے چلتے کتے کا آمنا سامنا تو یہ منتظر کہ کتا نیچے اترے تو میں آگے چلوں اور کتا منتظر کہ یہ اتریں تو میں چلوں جب اس انتظار میں دیر ہو گئی تو شاہ صاحب نے کتے سے کہا کہ تو نیچے اتر کتے نے کہا کہ افسوس درویشی کا دعوے اور یہ حالت پہلے درویشوں کا مذہب ایثار کا ہوتا تھا اب ایسے درویش ہیں کہ اختیار کا مذہب رکھتے ہیں یعنی اپنے نفس کو دوسروں پر ترجیح دیتے ہیں شاہ صاحب نے فرمایا کہ تہمت نہ لگا یہ وجہ نہیں جو تو کہتا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ میں مکلف ہوں تو مکلف نہیں میں اگر اتروں تو کپڑے سب نجس ہو جائیں گے بے دھوئے نماز کیسے پڑھوں گا اور دھونے میں بے حد کلفت ہو گی اور تو اگر اترا تو سوکھ کر پھر صاف ہو جائے گا کتے نے کہا کہ یہ ٹھیک ہے لیکن تمہارے اترنے میں تو صرف

ظاہری نجاست میں آلودگی ہوگی جو ایک لوٹہ پانی سے دھل سکتی ہے اور اگر میں اتر گیا تو تم کو یہ خیال ضرور ہوگا کہ میں اس کتے سے افضل اور اشرف ہوں اور یہ گندگی وہ ہے جو ہفت قلزم سے بھی نہ جاوے گی اب اختیار ہے کہ جس نجاست کو چاہو اختیار کرلو شاہ صاحب پر ایک حالت طاری ہوگئی اور فوراً تر گئے کتا نکل گیا اور اس کے الہام ہوا کہ اے عبدالرحیم جو علم تم کو آج دیا گیا ہے یہ کبھی میسر نہ ہوا تھا خبر ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے تم نے اس کتے کے بنی نوع پر ایک مرتبہ احسان کیا تھا ہم نے نہ چاہا کہ تمہارا احسان اس پر رہے اس لیے ہم نے اس کے ایک بھائی سے تم کو اس کا بدلہ دلوا دیا یہ معلوم ہوا کہ ان پر اور زیادہ رقت طاری ہوئی بہرحال حضرت اہل اللہ ذرا سی نیکی سے نہیں چوکتے۔ (حفظ الایمان)

(۹۱) **حکایت** بعض کہتے ہیں کہ ہماری نماز کیا ہے یہ شیطان کا ہتکنڈہ ہے کہ اس کو تعطل سکھلاتا ہے اس لیے کہ بھی جب یہ دیکھے گا کہ اس ذکر شغل نماز کا کچھ اثر تو ہے نہیں رفتہ رفتہ چھوڑ دے گا ایسی تواضع تواضع نہیں ہے بلکہ یہ کفران اور ناشکری ہے اس تواضع پر مجھ کو ایک حکایت یاد آگئی ہے میں ایک مرتبہ الہ باد سے آرہا تھا گاڑی میں کچھ نو تعلیم یافتہ حضرات کا بھی مجمع تھا کچھ دیر تک تو وہ آپس میں علمی گفتگو کرتے رہے میں تو سو رہا پھر ایک ہندو وہاں آگیا اور وہ کوئی منصف تھا یہ لوگ آپس میں شعر پڑھ رہے تھے اس بیچارے کی کمبختی آگئی اس نے ایک شعر کی نسبت یہ کہدیا کہ حضرت اس شعر کو پھر تو فرمائیے ان لوگوں نے اس کو بنانا شروع کیا ایک نے کہا کیوں منصف صاحب آپ شاعر بھی ہیں اس نے کہا کہ نہیں دوسرے صاحب بولے اعادہ کا کرانا سخن فہمی پر موقوف ہے اور سخن فہمی سخن گوئی پر موقوف ہے تو آپ شاعر ضرور ہیں اس نے کہا کہ میں شاعر نہیں کہنے لگے کہ جناب یہ آپ کا تواضع ہے تیسرا بولا آہا آپ کا تخلص تو مسکین ہے ایک نے کہا کہ کیا یہ شعر آپ ہی کا ہے ؎

مسکین خر اگرچہ بے تمیز است　　چوں بار نہی بروعزیز ست

اور مجھ سے بار بار عذر کرتے ہیں کہ مولانا معاف فرمائیے راستہ بدون اس کے کٹتا نہیں اس کے بعد انہوں نے کھانا نکالا اور منصف صاحب سے کہا کہ جناب آئیے آپ بھی کچھ گوہ موت کھا پی لیجیے ایک نے کہا ہائیں کھانے کی یہ بے ادبی جواب دیا کہ یہ بے ادبی نہیں تواضع ہے کیوں کہ اپنے کھانے کو کھانا کہنا بھی تکبر ہے اس لیے تواضعاً ہم اس کو گوہ موت کہتے ہیں۔ پس جیسے ان لوگوں کی تواضع ہے ایسی ہی بعض تواضع کفران میں داخل ہو جاتی ہے بعض کا کفران کرنا تو جلی اور بعض کا خفی ہے۔ (وعظ ایضاً)

(۹۲) **حکایت** کالپی کا ایک قصہ ہے کہ ایک مسجد میں ایک انسپکٹر نماز پڑھ رہے تھے نماز میں تعدیل ارکان نہ کرتے تھے جلدی جلدی پڑھ رہے تھے وہاں ایک گندھی بھی باہر کا آیا ہوا تھا جب وہ تھانہ دار صاحب نماز پڑھ چکے تو اس گندھی نے کہا کہ داروغہ جی آپ کی نماز نہیں ہوئی آپ نماز پھر پڑھ لیجیے اس کو اور زیادہ غصہ آیا اور اس گندھی بیچارے کو خوب مارا لیکن اس نے بھی پیچھا نہ چھوڑا پٹ کر کہا کہ مجھے اپنے پٹنے کا غم نہیں مجھے آپ کی نماز کا بہت فکر ہے میرا دل بہت دکھتا ہے کہ آپ کی نماز مقبول نہ ہو میرا جسم تو اچھا ہو جائے گا مگر آپ نماز کا کوئی بدل نہیں اس لیے آپ نماز پڑھ لیں ان داروغہ پر ایسا اثر ہوا کہ ان کو نماز پڑھنا ہی پڑی اس گندھی کی تمام قصبہ میں شہرت ہو گئی جس طرف کو جاتا تھا لوگ کہتے تھے یہ ہے وہ شخص جس نے داروغہ کو نماز پڑھوائی تھی سب اس کی قدر کرتے تھے برکت کے واسطے اپنے یہاں لے جاتے تھے اور اس کا عطر خریدتے تھے تمام کالپی کا پیر بن گیا اور تجارت بھی خوب چمکی خدا تعالیٰ نے دکھلا دیا کہ جو شخص ہمارے ساتھ تعلق رکھتا ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی عزت ہوتی ہے پس اگر کوئی تم کو نصیحت کرے خواہ درجہ میں وہ تم سے چھوٹا ہی ہو تب بھی ناگوار نہ ہونا چاہیے

(حسن المواعظ)

(۹۳) **حکایت** حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا گیا کہ اپنے زبان

کو نکال کر مار رہے ہیں اور یہ فرما رہے ہیں کہ اس نے مجھ کو ہلاکت موقع میں اتارا ہے اور یہ وہ ابوبکر ہیں کہ جن کی نسبت دنیا ہی میں یہ بشارت ہے ابوبکر فی الجنۃ۔ ہم سوالوں کی یہ حالت ہے کہ اگر حواب میں جنت کی بشارت ہو جاوے تو بھی سب چھوڑ بیٹھیں ان کو صرف جنت ہی میں جانا مقصود نہ تھا بلکہ اپنے مالک کو راضی بھی کرنا مقصود تھا دیکھو اگر کوئی آقا اپنے غلام کی دعوت کر دے تو وہ غلام اگر وفادار ہے تو اس کو کھانا کھانے سے زیادہ اس کا اہتمام ہوگا کہ آقا خوش ہو اور اگر ذرا بھی اس کو احتمال اس کا ہے کہ آقا مجھ سے ناراض ہے تو وہ سارا کھانا اس کے واسطے زہر ہو جاوے گا اور اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں اسی کو بھیجیں گے کہ جس سے راضی ہوں گے پھر کیا وجہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس قدر فکر تھا جواب یہ ہے کہ بیشک یہ جانتے تھے لیکن بسبب خوف الٰہی کے ان کو یہ احتمال ہوتا تھا کہ خدا جانے اس وقت بھی وہ رضا حاصل ہے یا نہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ ایسا دل کہاں سے لاتے کہ اس وقت کی رضا پر کفایت کر کے بے فکر ہو جاتے ہمارا دل تو پتھر ہو گیا ہم کو تو فکر نہیں اب جو اس حدیث پر شبہ تھا وہ دفع ہو گیا۔ دیکھو اگر کسی کو کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو اگر محبوب کی ذرا بھی ناک چڑھتی ہے تو محب کی جان نکل جاتی ہے اور اس کی پوری سعی یہ ہوتی ہے کہ محبوب مجھ سے ایک منٹ کو بھی ناراض نہ ہو جب محبوب مجازی کے محبین کی یہ کیفیت ہے تو محبوب حقیقی کی تو جو حالت بھی ہو کم ہے (حسن الموعظت)

(۹۴) حکایت جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمۃ للعالمین ہیں بدر کے واقعہ میں دیکھو کہ کیا فرمایا قصہ یہ ہوا تھا کہ غزوہ بدر کے اندر قیدی آئے تھے حضورؐ نے ان کے بارہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل فرمایا اس پر عتاب نازل ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے اور فرمایا کہ آج عذاب الٰہی نازل ہوتا تو صرف حضرت عمرؓ بچتے اللہ اکبر جنکی ذات رحمۃ للعالمین ہے وہ خوف الٰہی سے رو دیں اور یہ فرما دیں کہ

میری غلطی کی وجہ سے عذاب آگیا تھا اور ہم سوال جو کسی شمار و قطار میں نہیں یہ سمجھیں کہ فلاں شخص پر ہماری گستاخی کی وجہ سے آفت آئی ہے کتنا بڑا مہمل قصہ ہے ؎ بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا ۔ (وعظ الضدع)

(۹۵) **حکایت** مولانا اسماعیل صاحب شہید رحمہ نے وعظ فرمایا ایک شخص نے کہا سبحان اللہ آپ کا کیسا علم ہے مولانا نے فرمایا کیا علم ہے میں تو ایک ادنیٰ سا طالب علم ہوں اس شخص نے کہا کہ یہ آپ کی تواضع ہے فرمایا کہ نہیں یہ تو بڑا تکبر ہے اس لیے کہ اس بات کا کہنے والا اس بات کا مدعی ہے کہ میں بڑا صاحب بصیرت ہوں میری نظر اتنی دور تک پہنچی ہوئی ہے کہ اس کے مقابلہ میں یہ میرا علم کوئی چیز نہیں ایک تو یہ لوگ تھے کہ آپ اپنی تواضع کو بھی تکبر جانتے تھے ایک ہم ہیں کہ تکبر کو بھی تکبر نہیں سمجھتے (وعظ ایضاً)

(۹۶) **حکایت** اشعب طماع ایک بزرگ تھے طمع ان پر بہت غالب تھی جن پر طمع اور بخل کا غلبہ ہوتا ہے لوگ ان کو خوب بناتے ہیں اسی طرح ان کے ساتھ بھی لوگ ہنسی کیا کرتے تھے ایک مرتبہ جا رہے تھے لڑکے ان کو چھیڑنے لگے لڑکوں کو منتشر کرنے کے واسطے کہا کہ میرے ساتھ کیا آرہے ہو دیکھو فلاں جگہ مٹھائی تقسیم ہو رہی ہے لڑکے اس طرف دوڑنے لگے آپ بھی پیچھے پیچھے ہو لیے کہ شاید واقع میں تقسیم ہو رہی ہو حالانکہ ان کو خود ہی اس طرف بھیجا اسی طرح ہم نے اپنے مریدین کے دل میں ہاتھ میں بڑی لمبی تسبیح لیکر اور سر جھکا جھکا کر خود ہی تو اعتقاد پیدا کیا اب وہ اس اعتقاد کی وجہ سے جھوٹی سچی باتیں بنانے لگا تو خود ہی دھوکہ میں آگئے اور اپنے نفس کی سب شرارتیں بھول گئے خیال تو فرمائیے کتنا بڑا جہل ہے تو یہ ساری خرابی کس چیز سے ہوئی اپنے آپ کو اچھا سمجھنے سے ۔ (وعظ ایضاً)

(۹۷) **حکایت** ایک بزرگ تھے ان کی ایک شخص نے دعوت کی جب وہ کھانے کے لیے بلانے آیا تو اس کے ہمراہ تشریف لے گئے جب گھر پہنچے تو اس

شخص نے کہا کہ آپ کیسے تشریف لائے فرمایا کہ بھائی تم نے دعوت کی تھی کہنے لگا کہ آپ بھی عجیب آدمی ہیں لوگوں کے سر ہوتے ہیں جاؤ کیسی دعوت ہوتی ہے وہ بزرگ چلے آئے وہ شخص پھر آیا کہ آپ بھی عجیب شخص ہیں اس قدر نخرہ باز میاں کی دعوت کی تھی چلتے کیوں نہیں ساتھ ہو لیے جب پہنچے تو پھر کہا کہ آپ کیوں آئے فرمایا کہ تم نے دعوت کی ہے کہنے لگا میں نے تو نہیں کی خواہ مخواہ آپ آئے مان نہ مان میں تیرا مہمان پھر چلے گئے وہ پھر آیا اور کہا کہ آپ بھی ہیں بڑے متکبر اب آپ کو دس دفعہ بلاؤں جب آپ آویں گے چلے پھر ساتھ ہو لیے غرض اس ظالم نے تین چار مرتبہ ایسا ہی کیا اور وہ بزرگ ہر مرتبہ آتے تھے اور لوٹ جاتے تھے اس کے بعد وہ شخص پاؤں پر گر پڑا اور کہا کہ خدا کے واسطے میرا قصور معاف فرمائیے میں نے یہ حرکت قصداً آپ کے امتحان کے لیے کی تھی معلوم ہو گیا کہ واقعی آپ بزرگ ہیں فرمانے لگے کہ بھائی یہ تو کوئی بزرگی کی علامت نہیں ہے یہ تو خصلت کتے میں بھی ہوتی ہے کہ روٹی دکھلا دو آجاوے دھکا دو چلا جاوے۔ (وعظ ایضاً)

(۹۸) حکایت ایک شخص ایک بزرگ کے سامنے سے اکڑتا مکڑتا ہوا گزرا ان بزرگ نے فرمایا کہ اترا کر مت چل اللہ تعالیٰ ایسی چال کو دوست نہیں رکھتا بہت بگڑا اور کہا انت تعرفنی من انا۔ جانتے نہیں میں کون ہوں ان بزرگ نے فرمایا جانتا ہوں اولک نطفۃ قذرۃ یعنی ابتدا تو تیری یہ ہے کہ تو ایک گندہ پانی ہے و اٰخرک جیفۃ نتنۃ اور انتہا تیرا مردار ریزہ ریزہ ہے وبین ذالک تحمل العذرہ اور اس کے درمیان حالت یہ ہے کہ تو پاخانہ کا بوجھ اپنے پیٹ میں اٹھا رہا ہے (وعظ ایضاً)

(۹۹) حکایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے بہادر اور بہت قوی دلیر تھے حضور صلعم دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ اسلام کو عمر بن ہشام یعنی ابوجہل اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے قوت دے یعنی ان میں سے ایک کو مسلمان کر دے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی اور سامان اس کا یہ ہوا کہ

ایک بار عمر رضی اللہ عنہ زرہ تلوار باندھ کر چلے بعض عزبار اسلام نے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کے لیے جاتا ہوں وہ سنکر سہم گئے کہ یہ عمر ہیں خدا جانے کیا کر کے رہیں گے اور آپ کے یہاں پہرہ نہیں چوکی نہیں اللہ اکبر ہمارے بزرگوں پر کیسی کیسی مصیبتیں آئی ہیں لیکن ہر حال میں ثابت قدم رہے ایک ہم ہیں کہ ذرا سی بات میں پیچھے ہٹ جاتے ہیں چنانچہ انہوں نے سنکر کہا کہ میاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیچھے قتل کیجیو پہلے اپنے بہنوئی اور بہن کی تو خبر لو کہ وہ مسلمان ہو گئے یہ سنکر جھلا گئے اور اسی وقت بہن کے یہاں پہنچے وہ دروازہ بند کئے ہوئے قرآن مجید پڑھ رہے تھے کنڈی بند تھی انہوں نے کہا کہ دروازہ کھولو بہن بہنوئی دونوں سہم گئے اور قرآن مجید چھپا کر دروازہ کھول دیا پوچھا تم کیا پڑھتے تھے انہوں نے نہ بتلایا انہوں نے بہن کو مار کر لہولہان کر دیا اور کہا بتلاؤ۔ بہن نے کہا خواہ مارو خواہ چھوڑو ہم تو قرآن پڑھتے تھے انہوں نے کہا کہ مجھ کو دکھلاؤ۔ بہن نے کہا کہ تم ناپاک ہو غسل کرو تو تم کو دیں چنانچہ ان کو غسل کرایا پھر ان کو قرآن دیا یہ آیتیں نظر پڑیں طٰہٰ ما انزلنا الخ دیکھ کر حیران رہ گئے اور دل پر ایک چوٹ لگی اور کہا کہ مجھ کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے چلو چنانچہ وہ انکو آپ کی خدمت میں لائے آپ مع اپنے اصحاب کے دروازہ بند کیے بیٹھے تھے جب عمر رضی اللہ عنہ آئے تو بعض صحابہ ڈرے اور دروازہ کھولنے کی جرات نہ ہوئی حضور نے فرمایا کہ کھول دو وہ آئے آپ نے ان کو بغل میں اس زور سے دبایا کہ بے تاب ہو گئے اور یہ اس لیے کیا تاکہ ان کو اپنی قوت کا گھمنڈ نہ رہے کہ میں بڑا زور آور ہوں اگر ایمان نہ لایا تو غالب آسکتا غرض وہ مسلمان ہو گئے (اشرف المواعظ التذکیر وعظ الظلم)

(۱۰۰) **حکایت** حضورؐ کے سامنے مسجد میں عورتیں بھی نماز کو آیا کرتی تھیں اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہ ایسے تھے کہ ان کے پاس بقدر کفایت بھی کپڑا نہ تھا تھوڑا سا کپڑا ہوتا تھا کہ اس کو آگے سے پیٹ کر گرہ لگا لیتے تھے تو حضورؐ نے عورتوں کو حکم فرمایا تھا کہ جب تک مرد سیدھے نہ کھڑے ہو جاویں تم سجدہ سے سر

اٹھا کر دتا کہ بدن نظر نہ پڑ جاوے یہ لوگ تھے غریب اور یہ تھے فقرا و مساکین آجکل بتلایئے ایسا کون ہے الا ماشاء اللہ -

کتاب الکرامات

(۱) **حکایت** میں نے ایک سیاح سے سنا کہ کسی مقام پر انہوں نے ایسی چیز دیکھی کہ اس کا ایک حصہ پتھر ہے ایک لکڑی ایک کنکر ایک غیر معلوم الجنس اور لوگوں نے اس کا یہ قصہ بیان کیا کہ کسی بزرگ کے ٹھوکر لگی تھی انہوں نے فرمایا یہ کیا ہے پتھر ہے یا لکڑی ہے یا کنکر یا کچھ اور تو ان سب چیزوں میں کا تھوڑا تھوڑا جزو پیدا ہو گیا یعنی کچھ حصہ لکڑی ہو گیا کچھ پتھر کچھ کنکر کچھ غیر معلوم الجنس -

(۲) **حکایت** حضرت جنید رح کو ایک مرتبہ خلیفہ وقت نے کسی بات پر برہم ہو کر بلا بھیجا حضرت شبلی رح ساتھ تھے جب روبرو ہوئے تو خلیفہ نے برا بھلا کہنا شروع کیا حضرت شبلی رح چونکہ نوجوان تھے نیز ان کے پیر کو برا بھلا کہا جا رہا تھا آپ کو جوش آیا قالین پر ایک شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی آپ نے اس پر نظر ڈالی تو وہ شیر مجسم ہو کر خلیفہ کی طرف خشم آگیں نظر سے دیکھنے لگا حضرت جنید رح کی جو اس پر نظر پڑی تو آپ نے حضرت شبلی رح کو گھور کر دیکھا اور اس شیر کو تھپک دیا وہ مثل سابق شیر قالین ہو گیا تھوڑی دیر میں حضرت شبلی رح نے پھر اشارہ کیا اور وہ پھر مجسم ہو کر سامنے ہوا اس مرتبہ خلیفہ وقت کی نگاہ اس پر پڑی خوف کے مارے تھرا گیا اور دست بستہ اپنی جرأت کی معافی چاہی حضرت جنید رح نے اس شیر کو مثل سابق کر دیا اور خلیفہ وقت سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کچھ اندیشہ نہ کریں

آپ کو کچھ گزند نہیں پہنچ سکتی آپ خلیفہ وقت ہیں آپ کی اطاعت اور ادب ہم پر واجب ہے یہ لڑکا ہے آداب شاہی سے واقف نہیں ہے آپ کا جو دل چاہے کیجیے۔

(۳) **حکایت** ایک حکایت یاد آئی ایک مرتبہ حضرت سلطان جیؒ کے یہاں ایک وزیر حاضر تھا کھانے کا وقت آیا خادم نے کھانا لانے کی اجازت چاہی وزیر کے دل میں یہ خطرہ ہوا کہ آج مچھلی کے کباب ہوں تو خوب ہو حضرت سلطان جیؒ اس خطرہ پر مطلع ہو گئے خادم سے فرمایا کہ ذرا ٹھہر جاؤ تھوڑی دیر میں اس نے پھر دریافت کیا آپ نے پھر یہی جواب دیا حتی کہ کچھ دیر کے بعد ایک شخص دسترخوان میں مچھلی کے کباب لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ مچھلی کے کباب آپ کے لیے لایا ہوں آپ نے دسترخوان لگانے کا حکم دیا وزیر یہ دیکھ کر بہت متحیر ہوا آپ نے وزیر سے فرمایا لیجیے مچھلی کے کباب حاضر ہیں مگر ذرا وقت کی گنجائش دیکھ کر فرمائش کیا کیجیے غرض آپ کے اندر ایک محبوبیت کی شان تھی ایک حضرت علاء الدینؒ تھے کہ گولر کھا کر بسر کرتے تھے اور کبھی کبھی وہ بھی نہ ہوتے تھے اصل یہ ہے کہ ؎

بگوش گل چہ سخن گفتہ کہ خنداں است　　بہ عندلیب چہ فرمودہ کہ نالاں است

(۴) **حکایت** میں نے ایک کتاب نشر الطیب لکھی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں اس کے لکھنے کے زمانہ میں خود تھانہ بھون میں طاعون تھا تو میں نے یہ تجربہ کیا کہ جس روز اس کا کوئی حصہ لکھا جاتا تھا اس روز کوئی حادثہ نہیں سنا جاتا تھا اور جس روز وہ ناغہ ہو جاتی تھی اس روز دو چار اموات سننے میں آتی تھیں ابتدا میں تو میں نے اس کو اتفاق پر محمول کیا لیکن جب کئی مرتبہ ایسا ہوا تو مجھے خیال ہوا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کی برکت ہے آخر میں نے یہ التزام کیا کہ روزانہ اس کا حصہ کچھ لکھ لیتا تھا آج کل بھی لوگوں نے مجھے طاعون ہونے کے متعلق اطراف وجوانب سے لکھا ہے تو میں نے ان کو یہی

جواب میں لکھا کہ نشر الطیب پڑھا کرو مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ مجلس منعقد کی جاوے اور اس میں مٹھائی منگائی جاوے اور ایک شخص بیٹھ کر پڑھے اور سب بیٹھ کر سنیں کیوں کہ ان التزامات میں تو علاوہ اور مذکورہ خرابیوں کے ایک یہ بھی کمی ہوگی کہ کبھی ہوگا کبھی نہ ہوگا کیوں کہ اس قدر التزامات کے ساتھ دوام مشکل ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ دوسرے وظائف کی طرح روزمرہ اس کا بھی وظیفہ مقرر کر لیا جاوے یہ نہیں کہ سال بھر میں ایک دو دفعہ مقررہ تاریخوں پر عمل کر لیا اہل محرم کی طرح اور پھر سال بھر تک کروٹ نہ لی۔ (اشرف المواعظ)

(وعظ النور)

(۵) **حکایت** ایک مقام پر ایک بزرگ سے کوئی شخص الجھا دونوں طرف خشک خشک جواب ہوئے ان بزرگ کے پاس سے وہ شخص بحاس قدم بھی نہ گیا ہوگا کہ دل میں ایک چوٹ سی لگی اور قدم آگے نہ بڑھا اور واپس آکر ہاتھ جوڑے کہ خدا کے واسطے میرا قصور معاف کروا دیں کہ خدا جانے مجھ کو کیا ہو گیا کہ میں قدم آگے بڑھاتا تھا اور پیچھے کو ہٹتا تھا وہ بات کیا تھی یہ نہیں کہ ان بزرگ نے کچھ تصرف کیا ہو بلکہ اس پر ایک سرکاری پیادہ مسلط ہو گیا اور کشاں کشاں اس کو پکڑ لیا غرض جب ان بزرگ نے قصور معاف کیا جب وہ گیا۔ (الاتفاق)

(۶) **حکایت** قوت جسمانیہ حضور میں اس درجہ تھی کہ اکانہ ایک پہلوان تھے اور ان میں ایک ہزار مردوں کے مقابلہ کی قوت مشہور تھی اس نے آپ سے یہ شرط کی کہ اگر آپ مجھ کو پچھاڑ دیں تو میں آپ پر ایمان لے آؤں کوئی پوچھے نبوت کے لیے پہلوانی بھی لازم ہے مگر حضورؐ نے منظور فرمایا چنانچہ حضورؐ نے اس کو اٹھا کر پھینک دیا اس نے کہا کہ اس مرتبہ تو ایسا ہو گیا دوبارہ گرا دیجیے تو جانوں آپ نے پھر پھینک دیا وہ ایمان لے آیا (التذکر وعظ النظم)

(۷) **حکایت** حضرت علاء بن الحضرمی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جب غزوہ مرتدین کے لیے بحرین پر گئے اور راستہ میں دریا پڑا تو ساتھیوں نے ان

وجہ کہ کشتی تیار نہ تھی ٹھہرنے کو کہا فرمانے لگے کہ خلیفہ کا حکم ہے جلدی پہنچنے کا اس لیے میں نہیں ٹھہر سکتا اور کہکر دعا کی کہ اے اللہ جس طرح تو نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کیا اسی طرح آج ہم کو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے پار اتار دے اور دعا کر کے گھوڑا دریا میں ڈال دیا دریا پایاب ہو گیا اور سارا لشکر دریا پار ہو گیا۔ (مہمات الدعا)

(۸) **حکایت** ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں ایک شخص آئے انہوں نے مشورہ کیا کہ مجھے مدینہ جانا ہے کس طرف کو جاؤں فرمایا کہ ینبوع کو جاؤ دوسرے ایک اور آیا اس نے بھی مشورہ لیا اس کو کہا کہ سلطانی راستہ کو جاؤ سو جس کو ینبوع کے راستے جانے کے لیے فرمایا تھا وہ بھی کسی مصلحت سے سلطانی ہی راستہ کو گیا اور حضرت کے مشورہ پر عمل نہ کیا اس کو ویسے بھی بہت تکلیف ہوئی اور بدوں سے بھی سابقہ پڑا اور ان سے الگ تکلیف پہنچی اور جس کو سلطانی راستہ کا مشورہ دیا تھا وہ راحت سے چلا گیا حضرت سے اس کی وجہ دریافت کی گئی کہ آپ نے اس کو اس راستہ کا مشورہ دیا اور اس کو دوسرے راستہ کا اس میں کیا حکمت تھی فرمایا کہ جب پہلا آیا میرے دل میں وہی آیا جو اس کو بتایا اور جب دوسرا آیا میرے دل میں اس وقت وہی آیا جو اس کو مشورہ دیا سو ایسے شخص سے واقعی غلطی کم ہوتی ہے۔ (وعظ دہم ذم ہوی)

(۹) **حکایت** ایک بزرگ کی خدمت میں چند آدمی جو سفر کرنے والے تھے ملنے اور رخصت ہونے آئے جب وہ جانے لگے تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت ہم کو کچھ وصیت کیجیے ان بزرگ نے فرمایا کہ ہاتھی کا گوشت مت کھانا انہوں نے عرض کیا کہ حضرت ہم کو تو ہاتھی کا گوشت کھانے کا خطرہ بھی نہیں گزرتا یہ آپ نے کیوں فرمایا فرمایا کہ میرے منہ سے اس وقت ایسا ہی نکلا واللہ اعلم کیا وجہ ہے وہ لوگ رخصت ہو گئے اتفاقاً راستہ بھول گئے اور ایک بیابان میں پہنچے اور بھوک و پیاس سے بیتاب ہوئے اتفاق سے ایک ہاتھی کا بچہ سامنے سے دکھائی دیا سب نے اتفاق کیا کہ

اس کو کاٹ کر کھانا چاہیے ایک نے ان میں سے منع کیا کہ تم کو کیا حضرت کی وصیت یاد نہیں ہے انہوں نے کچھ پروا نہیں کی اور سب نے خوب اس کا گوشت کھایا لیکن اس ایک نے نہیں کھایا اور گوشت کھا کر سو رہے کیوں کہ تھکے ماندے ہو رہے تھے مگر جس نے نہیں کھایا تھا اس کو نیند نہیں آئی جاگتا رہا تھوڑی دیر میں ایک جماعت ہاتھیوں کی آئی اور ان میں ایک ہتھنی بھی تھی اس نے اپنے بچے کو تلاش کرنا شروع کیا تلاش کرتے کرتے وہاں بھی آئی جہاں یہ لوگ سوتے تھے اور ان سونے والوں میں سے ایک کا منہ سونگھا تو اس کو گوشت کی بو آئی اس نے ایک طمانچہ پر پاؤں رکھا اور دوسری سونڈ سے پکڑ کر اس کو چیر ڈالا اسی طرح سب کا کام تمام کر دیا پھر آخر میں اس کے پاس آئی چونکہ اس کے منہ سے بو نہ آئی اس کو سونڈ سے اٹھا کر اپنی کمر پر بٹھا لیا اور ایک جانب کو لے چلی اور ایک میوہ دار درخت کے نیچے لے گئی اور ٹھہر گئی اس نے خوب سیر ہو کر میوہ کھائے اس کے بعد اس کو راستہ پر چھوڑ آئی ان حضرات کی شان یہ ہوتی ہے ؎

گفتہ او گفتہ اللہ بود　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(وعظ ایضاً)

(۱۰) حکایت ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ کسی نے بادشاہ سے ان کے متعلق کچھ کہدیا بادشاہ نے ان کو طلب کر کے اپنے پاس بلایا اور جو سوال ان سے بادشاہ کرتا تھا براہ جرات وہ ہی سوال وہ بزرگ کرتے تھے حتی کہ اخیر میں بادشاہ نے کہا کہ کوئی ہے ان بزرگ نے بھی فرمایا کہ کوئی ہے اسی وقت ایک شیر غراتا ہوا گوشہ سے نمودار ہوا بادشاہ اور سب لوگ بھاگے سب کے ساتھ یہ بھی بھاگے جیسے جب موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ عصا کو ڈال دو اور وہ ڈالنے سے اژدہا بن گیا تو موسیٰ علیہ السلام خود دوڑے اگر اختیاری فعل ہوتا تو خوف نہ کرتے غرض کہ کرامت اختیاری اور دائمی نہیں ہوا کرتی اور تصرفات اختیاری روح کے لیے کسی دلیل سے ثابت نہیں اور بلا دلیل اعتقاد جائز نہیں کہ خلاف ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تقف ما

لیس لک بہٖ علم کے (وعظ ایضاً)

(۱۱) حکایت ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ ان کے پاس جنت سے شربت آیا رونے لگے پوچھا کہ اس نعمت سے خوش ہونا چاہیے نہ کہ رونا فرمایا کہ ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ استدراج غضب نہ ہو اس کی مثال ہے کہ معلم کے پاس دو لڑکے ہوں معلم صاحب ایک کو سزا دیں دوسرے کو چھوڑ دیں یہ سوچ کر کہ کل سبق یاد کر کے نہ لایا تو خوب سزا دوں گا لڑکا تو خوش ہو گیا کہ میں بچ گیا مگر نہیں معلوم کہ معلم صاحب کے جی میں کیا ہے طالب صادق کو چاہیے کہ فرمانبردار رہے کشف و کرامت کا طالب نہ ہو انشاء اللہ تعالیٰ مقصود حقیقی تک پہنچ جائے گا (مقالات وحکمت ذم ہوئے

(۱۲) حکایت ایک کرامت حضرت شیخ الشیوخ قطب العالم میاں جی نور محمد صاحب قدس اللہ سرہ کی مشہور ہے کہ آپ کے یہاں کوئی تقریب تھی حضرت پیرانی صاحبہ آنکھوں سے بالکل معذور تھیں عورتوں کا ہجوم ہوا ان کی مدارت میں مشغول ہوئیں مگر بینائی نہ ہونے سے سخت پریشان تھیں حضرت رحمۃ اللہ سے بطور ناز کہنے لگیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ولی ہیں کیا جانیں ہماری آنکھیں جب درست ہو جائیں تب ہم جانیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ باہر چلے گئے دعا فرمائی ہو گی اتفاقاً حضرت پیرانی صاحبہ بیت الخلا تشریف لے گئیں راستہ میں دیوار سے ٹکر لگی وہاں غشی ہو گئی اور گر پڑیں تمام جسم پسینہ پسینہ ہو گیا آنکھوں سے بھی بہت پسینہ نکلا ہوش آیا تو خدا کی قدرت دونوں آنکھیں کھل گئیں اور نظر آنے لگا حضرت میاں جی صاحب کی دعا کا یہ اثر ہوا یہ کرامت تھی حضرت میاں جی صاحب کی (وعظ ایضاً)

(۱۳) حکایت ایک بزرگ یہاں آیا کرتے ہیں حضرت مولانا گنگوہی رح سے بیعت ہیں وہ صاحب کشف ہیں وہ کہتے تھے کہ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر میں فاتحہ پڑھنے گیا تو مولانا نے مجھے ایک لقب دیا وہ اشعار ورد کے اور نعت کے اور پیروں کی مدح میں بہت پڑھا کرتے ہیں تو اس کے مناسب مولانا نے ان کو لقب دیا محمد بھاٹ ہنستے تھے کہ بھائی ہمیں تو مزار سے یہ لقب مولانا نے دیا ہے مولانا

ظریف بہت تھے دیکھیے ظرافت تو اس کو سوجھتی ہے کہ جو شگفتہ ہو وہاں تو شگفتگی ہی شگفتگی ہوگی یہاں تو رنج و غم وغیرہ بھی رہا کرتے ہیں یہ تو بڑے فرصت کے کام ہیں کہ لوگوں کے لقب تجویز کریں حکیم معین الدین صاحب مولانا کے صاحبزادہ یوں فرماتے ہیں کہ مولانا کے انتقال کے بعد برسات کے شروع میں جاڑے بخار کی کثرت ہوئی تو لوگ مولانا کی قبر سے مٹی لالا کر باندھنے لگے باندھتے ہی بخار بالکل موقوف ہو جاتا میں قبر پر مٹی ڈال دوں تو وہ پھر اڑجاوے میں دق ہو گیا حکیم صاحب قبر پر پہنچ کر کہتے ہیں کہ دیکھیے حضرت آپ کی تو کرامت ہوئی اور ہماری مصیبت ہوئی کہاں تک مٹی ڈالوا لوں اب تمام حجت کے لیے میں کہے جاتا ہوں کہ اب کی اور مٹی ڈالے دیتا ہوں پھر چاہے قبر رہے یا نہ رہے میں مٹی نہ ڈالوں گا وہاں بیٹھے بیٹھے یہ کیا کر رہے ہو اب ایک ٹوکری بھی مٹی نہ ڈالوں گا یہ کہکر چلے آئے پھر اس کے بعد ایک بھی اچھا نہ ہوا۔ (حسن العزیز)

(۱۴) حکایت ایک عالم حافظ محمد عظیم اللہ صاحب پشاور کے تھے اور سنا ہے کہ صاحب نسبت بھی تھے نابینا بھی اور خود قصداً نابینا ہوئے تھے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی دو درخواستیں کیں ایک تو یہ کہ آپ کو دیکھ کر پھر کسی کو نہ دیکھوں اور دوسری یہ کہ آپ کو ہمیشہ دیکھ لیا کروں چنانچہ جس وقت اٹھے تو نابینا تھے لیکن حضورؐ کی زیارت سے برابر مشرف ہوتے رہتے تھے ایک میرے ہم نام تھے مولوی اسحاق علی صاحب کے نانا وہ وہاں صوبہ دار تھے وہ بیان کرتے تھے کہ اگر ان سے کوئی دس برس بعد ملتا تو ہاتھ میں ہاتھ لیتے ہی پہچان لیتے کہ فلاں شخص ہے اس قدر قوی حافظہ تھا یا اسے کرامت کہیئے۔ (ایضاً)

(۱۵) حکایت حاجی اللہ رکھے خود بیان کرتے تھے اور وہ ہر کسی بزرگ کے معتقد نہ تھے اس لیے ان کی روایت بہت معتبر ہے وہ کہتے تھے کہ جب میں مکہ معظمہ گیا تو میں خود حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا مجمع میں پاس جاکر ملنا خلاف ادب تھا اس لیے چپکے سے جاکر الگ ایک کنارہ بیٹھ گیا کہ مجمع متفرق ہونے کے بعد جاکر ملوں گا فوراً فرمایا کہ اس وقت بورے وطن آتی ہے۔ کوئی تھا نہ بھون کا تو

اس مجلس میں نہیں ہے اس وقت میں نے عرض کیا کہ میں ہوں حضرت نے ان کو کہیں بچپن میں دیکھا تو دیکھا ہو باقی اس عمر میں تو بالکل نہ پہچان سکتے تھے حضرت نے ان کو سینہ سے لگالیا اور پوچھا کہ کس کے لڑکے ہو میاں کہیں اس طرح بنے ملے بیٹھ جاتے ہیں اطلاع تو کر دیتے یہ قصہ وہ خود مجھ سے بیان کرتے تھے۔ (ایضاً)

(۱۶) **حکایت** ایک زانی کی حکایت ہے کہ وہ زنا کر کے غسل کر رہا تھا غسل کا پانی نالی سے بہہ رہا تھا ایک بزرگ کا گزر ادھر سے ہوا اس پانی کو دیکھ کر فرمایا اس میں زنا بہہ رہا ہے پوچھا حضرت آپ کو کیوں کر معلوم ہوا فرمایا کہ کوئی زانی غسل کر رہا ہے مجھے پانی کے ہر ہر قطرہ میں زنا کی تصویر نظر آتی ہے۔ (ہفت دھند دوم)

(۱۷) **حکایت** حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد حضرت میاں جی صاحبؒ کے ہمراہ جوتہ بغل میں لے کے اور گردن میں توڑہ ڈال کے جھنجھانہ جاتے تھے اور ان کے لڑکے کی سسرال بھی وہیں تھی لوگوں نے منع کیا کہ آپ اس حالت میں نہ جایا کریں وہ لوگ ذلیل و حقیر سمجھیں گے فرمایا وہ اپنی ایسی تیسی میں جاویں اور اپنے رشتہ کو چھڑالیں میں اپنی سعادت کو چھوڑ نہیں سکتا اور وہ لوگ کہا کرتے تھے ہائے تقدیر کیا ذلیل سمدھی ملا یہ تو حافظ صاحب کی کرامت معنویہ کا بیان تھا پھر ایک کرامت حسیہ کا بیان کیا کہ پہلے اشراف ارزل عوام و خاص سب دلہن کے ڈولہ پر بچھیر کیا کرتے تھے حافظ صاحب بھی بچھیر رہے تھے ایک جھنجھانوی شخص کے سر میں منصوری پیسہ لگا بیچارہ بیٹھ گیا سر خون آلودہ ہو گیا جب وہ شخص صلوٰۃ مغرب سے فارغ ہو کر مسجد سے نکلا حافظ صاحب کو دیکھا کہ آپ نے اس سے معافی چاہی اس نے معذرت کی ذرا آنکھ اوجھل ہوا اس سے غائب ہو گئے وہ سمجھا کہ حافظ صاحب سامنے کی بیٹھک میں چلے گئے ہوں گے بیٹھک میں جا کر دریافت کیا سب نے اسے پاگل و دیوانہ بنایا سمجھنے والے سمجھ گئے کہ حافظ صاحب کی کرامت ہے۔ (ایضاً)

(۱۸) **حکایت** ایک شخص تھے ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحبؒ کے مرید ان کا قلب ان کے زعم کے موافق ذکر سے جاری نہ ہوتا تھا ان کی یہ حالت تھی کہ اکثر درویشوں

کی خدمت میں جایا کرتے تھے بعض دوستوں نے منع کیا کہ دربدر پھرنا مناسب نہیں ہے
ہر جائی مشہور ہو جاؤ گے وہ شاکی تھے کہ قلب ذکر سے جاری نہیں ہوتا اس طلب
میں پریشان پھرتا ہوں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے شکوہ کیا گیا کہ فلاں صاحب
کی یہ حالت ہے مولانا نے فرمایا کہ قلب کا جاری ہونا مقصود بالذات نہیں ذکر کرتے
رہو انہوں نے عرض کیا خواہ مقصود ہو یا نہ ہو میرا تو جی چاہتا ہے کہ اگر میری مراد پوری
ہو جاوے تو پھر کہیں نہ جاؤں حضرت مولانا نے فرمایا کہ جاؤ مسجد میں بیٹھو اس ارشاد سے
یہ سمجھا کہ شاید میری مراد پوری ہو جاوے اور یہ اس طرف اشارہ ہو غرض مسجد میں جاکر
بیٹھ گئے اور ذکر میں مشغول ہو گئے حضرت مولانا قدس اللہ سرہ وضو کر کے کھڑاؤں پہنا کرتے
تھے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ مسجد کی طرف تشریف لے چلے بس کھڑاؤں کا کھٹ کھٹ
ان کو محسوس ہونا اور قلب کا جاری ہونا یہ توجہ کا اثر تھا حضرت رح واقعی بڑے پائے کے شیخ
تھے۔ انہی شخص مذکور کا قصہ ہے کہ ان کے بھائی ایک شیخ تھے خاندان نقشبندیہ کے
اور یہ شخص دنیادار آدمی تھے ان بزرگ نقشبندی نے فرمایا کہ مجھ سے بھی مرید ہو جاؤ تو عجیب
فائدہ باطنی حاصل ہو یہ بیچارے ان کا کہنا نہ مانتے تھے کہ ایک بزرگ کو چھوڑ کر دوسرے
سے کیسے بیعت ہو جاؤں میری کوتاہی ہے کہ مجاہدہ نہ کیا اور فائدہ نہ ہوا مگر مرشد میں
تو کوئی کمی نہیں ہے غرض ان دنیادار صاحب کی موت کا وقت قریب آیا مرض الموت
میں بیہوش ہو گئے حتی کہ کلمہ پڑھنے کا بھی ہوش نہ تھا وہ بزرگ نقشبندی کہنے لگے کہ کیوں
کہا نہ تھا مجھ سے مرید ہو جاؤ نہ مانا اب اخیر وقت ہے دیکھو کیا حالت ہے کہ کلمہ شریف
بھی زبان سے نہیں نکلتا غرض یہ گفتگو لوگوں سے کر رہے تھے کہ ان کو دفعۃً ہوش آ گیا
اور بے ساختہ زبان پر جاری تھا یا لیت قومی یعلمون بما غفر لی ربی وجعلنی من المکرمین
پھر بے ہوش ہو گئے اور انتقال ہو گیا سبحان اللہ۔ اب حضرت حاجی صاحبؒ کے لوگوں
نے ان بزرگ نقشبندی کی خبر لی کہ جناب آپ تو صاحب فن تھے اور یہ بھی خبر ہوئی
کہ کس مقام پر ہیں الحمد اللہ ہمارے حضرت مرشد رح کے متعلقین کا خواہ بواسطہ ہوں یا
بلا واسطہ خاتمہ بالخیر ہوتا ہے یہ امر تجربہ سے ثابت ہوا ہے بارہا آزمایا گیا ہے بڑے

ہوں یا بھلے مگر اس تعلق میں یہ اثر ہے کہ حق تعالیٰ نجات کی صورت پیدا کر دیتے ہیں ہمارے مرشد بڑے مقبول خدا تھے۔ (ثمرات عبدیت مقالات حکمت)

(۱۹) حکایت سماع مغلوب الحال بزرگوں نے سنا ہے حالت اضطرار میں اور اضطرار میں تو شرعاً حرام بھی حلال ہوتا ہے لوگ فرق نہیں کرتے کہ کس کے لیے کیا حکم ہے اور کس کے لیے کیا جو مضطر نہ ہو اس کے لیے کیوں کر جائز ہو گا فی زمانکس قدر غلو ہے سماع میں کہ خدا کی پناہ مشہور ہے کہ حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ سماع سنتے تھے اور حضرت شیخ رکن الدینؒ منع فرماتے تھے ایک مرتبہ آلات توڑ دیئے حضرت شیخ عبدالقدوسؒ نے اس حالت میں یہ شعر پڑھا ؎

خشک تار و خشک چوب و خشک پوست۔ از کجا می آید ایں آواز دوست

غیب سے نغمات اور اعلیٰ درجہ کی آوازیں پیدا ہو گئیں حضرت نے فرمایا کہ ان آوازوں کو بند کر دو تو جانیں یہ کرامت شیخ کی دیکھ کر گر پڑے اس قصہ سے لوگ استدلال جواز سماع پر کرتے ہیں اور فرق نہیں کرتے کہ حضرت کس حالت میں تھے پہلے ویسی حالت پیدا کر لو اس وقت اجازت ہو گی حضرت شیخ گنگوہی قدس سرہٗ کے شورش عشق الٰہی کی یہ کیفیت تھی کہ جاڑوں کے زمانہ میں تنوں برتنوں میں پانی رکھا جاتا تھا خوب سرد ہونے کے لیے جب خوب سرد ہو جاتا تھا تو بیسوں گھڑے سرد پانی کے سر پر ڈالے جاتے تھے مگر حرارت عشق الٰہی میں کمی نہیں ہوتی تھی اب ایسا حال کس کا ہے جو اس قصہ سماع سے استدلال جواز کا کرتے ہیں اب تو پابندی رسم ہے اور کچھ نہیں اور اگر یہ قصہ ثابت نہ مانا جاوے تو جواب ہی کی حاجت نہیں۔ (معاملات معدلت ثمرات)

(۲۰) حکایت حضرت امام غزالیؒ کے ایک سب و شتم کرنے والے معترض کا کوئی رسالہ کسی نے خریدا تھا اس نے امام صاحب کو خواب میں دیکھا کہ ایک سور کرسی میں باندھے لیے ہوئے ہیں دریافت پر فرمایا کہ میرا فلاں معترض ہے حق تعالیٰ نے اس کو یہاں پر میرے سپرد کر دیا ہے۔ اور اس پر مجھ کو اختیار دے دیا ہے کہ جب تک چاہوں اس کو اسی حالت میں رہنے دوں اور جب چاہوں معاف کر کے

اس کی مغفرت کی درخواست کرادوں (حسن العزیز)

(۲۱) حکایت عن عثمان بن عبد اللہ بن وھب قال فارسلنی اھلی الی سلمۃ بقدح من ماء وکان اذا اصاب الانسان عین او شیء بعث الیھا مخضبۃ لھا فاخرجت من شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت تمسکہ فی جلجل من فضۃ فخضخضتہ لہ فشرب منہ قال فاطلعت فی الجلجل فرایت شعرات حمرا ورواہ البخاری عبد اللہ بن وہب

سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے گھر والوں نے حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک پیالہ پانی کا دیکر بھیجا اور یہ قاعدہ تھا کہ جب کسی انسان کو نظر وغیرہ کی تکلیف ہوتی تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پانی کا پیالہ بھیج دیتا ان کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال مبارک تھے جن کو انہوں نے چاندی کی نلکی میں رکھا تھا پانی میں ان بالوں کو ہلا دیا کرتی تھیں اور وہ پانی بیمار کو پلا دیا جاتا تھا راوی کہتے ہیں کہ میں نے جو جھک کر نلکی کو دیکھا تو اس میں چند سرخ بال تھے اس حدیث سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ ایک صحابیہ کے پاس نلکی میں بال رکھے ہوئے تھے جن کے ساتھ یہ برتاؤ کیا جاتا تھا کہ بیماروں کو شفا کے لیے اسکا غسالہ پلایا جاتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب کے بارہ میں اختلاف ہوا ہے صحیح یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال پکنے لگے تھے جس سے دیکھنے والوں کو خضاب کا شبہ ہوتا تھا ورنہ حضورؐ نے خضاب کبھی نہیں کیا کیوں کہ کل سفید بال حضورؐ کے قریب بیس کے تھے یا کچھ زائد۔

(وحفظ عبو النور الصدور حسن المواعظ)

(۲۲) حکایت عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ انہا اخرجت جبۃ طیالسیۃ کسروانیۃ لبنۃ دیباج وفرجیھا مکفوفین بالدیباج وقالت ھذہ جبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت عند عائشۃؓ فلما قبضت قبضتھا وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یلبسھا فنحن نغسلھا للمرضی نستشفی بھا رواہ مسلم حضرت اسماء بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک جبہ طیلسانی کسروی نکالا جس کا گریبان اور دونوں چاک پر ریشم کی سنجاف لگی ہوئی تھی اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ ہے جو حضرت

عائشہؓ کے پاس تھا ان کی وفات کے بعد میں اسے لے لیا حضورؐ اسے پہنا کرتے تھے اور ہم اس کو پانی میں دھو کر وہ پانی بیماروں کو پلا دیتے ہیں شفا حاصل کرنے کے لیے

(ایضاً)

کتاب المتفرقات

(۱) حکایت چنانچہ حضرت حاجی صاحب کی ایک حکایت حضرت مولانا گنگوہیؒ سے سنی ہے کہ سہارنپور میں ایک مکان تھا اس میں جن کا سخت اثر تھا جس وجہ سے وہ مکان متروک کر دیا تھا اتفاق سے حضرت حاجی صاحب پیران کلیر سے واپس ہوتے ہوئے سہارنپور تشریف لائے تو مالک مکان نے حضرت کو اسی مکان میں ٹھہرایا کہ حضرت کی برکت سے جن دفع ہو جاویں گے رات کو تہجد کے واسطے جب حضرت اٹھے اور معمولات سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص سامنے آکر بیٹھ گیا حضرت کو حیرت ہوئی کہ باہر کا آدمی اندر کوئی نہ تھا اور کنڈی لگی ہوئی ہے پھر یہ کیسے آیا حضرت نے پوچھا کہ تم کون ہو اس نے کہا کہ حضرت میں وہ شخص ہوں جس کی وجہ سے یہ مکان متروک ہو گیا ہے یعنی جن ہوں میں مدت دراز سے حضرت کی زیارت کا مشتاق تھا اللہ تعالیٰ نے آج میری تمنا پوری کی حضرت نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ محبت کا عملی کرتے ہو اور پھر مخلوق کو ستاتے ہو توبہ کرو حضرت نے اس کو توبہ کرائی پھر فرمایا کہ دیکھو سامنے حافظ صاحب تشریف رکھتے ہیں ان سے بھی ملے ہو اس نے کہا نہ حضور ان سے ملنے کی ہمت نہیں ہوتی وہ بڑے صاحب جلال ہیں ان سے ڈر لگتا ہے صاحبو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری وہ شے ہے کہ جن وانس سب مطیع ہو جاتے ہیں۔

(۲) حکایت حافظ غلام مرتضیٰ صاحب ہمارے یہاں ایک مجذوب تھے مگر ایسے پاک مجذوب تھے کہ کبھی ننگے نہ ہوئے تھے اور سلیقہ دار اس قدر تھے

کہ ایک مرتبہ جلال آباد تشریف لے گئے لوگوں نے کہا کہ حضرت آپ نے بڑی تکلیف فرمائی فرمایا یوں نہ کہو مجھ کو تکلیف کرنے کی کیا غرض تھی بلکہ یہ کہو کہ حضرت آپ نے کرم فرمایا ان کی حکایت سنی ہے کہ حافظ صاحب ایک مرتبہ جنگل میں کھڑے تھے اور بھیڑیے دونوں طرف کھلاڑیاں کر رہے تھے میرے نانا صاحب وہاں موجود تھے انہوں نے فرمایا کہ حضرت یہ بھیڑیئے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ کون بزرگ ہیں کون نہیں فرمایا کہ یہ آدمیوں کو نہیں کھایا کرتے ان کی غذا جانور ہیں ہم کو کچھ نہیں کہیں گے۔

(۳) **حکایت** مجھ کو شاہ عبدالعزیز صاحب رح کی حکایت یاد آگئی کہ شاہ صاحب جامع مسجد میں آتے تھے تو عمامہ آنکھوں پر جھکا لیا کرتے تھے اور ادھر ادھر نظر نہ فرماتے تھے ایک شخص نے اس کا سبب دریافت کیا شاہ صاحبؒ نے اپنا عمامہ اس کے سر پر رکھ دیا دیکھا کہ تمام مسجد میں بجز دو چار آدمیوں کے سب گدھے کتے بندر بھیڑیے پھر رہے ہیں۔ فرمایا کہ اسی وجہ سے میں اس صورت میں آتا ہوں مجھ کو سب کتے بندر وغیرہ نظر آتے ہیں اور طبیعت پریشان ہوتی ہے

(۴) **حکایت** دیوبند میں ایک بزرگ تھے مولانا فریدالدین صاحبؒ اور ان کے زمانہ میں ایک مجذوبہ تھی وہ ننگی پھرا کرتی تھی اس سے کسی نے پوچھا کہ تو پردہ کیوں نہیں کرتی اس نے کہا کہ بیلوں اور گدھوں سے پردہ کا حکم نہیں ہے ایک روز حسب عادت ننگی پھر رہی تھی اس حالت میں اس نے کہا کپڑا لاؤ مرد آگیا تھوڑی دیر میں مولانا فریدالدین صاحب تشریف لائے۔ پس حقیقت میں تو آدمی فرمانبردار ہی ہے باقی تو سب جانور ہیں لیکن ان حکایات سے کوئی کشف کو بڑا کمال نہ سمجھے کیوں کہ جانور بھی صاحب کشف ہوتے ہیں دلیل اس کی یہ ہے کہ عذاب قبر کے بارے میں حدیث میں آیا ہے یسمعہ کل دابۃ غیر الثقلین۔ پس جو لوگ طالب کشف ہیں وہ نادان ہیں یہ تو کوئی کمال مقصود نہیں کمال تو رضا و قرب ہے۔

(۵) حکایت ایک بادشاہ ایک فقیر کے معتقد تھے اور ان کی خدمت میں جایا کرتے تھے اور ہمیشہ دیکھتے تھے کہ وہ فقیر ایک گولی کھاتے تھے بادشاہ نے ایک روز پوچھا کہ حضرت یہ گولی کیسی ہے فقیر نے ایک گولی بادشاہ کو بھی دے دی بادشاہ نے وہ گولی کھالی شب کو اس قدر ہیجان شہوت کا ہوا کہ محل میں جس قدر بیبیاں لونڈیاں تھیں سب سے قربت کی لیکن پھر بھی تسلی نہ ہوئی بادشاہ کے دل میں وسوسہ گزرا کہ میں نے یہ گولی آج ہی کھائی ہے میری یہ حالت ہوئی اور یہ فقیر روزانہ کھاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پاس عورتیں آتی ہیں اور اس وسوسہ نے اس کو اور زیادہ پریشان کیا ان بزرگ کو بذریعہ کشف اس خطرہ کی اطلاع ہو گئی جب دوسرے روز بادشاہ آئے تو چاہا ایک تدبیر لطیف سے اس کا یہ وسوسہ زائل کریں ان حضرات کی عادت ہوتی ہے کہ زبان سے کچھ نہیں کہتے بلکہ ترکیب سے مرض زائل کرتے ہیں اس پر ایک حکایت یاد آگئی دو شخص راہ میں رفیق ہوئے کھانے کا وقت آیا ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں اتفاقاً ایک مسافر بھی آگیا اس کو بھی بلا کر کھانے میں شریک کیا تینوں نے مل کر روٹیاں کھائیں جب وہ مسافر ان سے علیحدہ ہوا تو اس نے ان کے احسان کے صلہ میں آٹھ درہم دیئے کہ تم آپس میں ان کو تقسیم کر لیجیو تقسیم میں دونوں رفیقوں میں اختلاف ہوا پانچ والے نے کہا کہ بھائی تیری تین روٹیاں تھیں تین درہم تو لے اور میری پانچ تھیں پانچ مجھ کو دے دے تین والے نے کہا کہ نہیں نصفا نصفی تقسیم ہونا چاہیے اس لیے کہ دونوں عدد قریب قریب ہیں یہ قصہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا حضرت نے دونوں کو سمجھایا کہ صلح کر لو صلح پر راضی نہ ہوئے اور درخواست حساب سے دینے کی کی تو تین والے کو فرمایا کہ ایک تم اور سات اس کو دیدو محاسب سن کر بہت حیران ہوئے کہ یہ کیسا فیصلہ ہے لیکن سننے کے بعد معلوم ہوگا کہ عین عدل ہے اس لیے کہ کل روٹیاں آٹھ تھیں اور تین آدمیوں نے کھائی اور رکمی بیشی کا اندازہ ناممکن اس لیے یوں کہیں گے تینوں نے برابر کھائیں

تو اب دیکھنا چاہیے کہ ہر ایک نے کتنا کھایا پس ہر ایک روٹی کے تین تین ٹکڑے کر لو تو کل ۲۴ ٹکڑے ہوئے پس ہر ایک شخص نے آٹھ ٹکڑے کھائے سو تین والے کے ۹ ٹکڑے ہوئے جس میں سے آٹھ تو اس نے خود کھائے ایک بچارہ مسافر نے کھایا اور پانچ والے کے ۱۵ ٹکڑے ہوئے جس میں سے آٹھ اس نے کھائے اور سات مسافر نے کھائے بس یہی نسبت درہم میں بھی ہونا چاہیے کہ سات درہم پانچ والے کو ایک درہم تین والے کو ملنا چاہیے اس قسم کے بہت قصے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہیں جو حضرت علی رضؓ کی ذکاوت و فطانت پر دال ہیں لیکن اکثر صحابہ لکھے پڑھے کم تھے مگر دیکھ لیجیے کہ صحابہ کی کیا فضیلت ہے تو یہ سب کچھ ایک ذات پاک کی صحبت کی برکت ہے اسی صحبت کی نسبت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

شراب و لعل و مے بیغش و رفیق و شفیق ۔۔۔ گرت مدام میسر شود ز ہے رفیق

(۶) حکایت اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہمارا ارادہ تو ہے لیکن یہ بالکل غلط ہے تمنا دوسری چیز ہے اور ارادہ دوسری چیز ہے مجھے خوب یاد ہے کہ میرے بچپن میں دو شخص حج کو جانے کی بابت تذکرہ کر رہے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ بھائی ارادہ تو ہر مسلمان کا ہے میں نے کہا کہ صاحب یہ بالکل غلط ہے اگر ارادہ ہر مسلمان کا ہوتا تو ضرور سب کے سب حج کر آتے ہاں یوں کہیے کہ تمنا ہر مسلمان کی ہے سو تمنا سے کام نہیں چلتا ارادہ کہتے ہیں سامان کے مہیا کرنے کو مثلاً ایک شخص زراعت کرنا چاہتا ہے لیکن اس کا کوئی سامان نہیں مہیا کرتا اور ایک شخص اس کا سامان بھی جمع کر رہا ہے تو پہلے شخص متمنی اور دوسرے کو مرید کہیں گے

(اصلاح النفس دعوات عبدیت)

(۷) حکایت حضرت سلیمان علیہ السلام جو کہ نبی معصوم و مقبول ہیں انہوں نے جب بیت المقدس کی تعمیر شروع کرائی اور اختتام تعمیر سے قبل آپ کی وفات کا وقت آگیا تو آپ نے یہ تمنا کی کہ بیت المقدس کی تعمیر تیار ہو جانے

تک مہلت دی جائے لیکن قبول نہ ہوئی غور کیجیے نبی کی درخواست اور بیت المقدس کی تعمیر کے لیے مگر نامنظور ہوئی آخر آپ نے یہ درخواست کی کہ مجھے اس طرح موت دی جائے کہ جنات کو میری موت کی اطلاع اس وقت تک نہ ہو جب تک کہ یہ تعمیر پوری نہ ہو جائے چنانچہ یہ درخواست منظور ہوئی اور آپ حسب عادت اپنے عصا پر سہارا لیکر کھڑے ہو گئے اور اسی حالت میں روح قبض ہو گئی اور سال بھر تک آپکی لاش اسی طرح کھڑی رہی جنات نے آپ کو زندہ سمجھ کر کام جاری رکھا حتی کہ جب تعمیر پوری ہو گئی اس وقت آپ کی لاش زمین پر گر گئی اور جنات کو اسی وقت آثار سے معلوم ہو گیا کہ آپ کے انتقال کو اس قدر زمانہ گزر گیا ہے۔ (وعظ ایضاً)

(۸) لطیفہ عوام الناس اس اطراف میں مفلس کو مخلص کہتے ہیں میرے پاس ایک دیہاتی دوست آئے میں نے تذکرہ میں کہا کہ تم بہت مخلص ہو کہنے لگے کہ نہیں تمہاری دعا سے میرے پاس سب کچھ ہے میں مخلص نہیں یعنی مفلس نہیں غرض ایسے لوگوں کو باوجود اخلاص نیت کے کچھ ثواب نہیں ملتا بلکہ الٹا ضرر ہوتا ہے۔ (وعظ تفاضل اعمال)

سبق آموز

مزاحیہ حکایات

اس رسالہ میں ان مزاحیہ حکایات کو جمع کیا گیا ہے کہ جن کو پڑھنے سے دین و دنیا کے مسائل حل ہوتے ہیں علماء و عقلین اور عوام کے لئے عجیب تحفہ ہے۔

ترتیب
محترم جناب محمد اقبال قریشی صاحب مدظلہم

تقریظ

گرامی نامہ ـــــ عارف باللہ

حضرت حاجی محمد شریف صاحب

قدس سرہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ! تقریظ تو بڑوں کا کام ہے یہ ناکارہ اس کا اہل نہیں۔ اتنا کہہ سکتا ہوں کہ ظاہر میں تو مزاحیہ حکایات ہیں مگر باطن میں معانی ہی معانی ہیں

ناچیز محمد شریف، عفی عنہ

نوان شہر ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

مرزا قادیانی دجّال کی حکایت | حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ ایک شخص کا واقعہ بیان کرتے تھے ان کے دوست مرزا قادیانی کے مرید تھے وہ مجھ کو مرزا قادیانی کے پاس لے گئے اور یہ دعویٰ کیا کہ وہاں پہنچو تو دیکھیں کیسے تمہارے اوپر اثر نہیں پڑتا اور آپس میں یہ عہد ہوگیا کہ اگر اثر نہ پڑا تو میں بھی بیعت توڑ دوں گا اور جو اثر پڑ گیا تو تم بھی بیعت ہو جانا اس عہد پر آپس میں رضامندی ہوگئی۔ غرض کہ دونوں پہنچے تو مرزا صاحب گھر میں تھے ان کے میر منشی باہر بیٹھے تھے انہوں نے جا کر سلام عرض کیا۔ بعد جواب دینے کے میر منشی صاحب نے پوچھا کہ کون ہو تم! انہوں نے کہا کہ فلاں نمبر کا مرید، میر منشی صاحب نے فوراً رجسٹر کھولا اور کہا کہ آپ کے ذمہ اتنی رقم بقایا ہے چندہ داخل کیجیے۔ پھر مرزا صاحب آئے، ان مرید نے کہا کہ یہ میرے دوست حضرت کی توجہ کے طالب ہیں۔ مرزا صاحب نے بہتیرا زور لگایا گردن جھکا کر بیٹھ گئے مگر کچھ بھی اثر نہ ہوا آخر کار وہ دونوں دوست اُٹھ کر باہر چلے آئے اور ان مرید نے مرزا صاحب سے بیعت توڑ دی اور یہ کہا کہ اللہ نے میری دستگیری کی کہ جو یہاں سے نجات دی۔ (حسن العزیز ص ۲۳۵)

ف: اسی قسم کی حکایت حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ مولوی سمیع اللہ مرحوم کی دکان پر ہر قسم کے لوگ آتے تھے ہندو بھی اور مسلم بھی اور لوگوں سے اتنی بے تکلفی تھی کہ کوئی آکر مٹھائی طلب کرتا کوئی جیب میں ہاتھ ڈال کر پیسہ نکال لیتا وہ سب کی خاطر داری کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کی

دکان پر ایک ہندو آیا اس کی بول چال مسلمانوں جیسی تھی ایک قادیانی ان کی تاک میں لگ گیا ان کو مسلمان سمجھ کر دکان پر گیا ان کے سامنے مرزا غلام احمد کی نبوت پر آدھ گھنٹہ تقریر کی اور یہ ثابت کرنا چاہا کہ وہ نبی ہیں ان کی نبوت کو مانو اس نے اپنی یادداشت میں خوب دلائل سے تقریر کی۔ وہ خاموشی سے سنتا رہا۔ قادیانی نے سمجھا کہ ہماری تقریر کا اثر ان پر ہو گیا ہے اور یہ مرزا صاحب کی طرف مائل ہو گئے ہیں۔ تقریر ختم کرنے کے بعد قادیانی کہتا ہے کہ آپ نے میری تقریر کا کیا اثر لیا تو وہ ہنسا اور کہا کہ ابھی تک تو ہم نے اصلی نبی ہی کو نہیں مانا فرضی نبی کو کیا مانیں گے؟ اس پر مجلس کے سارے حضرات ہنس پڑے۔ حضرت نے فرمایا کہ جب قادیانی کو یہ معلوم ہوا کہ یہ تو غیر مسلم ہے تو بہت شرمندہ ہو کر وہاں سے بھاگا اور پھر وہاں پر نہیں آیا۔ (مجالس حکیم الاسلام ص۲۲۵)

ایک پرندہ کی حکایت ایک پرندہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں ایک مادہ سے کہا کہ اگر تو میرے ساتھ مل جائے تو میں تجھ کو ملک سلیمان دے دوں گا۔ یہ بات حضرت سلیمان علیہ السلام نے سن لی کیونکہ وہ منطق الطیر کے عالم تھے۔ فوراً اس پرندہ کو بلایا اور فرمایا نالائق یہ کیا گستاخی تھی۔ آپ میرا ملک دینے والے کون ہوتے ہیں؟ اس نے کہا اے نبی اللہ! میں عاشق ہوں اور لسانِ عشق معذور ہوتی ہے۔ اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کا قصور معاف کیا۔

ف: اس طرح یہ عشاق بھی وہاں معذور شمار ہوں گے مگر ہر شخص کی زبان، زبانِ عشق نہیں۔ تم ناز سے کام نہ لو اور عاشق کی نقل نہ کرو وہ تو اپنے کو مٹا کر فنا کر کے ناز کر رہا اس کو حق ہے تم کو یہ حق نہیں ہے کیوں کر تم اپنے کو باقی رکھ کر ناز کرتے ہو۔

ممکن پیش یوسف ناز شش و خوبی ممکن۔ جز نیاز فلاں یعقوبی زشت باشد روئے

تا زیبا ناز۔ عیب باشد چشم نابینا دباز

سُنّی اور شیعہ کی حکایت | ایک مولوی صاحب سے ایک شیعی نے کہا کہ جتنے نئے فرقے مرزائی، چکڑالوی وغیرہ نکلتے ہیں یہ سب سنیوں ہی میں سے نکلتے ہیں اور شیعوں میں سے کوئی فرقہ بھی نکلتے نہیں سُنا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ جو آپ نے فرمایا بالکل صحیح ہے مگر اس کی ایک وجہ ہے وہ یہ کہ یہ تو آپ تسلیم کریں گے کہ شیطان اپنا وقت بیکار تو کھوتا نہیں ہمیشہ گمراہ کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ شیعی نے کہاں ہاں یہ سچی بات ہے مولوی صاحب نے کہا کہ جب یہ تسلیم ہے تو اب سنیئے کہ شیعوں کو تو انتہاء مرکز گمراہی پر پہونچا کر بے فکر ہو گیا۔ آگے کوئی درجہ گمراہی کا رہا ہی نہیں اور سنیوں کو حق پر سمجھتا ہے اس لئے ہمارے ہی پیچھے پڑا رہتا ہے۔

ف: اس طرح کئی جاہل مسلمان غیر مذہب والوں کی اخلاق کی اس قدر تعریف کرتے ہوئے سنا گیا ہے کہ جس سے سننے والے یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ اصل مذہب اچھے اخلاق کا ہونا ہے اگر وہ کسی کافر میں امانت داری عہد کی پابندی، اتفاق وغیرہ دیکھتا ہے تو کافر کو مسلم پر ترجیح دینا شروع کر دیتا ہے حالانکہ اخلاق اور ایمان علیحدہ علیحدہ ہیں اوّل ایمان کی قیمت زیادہ ہے ایمان کامل ہو اخلاق نہ ہوں تو ایک دن سزا بھگت کر جنت میں چلا جائے گا ایمان پر نجات کا مدار ہے اخلاق پر نہیں۔

ایک غیر مقلد کی کم علمی کی مزاحیہ حکایت | ایک شخص نے ایک غیر مقلد سے پوچھا کہ یہ حنفی فاسق ہیں سائل نے کہا کہ یہ لوگ امام کے ساتھ سورہ فاتحہ کو قصداً ترک کرتے ہیں کیوں کہ حدیث میں ہے لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔ بلا فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی اور تارک صلوٰۃ کے متعلق حدیث میں ہے من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر تو اس حساب

سے تو ان کو کافر ہونا چاہیئے کہنے لگے اس میں تاویل ہو سکتی ہے۔ سائل نے کہا ایسی تاویل تو لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب میں بھی ہو سکتی ہے مگر آپ تو اس میں کوئی تاویل نہیں کرتے تو پھر فقد کفر میں کیوں کرتے ہیں اور ان کو فاسق کیسے کہتے ہیں اس کو اس کا جواب نہیں بن پڑا۔

ف : یہ تمام خرابی بے اصولی کی ہے۔ علم بے اصول ایسا ہی ہوتا ہے کہ وہاں نہ علم ہوتا ہے نہ سمجھ نہ تدبّر۔ جو جی میں آیا ہاں کہہ دیا۔

ملّا دوپیازہ کی مزاحیہ حکایت | ایک شخص نے جو ملّا دوپیازہ کے ساتھ مناظرہ کرنے بیٹھا تھا ملّا جی کی طرف ایک انگلی سے اشارہ کیا ملّا جی نے دو انگلیوں سے اشارہ کر دیا ملّا جی نے دو انگلیوں سے اشارہ کر دیا۔ اس نے تھپڑ دکھلایا انہوں نے گھونسہ دکھلایا اس نے دوسروں سے اقرار کیا کہ ملّا جی نے میرے ایسے سوالوں کا جواب دیا کہ کسی نے نہیں دیا لوگوں نے شرح پوچھی اس نے کہا کہ میں نے کہا تھا کہ اللہ ایک، ملّا دوپیازہ نے کہا دوسرا اس کا رسول بھی ہے پھر میں نے اشارہ کیا کہ پنجتن پاک برحق ہیں ملّا نے کہا کہ وہ سب متفق ہیں۔ پھر ملّا جی سے پوچھا گیا کہا کہ وہ کہتا تھا میں تیری آنکھ پھوڑ دوں گا میں نے کہا کہ میں تیری دونوں پھوڑ دوں گا اس نے کہا کہ میں تیرے تھپڑ ماروں گا۔'
میں نے کہا گھونسہ ماروں گا بس یہ ارشادات و کنایات علوم تھے۔

گھر میں شیخ جی آنے کی حکایت | الہ آباد میں ایک صاحب بزرگوں کی اولاد میں تھے بعضے لوگ جو بزرگ زادوں کی تحقیر کرتے ہیں بُری بات ہے ان میں بھی کچھ نہ کچھ بزرگ زادہ ہونے کا اثر ہوتا ہے یہ صاحب وکیل تھے اور یہی دلیل کافی ہے ان کے دنیادار اور غیر متقی ہونے کی مگر بزرگوں کی اولاد میں سے تھے ان کے یہاں یہ ایک عجیب رسم تھی کہ جس روز گھر میں فاقہ ہوتا تو چھوٹے چھوٹے بچے

بنتے کھیلتے کودتے پھرتے تھے کہ آہا جی ہمارے گھر شیخ جی آئے جنہوں نے یہ حکایت بیان کی کہ وہ ان کے یہاں کئی روز سے مہمان تھے۔ کہتے ہیں کہ گھر سے ایک روز کھانا آنے میں دیر ہوئی۔ یہ انتظار میں تھے کہ بچوں کو دیکھا وہ یہی کہتے پھرتے تھے یہ سمجھے کہ مہمان کی وجہ سے کھانا تکلف کا پکا ہوگا اس لئے تیاری میں دیر ہوئی مگر جب بہت دیر ہوگئی تو انہوں نے ان کے نوکر سے پوچھا کہ میاں یہ کیسے شیخ جی ہیں نہ تو خود نظر آئے اور نہ کھانا ہی آیا اپنے ساتھ ہمیں بھی بھوکا مارا۔ نوکر نے کہا کہ شیخ جی کہاں ہیں۔ یہ شیخ جی کو فاقہ کہتے ہیں ان کے خاندان میں یہ رسم ہے۔

ف: دیکھئے دنیادار ہو کر بھی یہ حالت بھی صرف بزرگوں کی نسل کی برکت ہے تو صحبت میں کیسا اثر ہوگا جو لوگ اہل اللہ کی صحبت میں نہیں رہتے ان میں واقعی بہت کمی ہوتی ہے اور ان حضرات کی صحبت کی برکت سے بڑے نفع کی چیزیں میسر ہو جاتی ہیں اور خصوصاً اس پرفتن زمانہ میں تو بزرگوں کی صحبت بہت ہی ضروری چیز ہے۔ (الافاضات الیومیہ ص ۲۵۸)

ایک خان صاحب کے شہادت حاصل کرنے کی حکایت لکھنؤ میں ایک خانصاحب تھے۔ عمر رسیدہ ہو گئے تھے مگر دنیا کی تمام بازیاں ان میں جمع تھیں۔ ملنے والے چھیڑ کے بڑے ملامت کرتے کہ خان صاحب صنعیفی کا وقت آگیا۔ قبر میں پیر لٹکائے ہیں اب تو ان معصیتوں سے توبہ کرلو نماز پڑھا کرو روزے رکھا کرو۔ کہتے، ان کے کرنے سے کیا ہوگا؟ لوگ کہتے جنت ملے گی۔ خان صاحب کہتے بس جنت کے لئے اتنی محنت۔ جنت تو ایک لمحہ میں مل جاوے گی۔ لوگ دریافت کرتے وہ کس طرح۔ خان صاحب کہتے کہ کوئی موقع ہوا تو ایک ہاتھ ادھر ایک ہاتھ ادھر بس سامنے سے کائی سی پھٹتی جائے گی اور کھٹ سے جنت جا کھڑے ہوں گے۔ اس راز کو کوئی نہ سمجھتا۔ اتفاق سے مولوی امیر علی صاحب

نے جب ہنومان گڑھ میں جہاد کا فتویٰ دیا اور کثرت سے تمام مسلمان میدان میں پہونچ گئے۔ خانصاحب کو بھی معلوم ہوا پہونچے مولوی صاحب کے پاس اور جاکر کہا کہ مولانا ہم جیسے گنہگاروں کی بھی کچھ پرسش ہو سکتی ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ خان صاحب مانع کون چیز ہے۔ خان صاحب سر پر صافہ باندھا اور کمر سے تلوار لگا دھم سے میدان میں پہونچے اور تلوار کے ہاتھ ادھر ادھر چلاتے ہوئے ستر اسی لاشیں ڈال دیں۔ کسی کافر کا ہاتھ ان پر پڑا شہید ہو گئے اور کھٹ سے پلک جھپکنے میں جنت میں کھڑے ہوئے یہ تھا وہ راز جس کو کوئی نہ سمجھتا تھا

ف: ان خان صاحب کی قوت ایمانیہ دیکھئے کہ باوجود اس قدر موانع کے ایمان کتنا قوی تھا اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ معاصی سے نفرت کرو مگر عاصی سے نفرت نہ کرو کبھی ایک سیکنڈ اور منٹ میں کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۵ ص ۲۶۰)

کثرت سے وساوس آنے کی حکایت ایک ذاکر شاغل شخص خانقاہ تھانہ بھون میں مقیم تھے جو اکثر وساوس کی شکایت کیا کرتے تھے میں ان کی تسلی کر دیتا پھر اس کا زور ہوتا میں سمجھا دیتا یہی سلسلہ چل رہا تھا ایک روز میرے پاس آئے، کہنے لگے اب تو جی میں آتا ہے کہ عیسائی ہو جاؤں میں نے ایک دھول رسید کیا اور کہا نالائق ابھی عیسائی ہو جا اسلام کو ایسے بے ہودوں اور ننگ اسلام کی ضرورت نہیں بس اٹھ کر چلے گئے بس دھول نے اکسیر کا کام دیا ایک دم وہ خیال دل سے کافور ہو گیا۔ اس کے بعد پھر کبھی وسوسہ تک نہیں آیا۔ مزاحاً فرمایا کہ دھول سے دھول جھڑ جاتی ہے اور مطلع صاف بے غبار ہو جاتا ہے۔ یہ میرا اثر نہ تھا شرعی تعزیر کا اثر تھا۔

عشق مجازی سے نجات پائے جانے کی حکایت ایک شخص کہیں باہر سے

حضرت حکیم الامت تھانوی کی خدمت میں آئے۔ وہ ایک گھوسن پر عاشق ہوگیا تھا اس نے اپنا واقعہ بیان کیا میں نے تدبیر بتلائی کہ نہ اس محلہ میں جاؤ نہ اس کو دیکھو اور ضروری کام کی طرف مشغول رہا کرو۔ کہنے لگا کہ میں تو اس کے یہاں سے دودھ خریدا کرتا ہوں حالانکہ دودھ کی مجھ کو ضرورت نہیں اس کو دیکھنے کی وجہ سے خریدتا ہوں۔ میں نے اس سے منع بھی کیا کہا کہ یہ تو نہیں ہوسکتا۔ میں نے (مراد حضرت حکیم الامت ہیں) دھول رسید کی اور کہا کہ نکل یہاں سے دور ہو جب علاج نہیں کرتا پھر مرض لے کر کیوں آیا۔ چلا گیا اس کے بعد مجھ کو خیال ہوا کہ میں نے ایسا کیوں کیا۔ غیر شخص تھا تعارف تک بھی نہ تھا مگر اس وقت حق تعالیٰ نے دل میں یہی ڈالا تقریباً کوئی سال بھر کے بعد میرے فلاں دوست سے وہ شخص ملا اس نے ان کو پہچان کر مصافحہ کیا اور یہاں کی خیریت معلوم کی۔ انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو کہا کہ میں وہ شخص ہوں یہ سمجھ گئے پوچھا کہ اب اس مرض کا کیا حال ہے مجھ کو دعائیں دے کر کہا کہ ان کی دھول نے سب کام بنا دیا دھول کے لگنے کے ساتھ ہی بجائے عشق اور محبت اور رغبت کے ایک دم اس کی طرف سے نفرت پیدا ہوگئی۔

ف: حق تعالیٰ جس کے لئے جو مناسب جانتے ہیں بعض اوقات قلب میں وہی ڈال دیتے ہیں اور وہی نافع ہوتا ہے اس میں کسی کو کیا دخل پھر فرمایا یہ مرض عشق صورت کا نہایت ہی پلید ہوتا ہے۔ برسوں کے مجاہدہ سے بھی زائل نہیں ہوتا ساری عمر بعضوں کی اس خباثت میں ختم ہوگئیں جس پر حق تعالیٰ اپنا فضل فرماویں اور اپنی رحمت سے نوازدیں وہی بچ سکتا ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۵ ص ۲۶۶)

ایک بزرگ کے اخلاص کی حکایت | مولوی رحم الٰہی صاحب منگلوری نہایت

نیک اور سادہ بزرگ تھے مگر نہایت ہی جوشیلے اور جذبہ حق قلب میں تھا۔
ایسے بزرگوں کے اکثر دنیادار مخالف ہوا ہی کرتے ہیں۔ اہل محلہ نے محض بہ نیت
شرارت یہ حرکت کی کہ جس مسجد میں آپ نماز پڑھتے تھے اس کے اور ان کے
مکان کے درمیانی حصہ میں کہ بمنزلہ ساحت (میدان) مشترکہ تھا ناچ کی تجویز
کی۔ ایک طوائف کو بلایا گیا شامیانہ لگایا گیا۔ غرض خوب ٹھاٹ کے ساتھ انتظام
ہو کر مجلس رقص شروع ہو گئی۔ مولوی صاحب مکان سے عشاء کی نماز کے لئے
مسجد کو چلے۔ راستہ میں یہ طوفان بے تمیزی۔ خیر چلے تو گئے خاموش مگر نماز پڑھ
کر جو واپسی ہوئی پھر وہی خرافات موجود برداشت نہ کر سکے۔ ماشاء اللہ ہمت
اور جرأت دیکھئے کہ نکال جوتا اور لے ہاتھ میں بھری مجلس کے اندر بیچ میں پہنچ
کر اس عورت کے سر پر بجانا شروع کر دیا۔ اہل محلہ میں شرارت سہی مگر علم اور بزرگی
کا ادب ایسا غالب ہوا کہ بولا کوئی کچھ نہیں رقص و سرود سب بند ہو گیا۔ اب لوگوں
نے جن کی شرارت تھی اس طوائف سے کہا کہ تو مولوی صاحب پر دعویٰ کر اور روپیہ ہم
خرچ کریں گے شہادتیں ہم دیں گے اس عورت نے کہا میں دعویٰ کر سکتی ہوں روپیہ
میرے پاس ہے شہادتیں تم دے سکتے ہو۔ مگر ایک مانع موجود ہے وہ یہ کہ مجھ کو ان
کے اس فعل سے یقین ہو گیا کہ یہ اللہ والا ہے اور اس کے قلب میں ذرہ برابر دنیا
کا شائبہ نہیں اگر اس میں ذرا بھی دنیا کا لگاؤ ہوتا تو مجھ پر اس کا ہاتھ اٹھ نہیں
سکتا تھا تو اس کا مقابلہ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ ہے جس کی مجھ میں ہمت نہیں
کیسی عجیب بات کہی یہ اتنی سمجھ ایمان ہی کی برکت ہے لوگ ایسے آوارہ لوگوں کو
حقیر سمجھتے ہیں مگر ایمان والے ہیں کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوتی ہے جو ایک دم اس
کی کایا پلٹ کر دیتی ہے۔ یہ کہہ کر وہ عورت مولوی صاحب کے پاس پہنچی اور عرض
کیا کہ میں گنہ گار ہوں۔ نابکار ہوں۔ میں اپنے اس پیشہ سے توبہ کرتی ہوں اور آپ

میرا نکاح کسی شریف آدمی سے کرادیں۔

ذہانت کی عجیب مزاحیہ حکایت ایک دفعہ حضرت مولانا نانوتویؒ کی خدمت میں ایک شخص شکر لے کر حاضر ہوئے حاضرین میں وہ تقسیم ہوگئی۔ پھر انہوں نے بیعت کے لئے عرض کیا۔ حضرت نے انکار فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اگر بیعت نہیں کرتے تو میری شکر واپس کردو۔ مولانا نے فرمایا کہ بھائی ان کی شکر لاکر دے دو انہوں نے کہا میں تو وہی شکر لوں گا۔ مولانا نے فرمایا بھائی وہ تو صرف ہوگئی۔ عرض کیا کہ تو مجھے بیعت کر لیجیے یا شکر میری، وہی واپس کر دیجیے۔ آخر حضرت مولانا نے مجبور ہوکر بیعت کر لیا۔ (احسن العزیز ص۱۳۶)

ف: ذہانت بھی عجب شئے ہے کہ جس سے ناممکن کام بھی ممکن ہوجاتا ہے۔

دنیا سے پرہیز کرنے کی مزاحیہ حکایت ایک مجذوب ننگے پھرا کرتے تھے معتقدین نے کہا کہ کچھ باندھنا چاہیئے بالکل ننگا پھرنا ٹھیک نہیں انہوں نے کہا جو کہو وہ باندھ لوں لوگوں نے ایک لنگوٹا دیا انہوں نے باندھ لیا۔ چونکہ غذا اچھی کھانے کو ملتی اور ہوش وحواس درست تھے نہیں اس لنگوٹے میں بھی چکنائی لگ جاتی اس وجہ سے لنگوٹے کو چوہے کترنے لگے۔ ان چوہوں کو مارنے کے لئے بلی پالی پھر وہ بلی کھانے خراب کرنے لگی تو اس کی ضرورت سے کتا پالا۔ وہ کھانا خراب کرنے لگا تو اس کی حفاظت کے لئے ایک آدمی نوکر رکھا۔ پھر اس کی حفاظت کے لئے ایک آدمی نوکر رکھا۔ پھر اس آدمی نے جب مرغن کھانے کھا کر ادھر ادھر پھرنے لگا تو اس کی شادی کردی پھر اس کے اولاد ہوگئی سب مجمع ایک دن ان مجذوب کے سامنے آیا۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ لنگوٹی باندھنے کی وجہ سے ہوا ہے تو انہوں نے فوراً لنگوٹی اتار پھینکی۔

ف: اللہ والے دنیا میں زیادہ مشغولیت سے پرہیز کرتے ہیں۔ دنیا کی مثال

جال کی طرح ہے۔ ؎ جتنا تڑپو گے جال کے اندر
جال گھسے گا کھال کے اندر

بنیہ کی ذہانت کی عجیب حکایت ایک ہیجڑا زنانے کپڑے پہن کر بنئے کی دکان پر آیا اور آکر مرمرے کھانے لگا۔ اب بنیہ سوچنے لگا کہ اس کو منع کرنے کے لئے مؤنث کا صیغہ بولوں یا مذکر۔ بہت دیر کے بعد مذکر و مؤنث دونوں کے صیغوں کو ملا کر اس طرح بولا کہ بہت دیر سے کھا رہی ہے کھا رہا ہے نہیں مانتی نہیں مانتا بی بی کے ایک تھپڑ ماروں گا۔ میاں کی پگڑی وہاں جا کر گرے گی۔

(احسن العزیز صفحہ ۱۹۷)

ف: اس حکایت میں ذہانت اور خوش طبعی کو عجیب طریقہ سے اکٹھا کیا گیا ہے۔

اپنے دوست کو بیرنگ خط بھیجنا بے مروتی ہے ایک شاعر کے پاس کسی نے بیرنگ خط بھیجا اور ایک آنہ محصول دلوایا۔ انہوں نے ایک پارسل محصول بھیجنے کو تیار کیا اس میں ایک بڑا پتھر رکھا اور اس کو بیرنگ روانہ کیا اور لکھا کہ آپ کے خط سے اس قدر بوجھ ہلکا ہوا جیسے کہ یہ پتھر۔ چنانچہ ملاحظہ کے لئے مرسل ہے

ف: مومن کو زبان کے علاوہ قلم سے بھی کسی کو دکھ نہ دینا چاہیئے۔ صفحہ ۲۸۰

ایک عورت کے دو خاوند کی مزاحیہ حکایت ایک صاحب نے اپنی لڑکی کا دو جگہ نکاح کیا اور ہر ایک سے یہ ٹھہرایا کہ چھ ماہ ہمارے گھر رہا کرے گی اور چھ ماہ آپ کے گھر رہا کرے گی۔ ایک عرصے کے بعد عقدہ حل ہوا کہ ایک شوہر نے ایک دولائی بہت نفیس اس بے حیا عورت کو بنا دی تھی وہ چادر اس کے شوہر ثانی کو پسند آگئی اس نے مانگ لی اور اس کو اوڑھ کر مجلس میں گئے اتفاقاً دونوں شخص وہاں جمع ہو گئے۔ شوہر اول نے چادر پہچانی مگر دل میں خیال کرتے تھے کہ ممکن ہے کہ اس نے بازار سے ایسا ہی کپڑا خریدا ہو

بالآخر دل نہ مانا۔ ایک تدبیر سے ان سے معلوم کیا کہ حضرت آپ نے کہاں سے یہ چھینٹ خریدی ہے مجھے بہت پسند ہے اگر آپ پتہ دیں تو میں بھی منگالوں، صاحب ثانی نے کہا کہ مجھے سسرال سے ملی ہے اس پر انہوں نے کہا مجھے ان کا پتہ دیجئے گا جب پتہ معلوم ہوا تو اور بھی حیران ہوئے کہ یہ تو میرے سسرال کا ہی پتہ ہے۔ پھر سوچے کہ ممکن ہے ان کی دوسری دختر منسوب ہو بالآخر ان سے کہا کہ تکلیف کر کے مکان دکھا دیجئے گا۔ جب وہاں پہنچے تو وہی سسرال ہے خسر صاحب کو آواز دی۔ جب وہ باہر تشریف لائے تو ان کا رنگ دونوں کو دیکھ کر متغیر ہو گیا۔ پھر تو اول شخص نے ان کے پٹھے پکڑ کر مرمت شروع کر دی۔ دوسرے صاحب سخت حیران تھے۔ اس پر شخص اول نے کہا آپ گھبراویں نہیں آپ بھی ایسا ہی کریں گے اور فارغ ہو کر قصہ کہا تو صاحب ثانی نے بھی مرمت کی۔

ف: دو شیخ سے تعلیم لینے والے کا یہی حال ہوتا ہے لوگ بہت سارے مشائخ سے تعلق کر لیتے ہیں پھر نہ ادھر کے رہتے ہیں نہ ادھر کے رہتے ہیں ان کے یہاں کی تعلیم ان سے چھپاتے ہیں اور ان کے یہاں کی تعلیم ان سے چھپاتے ہیں اسی چکر میں ساری عمر گزر جاتی ہے۔ (مزید المجید ص۴۴)

جھوٹی کرامتوں کی مشہوری کرنے کی مذمت | حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ میں چرتھاول (قصبہ ہے) گیا ہوا تھا اور گھر میں وہیں تھے ایک شخص نے میرے متعلق یہ مشہور کر دیا کہ میں نے اس کو (یعنی حضرت حکیم الامت کو) عصر کے وقت تھانہ بھون میں ایک شخص کے مکان میں بیٹھا دیکھا ہے۔ فرمایا حالانکہ میں چرتھاول میں تھا۔ لوگوں نے میرے متعلق یہ کرامت مشہور کر دی۔ چنانچہ میں ایک شخص کا گھوڑا لے کر اور سوار ہو کر تھانہ بھون آیا اور اس صاحب خانہ سے دریافت کیا کہ

فلاں دن عصر کے وقت تمہارے گھر میں کون بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے کہا کہ مولوی محمد عمر صاحب تھے۔ میں نے ان مخبر صاحب کو بلا کر دریافت کیا کہ تم نے مجھے دیکھا تھا تو کہا جی میں نے پشت دیکھی تھی میں یہی سمجھا۔

ف: غرض یہ ہے کہ کشف و کرامات میں جھوٹ بہت کھپتا ہے۔ اولیاء سے کرامت کا صدور برحق ہے لیکن بعض لوگ ان کی عقیدت میں اس قدر غلو کرتے ہیں کہ ایک سچی کرامت کے ساتھ دو چار جھوٹی کرامتیں بنا کر پیش کرتے ہیں جیسا کہ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کرامت گزرے ہیں۔ لیکن دو کرامتیں ان کے ساتھ جھوٹی منسوب کی گئی ہیں۔ ایک دریا سے بڑہ نکالنے کی کہ گیارہویں والے پیر نے ایک مائی کا بارہ سال کے بعد دریا سے بڑہ نکال دیا اس کو پیر صاحب نے اس لئے دریا میں غرق کر دیا تھا کہ وہ گیارہویں شریف کا ختم دلانا بھول گئی تھی۔ نعوذ باللہ پیر صاحب پر کتنا بڑا بہتان باندھا گیا کہ پیر صاحب نماز نہ پڑھنے والے روزہ نہ رکھنے والے کو تو کچھ نہیں کہتے اور جو شخص گیارہویں نہ کرے اس کا مال و اسباب غرق کر دیتے ہیں۔

دوسری کرامت یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک عورت پیر صاحب کے پاس آئی کہ میرا بیٹا مر گیا ہے اس کو زندہ کر دو۔ حضرت صاحب نے کہا کہ مائی اس کے مقدر میں اتنی ہی عمر لکھی ہوئی تھی۔ اس نے کہا یہ تو مجھے بھی معلوم ہے میں تو اس لئے آئی ہوں کہ آپ اس کو از سر نو زندگی عطا کریں۔

حضرت غوث اعظم اللہ تعالیٰ سے کہتے ہیں۔ وہاں سے حکم ہوا کہ تقدیر کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اس پر غوث اعظم کو جلال آیا اور آپ نے قوت کشفیہ سے ملک الموت کو ٹٹولا کہ وہ کہاں ہیں آخر نظر آئے تو دیکھا کہ وہ تھیلے میں اس دن کے مُردوں کی روحیں بھر کر لے جا رہے ہیں ابھی تک ہیڈ کوارٹر پر نہ پہنچے تھے کہ

غوث اعظم نے ان کو ڈانٹا اور کہا کہ بڑھیا کے لڑکے کی روح واپس کر دو وہ انکار کرنے لگے آپ نے وہ تھیلا ان کے ہاتھ سے چھین کر کھول دیا اس دن جتنے مردے مرے تھے زندہ ہو گئے تو غوث اعظم نے حق تعالیٰ سے کہا کہ کیوں اب راضی ہو گئے ایک مردے کے زندہ کرنے پر راضی نہ ہوئے۔ اب بھی بہت خوشی ہوا ہو گا جب ہم نے سارے مردوں کو زندہ کر دیا۔ توبہ توبہ استغفر اللہ کیا خدا تعالیٰ کے ساتھ اس طرح کی گفت گو کرنے کی کسی کو مجال ہے۔ مگر یہ حکایات جاہلوں نے گھڑی ہیں اور ان کو بیان کرتے کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ غوث اعظم وہ کام کر سکتے ہیں جو خدا بھی نہیں کر سکتا (اشرف الجواب ص ۸۲)

خانسامہ اور بخیل مالک کی مزاحیہ حکایت ایک باورچی کی حکایت ہے انہوں نے ایک بخیل کے یہاں بلا کھانے کی ملازمت کی اور یہ خیال کیا کہ کچھ نہ کچھ تو چھوڑ ہی دیا کرے گا جب میاں کے سامنے کھانا لا کر رکھا تو اپنا بھی تخمینہ کر لیا کہ اتنی روٹی اور اس قدر بوٹی میرے لئے بھی بچ رہیں گی اور امیر صاحب نے حصہ مزعومہ سے تجاوز کیا تو ملازم نے سوچا کہ دو روٹی دو بوٹی تو چھوڑ ہی دیوے گا جب اس سے آگے بڑھا تو فقط ایک ہڈی ہے بچ رہے گی۔ جب انہوں نے ہڈی لے کر چوسنی شروع کی تو بے ساختہ باورچی کی زبان سے نکلا کہ ہائے ہڈی بھی کھا گیا۔

ف: مطلب یہ ہے کہ لالچ سے ضبط نہیں ہو سکتا اس لئے شریعت میں بخل کی مذمت کی گئی ہے یاد رکھو ایک بخل مذموم ہے اور ایک بخل محمود ہے طبیعت کا ایسا بخیل ہو جانا کہ زکوٰۃ اگر فرض ہے تو بخل کی وجہ سے ادا نہ کرے مالی حقوق لوگوں کے ہوں یا بیوی کا نان و نفقہ صاحب وسعت ہونے کی وجہ سے ادا نہ کرے ایسا بخل مذموم ہے۔ فضول خرچی سے پرہیز کرنا اور معصیت کے کاموں میں مال خرچ کرنے سے رکنا ایسا بخل محمود بلکہ واجب ہے۔

تیل اور پانی کی مزاحیہ حکایت حکایت ہے کہ ایک گلاس میں تیل پانی اور بتی تھی
ایسی صورت میں تیل اوپر رہتا ہے کیونکہ پانی وزنی زیادہ ہوتا ہے۔ پانی نے تیل
سے شکایت کی اور پوچھا کہ یہ کیا بات ہے میں نیچے رہتا ہوں اور تو اوپر حالانکہ میں
پانی ہوں اور پانی کی یہ صفت ہے کہ وہ صاف شفاف خود طاہر و مطہر روشن
خوب صورت خوب سیرت غرض ساری صفتیں موجود ہیں اور تو تیل خود بھی میلا
اور جس پر گرے اسے بھی میلا کرے۔ کوئی چیز تجھ سے دھوئی نہیں جا سکتی
چاہیئے یہ تھا کہ تو نیچے ہوتا اور میں اوپر مگر معاملہ برعکس ہے کہ میں نیچے ہوں اور
تو اوپر۔ تیل نے جواب دیا کہ ہاں یہ سب کچھ ہے لیکن تم نے کوئی مجاہدہ نہیں
کیا۔ ہمیشہ ناز و نعم ہی میں رہے ہیں بچپن سے اب تک۔ بچپن میں فرشتے آسمان
سے اتار کر بڑے اکرام سے تم کو لائے ہیں پھر جس نے دیکھا عزت کے ساتھ برتنوں
میں لیا بڑی رغبت سے نوش کیا۔ غرض ہمیشہ عزت ہی عزت اور ناز ہی
ناز دیکھا۔ تمہاری دھوپ سے حفاظت کی جاتی ہے میل کچیل اور غبار سے حفا
کی جاتی ہے گو اپنے مطلب کو سہی اور ہم نے، جب سے ہماری ابتدا ہوئی ہے
ہمیشہ مصیبتیں ہی مصیبتیں جھیلی ہیں سب سے اول تخم تھا سرسوں یا
تل کا۔ سب سے اول مصیبت کا یہ سامنا ہوا کہ سیکڑوں من مٹی ہمارے
اوپر ڈالی گئی۔ سینہ پر پتھر رکھا۔ پھر جگر شق ہوا یہ دوسری مصیبت پڑی۔
تیسری مصیبت یہ پڑی کہ زمین کو توڑ کر باہر نکلے۔ چوتھی یہ کہ جب باہر نکلے
تو آفتاب کی تمازت (گرمی) نے جگر بھون دیا۔ پانچویں مصیبت یہ جھیلنی
پڑی کہ جب کچھ بڑے ہو گئے تو درانتی سے کاٹا گیا چھٹی مصیبت یہ کہ زیر و زبر
کیا گیا اور بیلوں کے کھروں میں روندا گیا۔ اخیر میں ساتویں مصیبت تو غضب
کی تھی کہ کولہو میں ڈال کر جو کچلا ہے تو جگر جگر پاش پاش کر دیا اس طرح

ہماری ہستی ہوئی۔ عمر بھر مجاہدوں ہی میں گزری۔ سو مجاہدہ کا ثمرہ اونچا رہنا ہے اور ناز و نعم کا ثمرہ یہ نیچا رہنا ہے۔

ف: ایک بزرگ درویش تھے یعنی عالم پورے نہ تھے گو بے علم بھی نہ تھے وعظ میں سیدھی سیدھی باتیں فرمارہے تھے اور لوگ تڑپ رہے تھے اسی مجلس میں ایک علامہ بھی حاضر تھے ان کے دل میں خیال گزرا کہ یہ عجیب بات ہے ہم اتنے بڑے عالم لیکن ہمارے وعظ میں اثر نہیں اور یہ کم علم۔ صفائی بیان کی اور رقیق نہیں۔ لیکن ان کے وعظ میں [illegible] ہے۔ اللہ بزرگ کو ان کا یہ خیال مکشوف ہوگیا تھا۔ یہ حکایت بیان کرکے ان کے اس خیالِ فاسد کا علاج کیا۔ جن مولانا کو یہ حکایت سنائی گئی وہ سمجھ گئے کہ یہ میرے خطرہ کا جواب ہے کہ آپ کے تو ہمیشہ ہاتھ چومے گئے۔ جب ملے اوّل سلام کیا گیا کیونکہ مولانا کو کبھی توفیق ہی نہیں ہوتی کہ پہلے سلام کریں اور بے چارے خستہ حال شکستہ بالخصوص اس زمانہ میں درویشوں کو کوئی پوچھتا بھی نہ تھا یہ وقت ہوا ہے کہ درویشوں کی قدر ہوئی ہے ورنہ جب تک اسلامی اثر غالب تھا علم ہی کا اثر عام تھا جیسے اب عام اثر درویشوں کا ہے خصوص خلافِ شرع فقیروں کا اور بھنگڑوں کا۔ کیونکہ جو شرع کے خلاف نہ ہو وہ تو ملّا ہیں وہابی ہیں اور جو جتنا شریعت کے خلاف ہے بس قطب الاقطاب ہیں غوث ہیں۔ (حسن العزیز ص۷)

کم فہم واعظ کی مزاحیہ حکایت | حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک طالب علم ہمارے ہم سبق تھے۔ عورتوں نے ان کے وطن میں اُن سے وعظ کے لئے کہا۔ وعظ میں آپ نے کہا کہ عورتوں کو بھی ختنہ کرانی چاہیئے یہ سن کر عورتیں بہت بگڑیں اور اُن کو خوب گالیاں

سنائیں کہ اپنی ماں کی کرا اپنی بہن کی کرا انہیں پیچھا چھڑانا مشکل ہوگیا۔ یہ خبر دیوبند پہنچی تو میں نے کہا کہ تمہیں یہ کیا شامت سوار ہوگئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ اجی میں نے تو یہ سوچا کہ معمولی مسئلے مسائل کیا بیان کروں وہ تو معلوم ہی ہیں وہ مسئلہ بتاؤں کہ کسی کو نہ معلوم ہو میں نے کہا کہ بھلے مانس یہ فعل کون سا سنت ہے۔ فقہاء نے بھی لکھا ہے کہ یہ سنت نہیں ہے پھر ایک غیر ضروری مسئلہ کو بیان کر کے خواہ مخواہ کیوں بُرائی مول لی یہ کون سی عقلمندی تھی کہ عورتوں میں ایک ایسا مسئلہ بیان کرنے بیٹھ گئے۔

ف: مقولہ ہے کہ یک من علم را دہ من عقل باید

حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں ایک دفعہ مستورات میں میں نے وعظ اور آیت تلاوت کی اس میں جب والحافظین فروجہم پر پہنچا تو میں بڑا پریشان ہوا کہ اس کا ترجمہ کیا کروں۔ معاً اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈالا کہ اپنی آبرو کی حفاظت کرنے والے یا ناموس کہہ دیا جاوے یہ اور بھی اچھا ہے بعضے تو واعظوں کو دیکھا غضب کرتے ہیں صاف صاف کہہ ڈالتے ہیں۔ (حسن العزیز)

انسان اور شیطان کی دوستی کی حکایت ایک شخص رات کو چارپائی پر پیشاب کرتا تھا۔ بیوی نے کہا کہ تو بڈھا خرانٹ ہو کر چارپائی پر موتتا ہے اس نے کہا کہ شیطان خواب میں لے جاتا ہے اور کسی جگہ بٹھلا کر کہتا ہے کہ پیشاب کر لے سو ایسا کرتا ہے۔ میاں بیوی مفلس بھی تھے بیوی نے کہا کہ جب شیطان سے تیری دوستی ہے وہ تو جنوں کا بادشاہ ہے اس سے مال کیوں نہیں مانگتا۔ اس نے کہا کہ آج کہوں گا۔ غرض رات کو بدستور شیطان خواب میں آیا۔ اس نے کہا خالی پھیکے لے جاتے ہو تم کو یہ خبر نہیں

کہ ہم غریب ہیں تو کہیں سے مال دلواؤ تم کو تمام خزانوں کی خبر ہے شیطان نے کہا کہ پہلے سے تم نے کہا کیوں نہیں۔ چلو میرے ساتھ جس قدر روپیہ کی ضرورت ہے لے لو یہ ساتھ ہو لیا ایک خزانہ پر لے جا کر کھڑا کیا اور وہاں سے ایک بڑا بھاری روپیہ کا توڑا کندھے پر رکھوا دیا اس میں وزن تھا زیادہ بوجھ کی وجہ سے پیشاب تو کیا پاخانہ بھی نکل گیا۔ آنکھ کھلی تو دیکھا کہ نہ خزانہ ہے نہ روپیہ صرف پاخانہ ہے خواب میں خزانہ تھا بیداری میں پاخانہ ہو گیا۔

ف: اسی طرح جب اس عالم دنیا سے عالم آخرت کی طرف جاؤ گے اور وہاں آنکھ کھلے گی تب معلوم ہوگا کہ وہاں جو خزانہ تھا یہاں پاخانہ ہے پھر اس کی ساتھ ہی یہ حالت کہ بیک بینی دو گوش۔ تن تنہا نہ کوئی یار نہ مددگار۔ یہ تو یہاں کے متاع کی حقیقت نظر آوے گی اور جب وہاں کے درجات اور نعماء دیکھو گے تو وہی کہو گے جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر دنیا میں ہماری کھال قینچیوں سے کاٹی جاتی اور ہم کو یہ درجہ ملتا تو یہی خوب ہوتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ وہ اپنے اکثر بندوں کو دونوں جگہ راحت دیتے ہیں اگر کسی کو تکلیف بھی ہوتی ہے تو وہ محض جسمانی تکلیف ہوتی ہے اور ان کی یاد کرنے والوں کو اس میں روحانی پریشانی نہیں ہوتی۔ (الافاضات الیومیہ ص۳)

ایک طالب علم کی ذہانت کی مزاحیہ حکایت بازار میں ایک لونڈی نہایت حسین بک رہی تھی۔ ایک طالب علم دیکھ کر فریفتہ ہو گئے مگر کیا کریں پلے کچھ تھا نہیں اور قیمت بہت زیادہ۔ ترکیب یہ کی کہ ایک رئیس دوست سے گھوڑا جوڑا لے کر سوار ہو کر پانچ چار شرفاء کو ساتھ لے کر ریشم ٹھاٹھ سے سوداگر کی دکان پر پہونچے اور اس لونڈی کو خرید کر اسی مجلس میں آزاد کر کے نکاح کر لیا اور لے کر چل دیئے۔ بڑے آدمی سے کون کہہ سکتا ہے

کر پہلے قیمت دے دو تب بیع کروں گا۔ اب صرف روپیہ قرض رہا جب ہوگا ادا کر دیں گے۔

ف: ذہانت بھی عجیب چیز ہے۔ عجیب ترکیب سے لونڈی نکاح میں لے آیا۔

بوڑھے آدمی پر رحمت خداوندی حضرت یحییٰ بن اکثم جو بخاری علیہ الرحمۃ کے شیخ ہیں انتقال کے بعد جب ان کی پیشی ہوئی تو حق تعالیٰ نے سوال فرمایا کہ ارے بدحال بوڑھے فلاں دن یہ کیا فلاں دن یہ کیا یہ خاموش تجھے کوئی جواب نہ دیا پھر سوال ہوا کہ جواب کیوں نہیں دیتا۔ عرض کیا کہ اے اللہ: کیا جواب دوں۔ یہ واقعات سب صحیح ہیں مگر میں ایک بات سوچ رہا ہوں سوال ہوا کیا سوچ رہا ہے۔ عرض کیا کہ یہاں کا تو یہ حال سنا نہ تھا۔ ارشاد ہوا کیا سنا تھا؟ عرض کیا کہ اے اللہ! میں نے ایک حدیث میں پڑھا تھا ان اللہ یستحی من ذی الشیبۃ المسلم یعنی اللہ تعالیٰ بوڑھے مسلمان سے شرماتے ہیں۔ اور میں معاملہ اس کے برعکس دیکھ رہا ہوں۔ فرمایا کہ تم نے صحیح سنا اور صحیح پڑھا۔ جاؤ آج صرف بوڑھے ہونے کی وجہ سے تم پر رحمت کی جاتی ہے۔

ف: جنت میں تو بوڑھا ہونا بھی بڑی رحمت کا سبب ہے۔ لوگ بوڑھوں کی قدر نہیں کرتے۔ اگر داڑھی میں سفید بال آجائے تو نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ (نعوذ باللہ)

حکایت چور کی ہوشیاری کی ایک چور کی حکایت ہے کہ وہ کسی گھر میں چوری کرنے گیا گھر والا بہت کم سوجھ تھا اس کو کھٹکا جو معلوم ہوا تو اس نے روشنی کرنے کے لئے چقماق سے آگ جھاڑی۔ چقماق نے چنگاری دی مگر چور

کیا کیا کہ اس کے اوپر انگلی رکھ دی وہ سمجھا کہ چنگاری از خود بجھ گئی۔ پھر دوبارا جھاڑی پھر چورنے یہی کیا غرض گھنٹے گزر گئے اور آگ ہی نہ جلی اور چراغ روشن نہ ہوا۔ آخر وہ تھک کر بیٹھ رہا کہ خدا جانے آج چقماق کیسی آگ دیتا ہے کہ جلتی ہی نہیں بس چور نے خوب فراغ کے ساتھ اپنا کام کیا۔ مال لے کر بھاگ گیا۔

ف : یہی حالت ہمارے اعمال کی ہے کہ ان سے نور پیدا ہوتا ہے اور چنگاریاں جھڑ جاتی ہیں مگر شیطان موجود ہے انگلی سے ان چنگاریوں کو بجھا دیتا ہے ورنہ آپ خیال کر سکتے ہیں کہ اعمالِ صالحہ مسلمان ہر وقت کرتا ہے تو گویا ہر وقت ایک ایک چنگاری جھڑتی ہے اگر یہ ایک ایک چنگاری بجھا دی گئی ہوتی تو اب تک تو اتنی ہو جاتیں کہ ایک عالم جل اٹھا ہوتا مگر کچھ بھی نہیں ہنوز روزِ اول سے ہم پچ پچ تیلی کے بیل ہیں کہ ساری عمر چلے اور دیں کے وہیں موجود ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ کام طریقہ سے نہیں کرتے اور اعمال کی شرائط کو پورا نہیں کرتے۔

نماز اور ذکر وغیرہ سے قلبی نور جو پیدا ہوتا ہے وہ آنکھ سے نامحرم عورتوں کو گھورنے، زبان سے لایعنی کلام کرنے اور کان سے گانا اور غیبت سننے سے جاتا رہتا ہے۔ کوئی شخص اگر آنکھ، زبان اور کان کی حفاظت کرے وہ نور دل میں جمع رہتا ہے۔ شریعت پر چلنا آسان ہو جاتا ہے۔

طالب علم اور ملاح کی حکایت ایک نحوی کو دریا کا سفر پیش آیا۔ علم نحو سے زیادہ دلچسپی تھی۔ جاہلوں کو حقیر سمجھتے تھے۔ جب کشتی میں بیٹھے مطمئن ہو کر ملاح سے دریافت فرماتے ہیں کہ میاں تم نے نحو بھی پڑھی ہے

اس نے کہا نہیں صاحب میں نے نحو نہیں پڑھی۔ فرمانے لگے کہ تو نے اپنی آدھی عمر یونہی کھوئی وہ بے چارہ یہ سُن کر غم زدہ ہو کر خاموش ہو گیا۔ اتفاق سے کشتی بھنور میں پڑ گئی۔ اب اس ملاح کا موقع آیا۔ دریافت کیا مولوی صاحب آپ نے تیرنا بھی سیکھا ہے۔ فرمانے لگے نہیں تو ملاح نے جواب دیا کہ جناب ساری عمر کھوئی کیونکر کشتی اس بھنور میں ڈوبتی ہے۔

ف: محوی باید نہ نحو ایں جا بداں
گر تو محوی بے خطر در آب راں

افسوس علم دین اور دوسرے علوم کی اس حکایت سے حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ علم دین ہی انسان کو دین دنیا میں کامیاب کرتا ہے دوسرے علوم علم دین کے بغیر ایسے ہیں جیسے ملاح کی کشتی ڈوبنے لگی تو علم نحو بیکار ثابت ہوا۔

عالم گیر اور راجہ کے بیٹے کی حکایت عالم گیر کے زمانہ کی ایک حکایت ہے کہ ایک راجہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس نے ایک لڑکا چھوٹا خورد سال اور راجہ کا ایک بھائی جوان تھا۔ لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ عالم گیر بھائی کو راجہ بنائیں گے مگر وزیر اعظم کی رائے بیٹے ہی کو راجہ بنانے کی تھی اس لئے اس بچہ کو عالم گیر کے روبرو پیش کرنے کی رائے قائم کر کے شاید اس کو دیکھ کر عالمگیر رحم کھا کر اس کے لئے گدی تجویز کر دیں۔ اس کو اپنے ساتھ لے چلا اور تمام راستہ سکھاتا ہوا لایا کہ بادشاہ فلاں بات پوچھیں تو یوں کہنا اور اگر یہ دریافت کریں تو یوں جواب دینا۔ جب قلعہ کے دروازہ پر پہونچے لڑکے نے کہا کہ ان باتوں کے علاوہ اگر اور کچھ پوچھا تو کیا کہوں گا وزیر اس سوال سے دنگ ہو گیا اور کہا صاحب زادے جس خدا نے یہ سوال تجھے سکھلایا ہے ان باتوں

کے جواب بھی وہی خدا سکھاوے گا۔ غرض عالمگیر کو اطلاع ہوئی وہ حویلی میں تھے لڑکے کو بوجہ خوردسال ہونے کے اندر بلالیا اور اس وقت لنگی باندھے حوض کے کنارے پر غسل کے لئے کھڑے تھے لڑکے نے زنانہ کمرے میں جاکر عالمگیر کو سلام کیا بادشاہ نے مزاحاً اس لڑکے کے دونوں ہاتھ پکڑ کر حوض کے مقابل کر دیا اور کہا چھوڑ دوں لڑکا قہقہہ مار کر ہنسا اور کہنے لگا کہ آپ مجھ کو ڈوبنے سے کیا ڈراتے ہیں۔ میں کیسے ڈوب سکتا ہوں آپ کی تو وہ شان ہے کہ کسی کی اگر انگلی بھی پکڑ لیں تو وہ ڈوب نہیں سکتا اور میرے تو دونوں ہاتھ آپ کے ہاتھوں میں ہیں میں کیسے ڈوب سکتا ہوں۔ عالمگیر اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور اسی کو راجہ بنا دیا اور بالغ ہونے تک وزیر کو سرپرست مقرر کر دیا۔

ف: دیکھئے اس واقعہ میں تعلق اور وثوق و توکل ظاہر کر لینے سے یہ اثر ہوا حالانکہ یہ شاعرانہ نکتہ تھا اور حق تعالیٰ کے یہاں تو حقائق ہیں اور حقیقت میں وہ کیا عالمگیر تھے حقیقی عالمگیر تو خدا تعالیٰ ہیں مگر اتنا معلوم ہوا کہ یہ عمل ہے کامیابی کا یعنی وثوق (بھروسہ) کرنا پس تم بھی حسنِ ظن اور قوتِ رجاء کو اپنا لقمہ وقت رکھو پھر ثمرہ دیکھو۔ اس لئے حدیث میں ہے اِنَّ اللّٰہَ یحب الملحین فی الدعا کہ اللہ میاں الحاح کرنے والوں کو دوست رکھتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ خود چاہتے ہیں کہ ہم سے کوئی لے چنانچہ روزانہ شب کے وقت شہنشاہِ حقیقی آسمانِ اول کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کوئی ہے ایسا اور کوئی ہے ایسا جو ہم سے کچھ مانگے اس لئے بدوی خوب دعا مانگتے ہیں خانہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر دعا کرتے ہیں کہ مجھ کو بخش دے پھر کہتے ہیں ضرور بخشے گا کیوں نہیں بخشے گا جیسے کوئی لڑتا ہے یہ گمان نہ کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں حالانکہ اللہ میاں دعا میں الحاح زاری کرنے

والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (نشر الرقۃ ص۲۹)

جاہل حافظ کی حکایت | ایک جاہل نے کسی مولوی سے نکاح پڑھانے کے لئے کہا تھا انہوں نے واقعہ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ مرد و عورت میں باہم قرابت محرمیت ہے۔ مولوی صاحب نے کہا نکاح نہیں ہو سکتا اس کی خوشامد کی مگر مولوی صاحب کیسے مانتے اس نے ایک مؤذن سے پڑھوالیا اور صبح آکر مولوی صاحب سے کہا کہ واہ تم تو بڑے عالم مشہور ہو تو تم سے ایک نکاح نہ ہو سکا۔ دیکھو مؤذن نے پڑھ دیا۔

ف: یہ علماء کی یہ غلطی ہے کہ وہ لوگوں کی دل شکنی کا خیال کرتے ہیں اور جواب دینے بیٹھ جاتے ہیں مگر یہ خیال نہیں کرتے کہ ایسی وسعت اخلاق میں لوگوں کی دین شکنی ہے جو دل شکنی سے اشد ہے۔

ایک سوداگر اور طوطی کی حکایت | ایک شخص نے طوطی کو یہ جملہ سکھا دیا تھا "دریں چہ شک" اس میں کیا شک ہے۔ پھر بازار میں آکر دعوٰی کیا کہ میری طوطی فارسی بولتی ہے چنانچہ ایک سوداگر نے خریدنے کا قصد کیا مالک نے دام بہت بتلائے۔ سوداگر نے طوطی سے پوچھا کہ کیا تیری قیمت اتنی ہے جتنی مالک بتلا رہا ہے کہا دریں چہ شک؟ (اس میں کیا شک ہے) سوداگر بہت خوش ہوا اور خرید کر گھر لایا۔ اب جو بات بھی کرتا ہے اس کے جواب میں دریں چہ شک ہی آتا ہے کہنے لگا میں بہت احمق تھا جو تجھے اتنی رقم دے کر لایا۔

ف: پس جو شخص کسی عورت کی خوب صورتی ہی کو دیکھتا ہے اس میں دینداری کو نہیں دیکھتا وہ بھی اسی طرح بعد کو افسوس کرے گا۔

ایک مہستی نامی عورت کی حکایت | حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے

مہستی نامی عورت کی حکایت لکھی ہے۔ ایک دفعہ مہستی بیمار ہوئی تو اس کی بوڑھی ماں یوں دعا کرتی تھی کہ کاش میں مرجاؤں اور مہستی اچھی ہوجائے ایک دن اتفاق سے اس کے گھر میں ایک حلیہ سے آئی کہ اس کے منہ میں ایک ہانڈی پھنسی ہوئی تھی گائے نے کسی کی ہانڈی میں منہ ڈالا تھا پھر منہ باہر نہ نکال سکا کیونکہ وہ پھنس گئی تھی تو اب وہ ہانڈی کو لئے پھر رہی تھی۔ اس بڑھیا نے جو گائے کا یہ حلیہ دیکھا تو یوں سمجھی کہ یہ وہی موت ہے جس کو میں روز بلایا کرتی تھی اب تو بڑی گھبرائی اور کہنے لگی۔

گفت اے موت من نہ مہستیم
پیر زال غریب مختستم

اے موت مہستی میں نہیں ہوں وہ تو تیرے سامنے پلنگ پر پڑی ہے اسے لے لے میں تو غریب مختسن بڑھیا ہوں مجھے لے کر کیا کرے گی؟

ف: عام عورتیں کہا کرتی ہیں ہائے میرا بیٹا نہ مرتا میں مرجاتی۔ یہ زبانی کلامی باتیں ہیں۔ اگر کہا جائے اچھا تمہاری جان نکال لی جاتی ہے تو کبھی رضامند نہ ہوں۔

گیارہویں پر غیر مستحقین کو بلانے کی حکایت | ایک قصبہ میں ایک شخص کے یہاں گیارہویں تھی دس آدمیوں کی دعوت کی اور اس میں بلائے گئے کوتوال ڈپٹی تحصیلدار نائب تحصیلدار وغیرہ وغیرہ جب وہ کھانا کھا کر نکلے تو ایک شخص نے کہا کہ جس نے مساکین نہ دیکھے ہوں وہ ان کو دیکھ لے

ف: اہل سنت کا یہ مسلک ہے کہ مردوں کو ایصال ثواب پہنچتا ہے ایصال ثواب پہنچانے کا طریقہ یہ ہے کہ اناج پکا کر بانٹنے کی بجائے سوکھا

اناج تقسیم کردیا جائے اور اس سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ خفیہ طور پر غربا مساکین کو نقد رقم تقسیم کردی جائے جو صحابۂ کرام کا عمل بھی ہے سیاکاری اور نمود و نمائش کی آفتوں سے بھی بچاؤ ہے۔ خفیہ صدقہ و خیرات کا ثواب بھی بدرجۂ اتم زیادہ ہے غربا میں نقدی تقسیم کرنے سے یہ بھی فائدہ ہے کہ وہ اپنی اپنی ضروریات پوری کر سکتے ہیں مثلاً ایک مسکین کو سردی میں گرم کپڑوں کی ضرورت ہو آپ اس کو چادل کھلا دیتے ہیں اگر نقدی دیں تو اس غریب کا کتنا فائدہ ہے لیکن آج کل ایصالِ ثواب مردوں کا صرف برادری کے طعنہ سے بچنے کے لئے کیا جاتا ہے اگر چہلم کی رسم نہ کی تو برادری ناراض ہو جائے گی۔ نام ایصالِ ثواب کا ہوتا ہے اور کھاتے غیر مستحقین ہیں۔ غمی کی جتنی رسومات کی جاتی ہیں ان میں مدعو زیادہ عزیز و اقربا ہوتے ہیں مساکین تو برائے نام دو چار بلا لئے جاتے ہیں۔ یاد رکھو اخلاصِ نیت کے ساتھ جتنا مسکین کو ایصالِ ثواب کی نیت سے دے دو گے وہی پہنچے گا بقیہ مالی وسعت والے مستحقین حضرات کو کھلانے سے ثواب مُردے کو نہیں پہنچے گا یہ تو وہی مثل ہوئی کہ زکوٰۃ بجائے غریب کے دینے کو صاحبِ نصاب کو دے دی جائے تو ادا نہیں ہو سکتی۔

ایصالِ ثواب کے لئے کسی دن کا تعین کرنا بے اصل ہے اور جمعرات کے روز ارواح کا گھروں میں آنا جو ختم نہ دلائے تو روحیں روتی واپس جاتی ہیں بے اصل بات ہے۔ یاد رکھو اگر روح نیک ہے تو وہ دنیا میں آتی کیوں ہے اس کو تو عالمِ برزخ میں ایسا رزق ملتا ہے جو دنیا والوں نے خیال و خواب میں بھی نہ دیکھا ہو جس کو جنت کا رزق ملتا ہو

وہ کب دنیا کی چیزوں کا طالب ہوگا اور جو دوزخی روح ہے اس کو کب دنیا کی سیر کے لئے اجازت ملتی ہے جیسے دنیا میں مجرم لوگوں کو جیل خانہ سے باہر سیر کرنے کی اجازت نہیں ملتی۔ اسی طرح فرشتے دوزخی روح کو عالم دنیا میں نہیں آنے دیتے ـــــ ایصالِ ثواب سے منع نہیں کیا جاتا بلکہ منع کرنے والا ایک صورت سے منع کرتا ہے اور دوسری صورت ثواب پہونچانے کی بتلاتا ہے۔ مثال اس کی یہ ہے کہ جیسے حکومت چور بیٹی کے راستہ سے منع کردے اور چاٹگام سے اجازت دے دے۔ پس دوسری صورت ثواب پہنچانے کی یہ ہے کہ جتنا روپیہ رسم قل اور چہلم وغیرہ میں خرچ کرتے ہو۔ محتاج بیواؤں کو چھپا کر دے دو۔ دیکھو کتنا ثواب ہوتا ہے مگر بڑا خیال تو یہ ہے کہ برادری کیا کہے گی۔ چار چار دفعہ برادری کو ملنے چاہئیں تاکہ شہرت ہو جاوے چاہے بھلا ایک کا بھی نہ ہو۔ یعنی مردے کو ثواب پہنچانے سے غرض نہیں برادری خوش ہو جاوے۔ مردے کو ثواب اس طریقہ سے زیادہ پہنچتا ہے کہ نقد رقم غرباء و مساکین میں تقسیم کردی جاوے۔

ایک دیہاتی کی حکایت ایک شخص تھا اس کے پاس ایک گدھا تھا اور بیوی بچے اور کنبہ رکھتا تھا اس کو سفر پیش آیا اس نے تجویز کی کہ ایک جانور ہے اور کئی سوار ہیں باری باری سب مل کے چڑھے اترتے چلے جائیں گے۔ چنانچہ پہلے وہ خود سوار ہوا اور اپنے سیانے لڑکے کو اور بیوی کو پیادہ لے کے چلا۔ چلتے چلتے ایک گاؤں میں گزر ہوا۔ گاؤں والوں نے اسے سوار دیکھ کر کہا کہ تجھے سوار ہوتے ہوئے شرم نہیں آتی کہ بچہ پیادہ اور عورت جو قابلِ رحم ہے وہ پیادہ اور ہٹا کٹا تو ہو کے سوار ہے اس نے کہا

بات تو ٹھیک ہے بس خود اُتر پڑا اور بیوی کو سوار کر دیا۔ دوسرے گاؤں میں پہنچا۔ گاؤں والوں نے دیکھ کے کہنا شروع کر دیا کہ جورو کا غلام ہے کہ سائیس کی طرح گھوڑے کی رسّی پکڑے چلا جا رہا ہے۔ ارے کم بخت تجھ پر کیا مار آئی تو نے اپنا وقار کیوں کھویا؟ اُس نے کہا یہ بھی سچ آؤ اب سب مل کے سوار ہوں چنانچہ وہ اس حالت میں ایک تیسرے گاؤں میں پہونچا وہاں لوگوں نے کہا کہ ارے کیسا ظالم ہے کہ جانور پر سب کو ایک دم لاد دیا ہے۔ ارے ایک دفعہ گولی مار دے ترسا ترسا کے مارنے سے کیا فائدہ۔ اُس نے کہا یہ بھی معقول۔ فوراً فوراً بھی بیٹھ چکے، عورت کو بھی تنہا سوار کر چکے، سب مل کے بھی بیٹھ چکے۔ اب صرف یہی احتمال باقی ہے کہ کوئی بھی سوار نہ ہو۔ چنانچہ سب مل کے پیادہ پا چلے اب پانچویں گاؤں پر گزر ہوا وہاں لوگوں نے اس حالت کو دیکھ کے کہا دیکھی ناشکری۔ خدا تعالیٰ نے سواری بھی دی تو اس کی قدر نہیں، ارے اگر ایک سواری تھی تو سب مل کے باری باری چڑھتے اترتے چلے جاتے اُس نے کہا کہ اب کسی طرح الزام سے نہیں بچ سکتے اب وہی کرو جو اپنے جی میں آوے اور کسی کے کہنے کی پرواہ مت کرو۔

ف: کوئی کام بھی کرو اللہ کی رضا مقصود ہونی چاہیئے۔ حدیث میں ہے جو شخص اللہ کو ناراض کر کے دنیا کو خوش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا کے حوالے کر دیتے ہیں۔ جو شخص دنیا کو ناخوش کر کے اللہ کو راضی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تمام کاموں کا کفیل بن جاتا ہے۔

اکبر بادشاہ کی حکایت اکبر بادشاہ نے کسی خوشی میں اپنے بھانڈ کو ایک ہاتھی دے دیا۔ وہ کھلاوے کہاں سے۔ آخر اُس نے ایک ڈھول اس کے گلے میں ڈال کر چھوڑ دیا۔ اکبر بادشاہ نے اتفاقاً اس ہیئت میں دیکھا، پوچھا۔ اس نے

کہا حضور جب مجھ سے کھلایا نہ گیا میں نے ڈھول گلے میں ڈال کر چھوڑ دیا کہ بھائی مانگ اور کھا۔

ف: اس طرح بعض لوگ مولویوں ہی سے سارے کام لینا چاہتے ہیں کہ خود ہی چندہ کرو حالانکہ مولویوں کے ذمہ صرف احکام دین کی تبلیغ چاہیئے اور چندہ کا کام امراء کو کرنا چاہیئے۔

ایک بے نمازی گنوار کی حکایت ایک گنوار سے کسی مولوی نے کہا کہ اگر تو چالیس دن نماز پڑھ لے تو تجھ کو میں بھینس دوں گا۔ گنوار نے کہا بہت اچھا جب چالیس دن گزر گئے تو گنوار آیا اور کہا مولوی صاحب میں نے چالیس دن نماز پڑھ لی بھینس دلوائیے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے تو بھینس دینے کو صرف اس واسطے کہا تھا کہ تجھ کو نماز کی عادت ہو جائے گنوار نے کہا کہ تو جاؤ ہم نے بھی بے وضو ہی ٹرکائی تھی۔

ف: پس ثابت ہوا کہ عمل کا اثر اسی وقت ہوتا ہے جب دل سے اخلاص نیت کے ساتھ کیا جائے اسی طرح اگر کوئی شخص بزرگ کی خدمت میں سو برس بھی رہے اور اپنی اصلاح کی نیت نہ ہو تو خود بخود اصلاح نہیں ہو سکتی۔

(تذکیر الآخرہ ص۱۸)

خواب دیکھنے کی حکایت کسی پیر مرد کی حکایت ہے کہ مرید نے پیر سے خواب بیان کیا۔ دیکھتا ہوں کہ میری انگلیاں پائخانہ میں بھری ہوئی ہیں اور آپ کی انگلیاں شہد میں۔ پیر جی نے کہا ہاں ٹھیک تو ہے اس میں شک ہی کیا ہے ہم ایسے ہی ہیں اور تو ایسا ہی ہے۔ مرید نے کہا ابھی خواب پورا نہیں ہوا یہ بھی دیکھا کہ میں تمہاری انگلیاں چاٹ رہا ہوں اور تم میری انگلیاں چاٹ رہے ہو۔

ف: اس حکایت سے یہ مطلب حاصل ہوتا ہے کہ مرید تو پیر سے دین حاصل کرنا چاہتا ہے کہ وہ مشابہ شہد کے ہے اور پیر مرید سے دنیا حاصل کرنا چاہتا ہے کہ مشابہ پائخانہ کے ہے۔

ایک متکبر رئیس کی حکایت ایک شخص حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے اللہ کا نام لینے والے صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ متکبر رئیس کے مکان کے سامنے سے گزرے مگر غریب قوم کے تھے۔ اللہ کا نام لینے سے طبیعت میں لطافت آہی جاتی ہے ان رئیس صاحب نے کہا کہ یہ کون ہے جو ہماری برابری کرتا ہے بڑا صاف ستھرا بن کر نکلتا ہے اور اٹھ کر غریب کے پانچ جوتے مار دیئے۔ اس نے یہ کہا کہ قیامت میں کسر نکلے گی۔ ان رئیس صاحب نے مسخرہ پن سے جوتا سامنے رکھ دیا کہ تو میرے مار لے۔ اس نے کہا کہ بھلا میری کیا مجال۔ تو آپ کیا کہتے ہیں۔ اب بھی معلوم ہوا کہ ہم کو خدا ہی کا حکم ہے کہ تم کو مارا کریں۔ کیونکہ دیکھ لے ہم نے تو تیرے بلا کہے جوتے مار لئے اور تو اجازت پر نہیں مار سکتا۔

ف، کیا ٹھکانہ ہے اس تکبر کا یہ استدراج ہے اگر نعمتیں دلیل ہوتیں سب سے زیادہ ولی فرعون ہوتا اور اگر مصائب علامت غضب ہوتیں تو انبیاء سب سے زیادہ (نعوذ باللہ) مغضوب ہونے چاہئیں کیونکہ سب سے زیادہ مصائب انہی کو پیش آئے ہیں۔ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا کیا تکالیف پیش آئیں تو کیا انبیاء مقبول نہیں تھے خوب سمجھ لو کہ دنیا کا عیش علامت ہے قرب و مقبولیت کی اور نہ اس کی تکالیف دلیل ہیں مردودیت کی۔

جاہل بے علم کی حکایت ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور ایک ٹانگ ایک

طرف کو اٹھا رکھی تھی۔ کسی نے پوچھا کہ یہ ٹانگ الگ کیسے کر رکھی تھی کہا کہ اس پاؤں پر کچھ چھینٹ وغیرہ پڑ گئی تھیں اس لئے ناپاک تھی اور دھونے کی فرصت نہ تھی اس لئے میں نے اس کو نماز سے خارج کر دیا۔ اسی طرح ایک جاہل امام کی حکایت ہے کہ امام نے سجدۂ سہو کیا اور ظاہراً کوئی سہو نہ تھا۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا بات ہو گئی تھی۔ کہتا ہے کہ پھسکی نکل گئی تھی یعنی خفیف سی ہوا خارج ہو گئی تھی اس لئے سجدۂ سہو کیا۔

ایک شاعر کی حکایت فیضی اور ابوالفضل وغیرہ شاہی دربار میں کسی اور دوسرے اہلِ کمال کو نہیں آنے دیتے تھے۔ ایک روز ایک شاعر جو نوادر تھا بوسیدہ لباس پہنے شکستہ حالت میں فیضی کو سڑک پر نظر آیا فیضی کی سواری اس شاعر کے سامنے نظر آئی تو اس نے اُٹھ کر سلام کیا اور گاڑی روک لینے کا اشارہ کیا۔ فیضی نے اس کو مسافر سمجھ کر کہا کون، کہا کہ ماعر بعثم۔ پوچھا ماعر کدام باشد۔ کہا۔ ہرکہ مصر گوید۔ پوچھا۔ مصر کرا گویند۔ اس نے کہا۔ رفتم در بازار خریدم یک گنا۔ قل اعوذ برب الناس، ملک الناس، الٰہ الناس۔ فیضی اسے سمجھا کہ کوئی مسخرہ ہے۔ دربار میں نقلِ مجلس ہوگا۔ دربار میں حاضر کیا۔ اس حالت کو دیکھ کر کسی نے ان کی طرف التفات نہ کیا۔ وہ شاعر جا کر زمین پر بیٹھ گئے اور سب اپنے اپنے مقام پر بیٹھے ہوئے تھے وہ شاعر بے تکلف بادشاہ کی طرف متوجہ ہو کر کہتا ہے۔

گر فروتر نشست خاقانی
نے مرا ننگ و نے ترا ادب است
قل ہو اللہ کہ وصف خالق است
زیر تبت ید ابی لہب است

مثال عجیب دی کہ جو مسخرہ سمجھ کر لے گئے تھے زرد پڑ گئے بادشاہ نے اس شاعر کا بڑا احترام کیا اسی وقت حمام بھیج کر غسل دلوا کر بدلوایا اور دربار میں جگہ دی۔ (انفاس عیسیٰ ص۴۹۶)

کنجوس بنئے کی حکایت ایک بنئے کی حکایت ہے وہ بیمار ہوگیا روپیہ کثرت سے پاس تھا مگر علاج نہ کراتا تھا۔ دوست احباب کے زور دینے پر بمشکل علاج پر آمادہ ہوا۔ مگر اس طرح سے کہ لوگوں سے پوچھا پہلے علاج کا تخمینہ کرالو۔ کیا خرچ ہوگا۔ چنانچہ تخمینہ کرایا گیا۔ طبیب کو بلا کر نبض دکھلائی، نسخہ تجویز ہوا۔ مدتِ استعمال کا تخمینہ ہوا قیمت کی تحقیق کی گئی اور حساب لگا کر بتلایا گیا کہ اس قدر صرف ہوگا۔ کہا کہ اب دیکھو کہ مرنے پر کیا صرف ہوگا وہ بتلایا گیا اس قدر صرف ہوگا تو کہتا ہے بس اب یہی رائے ہوتی ہے مرجاویں کیونکہ علاج میں روپیہ زائد صرف ہوگا اور مرنے میں کم۔

ایک کیمیا گری سیکھنے والے کی حکایت ایک ظریف سیاح شاہ صاحب کی نسبت ایک خان صاحب کو خیال ہوگیا کہ یہ کیمیا جانتے ہیں اور بات شروع ہوئی۔ خان صاحب! السلام علیکم! شاہ صاحب وعلیکم السلام خان صاحب میں نے سنا ہے آپ کیمیا جانتے ہیں۔ شاہ صاحب ہاں جانتے ہیں۔ خانصاحب ہم کو بھی بتلا دو۔ شاہ صاحب نہیں بتلاتے تمہارے باوا کے نوکر ہیں۔ پھر تو خان صاحب کو اور بھی اعتقاد زیادہ بڑھا اور منت کرنے لگے۔ شاہ صاحب نے کہا کہ خان صاحب جس طرح ہم نے سیکھی ہے اس طرح سیکھو خدمت کرو، پاؤں دباؤ، حقے بھرو [illegible] دیں وہ کھاؤ اور جو ہم کہیں گے وہ کرو۔ اگر کبھی مزاج خوش

ہوگا اور دل میں آجاوے گا بتا دیں گے۔ خان صاحب راضی ہو گئے۔ رات ہوئی شاہ صاحب نے کچھ گھاس پھونس اُبال کر خان صاحب کے سامنے رکھ دیا خان صاحب نے ایسا کھانا کب کھایا تھا۔ ذرا ناک چڑھانے لگے۔ شاہ صاحب نے کہا ابھی تو اول ہی منزل ہے۔ جب خان صاحب نے یہ رنگ دیکھا تو کیمیا سے عمر بھر کے لئے توبہ کی۔

ف: جب دنیا کا کوئی ہنر بھی بغیر محنت و مشقت کے ہاتھ نہیں آتا تو دین کے لئے بھی محنت و مشقت کو برداشت کرو۔ دین کی طلب کا تو یہ حال ہے کہ بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے مل جائے۔ یہ بھی گُر کی بات یاد رکھو کہ جڑی بوٹیوں سے جو لوگ سونا بنانے کا دھوکہ دیتے ہیں اُن کے دھوکہ میں نہیں آنا چاہیئے کئی لوگ کیمیا گری کے چکر میں عمر اور پیسہ کو بھی برباد کرتے ہیں۔ حاصل ندامت کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

لاحول کا کلمہ سن کر دشمنی کرنے والے کی حکایت میرے ایک دوست بیان کرتے ہیں کہ میں جا رہا تھا سامنے سے ایک شخص نظر پڑے مجھے خیال ہوا کہ میرے ملنے والوں میں سے کوئی شخص ہیں۔ اس خیال کی بناء پر میں نے نہایت تپاک سے سلام کیا قریب آئے تو معلوم ہوا کہ یہ تو کوئی دوسرے صاحب ہیں۔ اپنے دھوکہ کھانے پر میرے منہ سے لاحول نکل گئی۔ بس وہ شخص سمجھ گیا کہ تم نے مجھ کو شیطان سمجھا اس لئے لاحول پڑھی۔ اب یہ کتنا ہی سمجھاتے ہیں خوشامد کرتے ہیں وہ مانتا ہی نہیں بڑی دور تک اُن کے پیچھے پیچھے چلا آخر کسی گلی میں نظر بچا کر گھس کر جلدی سے نکل گئے۔

ف: یہ حالت ہے ہماری دینداری کی۔ ایک گنوار نے حافظ جی کو بتلایا کہ جس رات آپ نے تراویح میں سورۂ یٰسین پڑھنی ہو مجھے پہلے خبر کر دینا

اُس رات میں تراویح نہ پڑھوں گا۔ حافظ جی بتلانا بھول گئے۔ دوسرے روز خبر کی تو گنوار کو بے حد فکر ہوئی کہ میں نے سورۂ یٰسین سُن لی ہے میں مرجاؤں گا۔ اسی غم میں ہی موت آگئی۔

شطرنج کھیلنے والی کی حکایت ایک شخص شطرنج کھیل رہے تھے اور ان کا لڑکا بیمار پڑا ہوا تھا۔ اثنائے شغل میں کسی نے آکر اطلاع کی کہ لڑکے کی حالت بہت خراب ہے کہنے لگے کہ اچھا آتے ہیں اور پھر شطرنج میں مشغول ہو گئے تھوڑی دیر میں پھر کسی نے آکر کہا کہ وہ مر رہا ہے کہنے لگے کہ اچھا آتے ہیں اور یہ کہہ کر پھر شطرنج میں مشغول ہو گئے اس کے بعد کسی نے کہا کہ لڑکا انتقال کر گیا ہے کہنے لگے کہ اچھا آتے ہیں۔ یہ سوال و جواب سب کچھ ہو گیا لیکن ان کو اٹھنے کی توفیق نہ ہوئی۔ جب شطرنج بازی ختم ہوئی تو آپ کی آنکھیں کھلیں اور ہوش آیا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ فرمائیے کہ جس کھیل کا انجام یہ ہو اس کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے؟

ف ۸ یہی حالت آج کل وی سی آر ٹیلی وژن کی ہے گھر گھر میں یہ بیماری پھیل گئی ہے۔ لوگوں کی اس قدر مشغولیت دیکھنے میں نظر آئی ہے کہ شطرنج کھیل سے بھی زیادہ ان کو دیکھنے کا عشق ہے۔ نئی نسل اب یہ سمجھے ہوئی ہے کہ ہم صرف دنیا میں اسی مقصد کے لئے آئے ہیں۔ وی سی آر کی کثرت سے ملک میں بے حیائی، بے پردگی، زنا کی وبا کثرت سے پھیل گئی ہے

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ مجھے یہ توامید نہیں کہ تم گناہ چھوڑ دو گے البتہ یہ ہے کہ گناہ کو گناہ سمجھ کر کرو کبھی توبہ کی توفیق ہو جاوے گی افسوس ہے کہ اب بے حیائی کے کام کرنے والوں اور دیکھنے والوں کے دلوں میں گناہ کا احساس ہی ختم ہو گیا ہے۔

حضرت معروف کرخیؒ کے مرید کی حکایت | **حضرت معروف کرخی کی حکایت**

ہے کہ ایک شخص نے ان سے عرض کیا کہ آپ کا فلاں مرید شراب خانہ میں مست پڑا ہے۔ حضرت کو غیبت کرنا اس کا بُرا معلوم ہوا اور اس کو سزا دینا چاہا۔ زبان سے تو کچھ نہیں فرمایا۔ فرمایا کہ جاؤ کہ اس کو کندھے پر اٹھا لاؤ یہ بہت چکرائے اور پچھتائے لیکن کرتے کیا پیر کا حکم تھا شراب خانہ میں گئے اور اس کو کندھے پر لا رہے تھے اور لوگ کہتے تھے کہ بھائی ان صوفیوں کا بھی کچھ اعتبار نہیں دیکھو دونوں نے شراب پی رکھی ہے ایک کو تو نشہ ہو گیا دوسرے کو اب ہوگا۔ دونوں اپنا عیب چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ف: اس لئے حدیث شریف میں غیبت کرنے کو زنا سے اشد بتایا گیا ہے۔ حضرت معروف کرخیؒ نے عملی طریقے سے غیبت سے بچنے کا علاج کیا ہے۔

لالچی پیر کی حکایت | ایک جاہل پیر کسی جگہ اپنی مریدنی کے یہاں ٹھہرے اس نے طعام کا سامان کیا تو ایک دوسری مریدنی آئی اس نے اصرار کیا کہ میرے یہاں کھانا کھا لیجئے۔ پہلی مریدنی نے کہا کہ تیرے یہاں کیسے کھا سکتے ہیں ٹھہرے تو میرے یہاں۔ دونوں میں خوب لڑائی ہونے لگی تو پیر زادے نے کہا کہ اس میں لڑائی کی کیا بات ہے آج یہاں کھانے دو تمہارے یہاں پھر کھا لیں گے تو اس نے کہا بہت اچھا مگر میں نے آج مرغ پکایا تھا مرغ کا نام سن کر تو پیر پھسل پڑے پہلی سے کہنے لگے کہ بی پھر تمہارا ہی کیا حرج ہے آج اسی کے یہاں کھانے دو تو پہلی مریدنی نے دوسری کو بڑی فحش بات کہی کہ جا تو پیر سے ایسا کام کرا لے۔

ف: آج کل کی پیرزادگی تو یہ رہ گئی ہے کہ اگر میں تمہارے پاس آؤں تو کیا دو گے اگر تم ہمارے پاس آؤ تو کیا لاؤ گے۔ یاد رکھو۔ پیر اس شخص کو پکڑو جو شرع کا پابند کسی صاحب سلسلہ سے اجازت یافتہ ہو۔ بدعات اور رسومات سے پرہیز کرتا ہو اسکے پاس بیٹھنے سے دنیا کی محبت کم اور آخرت کی طرف رغبت زیادہ ہو۔

مسجد کو چندہ لگانے والے کی حکایت ایک شخص ہمیشہ چندہ وصول کر کے لاتے کہ مسجد میں لگاؤں گا۔ ان کے کسی واقف کار پڑوسی نے کہا کیوں جھوٹ بولا کرتے ہو تم مسجد کا چندہ خود کھا لیتے ہو مسجد میں کب لگاتے ہو۔ کہنے لگا۔ لگاتا تو ہوں۔ اب کے دکھا دوں گا۔ جب چندا لائے تو ان کو ساتھ لے گئے اور روپیہ کو مسجد میں خوب رگڑا۔ کہا دیکھو لگایا یا نہیں۔

ف: جیسے ایک شخص دودھ فروخت کرتا تھا اور قسم کھاتا تھا کہ دودھ میں پانی نہیں ملایا۔ ایک پڑوسی شخص نے جھوٹ بولنے پر اعتراض کیا تو کہا دیکھو میں نے دودھ میں پانی نہیں ملایا میں نے تو پانی میں دودھ ملایا ہے یعنی پہلے پانی برتن میں بھر دیا اور اوپر دودھ ڈال دیا۔

(کلمۃ الحق ص ۱۷۹)

تحصیلدار کے تبادلہ کی عجیب حکایت .....

تحصیلدار رشوت خور تھے مگر ان سے سب حکام خوش تھے اس لئے باوجود لوگوں کے شاکی ہونے کے ان کی بدلی نہیں ہوتی تھی۔ ایک گنوار نے کہا کہ میں ان کی بدلی کراؤں گا۔ وہ گنوار کلکٹر کے بنگلہ پر شکایت کرنے کے لئے پہنچا کلکٹر نے پوچھا کہ کیوں آئے ہو کہا میں یہ پوچھنے آیا ہوں کہ مورونی کسے کہتے ہیں مجھے کسی نے ٹھیک نہیں بتایا۔ کلکٹر نے جواب دیا کہ ۱۲ برس تک جس زمین

پر کاشت کار کا قبضہ رہے تو زمیندار اس زمین کو کاشت کار سے چھڑا نہیں سکتا۔ گنوار نے کہا کہ یہ خوب سنائی مجھے یہ فکر ہو گیا کہ ..... تحصیلدار کو گیارہ برس تو ہو گئے اگر ایک سال اور ہو گیا تو موروثی ہو جائے گا۔ پھر نہ تیرے باپو (باپ) سے جا نہ میرے باپو (باپ) سے جا۔ کلکٹر نے یہ سن کر تحقیقات کی تو واقعی رشوت لینا ثابت ہوا۔ پس ان کو تبدیل کر دیا۔

ف: رشوت کا گناہ معمولی نہیں۔ حقوق العباد میں داخل ہے توبہ سے معاف نہیں ہوتا بلکہ صاحب حق سے معاف کرانا پڑتا ہے یعنی جس سے رشوت لی ہے اس کو واپس رقم کر دیں جن سے معاف کرانا ممکن ہو معاف کرالیں ورنہ تخمینہ سے اس کی قیمت تجویز کر کے کسی کو دے دو۔

سیاح عورت کی ہوشیاری | ایک سیاح عورت لکھنؤ میں ایک بڑے بزاز کی دکان پر آئی اور کپڑا دیکھنے کے لئے نکلوایا اور اس کپڑے کو اپنی گاڑی پر رکھوا لیا اور بزاز سے کہا کہ تم بھی گاڑی پر بیٹھ کر ہمارے ساتھ چلو ہم یہ کپڑا اپنے صاحب کو دکھا لیں وہ تم کو دام دے دیں گے وہ بے چارہ گاڑی پر بیٹھ کر ساتھ چل دیا وہ عورت پہلے شفاخانہ میں سول سرجن سے کہا آئی تھی کہ ہمارے ایک ملازم کو جنون ہو گیا ہے اور وہ حالت جنون میں یہ کہا کرتا ہے کہ دام لاؤ۔ دام لاؤ۔ میں اس کو لاتی ہوں آپ اس کا علاج کریں چنانچہ وہ عورت اس بزاز کو لے کر اب شفاخانہ پہنچی اور سول سرجن سے کچھ انگریزی میں بات چیت کر کے اپنی گاڑی میں بیٹھ اور چل دی۔ بزاز بے چارہ یہ سمجھا کہ اس نے ڈاکٹر سے داموں کی بابت کہہ دیا ہوگا۔

وہ تھوڑی دیر تو چپ بیٹھا رہا کہ اب دے دیں گے۔ جب زیادہ دیر ہوئی تو خود بے چارہ نے کہا کہ "دام لاؤ" سول سرجن نے کہا کہ اچھا اچھا ٹھہرو

اس کو دورۂ جنون شروع ہوگیا چنانچہ اس نے اس بے چارہ بزاز کو زبردستی پاگل خانہ بھجوادیا۔ گھر پر عزیز واقارب نے یہ خیال کیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت اس کو اپنے ساتھ لے کر کہیں کو چل دی اسی وجہ سے واپس نہیں ہوا کچھ عرصہ بعد اتفاقاً کسی ضرورت سے اس بزاز کے محلہ کا یا کوئی اور جاننے والا پاگل خانہ گیا تو اس بزاز نے اس کو اپنا سارا قصہ سنایا اور یہ کہا کہ میرے عزیز واقارب سے کہہ دینا کہ جلد مجھے آکر اس مصیبت سے چھڑادیں۔ تب اس شخص نے جاکر بزاز کے گھر کہا اور اس کے عزیز واقارب سول سرجن کے پاس گئے اور کہا کہ صاحب وہ شخص پاگل نہیں ہے بلکہ اس عورت نے چالاکی سے پکڑا اڑایا۔ تب اس بے چارہ بزاز کی پاگل خانہ سے رہائی ہوئی۔

ف: مولانا روم فرماتے ہیں لاجرم کید زناں باشد عظیم۔ عورتوں کا مکر بلا کا ہوتا ہے، عورت کی چالاکی غضب کی ہوتی ہے۔ اہل عقل کی عقلوں کو اُچک لیتی ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ عورت کو راز کبھی نہ دو چاہے تمہاری بیوی ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت مرزا صاحبؒ کی بچوں سے محبت کی حکایت

فرمایا ہے کہ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ کی حکایت ہے کہ انہوں نے ایک مرید سے کہا کہ اپنے بچوں کو دکھلاؤ ہم دیکھنا چاہتے ہیں وہ مرید بہلوتہی کرتے تھے اس وجہ سے کہ بچے شوخ ہوتے ہیں اور مرزا صاحب نازک مزاج تھے۔ آخرکار حضرت کے چند بار کے تقاضہ پر ایک دن بچوں کو نہلا دُھلا کر اور کپڑے پہنا کر خوب ادب سکھلایا کہ ادھر اُدھر مت دیکھنا پست آواز سے بولنا۔

دہلی کے بچے تو ویسے ہی ہوشیار ہوتے ہیں اور پھر ان کو سکھایا گیا اس لئے وہ خوب ٹھیک ہو گئے تب وہ ان کو لے کر مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مرزا صاحب نے ان بچوں کو چھیڑنا شروع کیا مگر وہ تو بندے ہوئے تھے اس لئے ان پر اثر کچھ نہ ہوا اور بڑوں کی طرح تمیز و سلیقہ سے بیٹھے رہے۔ تب مرزا صاحب نے فرمایا کہ بچوں کو نہیں لائے۔ جواب دیا کہ حضرت لایا تو ہوں فرمایا کہ یہ بچے ہیں۔ یہ تمہارے بھی باوا ہیں۔ بچے تو وہ ہوتے کوئی ہمارا عمامہ اتارتا کوئی کچھ کرتا۔

ف: حضرت والا نے فرمایا کہ اگرچہ مرزا صاحب بہت نازک مزاج تھے مگر بچوں سے کچھ تکلیف نہ ہوتی تھی۔ ناگواری تو جاننے کی ہوتی ہے نہ کہ بچوں کی جو کچھ نہیں جانتے۔

استاد اور بھینگے شاگرد کی حکایت | ایک دن استاد نے اپنے بھینگے شاگرد سے کہا کہ فلاں طاق میں ایک بوتل رکھی ہے اس کو اٹھا لو۔ وہ جو پہنچا تو اس کو دو نظر آئیں۔ (شاگرد) نے کہا استاد جی وہاں تو دو بوتلیں ہیں کون سی لاؤں۔ اس نے کہا ارے احمق دو نہیں ہیں ایک ہی ہے۔ اس نے کہا وہاں تو دو صاف نظر آ رہی ہیں۔ استاد نے کہا اچھا ایک کو توڑ دے اور دوسری لے آ۔ اب جو اس نے ایک کو توڑا دونوں غائب۔

ف: اس طرح جو شخص چار سلسلوں میں کسی ایک سلسلہ کی تنقیص کرے گا وہ ان چاروں ہی سے محروم رہ جائے گا بعض لوگوں کو یہ مرض ہوتا ہے کہ ایک سلسلہ میں داخل ہوا اس کی رسوم کے ایسے پابند ہوئے کہ دوسرے سلسلہ کے طریق کا اختیار کرنا حرام سمجھ لیتے ہیں خوب سمجھ کہ ذکر جہر نقشبندیت کے منافی نہیں اور نہ ذکر خفی چشتیت کے منافی ہے۔ مقصود دونوں

کا ایک ہے دونوں کو طالب کی استعداد کے موافق جو طریقہ مفید معلوم ہو وہی بتلانا چاہیئے۔ (زبدۃ نفس ص۲۰)

چار آدمی کے سفر کرنے کی حکایت چار آدمی سفر میں تھے۔ ایک فارسی، ایک عرب، ایک ترک، ایک رومی۔ کسی نے اُن کو ایک درہم دیا اور سب کا جی چاہا کہ انگور کھائیں۔ مگر فارسی نے کہا انگور کھائیں مگر فارسی نے کہا انگور کھاؤں گا۔ اور عربی نے کہا کہ عنب لاؤ، ایک نے کوزم کہا۔ اور ایک نے استافیل کھانے کو کہا۔ ایک شخص وہاں سے گزرا جو چار زبانیں جانتا تھا۔ اس نے اُن کے سامنے انگور لاکر رکھ دیا تو چاروں کا اختلاف ختم ہو گیا۔

ف: اہلِ سنت کے چار امام برحق ہیں ان کا اختلاف فروعی مسائل کا وہ بھی ایک رحمت ہے کیونکہ مقصد سب کا ایک ہی ہے جس طرح کوئی حج کو پیدل جارہا ہے کوئی بحری جہاز اور کوئی ہوائی جہاز کے ذریعے سب کا مقصد بیت اللہ شریف پہنچنا ہے۔ یہ اختلاف کفر، شرک یا بدعت کا نہیں ہے۔

ایک گنوار کے سر میں درد تھا۔ ایک دوسرے گنوار نے کہا کہ آمیں تیرا سر جھاڑوں مجھے سر کے درد کی جھاڑ آتی ہے وہ سر کھول کے اسکے سامنے بیٹھ گیا تو آپ نے قل ہو اللہ احد پڑھ کر اس کے سر کو جھاڑا (یہ قل ہو اللہ احد کو بگاڑا تھا) تو وہ دوسرا گنوار کہتا ہے جس کے سر میں درد تھا کہ جا ساڑے کے ساڑے تُو تو ہاہج ہی ہو گیا۔ ساڑے کے ساڑے یہ خرابی ہے سالے کی جو گال کا لفظ ہے اور ہاہج خرابی ہے حافظ کی۔ فائدہ: سوتے کے اسکے نزدیک قل ہو اللہ احد ہی ہے آدمی حافظ ہو جاتا ہے جس میں پوری قل ہو اللہ احد بھی یاد ہونا شرط نہیں۔

حریص مُلّاجی اور عورت کی مزاحیہ حکایت

ایک عورت نے کھیر پکا کر رکابی میں ڈال کر رکھدی، اتفاق سے اس رکابی میں کتا منہ ڈال گیا تو اس نے مٹی کی دوسری رکابی میں اسے نکال کر اپنے لڑکے کو دی کہ مسجد کے مُلّا کو دے آ۔ وہ مُلّاجی کے پاس لایا تو وہ بڑے خوش ہوئے فوراً ہاتھ مارنے لگے اور اُدھر ہی سے منہ مارا جدھر سے کتے نے کھائی تھی۔ لڑکے نے کہا اِدھر سے نہ کھاؤ اُدھر سے کتے نے کھائی ہوا ہے یہ سن کر مُلّاجی جھلا گئے اور رکابی کو بہت دور پھینکا وہ پھوٹ گئی تو بچہ رونے لگا۔ ہائے میری ماں مارے گی! مُلّاجی نے کہا ابے مٹی ہی کی تو تھی۔ کہنے لگا: اجی میری ماں میرے چھوٹے بھائی کو اس میں ہگایا کرتی تھی۔ یہ سنکر تو مُلّاجی کو مستی ہونے لگی (کہ طرف مظروف دونوں ہی نُور بھرے تھے۔

(ف) آجکل ہماری حالت یہ ہے کہ اللہ نام کے لئے خراب سے خراب چیزیں تجویز کی جاتی ہیں۔ پھر غضب یہ کہ مسجد کے مُلّانوں کے ساتھ خود ہی تو یہ برتاؤ کرتے ہیں اور خود ہی انکو ذلیل سمجھتے ہیں۔ ارے بھائی جب تم اپنے آپ اچھے سے اچھا کھاؤ اور ان کو کبھی نہ پوچھو اور جو پوچھو بھی تو ایسے وقت جبکہ تم خود نہ کھا سکو، تو بتلاؤ وہ حریص ہوں گے یا نہیں؟ پھر تنخواہ ان کی ایسی قلیل مقرر کی جاتی ہے جس میں وہ سوکھی روٹی بھی وہ نہیں کھا سکتے تو پھر وہ حریص نہ ہوں تو اور کیا ہوں۔ (تفصیل الدین ص۶۷)

اشعب طماع کی مزاحیہ حکایت

اشعب طماع کی حکایت ہے یہ معمولی شخص نہیں ہیں بڑے معتبر علماء میں سے گذرے ہیں مگر بیچارے مجبور تھے طمع کے ہاتھوں، انکی طمع کی بہت سی حکایتیں مشہور ہیں چنانچہ ایک بار انہیں بہت سے لڑکے چھیڑ چھاڑ رہے تھے۔ جو آدمی کسی بات میں مشہور ہو جاتا ہے قاعدہ ہے کہ اسے لوگ چڑایا کرتے ہیں۔ انہوں نے لونڈوں سے کہا کہ میاں فلانی جگہ کھانا بٹ رہا ہے یونہی جھوٹ موٹ کہدیا۔ اپنا پیچھا چھڑایا، لونڈے دوڑ کر اسطرف کو جھپٹے انہیں جوتے

ہوئے جاتا دیکھ کر آپ کیا دل میں کہتے ہیں کہ ابھی شاید بٹ ہی رہا ہے اور خود بھی پیچھے پیچھے دوڑنے لگے۔ حضرت کو طمع کے غلبے میں یہ یاد نہ رہا کہ میں نے ہی تو ان کو بھگایا تھا۔

(ف) حضرت ہم ان پر تو ہنستے ہیں لیکن ہم سب مبتلا ہیں ایسے ہی عدم تدبیر میں۔ انکی طمع تو سب کو معلوم تھی۔ ہمارا عدم تدبر کسی کو معلوم نہیں، ہمارے دھوکہ کا کسی کو پتہ نہیں۔ وہ کیا عدم تدبر ہے اور ہم کیونکر دھوکہ میں آجاتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم اول تو لوگوں کو اپنے جھوٹے حالات اور وضع سے اپنا معتقد بناتے ہیں جب لوگ معتقد ہوجاتے ہیں تو اب ان کے اعتقاد سے خود ہی استدلال کرتے ہیں کہ ہم کچھ تو ضرور ہوں گے جبھی تو لوگ اتنے معتقد ہیں ہمارے۔ اگر ہم کچھ نہ ہوتے تو کیا سارے کے سارے بیوقوف ہیں اگر ہم واقع میں کچھ نہ ہوتے تو اتنے سارے لوگ ہمارے کیوں معتقد ہوجاتے۔ معلوم ہوتا ہے ہم ضرور کچھ ہو گئے ہیں اور یہ خبر نہیں احمق الناس کو ہمیں نے دھوکہ دے کر لوگوں کو اپنا معتقد بنالیا ہے اگر ہم کوئی ترکیب نہ کرتے اور پھر بھی لوگوں کا ہمارے ساتھ اعتقاد ہوتا اس میں تو احتمال بھی ہوسکتا تھا لیکن یہاں ہمیں نے تو ترکیبیں کرکے لوگوں کو غلطیوں میں اور تلبیس میں ڈالا۔ ہمیں نے تو سارا کارخانہ اور منصوبہ گانٹھا کہ کسی طرح لوگوں کو اپنا معتقد بنانا چاہیئے اور جب لوگ معتقد ہو گئے تو اب ہم اس منصوبہ کو بھول گئے۔

اصل مقصود اس حکایت کے نقل کرنے کا یہ ہے کہ مطلب اور محبت وہ چیز ہے کہ اُمید مرحوم پر بھی طالب مسرور رہتا ہے۔

؎ اگرچہ دور افتادم بدیں اُمید خرسندم کہ شاید دستِ من بار دگر جانانِ من گیرد

"اگرچہ دور پڑا ہوں لیکن اس اُمید پر خوش ہوں کہ شاید ہمارا محبوب حقیقی از راہِ کرم ہمارا ہاتھ دوسری بار پکڑ کر اپنی بارگاہ کی طرف جذب فرمالے۔ (رمضان فی رمضان)

بدعت پر عمل کرنیکی ایک نائی کی مزاحیہ حکایت

ایک نائی کسی کا خط لیکر ایک قصبہ میں گیا وہاں جاکر اس نے

السلام علیکم کہا تو شیخزادوں نے اُسے خوب پیٹا۔ اس نے پوچھا کہ حضور پھر کیا کہوں؟ لوگوں نے کہا کہ حضرت سلامت کہا کرو۔ اس کے بعد نمازِ جمعہ کا وقت آیا تو جب امام نے کہا کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تو اس نائی نے پکار کر کہا حضرت سلامت ورحمۃ اللہ حضرت سلامت ورحمۃ اللہ۔ امام نے اسے بلا کر پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ اس نے کہا کہ حضرت میرا قصہ سن لیجئے بات یہ ہے کہ میں نے یہاں کے رئیسوں کو السلام علیکم کہہ کر سلام کیا تو انہوں نے مجھے بہت مارا اور کہا کہ حضرت سلامت کہنا چاہیئے مجھے ڈر ہوا کہ اگر کہیں فرشتے بھی السلام علیکم سے خفا ہو گئے تو ان میں ایک فرشتہ ملک الموت بھی ہے وہ تو میری جان ہی نکال لیں گے اسلئے میں نے نماز میں بھی حضرت سلامت ہی کہا۔ پھر امام صاحب نے وعظ میں ان رئیسوں کی خبر لی کہ یہ کیا واہیات ہے تم لوگوں کو طریقِ سنت سے منع کرتے ہو (ف) منشا اس کا محض تکبر ہے جنہیں قدرت ہوتی ہے انکا تکبر زیادہ ہو جاتا ہے اور جن کو قدرت نہیں ان کے برتاؤ سے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ پنے کو بڑا بنانا چاہتے ہیں۔ (از حفظ الصحۃ)

جاہل گنوار کی مزاحیہ حکایت

① ایک گنوار کا لڑکا کسی مُلّا کے پاس پڑھتا تھا۔ ایک دن وہ گنوار مُلّا جی سے کہنے لگا کہ میرے بیٹے کو زیادہ نہ پڑھاؤ کہیں لوٹ پوٹ پیغمبر نہ ہو جاوے (کہیں پیغمبر نہ ہو جائے)

فائدہ: تو جس طرح اس جاہل کا خیال تھا کہ زیادہ پڑھنے سے آدمی پیغمبر ہو جاتا ہے اُسی طرح آج کل لوگوں کا خیال ہے کہ بس پانچ وقت کی نماز پڑھ لینے سے آدمی جُنید و شبلی ہو جاتا ہے پھر اور کسی کام کی ضرورت نہیں رہتی۔

مثل مشہور ہے کہ اونٹ جب تک پہاڑ کے نیچے کو نہیں گذرتا اپنے آپکو سب سے بڑا سمجھتا ہے۔ ہماری حالت اس اونٹ کی سی ہو رہی ہے۔ ایک تو خود ہم میں خناس سمایا ہے اوپر سے لوگوں کی تعلیم نے ہمارا ناس کر دیا اب ہم اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھنے لگے۔ یہاں تک دماغ بڑھا کہ حق تعالیٰ کے افعال و تصرفات میں عیب نکالتے ہیں اور اعتراض و شکوہ شکایت کرتے ہیں گویا خدا نے ہماری مرضی کے خلاف کیوں کام کیا۔ (وعظ التنبیہ ص۶)

ایک اعرابی کی کتے کیساتھ دوستی کی مزاحیہ حکایت

ایک اعرابی کی حکایت ہے کہ اس کا کتا سفر میں مرنے لگا۔ وہ اسکے پاس بیٹھا رو رہا تھا لوگوں نے پوچھا کیا حال ہے کہا میرا رفیق بھوک سے مرتا ہے۔ سامنے ایک تھیلا نظر آیا کسی نے پوچھا کہ اسمیں کیا ہے؟ کہنے لگا روٹیاں۔ تو پوچھا گیا کہ پھر رونے کی کیا بات ہے اسکو بھی کھلا دے نہ مرے گا۔ کہنے لگا کہ اتنی محبت نہیں کہ دامن کی چیز کھلاؤں اور آنسو تو مفت کے ہیں جتنے چاہوں بہادوں۔

(ف) یہی مثال ہمارے بعض بھائیوں کی ہے کہ پھر اس مصیبت کا یہ اثر تو ہوتا ہے کہ تھوڑی دیر رو لیتے ہیں آنسوؤں میں کیا خرچ ہوتا ہے یہ نہیں ہوتا کہ اعمال کی اصلاح کر لیں آئندہ کے لئے گناہوں سے توبہ کر لیں لوگوں کے حقوق دیدیں، تیلی کے بیل کی طرح جہاں تھے وہیں ہیں۔

؎ گفت جان طلبی مضائقہ نیست ور زر طلبی سخن دریں ست

"اگر جان مانگو تو حاضر ہے اور اگر مال مانگو تو یہ بہت مشکل ہے۔" (وعظ التنبیہ ص۱۰)

ایک ملاح کی مزاحیہ حکایت

ایک ملاح سے کسی نے پوچھا کہ تمہارے باپ کہاں مرے؟ کہا دریا میں، اور ماں کہاں مری؟ کہا دریا میں، پھر کہا کہ تمہارے دادا کہاں مرے کہا دریا میں، کہا تم بڑے بیوقوف ہو کہ پھر بھی دریا نہیں چھوڑتے ملاح نے پوچھا کہ حضرت آپ کے والد صاحب کہاں مرے کہا گھر میں، کہا دادا کہاں مرے وہ بھی گھر میں مرے اُسنے کہا کہ آپ بھی بڑے بیوقوف ہیں کہ پھر اسی گھر میں رہتے ہیں۔

(ف) سبحان اللہ حقیقت میں خوب جواب دیا خشکی ہی میں کیا اطمینان ہے، مکان گر پڑے تو کیا ہو سکتا ہے، آگ لگ جائے تو کیا ہو سکتا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم جو دریا سے نکلتے ہی پھر سرکشی کرنے لگے تو کیا اس سے اطمینان ہو گیا کہ ہم تم کو خشکی میں دھنسا نہیں سکتے یا ہم تند ہوا بھیج نہیں سکتے اگر تم اسکو بعید سمجھتے ہو تو کیا ہم اسپر قادر نہیں ہیں کہ تم کو دوبارہ کسی ضرورت کی وجہ سے دریا میں لوٹا دیں کہ پھر سفرِ دریا کرو اور کشتی میں سوار ہو، اور ہم تمکو غرق کر دیں۔ (التنبیہ ص ۱۹)

چندہ وصول کرنیوالوں کی مزاحیہ حکایت

ایک جگہ مسجد زیر تعمیر تھی سارا کام ہو گیا تھا صرف فرش باقی تھا تو ایک بزرگ واعظ نے عورتوں میں وعظ کہنا شروع کیا۔ اول تو مسجد بنانے کے فضائل بیان کئے پھر کہا اسوقت ایک مسجد زیر تعمیر تھی مگر وہ پوری ہو چکی جس کی قسمت میں جتنا ثواب تھا اتنا حصہ اس نے لے لیا مگر افسوس ہے کہ بیچاری عورتیں محروم رہ گئیں یہ ان کی قسمت ہے۔ یہ غریب گھروں میں بیٹھنے والی ہیں ان کو کیا خبر کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے کیا کیا دولتیں لٹ رہی ہیں۔ واقعی بہت افسوس ہوا کہ عورتیں اس ثواب میں شامل نہ ہو سکیں۔ جب واعظ نے دیکھا کہ عورتوں پر رنج و حسرت کا کافی اثر ہو چکا تو آپ فرماتے ہیں کہ اتفاق خوب یاد آیا میاں ابھی فرش تو باقی ہی ہے اور مسجد میں اصل چیز فرش ہی تو ہے فرش ہی پر نماز ہوتی ہے در و دیوار پر تھوڑا ہی پڑھی جاتی ہے۔ واقعی عورتیں بڑی خوش قسمت ہیں کہ اصل چیز انہی کے واسطے رہ گئی اب بیبیوں کو حصہ لینے کا خوب موقع ہے اور اے بیبیو اگر فرش تم نے بنوا دیا تو کیسا لطف کا واقعہ ہوگا کہ مرد اس پر نماز پڑھیں گے اور فرشتے ان کی نمازیں لیکر دربار الٰہی میں جائیں گے تو یوں کہیں گے لہ لیجئے حضور بندوں کی نمازیں اور بندیوں کی جانمازیں۔ بس یہ کہنا تھا کہ پردہ کے پیچھے سے چھنا چھن کی آوازیں آنے لگیں، کسی نے پازیب اُتار کر پھینکی کسی نے جھانور اور کسی نے ہار وغیرہ۔ بندۂ خدا نے

ایک شاعرانہ جملہ میں ہزاروں روپے کا زیور لے لیا۔

دوسری حکایت ایک واعظ کی ہے کہ ان کے وعظ میں ایک عورت نے اپنی ایک پازیب دی تو فرمانے لگے کہ ایک پاؤں تو جنت میں گیا ایک پاؤں دوزخ ہی میں رہا خیال تو کیجئے یہ کیسی ترکیبیں کرتے ہیں، اس بیچاری نے دوسری بھی دیدی۔ واعظ کو آگے نہیں سوجھی ورنہ یوں کہنے لگتے کہ ہائے افسوس ٹانگیں تو جنت میں گئیں مگر اوپر کا جسم جنت کے باہر ہی رہا۔

(ف) خیال تو کیجئے یہ کیسی ترکیبیں کرتے ہیں۔ اور اگر کسی کو ترکیب ہی کرنا ہو تو اس کے لئے قرآن وحدیث کو کیوں آڑ بنایا جائے یہ تو بہت سخت بات ہے کہ ترکیبوں کیلئے قرآن وحدیث کا لایا جائے۔

؎ حافظا مے خور و رندی فاش باش والے دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

اگر ناجائز کام کرنا ہی ہے تو ناجائز طریقے سے دین کو اس کے لئے ذریعہ کیوں بناتے ہو غرض واعظوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ اگر انکو اپنا کوئی مطلب نکالنا ہوتا ہے تو عورتوں کو عذاب سے ڈراتے دھمکاتے ہیں اور ترکیبوں چالاکیوں سے جو کچھ ہو سکتا ہے ان سے وصول کر لیتے ہیں مجھے تو یہ ترکیبیں پسند نہیں یہ تو پالیسی ہے۔ شریعت نے تم کو ایسی کی تعلیم نہیں دی بلکہ حدود کے اندر رہنے کا حکم دیا ہے خواہ چندہ آئے یا نہ آئے۔

(کمالات اشرفیہ ص ۱۲-۱۳)

عورتوں سے پردہ نہ کرانیوالے پیر کی مزاحیہ حکایت

بمبئی میں سنا ہے ایک پیر صاحب ایسے تھے جو عورتوں کو زبردستی اپنے سامنے بلاتے اور کہتے تھے دیکھو جی تم ہم سے اس لئے مرید ہوئی ہو تاکہ قیامت میں تمکو بخشوائیں، سو جب ہم تمکو دیکھیں گے نہیں تو ہم قیامت میں کیسے پہچانیں گے اور کیسے بخشوائیں گے۔ ایک شخص نے اس کے جواب میں خوب کہا کہ قیامت میں تو ننگے اٹھیں گے اور تم نے یہاں اپنی مریدنیوں کو کپڑے پہنے دیکھا ہے تو وہاں ننگیوں کو کیسے پہچانو گے

لہٰذا ان کو بالکل ننگا کر کے دیکھنا چاہیئے بس پیر صاحب کو اس کا جواب کچھ نہ آیا اور اپنا سا منہ لیکر رہ گئے۔ (ف) آج کل پیروں کے یہاں یہ آفت ہے کہ خود عورتوں کو پردہ نہ کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ صاحبو! یہ پیری مریدی ہے یا راہزنی اور ڈاکہ ہے۔ پیر تو خدا کا مقرب بنانے کے لئے ہوتا ہے مگر ان کی حرکتیں خدا سے دُور کرنیوالی ہیں، یہ پیر خود خدا سے دُور ہیں دوسرے کو کیا مقرب بنائیں گے۔ آج کل کے پیروں کو خداوند کے حقوق کی پرواہ ہے نہ بال بچوں کی نہ اعزا کی بس اسی کا نام فقیری رکھ لیا ہے کہ تمام اہلِ حقوق ضائع کر کے پیر صاحب کے حقوق ادا کئے جائیں۔ یہ سب باتیں اللہ کے رسُول کے خلاف ہیں۔ یاد رکھو جو شریعت کے خلاف کریگا وہ پیر نہیں ہو سکتا۔ پیر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے کہ جو تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اس کی بصیرت اور تجربہ کیساتھ مریدوں تک پہنچاتا ہے تو جو شخص منیب کے خلاف عمل و تعلیم کرتا ہے تو اس کو منیب کا نائب کہنا کہاں درست و جائز ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف عمل۔ (کساء النساء ۲۲-۲۳)

ساس کو حلال کرنیوالے مولوی کی مزاحیہ حکایت

حکایت ہے کہ کسی شخص نے ایک عورت سے شادی کی تھی پھر ساس پر دل آگیا تو ایک غیر مُقلد عالم کے پاس گیا اور کہا مولوی صاحب کوئی صورت ایسی بھی ہے کہ کہ ساس سے نکاح ہو جائے کہا ہاں بتلا دیں گے۔ اس نے کچھ سو دو سو روپے دینا چاہے کہا اتنے میں یہ فتویٰ نہیں لکھ سکتا کچھ تو ہو۔ واقعی ایمان فروشی بھی کرے تو دنیا کچھ تو ہو۔ غرض ہزار پر معاملہ طے ہوا اور فتویٰ لکھا گیا۔ وہ فتویٰ میں نے بھی دیکھا ہے اس میں لکھا تھا کہ ساس بیشک حرام ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ ساس کسے کہتے ہیں۔ ساس کہتے ہیں منکوحہ کی ماں کو اور منکوحہ وہ ہے جس سے نکاح صحیح منعقد ہوا ہو اور اس شخص کی عورت چونکہ جاہل ہے اور جاہل عورتوں کی زبان سے اکثر کلماتِ کفریہ نکل جاتے ہیں اس لئے ضرور ہے

کہ اسکے منہ سے بھی کلمۂ کفر نہ نکلا ہوگا اور نکاح کے وقت اسکو کلمے پڑھائے نہیں گئے اس لئے یہ مرتدہ ہے اور مُرتد کیساتھ نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ عورت منکوحہ نہیں ہے تو اسکی ماں ساس بھی نہیں، پس اسکی ماں کیساتھ نکاح درست ہے۔ رہا یہ کہ وہ منکوحہ کی ماں نہیں تو منکوحہ کی ماں تو ہے جس سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ حرمت مصاہرت کا مسئلہ ابو حنیفہؒ کا اجتہادی مسئلہ ہے جو ہم پر حجت نہیں۔

(ف) حرمتِ مصاہرت کو اُس نے غیر مقلدوں کی مد میں اڑا دیا اور ساس کو منکوحہ کی تکفیر سے اُڑا دیا اور یہ سب ترکیبیں ہزار روپے نے سکھائیں۔

جب علماء میں بھی ایسے ایسے موجود ہیں تو بیچارے دیندار، وکلاء کا تو کام ہی چٹے بٹے لڑانا ان سے تو کوئی بات بھی بعید نہیں۔ (اصلاح ذات البین ص۶)

ایک دیندار شخص کی کم فہمی کی مزاحیہ حکایت

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ واعظ میں ایک حکایت بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ تھانہ بھون میں ایک انگریز میرے پاس مسلمان ہونے کو آیا تھا۔ اتفاق سے میں اسوقت سفر میں تھا وہ بستی میں ایک صاحب کے یہاں ٹھہرگیا تو ایک اور مسلمان صاحب اس سے ملنے آئے اور پوچھا کہ آپ کس ارادہ سے آئے ہیں؟ کہا میں اسلام لانا چاہتا ہوں مگر مجھے چند شبہات ہیں جن کو فلاں شخص سے (میرا نام لیا) حل کرانا چاہتا ہوں مسلمان صاحب کہتے ہیں کہ آپ مسلمان ہو کر کیا کریں گے؟ بس ایک بدمعاش کا اور اضافہ ہو جائے گا۔ (نعوذ باللہ)

اسکے تو یہ معنی ہیں کہ نعوذ باللہ مسلمان سب کے سب بدمعاش ہیں اور جو کوئی اسلام لاتا ہے بدمعاشوں میں اضافہ کرتا ہے۔ یہ قول کسی رند کا نہیں بلکہ ایسے شخص کی زبان سے نکلا جسکی ڈاڑھی بھی بڑی ہے۔ (ف) واللہ بعضے رند ان لوگوں سے ہزار درجے بہتر ہیں جن کی ظاہری وضع تو نیکوں کی سی اور دل کی یہ حالت بس انکی وہی حالت ہے کہ:

؎ از بروں چوں گور کافر پُر حلل — واندروں قہر خدائے عزّوجل

(اصلاح ذات البین ص۸)

آجکل کے محققین کے اجتہاد کرنے کی مزاحیہ حکایت

○ آج کل کے محققین اور مقلدین کی ایسی ہے جیسے ایک شخص

گلستاں دیکھ کر اس کا محقق ہوگیا۔ اتفاق سے دو شخصوں میں لڑائی ہوگئی۔ ایک ان میں سے ان حضرت کے دوست تھے وہ پٹ بھی رہے تھے اور پیٹ بھی رہے تھے۔ آپ نے یہ دیکھ کر دوست کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔ انجام یہ ہوا کہ ان کے دوست صاحب خوب پٹے اور آپ اپنی اس حرکت پر بڑے خوش ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے گلستان میں جو پڑھا تھا۔

؎ دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست در پریشاں حالی و درماندگی۔

آج اسپر عمل کرنے کا اچھا موقع ملا اور اپنے نزدیک دوست کا پورا حق ادا کر دیا۔

(ف) تو جیسے وہ گلستاں کے محقق تھے ایسے ہی یہ لوگ آج کل قرآن و حدیث کے محقق ہیں۔

○ ایک ان ہی میں سے ایک شخص کی حکایت ہے کہ انہوں نے امام مقیم کیساتھ نماز پڑھی جب امام دو رکعت پڑھ چکا آپ دونوں طرف سلام پھیر کر بیٹھ گئے۔ امام نماز میں ہے اور مقتدی پہلے ہی فارغ ہوگیا۔ میں دیکھ کر سمجھا قیام سے کوئی عذر ہوگا جو دیکھ کر نماز پڑھ رہے ہیں مگر میں نے دیکھا کہ ہر رکن میں بیٹھے ہی نظر آتے ہیں۔ اب میں سمجھا کہ آپ نے امام مقیم کیساتھ بھی قصر کیا ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر میں نے ان سے کہا کہ آپ نے پوری نماز کیوں نہیں پڑھی تو آپ فرماتے ہیں کہ میں مسافر ہوں۔ (ف) آجکل کے ایسے محقق ہیں جنہیں اتنی بھی خبر نہیں کہ اگر امام مقیم ہو تو مقتدی مسافر کو بھی چار رکعت پڑھنی چاہئے۔

○ ایک بڑے لیڈر کی حکایت ہے وہ سفر میں تھے پانی ملا نہیں تیمم کا ارادہ کیا۔ مگر کبھی کرتے ہوئے کسی کو دیکھا نہیں تھا۔ اجتہاد شروع کیا۔ تقدم تو اس جماعت کے لوازم سے ہے ہر بات میں سب سے پہلے ٹانگ اڑاتے ہیں۔ آپ نے کیا کیا کہ مٹی لیکر پہلے ہاتھ کو ملا پھر چہرہ میں مٹی لیکر منہ میں دی غرض وضو کی طرح تیمم کیا۔ (ف) افسوس ہے کہ ان لوگوں کو دین کی تو خبر نہیں اور پھر لیڈرانِ قوم بنے ہیں۔ (احکام جاہ ۱۲)

مار کھانے میں مزہ آنے کی مزاحیہ حکایت

ایک شخص کی حکایت ہے کہ اسکی بیوی بہت حسین تھی مگر پھر بھی وہ کمبخت ایک بازاری عورت پر عاشق تھا اس کی بیوی نے خیال کیا شاید وہ کچھ مجھ سے زیادہ حسین ہوگی جو میاں کو ادھر التفات ہے اور مجھ سے بے رُخی ہے۔ اتفاق سے ایک دن وہ بازاری عورت خود اس شخص کی بیٹھک میں آئی بیوی کو خبر ہوئی تو اس نے جھانک کر دیکھا تو وہ اتنی کالی تھی کہ کوّے سے بھی زیادہ۔ اب بیوی کو بڑی حیرت ہوئی کہ میاں کو اسکی کونسی ادا بھائی ہے وہ سوچ ہی رہی تھی کہ اتنے میں شوہر باہر سے آیا تو بازاری عورت نے صورت دیکھتے ہی چار جوتے لگائے کہ بھرتے تو اب تک کہاں تھا۔ ہم تو انتظار میں سوکھ گئے اور تیرا پتہ ہی نہیں جوتے کھا کر میاں صاحب ہنسے اور اس کی خوشامدیں کرنے لگے بیوی نے بھی یہ انداز دیکھے تو سمجھ گئی کہ اس مرد کو مار کھانے ہی میں مزہ آتا ہے۔ اب جو شام کو مرد گھر آیا تو بیوی نے بھی چار جوتے لگائے کہ نالائق اب تک کہاں تھا دن بھر سے تیرا پتہ نہیں کہاں مارا مارا پھرتا ہے۔ تو آپ ہنس کر فرماتے ہیں کہ بی بس تیرے اندر اسی کی کسر تھی اب میں کہیں نہ جاؤں گا اب تو گھر ہی میں دعوت موجود ہے۔ (ف) حضرت جیسا عشق مجازی کا یہ کیفیت ہے کہ اس سے ذلت خوشگوار و لذیذ معلوم ہوتی ہے تو عشق حقیقی کا کیا کہنا۔ مولانا رومؒ ارشاد ارشاد فرماتے ہیں:

؎ عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود — گوئے گفتن بہر او اولیٰ بود
ما اگر قلاش وگر دیوانہ ایم — مست آں ساقی و آں پیمانہ ایم

جب کوئی کسی پر عاشق ہو جاتا ہے تو اس کو اپنی ذلت و رسوائی میں مزا آتا ہے چنانچہ عاشق اس لئے اپنی عزت وغیرہ خوشی سے قربان کر دیتا ہے۔ پس اہل اللہ کو اگر غم آخرت لذیذ ہو جائے تو لوگوں کے سخت کلمات میں مزہ آنے لگے تو کیا تعجب ہے۔ اب اس مسئلہ میں کوئی شبہ نہیں رہا کہ جتنا دین کامل ہوگا اتنی ہی الفت و لطف زندگانی میں ترقی ہوگی گو سامان زیادہ نہ ہو۔

(اصلاح ذات البین ص۲۵)

جاہل درویش کی مزاحیہ حکایت

ہمارے یہاں ایک رئیس تھے قاضی امیر احمد وہ کہتے تھے کہ میں ایک دفعہ پیران کلیر میں موجود تھا انکو درویشوں نے پکارا، ادھر آ۔ ادھر آ۔ انکو خیال بھی نہ ہوا کہ مجھ کو کوئی پکارتا ہے۔ پھر پکارا ادھر سے ادھر آ۔ اسپر انہوں نے پیچھے دیکھا کہ آخر یہ کس کو کہہ رہے ہیں۔ تو وہ کہنے لگے کہ ابے ہم تجھ ہی کو تو بلا رہے ہیں انکو غصہ تو بہت آیا مگر ضبط کے تماشا دیکھنے چلے گئے کہ دیکھوں کیا بات ہے جب انکے پاس پہنچے تو کہا بیٹھ جاؤ۔ دیکھو مرشد کا نکتہ سن۔ کہنے لگے کہ جب خدا نے بندوں کے احکام کا اقرار کیا تو درویش تھے اگلی صف میں اور مولوی تھے پچھلی صف تھے۔ خدا نے (نعوذ باللہ) بھنگ بوزہ کا حکم دیا تھا چونکہ مولوی دور تھے بھنگ بوزہ کا نماز روزہ سن لیا اور درویشوں نے بھنگ بوزہ ہی سن لیا۔ اس لئے ہم اس میں مشغول ہو گئے اور وہ نماز روزہ میں مشغول ہو گئے اس کے بعد کہا جا مرشدوں کا یہ نکتہ یاد رکھنا بولنا مت۔

(ف) یہ تصوف کے محققین ہیں ایسے ہی لوگوں نے ناس کر رکھا ہے لوگوں کا بس یہ عوام ان کا دیا ہوا منصب ہے کہ چند جاہل باہم جمع ہو گئے اور کسی کو پیر بنا لیا۔ ظاہر ہے کہ اس سے تو ایسے ہی جاہل پیر پیدا ہوں گے۔ حقیقی پیر اسطرح تھوڑا ہی بنتا ہے۔ (احکام الجاہ ۱۲)

دو جاہل ملنگوں کی مزاحیہ حکایت

○ حکایت ہے کہ ایک درویش نے مولوی فیض الحسن صاحب سے کہا کہ مولوی چار میم کون سے ہیں؟ وہ اس مہمل بات کو سن کر خاموش ہو گئے۔ بقول شخصیکہ ؎ جواب جاہلاں باشد خموشی۔ درویش نے کہا کہ نہیں بتلاتا تو جو عہ مولویت کا اُتار کر رکھ اسکو فقیر سے سن کہ کونسے چار میم ہیں۔ مولا۔ محمد۔ مکہ۔ مدینہ یہ ہیں چار میم اور اس نکتہ کو یاد رکھ بھولیو مت۔

○ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے ماموں صاحب کہتے تھے کہ ایک فقیر نے ان سے کہا تھا کہ بتلا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ بڑا ہے یا رزق کا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ سب سے بڑا ہوا ہے۔ اسپر اس نے کہا

بے پیر معلوم ہوتا ہے اور سونٹا سر پر گھما کر (جیسے ان لوگوں کی عادت ہے) کہنے لگا دیکھو اذان میں ہے اشہد ان محمد رسول اللہ اس میں ان پہلے ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بعد میں ان رزق کو کہتے ہیں اسلئے رزق کا مرتبہ بڑا ہے۔ (احکام الجاہ ص۳۶)

اف ؎ اے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہر دستے بنا باید داد دست

کئی لوگ ابلیس کی قسم کے انسان پیر بن جاتے ہیں اسلئے ہر ایک کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہئے

پادری اور گنوار کے مناظرہ کی مزاحیہ حکایت

ایک گنوار کی حکایت ہے کہ وہ بازار میں سے گذر رہا تھا۔ سڑک کے کنارے پر ایک پادری کو کہتے ہوئے سنا کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔ گنوار نے آگے بڑھ کر کہا کہ تیرا خدا کتنی عمر کا ہے اس نے کہا کہ خدا کی کوئی ابتداء ہی نہیں، وہ آسمان و زمین سے بھی پہلے موجود تھا اور ہمیشہ رہے گا۔ گنوار نے کہا کہ اتنی عمر میں تیرے خدا کے ایک ہی بیٹا ہوا۔ تیرے خدا سے تو میں ہی اچھا ہوں۔ اسوقت میری عمر پچاس سال سے اوپر ہے اور میرے بیس ۲۰ بچے ہو چکے ہیں اور اگر زندہ رہا تو اور بھی ہوں گے۔ اس جواب سے پادری لاجواب ہو گیا لوگوں نے اسے دھمکایا کہ بیوقوف خدا کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔ کہا میں اپنے خدا کو تھوڑا ہی کہتا ہوں اسکے خدا کو کہتا ہوں جس کا بیٹا یہ عیسیٰ علیہ السلام کو بناتا ہے۔ (اصلاح ذات البین ۱۹)

نعمان خاں اور عیسائی پادری کی مزاحیہ حکایت

نعمان خاں ایک ان پڑھ شخص تھے مگر اہل کتاب سے مناظرہ کا بہت شوق تھا۔ ایک دفعہ کوئی پادری کہہ رہا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام اندھوں کو سوانکھا کرتے تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اندھے کو سوانکھا نہیں کیا۔ نعمان خاں نے جواب دیا کہ لاؤ یہ تو میں کر دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو بڑی چیز ہیں۔ وہ پادری خود یک چشم تھا کہنے لگا اچھا تم میری دونوں آنکھوں کو برابر کر دو۔ اب آپ نے کہا نبی اور امتی میں کچھ تو فرق ہونا چاہئے۔ نبی تو دوسری آنکھ کو

بینا کے برابر کرتے مگر میں یہ کر سکتا ہوں کہ تندرست آنکھ کو بھی پھوڑ دوں اس سے دونوں برابر ہو جائیں گی اور اس کے بعد اسکی آنکھ میں انگلی دینے لگے کہ لو لو پھوڑ دوں۔ اس سے مجمع کو ہنسی آگئی اور بادری کی تقریر کا رنگ اکھڑ گیا اور یہ حضرت جیت گئے۔

افسوس کہ بات بے ڈھنگی تھی مگر آج کل مناظرہ میں اچھے رہتے ہیں کیونکہ آجکل جیتنے اور ہارنے کا مدار اسپر ہے کہ مجلس پر کسی کا اثر جم جائے اور مقابل کا رنگ اکھڑ جائے۔ چاہے بات معقول ہو یا نامعقول۔

جس طرح نعمان خاں نے اس بادی کی دونوں آنکھیں برابر کرنا چاہیں تھیں اسی طرح آج کل لوگ اہل حق اور اہل باطل میں یوں اتحاد کرانا چاہتے ہیں کہ اہل حق بھی اپنی آنکھوں کو پھوڑ کانے لوگوں کے برابر ہو جائیں۔ حالانکہ مقتضائے حق یہ تھا کہ کانوں کو یہ کہا جاتا کہ تم بھی اپنی ایک آنکھ بنوا کر سوا آنکھوں میں داخل ہو جاؤ۔ اگر نزاع و اختلاف مطلقاً مذموم ہے اور اہل حق کو بھی اہل باطل کیساتھ اتحاد پر مجبور کیا جا سکتا ہے تو کیا نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل بھی موجب اختلاف شمار کیا جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم توحید سے تمام عرب میں ہل چل مچادی۔ اس دعوی کے اظہار سے پہلے مذہبا تمام اہل عرب متحد تھے مگر دعوی توحید کے بعد پھوٹ پڑ گئی مگر یہ اختلاف محمود تھا کیونکہ اہل باطل پر حق معلوم ہوا نہ اختلاف مطلقاً مذموم ہے نہ اتفاق مطلقاً محمود ہے۔ (اصلاح ذات البین ص۲)

عورت کی تصنیف کردہ کتاب پر مصنفہ کا نام نہ لکھے جانیکی مزاحیہ حکایت

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی وعظ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک لڑکی کی تصنیف کردہ کتاب میرے پاس آئی جس کو میں نے پڑھا تو وہ بہت نافع معلوم ہوئی۔ اس میں کوئی نقصان کی بات نہ تھی مگر اخیر میں مصنفہ کا پورا نام اور پتہ لکھا ہوا تھا۔ فلاں فلاں محلہ کی رہنے والی۔ میں حیران ہوا کہ اگر تصدیق کرتا ہوں تو پورا پتہ لکھنے کے واسطے بھی سند ہو جائے گی کیونکہ نام اور پتہ وغیرہ سب لکھا ہوا ہے اور تصدیق

نہ کرتا ہوں تو سوال ہو سکتا ہے کہ اس میں کونسی بات مضر تھی۔ جو تصدیق نہ کی اسی تردد میں تھا کہ ایک ترکیب سمجھ میں آئی وہ یہ کہ میں نے مصنفہ کا نام کاٹ کر یہ لکھ دیا "راقمہ اللہ کی ایک بندی" اور تقریظ میں لکھدیا کہ یہ کتاب نہایت عمدہ ہے اور سب سے زیادہ خوبی اس میں یہ ہے کہ ایک ایسی بی بی کی تصنیف ہے جو بڑی حیادار ہیں کہ انہوں نے اپنا نام بھی اس پر نہیں لکھا۔ یہ ترکیب نہایت اچھی رہی۔ اسواسطے کہ اگر وہ میری تصدیق اپنی کتاب پر چھاپیں گی تو اپنا نام نہیں لکھ سکتیں اور اگر اپنا نام لکھیں گی تو میری تصدیق نہیں چھاپ سکتیں۔ چلو میرا پیچھا چھوٹا۔

(ف) میری سمجھ میں نہیں آتا کہ عورتوں کو اپنی تصنیف پر اپنا نام لکھنے سے کیا مقصود ہے؟ اگر ایک مفید مضمون دوسری عورتوں تک پہنچانا ہے تو اس کے لئے نام کی کیا ضرورت ہے مضمون تو بغیر نام کے بھی پہنچ سکتا ہے پھر نام کیوں لکھا جاتا ہے اسکی وجہ سوائے اسکے کیا ہو سکتی ہے کہ دوسروں سے تعلقات پیدا کرنے ہیں۔

ایک اور آفت نازل ہوئی ہے کہ تعلیمیافتہ عورتیں اخبارات میں مضامین دیتی ہیں اور ان میں اپنا نام میاں کا نام مع پورا پتہ حتیٰ کہ محلہ کا نام اور گلی و مکان نمبر تک ہوتا ہے۔ یہ پتہ اس واسطے کہ لوگوں کو ان سے خط و کتابت میں میل جول میں دقت نہ ہو۔ نہ معلوم ان کی غیرت کہاں گئی۔ ان بیبیوں نے تو حیا کو بالکل ہی بالائے طاق رکھدیا اور خدا جانے ان کے مردوں کی حیا کہاں گئی۔ انہوں نے اسکو کیونکر گوارا کیا؟

اوّل تو مردوں کو بھی کہتا ہوں کہ کتاب پر نام لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ مقصود خدمت خلق ہے۔ خدمت نام سے نہیں ہوتی۔ نام لکھنے میں شہرت اور نفس پرستی کے کیا ہے مگر خیر مردوں کے لئے چنداں حرج بھی نہیں بلکہ اس میں ایک مصلحت بھی ہو سکتی ہے کہ مصنف کے ثقہ یا غیر ثقہ ہونے سے کتاب کا درجہ اور اس کی روایات کا درجہ متعین ہو جاتا ہے۔ مگر عورت کے لئے تو کسی طرح بھی نام لکھنا مناسب نہیں۔ عورت کو تو کوئی تعلق سوائے خاوند کے کسی سے بھی نہیں رکھنا چاہیئے۔ اس کا مذہب تو یہ ہونا چاہیئے:

؎ دلا رامے کہ داری دل درو بند وگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

اگر تم محبوب رکھتے ہو تو دل کا تعلق اسی سے رکھو اور اپنی نگاہ کو سارے عالم سے بند کرلو۔

بلکہ قرآن کریم کے اندر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اجنبی مردوں کیساتھ ایسا برتاؤ کریں جس سے نفرت پائی جائے نہ کہ محبت و الفت۔ (کشاف النساء ص۵۰۴)

گرو اور چیلہ کی مزاحیہ حکایت

حکایت ہے کہ ایک گرو اور ایک چیلہ جارہے تھے ایک بستی پر گذر ہوا جس کا نام لن نیاؤ نگر معلوم ہوا وہاں دیکھا کہ ہر چیز کا بھاؤ ایک ہے۔ دودھ بھی سولہ سیر کا اور گھی بھی سولہ سیر کا غلہ بھی سولہ سیر کا۔ گرو نے چیلہ سے کہا یہ جگہ رہنے کی نہیں یہ تو ان نیاؤ نگر ہے یہاں انصاف کا نام نہیں۔ ہر چیز کا ایک ہی بھاؤ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ یہاں چھوٹے بڑے میں کچھ فرق نہیں۔ یہاں رہنے میں خطرہ کا اندیشہ ہے چیلہ نے کہا نہیں یہاں گھی بہت سستا ہے یہاں ضرور قیام کرو۔ دودھ گھی خوب ملے گا۔ گرو نے کہا نہیں مجھے خطرہ ہے۔ چیلہ کھا پی کر بہت موٹا ہوگیا کچھ عرصے بعد راجہ کے ایوان پر گذر ہوا۔ جہاں ایک مقدمہ پیش تھا۔ مقدمہ یہ تھا کہ دو چور چوری کرنے چلے ایک مکان میں نقب دیا پھر ایک چور نقب کے اندر گھسا دوسرا باہر تھا نقب میں اوپر سے اینٹیں گر گئیں جس سے وہ چور مرگیا تو دوسرا چور مدعی تھا کہ اس کی اینٹوں سے مرا میرا دوست، اس مکان والے کو سزا ہونی چاہئے۔ راجہ نے بنکر سے پوچھا ایسا کیوں بنایا اس نے کہا کہ یہ معمار کا فعل ہے۔ معمار کو بلا کر باز پرس ہوئی اس نے کہا گارا مزدور لاتا تھا وہ گارا پتلا تھا جس سے تعمیر مضبوط نہ ہوئی۔ مزدور بلایا گیا اس نے یہ کہا کہ یہ سقہ کا فعل ہے اس نے پانی زیادہ چھوڑ دیا، گارا پتلا ہوگیا۔ سقہ کو بلا کر پوچھا، اس نے کہا اسوقت ایک مست ہاتھی بھاگا ہوا آتا تھا میں بدحواس ہوگیا، پانی زیادہ گر گیا۔ فیل بان بلایا گیا اس نے کہا میری خطا نہیں ایک عورت میرے ہاتھی کے سامنے آگئی اس کے زیور کی جھنکار سے میرا ہاتھی بدک گیا۔ اس عورت کو بلایا گیا عورت نے میری خطا نہیں سنار کی خطا ہے

اس نے زیور میں باجا ڈالدیا، سُنار کو بلایا گیا سُنار کے پاس کچھ معقول عذر نہ تھا وہ خاموش ہوگیا۔ اس غریب کو پھانسی کا حکم ہوگیا۔ پھانسی کا پھندا اس کے گلے سے بڑا تھا۔ اطلاع کی گئی کہ اس کے گلے میں پھندا نہیں آیا بڑا ہے۔ حکم ہوا اچھا سُنار کو چھوڑ دو کسی موٹے آدمی کو پھانسی دیدو وہاں سارے مجمع میں یہ چیلا سب سے موٹا تھا اسکو پھانسی کے واسطے لے گئے چیلہ بڑا گھبرایا اور گرو سے کہا مجھے بچاؤ۔ کہا میں نے تجھ سے کہا تھا کہ یہ جگہ رہنے کی نہیں، دودھ گھی کھانے کا مزہ اور دیکھ۔ کہا میری توبہ اب تو مجھے بچالو پھر ایسی مخالفت نہ کروں گا گرو نے پھانسی والوں کو کہا اسکو چھوڑ دو مجھے پھانسی دیدو۔ چیلہ نے دیکھا کہ میری خاطر خود گرو پھانسی پر چڑھنے کو تیار ہوگیا اس کے دل نے گوارہ نہ کیا کہ میں زندہ رہوں اور گرو کو میری وجہ سے پھانسی آئے اس نے کہا ہرگز نہیں مجھے پھانسی دو۔ گرو کہتا تھا مجھے پھانسی دو اس کی اطلاع راجہ کو ہوئی اس نے گرو کو بلایا اور پوچھا تم کس واسطے جھگڑ رہے ہو اس نے کہا حضور مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ گھڑی ایسی ہے کہ جو اسوقت پھانسی پائے گا سیدھا بیکنٹھ جائے گا۔ اسلئے میں چاہتا ہوں کہ مجھے پھانسی مل جائے راجہ نے کہا کہ اچھا یہ بات ہے تو بس ہم کو پھانسی دیدو۔ چنانچہ راجا کو پھانسی دے دی گئی اور سارا جھگڑا ہی ختم ہوگیا۔ گرو نے چیلے سے کہا بس اب یہاں سے چل دو یہ جگہ رہنے کے قابل نہیں ہے۔

(ف) یہ حکایت یونہی ایک مثل سی معلوم ہوتی ہے مگر اس میں بدنفسی اور بے انصافی کا فوٹو خوب کھینچا گیا ہے تو آج کل لوگوں نے خدا تعالیٰ کو نعوذ باللہ ان نیاؤ نگر کا راجہ سمجھ لیا ہے کہ نامناسب اور خلاف مصلحت کام کرتے ہیں اس مضمون کو آج کل یوں بیان کیا جاتا ہے کہ خدا کی ذات بڑی بے پرواہ ہے۔

جس موقع پر یہ جملہ استعمال کیا جاتا ہے کفر کا متلزم ہے مگر یہ دیوبندی علماء کا حوصلہ ہے کہ ان پر کفر کا فتویٰ نہیں دیتے کیونکہ ان کو اسکے کفر ہونے کی خبر نہیں، نہ کفر کی نیت ہے ساتھ ہی خدا تعالیٰ کا بے پرواہ ہونا بھی صحیح ہے مگر بے پرواہ کے دو معنی ہیں ایک احتیاج

دوسرے توجہ اور رعایت پس خدا تعالیٰ اس بے پرواہ معنی کے تو ہیں کہ کسی کے محتاج نہیں اور اس معنی کے بے پرواہ نہیں کہ کسی کی مصلحت کی رعایت نہیں کرتے بلکہ وہاں مراعات مصالح کامل طور پر ہے مگر اس کی ضرورت نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے افعال کی تم کو مصلحت بھی بتلائیں اور نہ ہم کو انتظار ہونا چاہیئے ہمارا مذہب تو یہ ہے :

ع۔ ہر چہ آں خسرو کند شیریں بود (اکبر الاعمال)

اکبر اور بیربل کی مزاحیہ حکایت

حکایت ہے کہ اکبر نے بیربل سے کہا کہ یہ مشہور ہے کہ تین ہٹیں بہت سخت ہیں۔ راج ہٹ، تریا ہٹ، بالک ہٹ یعنی بادشاہ کی ہٹ، عورت کی ہٹ اور بچوں کی ضد۔ تو ان میں بادشاہ اور عورت کی ضد کا سخت ہونا تو مسلم ہے کیونکہ وہ عاقل ہیں ممکن ہے کوئی ایسی ضد کریں جو پوری نہ ہو سکے مگر بچوں کی ضد کا پورا کرنا کیا مشکل ہے! بیربل نے کہا حضور سب سے زیادہ مشکل یہی ہے البتہ عاقل کے لئے آسان! اکبر نے کہا یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ بیربل نے کہا اچھا ہم بچہ بنتے ہیں اور بچوں کی طرح ضد کرتے ہیں اور آپ ہماری ضد پورا کریں۔ کہا بہت اچھا۔ اب بیربل رونے لگا۔ اکبر نے کہا کیا ہے کیوں روتے ہو؟ کہا ہم تو ہاتھی لیں گے اکبر نے فیل خانے سے ایک ہاتھی منگوا دیا کہ لو۔ وہ پھر رونے لگا۔ کہا اب کیا چاہتے ہو؟ کہا ہم تو کلھیا لیں گے اکبر نے ایک کلھیا منگوا دی وہ پھر رونے لگا۔ کہا اب کیا چاہتے ہو۔ کہا اس ہاتھی کو کلھیا میں رکھ دو۔ اب تو اکبر بہت گھبرایا کہ یہ ضد کیونکر پوری ہو۔ کہا واقعی میں سمجھ گیا کہ بالک ہٹ بہت سخت ہے۔ مگر تم نے جو کہا تھا کہ عاقل کو آسان ہے تو عاقل یہاں کیا عقل چلائے گا بیربل نے کہا حضور عاقل کو واقعی آسان ہے۔ اکبر نے کہا اچھا اب ہم بچہ بنتے ہیں تم ہماری ضد پوری کرو چنانچہ اکبر نے بھی یہی سبق دہرایا کیونکہ ان کو تو ایک ہی سبق یاد تھا پھر جب اکبر نے ہاتھی مانگا تو بیربل نے بازار سے مٹی کا ننھا سا ہاتھی منگوا دیا اور جب

کلیا مانگو تو بڑی سی کلیا منگادی جب ہاتھی کو کلیا میں رکھنے کو کہا اس نے آسانی سے رکھدیا اور کہا حضور آپ نے جو بچہ کی ضد پر فیل خانہ سے ہاتھی منگوایا یہ غلطی تھی۔ بچوں کے لئے انہی کے مذاق کا ہاتھی منگوانا چاہیئے۔ غرض مٹی کا ہاتھی بھی بچوں کے نزدیک ہاتھی ہی ہے۔ نام اسکا بھی ہاتھی ہے مگر حقیقت میں ہاتھی نہیں۔

(ف) جیسے مٹی کا ہاتھی بھی نام کا ہاتھی تو ہے مگر کام کا ہاتھی نہیں اس طرح ذکر میں دو درجے ہیں۔ جو ذکر حقیقی ہے اور ہے اور صورت ذکر اور ہے۔ ذکر حقیقی سارے معاصی سے بچنے کو اور تمام اوامر کے بجالانے کو مستلزم ہے اور وہ بہت سہل و مختصر ہے صورت ذکر تو جو طبیعتی نماز نہیں پڑھتے ان کو صورت ذکر حاصل ہے تحقیقی ذکر حاصل نہیں۔ (واللہ اعلم)

سُست اور کاہل دو احدی کی مزاحیہ حکایت

ایک حکایت مشہور ہے کہ دو احدی ایک جگہ رہتے تھے دونوں میں باہم یہ عہد ہوا تھا کہ ایک دن ایک لیٹا رہے دوسرا اس کی حفاظت کرے اور دوسرے دن دوسرا لیٹا رہے پہلا اس کی خدمت کرے۔ ایک دن ایک لیٹا ہوا تھا کہ ایک سوار پاس سے گذرا اس نے آوازدی میاں سوار یہاں آنا اس نے پاس آکر کہا کیا ہے کہا میرے سینے پر جو بیر رکھا ہوا ہے یہ ذرا میرے منہ میں ڈال دے۔ سوار نے کہا کمبخت میں گھوڑے سے اتروں تو ڈالوں تو خود اپنے ہاتھ سے نہ ڈال لے۔ کہا جی اب ہاتھ کون ہلائے اور منہ تک اسے کون لے جائے سوار نے اس کے ساتھی سے جو بیٹھا ہوا تھا کہا کہ تو ہی اس کے منہ میں ڈال دے۔ وہ جھلا کر کہتا ہے جناب مجھ سے ایسی بات نہ کہیئے گا آپکو واقعہ معلوم نہیں کل میرے لیٹنے کی باری تھی یہ بیٹھا ہوا تھا میں نے جمائی لی اسوقت ایک کتا میرے منہ میں پیشاب کر گیا اس کمبخت نے اسکو ہٹایا تک نہیں اب میں اسکو کیوں بیر کھلاؤں۔ سوار نے دونوں پر لعنت بھیجی اور چل دیا۔

(ف) جیسے ان بیوقوفوں نے اپنی کاہلی سے ایک آسان کام کو مشکل بنالیا تھا ایسے ہی ہم

لوگوں نے بھی آسان کو مشکل بنا رکھا ہے ہم لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ذاکر وہ ہے جو بیوی بچوں کو چھوڑ دے اچھے سامان کو راحت کے اسباب کو چھوڑ دے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ البتہ غیر ضروری کام کے لئے اہتمام و فکر کرنا یہ بیشک بُرا ہے کیونکہ خدا سے غافل کرنیوالا ہے اگر بدوں اہتمام کے حاصل ہو تو وہ بُرا نہیں۔ (اکبر الاحمال ص۱۵)

ایک افیونی کی مزاحیہ حکایت

حکایت ہے کہ ایک افیونی کی ناک پر مکھی بیٹھی تھی وہ اُڑاتا تھا اور وہ پھر آکر بیٹھ جاتی۔ بعض مکھی ایسی ڈھیٹ ہوتی ہے کہ تنگ کر دیتی ہے۔ افیونی نے کیا تدبیر کی کہ استرہ لیکر ناک کاٹ ڈالی کہ جاؤ ہم نے اڈہ ہی نہیں رکھا۔ اب کہاں بیٹھو گی۔ مگر مکھی کے لئے اب پہلے سے بھی اڈہ بن گیا۔ کیونکہ خون چوسنے کو ملا اور شاید اب پہلے سے زیادہ مکھیوں کا لشکر جمع ہو گیا۔

(ف) یہ حالت ان ذاکروں کی ہے کہ بیوی بچوں کو چھوڑ کر خدا تو ان سے نہ ملا ہاں یہ نقصان مزید ہوا کہ اپنی دنیا بھی بے علاوت کر لی اور پریشانی بڑھا لی۔ جیسے ایک شخص نے روپیہ قرض لیکر مکان بنایا تھا ایک تو یہ حماقت کی پھر جب قرض خواہ نے تقاضا زائد کیا تو آپ نے غصہ میں آکر مکان ہی گرا دیا کہ جاؤ ہم وہ مکان ہی نہیں رکھتے جو تمہاری رقم سے بنایا تھا۔ اس حرکت سے قرض تو بجنسہٖ باقی رہا ہاں ایک نقصان اور ہو گیا کہ مکان بھی نہ رہا (امین)

ہندو طبیب اور بادشاہ کے لڑکے کی مزاحیہ حکایت

دیوبند کی حکایت ہے کہ شاہ دہلی کے شاہزادے نے روزہ رکھا تھا روزہ کشائی کی بڑی تقریب دھوم دھام سے کی جا رہی تھی کہ عصر کے وقت لڑکا پیاس سے بیتاب ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں تو روزہ توڑتا ہوں سب کو فکر ہوئی کہ ایسی تدبیر ہو کہ روزہ بھی رہے اور بچہ کو تکلیف بھی نہ رہے۔ اطباء کو جمع کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بادشاہ دیندار تھا اگر آجکل کے نئی روشنی والوں کی طرح بے دین ہوتا تو کہدیتا کہ روزہ توڑ دو روزہ میں کیا رکھا ہے مگر اس نے روزہ کا احترام کیا۔ غرض اطباء نے تدبیریں سوچیں کسی کی کچھ

کچھ میں نہ آیا۔ یہ ہندو طبیب بھی حاضر تھا اس نے کہا ایک تدبیر میری سمجھ میں آئی ہے اگر اجازت ہو تو عرض کروں اسکو اجازت دی گئی تو اس نے کہا جلدی سے لیموں منگا لیجئے اور بچوں سے کہا اس کے سامنے تراش کر چاٹیں اور چٹخارہ لیتے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور شہزادے کے منہ میں لعاب کا دریا بہنے لگا۔ میں نے علماء سے سنا ہے کہ لعاب نگلنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا شہزادہ اس لعاب کو نگلتا ہے پیاس بجھ جائیگی علماء نے اتفاق کیا اور اسطرح شہزادے کا روزہ پورا ہو گیا۔

(ف) صاحبو! غضب ہے کہ کھٹائی اور مٹھائی کے نام میں اثر ہو کہ نام لینے سے منہ میں پانی بھر آئے اور خدا کے نام میں اثر نہ ہو۔ (اکبر الاعمال ص۱۰)

میلاد کرتے ہوئے پرانا کرتہ پھاڑ ڈالنے کی مزاحیہ حکایت

کانپور میں ایک صاحب نے آکر ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا اور عین بیان کے اندر پرانا کرتہ پھاڑ ڈالا گھر سے نیت ہی کر کے آئے تھے ویسے تو ان لوگوں نے نیا کرتہ نہیں دینا ان سُسروں سے اس ترکیب ہی کیسا تھ وصول کیا جائے) آخر گھر والوں کو شرم سے نیا کرتہ بنانا پڑا۔

(ف) یہ لوگ صاحب لبطن ہیں صاحب بالمن نہیں عقل بڑی بھاری نعمت ہے مستی اور سکر وغیرہ کوئی کمال نہیں اسی لئے انبیاء علیہم السلام ایسا وجد جس میں اچھل کود پھاند اور عقل مغلوب ہو جاوے نہ ہوتا تھا مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ جن کو سکر و وجد ہوتا ہے وہ کچھ بھی نہیں مکار ہیں، ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بندے سب یکساں نہیں سب کو مکار نہ سمجھنا چاہیئے۔

؎ مکن عیب درویش حیران و مست کہ غرق است ازاں میزند پا دست

حیران و مست درویش کی عیب جوئی مت کرو اس لئے کہ وہ محبوب کی محبت میں غرق ہے اس وجہ سے ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ آگے اس کے حد بتاتے ہیں:

؎ تسلیم سر در گریباں برند چو طاقت نماند گریباں درند

کہ اول تو نسبا کے سر جھکا لیتے ہیں مگر جب طاقت نہ رہے اسوقت بے اختیار ہو کر گریبان پھاڑ ڈالتے ہیں یہ نہیں کہ جان بوجھ کر ایسا کریں۔ (وحدت الکعب ص۴۰)

ہر وقت بناؤ سنگھار فیشن دار کپڑوں کی فکر میں رہنے والوں کی مزاحیہ حکایت

ایک شخص کچہری میں ملازم تھا وہ پرانے زمانہ کے سیدھے سادے مسلمان تھے عمامہ جلدی جلدی باندھ لیا کرتے تھے تو وہ خراب بندھتا تھا۔ اور جتنے کچہری والے تھے آئینہ سامنے رکھ کر کچہری میں باندھ کر آتے تھے تو ان کے عمامے خوبصورت بندھے ہوتے تھے ایک مرتبہ حاکم نے کہا کہ منشی جی آپ کو عمامہ باندھنا نہیں آتا دیکھئے اور سب کیا خوبصورت عمامہ باندھ کر آتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ جناب یہ لوگ اپنی بیبیوں سے بندھواتے ہوں گے میں خود باندھ لیتا ہوں اگر یقین نہ آئے تو سب سے کہیئے کہ عمامے اتار کر پھر باندھیں اگر خراب باندھیں تو سمجھئے کہ یہ خود نہیں باندھتے۔ حاکم نے سب کے عمامے کھلوا کر از سر نو باندھنے کا حکم دیا۔ ان صاحب نے تو ویسا ہی باندھا جیسا ہمیشہ باندھتے تھے اور لوگوں کا بہت خراب بندھا کیونکہ آئینہ تو سامنے تھا ہی نہیں حاکم نے کہا سچ کہتے ہو واقعی یہ لوگ اپنی بیبیوں سے بندھوا کر آتے ہیں سب لوگوں کو بڑی شرمندگی ہوئی۔

(ف) غرض بعضے آدمی بناؤ سنگھار میں ہی کھپے رہتے ہیں جس کی وجہ سے بہت سے اذکار فاتح ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اول تو اس کے لئے آمدنی بہت چاہیئے اس کی فکر پھر ضرور بھی ہر وقت کا جنجال غرض فکر ہی فکر ہے۔ خصوصاً بعضے آدمی وضع اور فیشن ہی کے فکر میں رہتے ہیں یہاں تک کہ بعض لوگوں کی حالت دیکھی گئی ہے کہ ہر کام کے لئے الگ لباس مقرر ہے کھانے کا الگ، سواری کا الگ، سونے کا الگ، کچہری میں جانے کا الگ، پاخانہ میں جانے کا الگ۔ لباس کیا ہوا ایک وبال جان ہو گیا۔ ایک شخص کی یہ حالت تھی کہ جب کوئی پکارتا تو آئینہ دیکھ کر بناؤ سنگھار کر کے گھر سے باہر نکلتے تھے۔ افسوس یہ لوگ آزادی کا دعویٰ

کرتے ہیں مگر آزادی کا نام ہی نام ہے ورنہ ان کو آزادی کہاں نصیب۔ یہ تو ہر وقت افکار کے شکنجے میں جکڑے ہوئے ہیں آزادی اہل اللہ کو ہے۔ (الدین الخالص ص۸۰)

ایک بزرگ کا گدھے پر پان کی پیک ڈالنے کی مزاحیہ حکایت

ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ وہ ایک دن جا رہے تھے ہولی کا دن تھا ہندو آپس میں ایک دوسرے پر رنگ ڈال رہے تھے۔ بازار میں ہر شے رنگین نظر آتی تھی انہوں نے ایک گدھے کو دیکھا کہ اس پر رنگ نہیں ہے تو ہنس کر کہا تجھے کسی نے نہیں رنگا تجھ کو میں رنگ دوں اور پان کی پیک اس پر ڈال دی۔ جب مر گئے تو کسی پر مکشوف ہوا کہ ان کی نسبت حکم ہوا کہ ان کو ہولی والوں میں لے جاؤ کیونکہ انہوں نے گدھے پر پان کی پیک ڈال کر ہولی والوں میں شرکت کی تھی۔

(ف) تو صاحبو! پان کی پیک ڈالنا چھوٹی بات نہیں اس تشبیہ بالکفار تھا جو بڑی بات ہے تو بعض بات ظاہر میں چھوٹی سی معلوم ہوتی ہے مگر اس کا منشا بڑا ہوتا ہے۔ عوام اسکو نہیں سمجھتے اس لئے خدا تعالیٰ کے معاملات میں بھی ایسے لوگوں سے سخت غلطی ہوتی ہے کہ بعض امور حقیر کو چھوٹا سمجھ کر اس پر دلیر ہو جاتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ خدا کی ذات بہت ہی بے پرواہ ہے۔ ان کے یہاں چھوٹی چھوٹی باتوں پر گرفت نہیں ہوتی۔ سو یہ سخت غلطی ہے جس کو تم چھوٹا سمجھتے ہو ممکن ہے کہ واقع میں بہت بڑی ہو۔ (الدین الخالص ص۲)

دیہاتی گنوار اور آنریری مجسٹریٹ کی مزاحیہ حکایت

ایک صاحب رئیس دیہاتی گنوار جاہل آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوئے کام تو جانتے نہ تھے ایک دوسرے آنریری مجسٹریٹ کے یہاں کام سیکھنے پہنچے اتفاق سے جس وقت پہنچے تو دو درخواستیں پیش ہوئیں۔ اس میں پہلی منظور کرنے کے قابل تھی اور دوسری منظور کرنے کے قابل نہ تھی انہوں نے پہلی کو دیکھ کر کہا منظور اور دوسری کو دیکھ کر نامنظور کہا بس آپ نے کہا یہی آنریری مجسٹریٹی ہے تو یہ کیا مشکل ہے۔ آئے اور اجلاس کیا درخواستیں

پیش ہوئیں۔ پہلی کو کہا منجور منظور، دوسری کو نامنجور نامنظور، اس تمام درخواستوں پر منجور نامنجور کہتے رہے۔ یہ آزیری مجسٹریٹ تھے۔

(ف) جب ایسے ایسے جاہل سید القوم (قوم کے سردار) بنیں تو وہ رعایت مصالح کیا کریں گے اتفاق کیسے ہوگا۔ دوسروں کو اپنا ہمسر سمجھو، کمتر نہ سمجھو تو اتفاق ہو اور یہ تواضع سے ہو سکتا ہے اور تواضع بزرگوں کی صحبت سے ملتی ہے۔

؎ قال را بگذار مرد حال شو　　پیش مرد کامل پامال شو

قال کو چھوڑ دو حال پیدا کرو یہ حال جب پیدا ہوگا کہ کسی مرد کامل کے پاؤں میں جا کر پڑو۔ (الوقت ص۱۰)

عارضی اور حقیقی تواضع کرنے کی مزاحیہ حکایت

حکایت ہے کہ ایک بلی کو بادشاہ نے منگوایا تاکہ اگر اسکے سر پر شمعدان رکھدیا جاتا تو وہ خاموش بیٹھی رہتی تھی بادشاہ بہت خوش تھے کہ بلی نے بالکل اپنی خصلت چھوڑ دی۔ وزیر نے کہا حضور اس سے اس کی خصلت نہیں چھوٹی مگر کوئی بات نئی پیش آئی جس سے اس کی خصلت کا چھوٹنا یا نہ چھوٹنا ظاہر ہوتا۔ اس کے سامنے چوہا چھوڑ کر دیکھئے پھر دیکھیں یہ کیسے اطمینان بیٹھی رہتی ہے چنانچہ اس کے سامنے چوہا چھوڑا گیا وہ شمعدان چھوڑ کر دوڑی چوہے کے پکڑنے کو۔

(ف) اس تواضع کی بھی ایسی ہی مثال ہے جو کسی بزرگ تربیت اور صحبت سے حاصل نہ کی جائے مولانا رومی فرماتے ہیں کہ تمہاری تواضع کی ایسی ہی مثال ہے کہ گوبر ہے کہ پانی کی تہ میں بیٹھ جاتا ہے بظاہر نظر پانی نہایت صاف و شفاف نظر آتا ہے لیکن اگر ذرا ہل جائے تو تمام گوبر ظاہر ہو جائے۔

؎ دریائے فراواں نشود تیرہ بسنگ　　عارف کہ بر سجدہ تنگ آب است ہنوز

یعنی بڑا دریا پتھر سے گدلا نہیں ہوتا جو عارف کہ رنجیدہ ہو وہ ہنوز تھوڑے پانی کے مشابہ ہے کہ ذرا سی چیز کے پڑنے سے گدلا ہو جاتا ہے۔" تو آپکی تواضع مصنوعی تواضع ہے کہ ابھی اگر کوئی ذرا خلاف مرضی کوئی بات کہدے پھر دیکھئے آپ کیسے بھڑکتے ہیں۔ (الوقت ص۱۰)

جاہل بے علم کی مزاحیہ حکایت

سہارنپور میں ایک جاہل آیا تھا اسکو ناز تھا کہ میں عالم ہوں چنانچہ جمعہ کی نماز کے بعد اُس نے خود ہی اعلان کیا کہ بھائیو اُواج (وعظ) ہوگی۔ آپ کی لیاقت کا حال تو لوگوں کو ان دو لفظوں ہی سے معلوم ہوگیا مگر تماشا دیکھنے کے لئے لوگ بیٹھ گئے کہ دیکھیں بھائی اُواج کیسی ہوتی ہے۔ وعظ تو بہت سُنے مگر اُواج کبھی نہ سُنی تھی۔ تھوڑی دیر میں واعظ صاحب ممبر پر پہنچے اور تین مرتبہ لیس لیس لیس پڑھکر اس کی تفسیر بیان کی اے محمد (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں تجھے نہ پیدا کرتا تو نہ عرش کو پیدا کرتا نہ کرسی کو نہ آسمان کو نہ زمین کو۔ بھائیو آدھی اواج آج ہوگئی ہے آدھی کل کو ہوگی۔ ہمارے تھکے ہیں خرچ پاس نہیں کچھ ہماری مدد کرو۔ بس وعظ ختم ہوا۔ اوّل تو احمق نے لیس کو شین سے پڑھا پھر اس کی تفسیر کیسی خوبصورت کی۔ اس مجمع میں ایک نابینا عالم بھی تھے جن کا نام مولانا سعید الدین تھا اور لوگ ان کے علم و فضل کے معتقد تھے انہوں نے لوگوں سے فرمایا کہ ذرا ان مولانا کو میرے پاس لانا چنانچہ لایا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ان کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیدو۔ کہیں بھاگ نہ جائیں۔ غرض اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر دریافت فرمایا کہ مولانا آپ کی تحصیل کہاں تک ہے تو واعظ صاحب فرماتے ہیں کہ ہماری تحصیل ہاپوڑ۔ مولانا سعید الدین صاحب سمجھ گئے کہ بیچارہ پاگل جاہل ہے اسکو تحصیل کے معنیٰ بھی معلوم نہیں، پھر آپ نے پوچھا کہ پوچھتا ہوں کہ تم نے کہاں تک تعلیم حاصل کی ہے؟ کہنے لگا ہم نے پڑھا ہے ہرنی نامہ وفات نامہ معجزہ آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم، سانپ نامہ اور تو کیا جانے اندھے۔ مولانا سعید الدین صاحب نے اسکا ہاتھ چھوڑ دیا اور لوگوں سے فرمایا کہ اس کو کچھ نہ کہو جانے دو بیچارہ معذور ہے۔

لیلۃ القدر : شب قدر کی فضیلت۔ اس کی علامت۔ شب قدر صرف رمضان میں ہی ہوتی ہے۔ اس میں کیا عبادت کرنی چاہیئے اور کس نیت سے۔ نیز شب قدر ہر مقام پر علیحدہ ہوتی ہے۔ کو عقلی دلائل سے واضح کیا ہے۔ قیمت

رسوماتِ مرگ پر کفن کا چادرہ لینے کی مزاحیہ حکایت

کیرانہ میں ایک شخص کا انتقال ہوا تو کفن کا چادرہ لوگوں نے قبرستان کے تکیہ دار کو دیا کسی دوسرے غریب کو دیدیا۔ وہ تکیہ دار جھگڑنے لگا کہ یہ تو میرا حق ہے۔ لوگوں نے کہا بھائی ہمیشہ تم کو دیا جاتا ہے آج اس غریب کو دینے دو۔ تو وہ تکیہ دار کیا کہتا ہے کہ واہ حضور خدا خدا کر کے تو یہ دن آتا ہے اسی میں آپ ہمارا حق دوسروں کو دیتے ہیں لوگوں نے کہا کمبخت کیا تو اس دن کا منتظر رہتا ہے کہ کوئی مرے تو تجھے کپڑا ملے جو یہ دن تیرے لئے خدا خدا کر کے آتا ہے۔ وہ بات بنانے لگا مگر دل کی بات زبان پر آ ہی گئی۔

فائدہ: میں تو کہا کرتا ہوں کہ جب محلہ میں کوئی رئیس بیمار ہوتا ہے تو مسجد کے مؤذن تو اسکی صحت کی ہرگز دعا نہ کرتے ہوں گے۔ وہ تو یہ چاہتا ہوگا کہ اچھا ہے یہ مرے تو تیجے دسویں چالیسویں کو فاتحہ کا کھانا خوب فراغت سے ملے گا کیونکہ خوشی میں ان کو کون پوچھتا ہے ایسے ہی مواقع میں پوچھا جاتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ ان مواقع کے منتظر رہیں گے۔ (تفصیل الدین ص۶۷)

کم عقل انسان کا خاموش رہنا ہی بہتر ہے

حکایت نمبر ۱: امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا تھا کہ مجلس میں سب لوگ سوال کرتے ہیں تم کچھ سوال نہیں کرتے؟ اس نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ اب سوال کیا کروں گا۔ چنانچہ ایک دن حضرت امامؒ نے یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ روزہ مغروب کیسا تھ فوراً افطار کرنا چاہیئے تو وہ طالبعلم صاحب پوچھتے ہیں کہ حضرت اگر کسی دن مغروب ہی نہ ہو تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ بس خاموش ہی رہیں آپ کو بولنے کی ضرورت نہیں۔

غیر شرعی رسومات کی مزاحیہ حکایت

بلند شہر میں ایک رئیس زادے کے باپ کا انتقال ہو گیا، ان کے اعزہ چاروں طرف سے جمع ہو گئے اور ایک بارات سی ہو گئی، آگئی، رئیس زادے نے سب کے لئے عمدہ کھانے پکوائے جب کھانا چنا گیا تو اس نے مہمانوں سے کہا کہ مجھے کچھ عرض کرنا ہے پہلے میری بات سن لیجئے پھر کھانا شروع کیجئے گا سب لوگ ہاتھ روک کر بیٹھ گئے اس نے سب کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ حضرات کو معلوم ہے کہ اسوقت مجھ پر کیسا سانحہ گذرا ہے، اسوقت میرے والد ماجد کا سایہ میرے سر پر سے اُٹھ گیا ہے اور سب جانتے ہیں کہ باپ کا سایہ اُٹھ جانے سے کیسا صدمہ ہوتا ہے تو کیا یہی انصاف ہے کہ مجھ پر تو یہ مصیبت گذرے اور تم آستین چڑھائے مرغن کھانا کھانے کو تیار ہو گئے۔ کیوں صاحب یہی ہمدردی ہے؟ بس مجھ کو جو کہنا تھا کہہ چکا اب کھانا شروع کیجئے۔ بھلا اب کون کھاتا جب سر پر جوتیاں پہلے ہی پڑ گئیں، سب لوگ دستر خوان سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور رئیس زادے نے غرباء کو بلا بھیجا کہ بیٹھو کھاؤ۔ تمہارے کھانے سے میرے باپ کی روح کو ثواب پہنچے گا اور یہ برادری کے کھاتے پیتے لوگ آستین چڑھا کر بیٹھ گئے ان کے کھانے سے ان کو کیا ثواب ملتا اور میری رقم بھی برباد ہو جاتی۔ غرض غریبوں نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور دعا دیتے ہوئے چلے گئے۔ اس کے بعد برادری کے چند معزز لوگ اسطرف جا کر بیٹھے اور غمی کی رسوم میں مشورہ کرنے لگے۔ سب نے بالاتفاق یہ طے کیا کہ واقعی یہ رسمیں بالکل عقل کے خلاف ہیں اور شریعت کے خلاف تو ہیں ہی، ان سب کو یک لخت موقوف کر دینا چاہیئے۔ کسی نے ان رئیس زادے سے کہا کہ میاں جب تم کو کھلانا منظور نہ تھا تو پہلے ہی سے یہ بات کہدی ہوتی۔ ایسا انتظام ہی تم نے کیوں کیا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ اگر میں یہ انتظام نہ کرتا اور کھانا تیار کرنے سے پہلے یہ بات کہتا تو لوگ یوں سمجھتے کہ اپنی بچت کے لئے یہ بات کی ہے۔ اب کسی کا یہ منہ نہیں رہا کہ مجھے یہ الزام دے سکے۔ کیونکہ میں نے کھانے ایسے عمدہ تیار کرائے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

۱۔ شیطان کو جوتوں کے ساتھ پٹائی کرنے کی حکایت ایک شخص حج کو گیا تو کنکریاں مارتے وقت ایک لمبا جوتا لے کر ان تین پتھروں میں سے ایک پتھر کو خوب پیٹ رہا تھا اور شیطان کو کہہ رہا تھا کہ کم بخت فلاں دن تو نے مجھ سے یہ گناہ کرایا تھا اور فلاں رات کو تو نے مجھے زنا میں مبتلا کیا تھا اور چوری کرائی تھی۔ (مواعظ)

(ف) کئی شخص اپنی کم علمی کی وجہ سے ہر گناہ کی ذمہ داری شیطان ہی پر ڈالتے ہیں حالانکہ تمام گناہ شیطان ہی نہیں کراتا نفس بھی برابر کا شریک ہے جس کو حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب فرماتے ہیں۔

؎ شیطان و نفس دونوں ہیں دشمن تیرے مگر
دشمن وہ دُور کا ہے یہ دشمن قریب کا

اور؎ نفس و شیطان ہیں خنجر در بغل
وار ہونے کو ہے اے غافل سنبھل

۲۔ شریر بچوں کی حکایت ایک مرتبہ جنت میاں جی رح (یہ بزرگ بچوں کو کلام پاک کی تعلیم دیا کرتے تھے) اُن کے پاس پیاسے آئے۔ ان کو خیال ہوا کہ کھلے رکھوں گا تو لڑکے کھا جائیں گے اس لئے بدھنے (یعنی لوٹا) میں بھر کر اس کا منہ آٹے سے بند کر دیا ایک وقت جو میاں جی کہیں گئے تو لڑکوں نے مشورہ کر کے بدھنے (لوٹا) کی ٹوٹنی میں سے پانی بھرا اور خوب شربت بنا کر پیا۔

ف: جس طرح بچوں میں دو خصلتیں ہوتی ہیں شریر پن اور بھولا پن۔ اس

طرح نفس شریر بھی ہے اور بھولا بھی اس کو بہلا پھسلا کر جو چاہو اس سے کام لے سکتے ہو جیسے کسی بزرگ کا واقعہ ہے کہ اُس کے نفس کو حلوہ بہت مرغوب تھا تو اپنے نفس سے کہتے کہ دس رکعتیں پڑھ پھر حلوا کھا لینا دس رکعتیں پڑھ کر پھر حلوا کھلا دیتے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ نفس کو خوب کھلاؤ پلاؤ اور پھر اس سے خوب کام لو کہ ع مزدور خوش دل کند کار بیش

(تسہیل مواعظ ص۲۰۸)

۳۔ یک چشم شخص کی حکایت ایک یک چشم شخص کی مشہور حکایت ہے کہ وہ دہلی گیا۔ سیر کے لئے چاندنی چوک میں نکلا۔ اتفاق سے آپ کی گردن بھی مڑ نہ سکتی تھی اس لئے جاتے وقت صرف ایک طرف کی دکانیں نظر آئیں دوسری جانب کی نظر نہ آئیں۔ جب وہاں سے واپس ہونے لگا تو دوسری جانب کی نظر آئیں ان کو دیکھ کر آپ فرماتے ہیں کہ دلی کے لوگ بھی رستم کے لوگ ہیں ابھی یہ دکانیں داہنی جانب تھیں ابھی ہمارے لوٹنے سے پہلے ان کو بائیں جانب اٹھا کر رکھ دیا۔

ف: اسی طرح ہمارے بھائیوں نے بھی شریعت کو صرف ایک طرف سے دیکھا ہے اس لئے وہ اپنے کو دوسروں کی تہذیب میں محتاج سمجھتے ہیں ورنہ اگر پورے طور سے دیکھتے تو شریعت میں وہ اعلیٰ درجہ کی تہذیب ہے کہ دنیا میں کسی قوم کے اندر بھی ایسی تہذیب نہیں۔ (تسہیل المواعظ ص۱۹۱)

۴۔ مٹی کے سونا ہو جانے کی حکایت کان پور میں دو آدمیوں نے کہیں سُن لیا تھا کہ شب برات میں جو دعا مانگی جاوے قبول ہوتی ہے چنانچہ دونوں ایک مٹی کا ڈھیلا لیکر بیٹھے اور اس پر ایک رومال ڈال دیا اور دعا مانگنی شروع کی کہ یا اللہ! یہ مٹی سونا ہو جاوے تمام رات

دعا کرتے رہے جوں جوں صبح ہوتی تھی شوق بڑھتا جاتا تھا بمشکل صبح پکڑی اور جلدی سے کھولا دیکھیں تو وہی مٹی۔ ساری آرزوئیں خاک ہوگئیں اور دل مرگیا کہ شب قدر بھی خالی گئی طرح طرح کے شیطانی خیال آئے کہ دعا کو ویسے بھی سنا کرتے تھے کہ قبول ہوتی ہے اور آج تو شب قدر تھی اسی فکر میں بیٹھے تھے خیریت ہوئی کہ بندۂ خدا ایک درزی پہنچ گیا جو علم والوں کی صحبت پائے ہوئے تھا ان سے پوچھا کیسے سست ہوا انھوں نے سارا قصہ بیان کیا۔ اس نے کہا بھائی شکر کرو اس میں کچھ حکمت ہوگی۔ ایک ذرا سی بات تو مجھ کو معلوم ہوتی ہے کہ اللہ میاں تمہارے بدخواہ نہیں ہیں اگر وہ سونے کا نکلتا تو تم دونوں میں لڑائی تو ابھی ہوتی پھر جانے کہاں تک طول کھینچتا ممکن ہے کہ ڈھیلا کسی تیسرے کا ہو جاتا دونوں کی تسکین ہوگئی۔

ف: غرض یہ ہے کہ موہوم سونے کے لئے تو اتنی محنت کی کہ کہیں سونے کا گھڑا نظر پڑ جائے تو جانے کیا ہو۔ آج کل سب نے یاد کرلیا ہے اتفاق اتفاق یہ خبر نہیں کہ اتفاق کیسے ہوتا ہے اتفاق ہوتا ہے خواہش نفسانی روکنے سے۔ غرض ساری برائیوں کی جڑ خواہش نفسانی ہے اور یہی روکنے کی چیز ہے۔

(وعظ حاضری کا غوف صـ۶۶)

۵۔ عشق مجازی میں مبتلا ہونے والے کی حکایت | ایک شخص کی حکایت ہے (یہ ایک بزرگ ہیں پہلے حالت ایسی ہی تھی بعد میں بزرگ ہوئے ہیں) وہ یہ کہ ایک عورت سے عشق تھا بڑی آرزوؤں کے بعد ایک دن شام کو کہیں بات کرنے کا موقع مل گیا اور صورت یہ تھی کہ کھڑکی کے نیچے بات کرنے کھڑے ہوئے تھے ایسے محو ہوئے کہ تمام رات گزر گئی جب مؤذن نے صبح کی اذان دی تو کیا کہتے ہیں بھلے مانس تجھے بھی آج ہی عشاء کی اذان سویرے کہنی رہ گئی تھی۔

کسی نے کہا جناب خبر بھی ہے صبح ہوگئی منہ پھیر کر دیکھا تو واقعی صبح تھی۔ دل پر اثر ہوا بہت اثر ہوا۔ (تسہیل الواعظ)

ف: جب عشق مجازی کا یہ حال ہے تو حقیقی عشق کی حالت کا کیا پوچھنا۔ جن اللہ والوں کو عشقِ حقیقی کی دولت ملی ہے اُن پر اعتراض حماقت کی دلیل ہے۔

۶۔ ایک لالچی ہندو کی حکایت

ایک لڑائی میں بہت آدمی مارے گئے تھے اس میدان میں ہزاروں مردے پڑے ہوئے تھے ایک صاحب ان میں ایسے بھی پڑے تھے کہ وہ مرے تو نہ تھے مگر زخم ایسے لگے تھے کہ اُٹھ نہیں سکتے تھے۔ اتفاق سے ہندو لشکر پاس سے ہو کر گزرا انھوں نے آواز دی کہ بھائی ذرا سنتے جاؤ تمہارے کام کی بات ہے بنئے نے تھوڑی دُور کھڑے ہو کر پوچھا کیا ہے۔ کہا میں تو اب مر ہی جاؤں گا میری کمر میں ایک ہمیانی (بٹوا) ہے اسے تم کھول لو تمہارے ہی کام آجائے گی کہیں ایسا نہ ہو کہ اور کسی کے ہاتھ پڑ جاوے۔ بنئے لالچی ہوتے ہی ہیں یہ آگے بڑھے جب خوب قریب پہنچ گئے تو اس زخمی نے پورے زور سے ان کی ٹانگ میں تلوار ماری کہ ہڈی ٹوٹ گئی۔ انھوں نے کہا کم بخت تو نے یہ کیا کام کیا۔ کہا ہمیانی کہاں سے آئی۔ کوئی ہمیانی بھی کمر سے باندھ کے لڑائی میں آتا ہے۔ ہم اس میدان میں رات کو اکیلے پڑے رہتے دوستی کے لئے تمھیں بھی بلا لیا تو وہ بنیا کیا کہتا ہے کہ اوت کا اوت نہ آپ چلے نہ اور کو چلنے دے۔

ف: یہی حال ہے ان اعتراض کرنے والوں کا کہ نہ خود چلیں نہ اور کو چلنے دیں بعض لوگوں کی تو یہاں تک عادت ہے کہ خواہ مخواہ اعتراض کیا کرتے ہیں خود کوئی ٹھیک تدبیر نہیں بتلاتے اور دوسروں کی تدبیر سے جو کام ہو اس میں عیب چھانٹتے ہیں۔ ان کی حالت مندرجہ ذیل حکایت سے خوب معلوم ہوگی جن کو عقل دی

گئی ہے وہ بُرے عیب پر نظر نہیں کرتے جہاں عیب و ہنر دونوں پاتے ہیں ہنر کی طرف دیکھتے ہیں اور عیب کو چھپا دیتے ہیں یا درستی کر دیتے ہیں۔

(قرآن کے حقوق ص۱۱۱)

بہروپیا کی مزاحیہ حکایت جب عالمگیر بادشاہ ہوئے تو شاہی قاعدہ کے موافق ہر ایک کو انعام دیا بہروپیے بھی آئے لیکن عالمگیر ایک مولوی آدمی تھے اِس لئے ان کو دینا ناجائز سمجھا مگر صاف منع بھی نہ کر سکے اس لئے مناسب سمجھا کہ کسی عمدہ حیلہ سے ان کو ٹال دیا جاوے۔ ایک بہروپیا آیا عالمگیر نے کہا کہ جب ایسی شکل میں آؤ گے کہ ہم تمھیں پہچان نہ سکیں اس وقت انعام دیں گے وہ طرح طرح کی شکلیں بدل کر آنے لگے مگر عالمگیر نے پہچان لیا لیکن جب ملک دکن کے فتح کرنے کے لئے عالمگیر نے سفر کیا تو عالمگیر کا سفر میں یہ طریقہ تھا راستہ میں جس صاحب کمال کو سُنتے تھے اس سے جا کر ملتے تھے ایک مقام پر سُنا کہ یہاں ایک درویش بڑے باکمال ہیں اوّل وزیر کو ملنے کے لئے بھیجا وزیر نے ہر طرح اِن کو جانچا وہ ہر بات میں پورے اُترے آکر عالمگیر سے بہت تعریف کی اور کہا کہ ان کو تکلیف دینا بے ادبی ہے آپ خود تشریف لے جا کر ان سے ملئے عالمگیر خود گئے اور مل کر بہت خوش ہوئے اور رخصت ہوتے وقت ایک توڑہ اشرفیوں کا پیش کیا درویش نے ایک لات ماری اور کہا کہ مجھ کو بھی اپنی طرح دنیادار سمجھتا ہے عالمگیر پر اس کا بہت اثر ہوا اور اس توڑا کو اٹھالیا اور اسے لے کر چلے۔ راہ میں وزیر سے دیر تک اس درویش کا ذکر رہا جب لشکر میں پہنچے تو سامنے سے دیکھا کہ وہ بزرگ بھی تشریف لا رہے ہیں اور بادشاہ کو جھک کر سلام کیا اور انعام مانگا عالمگیر حیرت میں ہو گئے اور غور کر کے پہچانا تو وہ بہروپیا تھا پس اس کو کچھ انعام دیا اور یہ پوچھا کہ میں نے مان لیا کہ تو بہت بڑا ہوشیار ہے مگر یہ بتلا کہ اس کی کیا وجہ

کہ اس وقت بہت سا روپیہ لینا تو نے قبول نہ کیا اور اب اس سے بہت کم روپیہ ہنسی خوشی لے لیا۔ اس نے کہا جو نقل میں نے کی تھی وہ لینا اس نقل کے خلاف تھا اس لئے نہیں لیا۔

ف : تو صاحبو! ہم لوگ تو اس نقال سے بھی گئے گزرے ہوئے۔ ہم سے تو نقل بھی دین کی نہیں ہوتی۔ (تسہیل المواعظ جلد اول صہ)

شاہ ابوالمعالیؒ اور شاہ بھیکؒ کی حکایت

شاہ بھیکؒ صاحب اور شاہ ابوالمعالیؒ کی حکایت ہے کہ شاہ ابوالمعالیؒ کسی بات پر شاہ بھیکؒ صاحب سے خفا ہو گئے اور انھیں علیحدہ کر دیا یہ جنگلوں میں روتے پھرتے تھے برسات آئی حضرت کا مکان گر پڑا بی بی صاحبہ نے فرمایا ایک تو آدمی تھا وہ سب کام کر لیتا آپ نے اسی کو نکال دیا حضرت نے فرمایا میں نے ہی نکالا ہے تم بلا لو۔ میں تم کو منع نہیں کرتا۔ بی بی صاحبہ نے شاہ بھیک صاحبؒ کو بلا بھیجا ان کی تو عید آگئی سنتے ہی آموجود ہوئے۔ بی بی صاحبہ نے مکان کی حالت دکھلائی وہ فوراً جنگل پہنچے اور لکڑی مٹی جمع کر کے مرمت میں لگ گئے یہاں تک کہ سارا دن مکان ٹھیک ٹھاک کر کے چوکس کر دیا اور چھت پر مٹی کوٹنے لگے۔ اتنے میں حضرت ابوالمعالیؒ صاحب گھر میں تشریف لائے اور کھانا کھانے بیٹھ گئے اور چھت پر سے مٹی کوٹنے کی آواز سن کر مہربانی کا جوش آیا اور اٹھ کر صحن میں آئے اور ان کو ٹکڑا روٹی کا دکھلایا کہ لو وہ وہیں سے کود پڑے حضرتؒ نے لقمہ ان کے منہ میں دیا اور سینہ سے لگا لیا۔ بس سارا کام ایک لمحہ میں بن گیا۔

ف : حضرت حکیم الامت قدس سرہ فرماتے ہیں ایک لمحہ بھی غفلت مت کر خاص طور پر رمضان شریف میں تو جاگ کر عبادت کر لو۔ ان کی رحمت پر نظر کریں تو ایک دم بھی ادھر سے غفلت نہ کریں اور بے فکر نہ ہوں کیوں کہ خدا جانے

کس وقت اللہ تعالیٰ مہربانی سے ہم پر توجہ کریں پھر اگر اس وقت ہم ان سے بے فکر ہوئے اور دنیا میں ہمارا خیال ہو تو کیسی خرابی کی بات ہوگی اس وقت افسوس کر کے کہو گے کہ بڑی خوش قسمتی سے (رمضان شریف) کا موقع ملا تھا۔ پھر وہ ہماری غفلت سے جاتا رہا میاں وہاں تو جس کا کام بھی بنا ہے ایک ہی لمحہ میں بن گیا۔ ان کی ایک لمحہ کی مہربانی ہمارے لئے بہت ہے مگر بہت دن اس لئے لگے رہتے ہیں کہ ہمیں خبر نہیں کہ کسی لمحہ میں مہربانی کی نگاہ پڑے گی۔ (تسہیل مواعظ ص۲۰۲)

غفلت چھوڑنے کا سبق اس حکایت سے ملتا ہے۔ (جامع)

بہر غفلت یہ تیری ہستی نہیں
دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں
رہ گذر دنیا ہے یہ بستی نہیں
جائے عیش و عشرت و مستی نہیں

ایک چور کا بادشاہ کی لڑکی پہ عاشق ہو جانا

ایک چور بادشاہ کی لڑکی پر عاشق ہو گیا تھا۔ ایک روز چوری کرنے کے ارادہ سے بادشاہ کے یہاں گیا۔ وہاں بادشاہ اور بیگم میں اسی لڑکی کی شادی کی نسبت بات ہو رہی تھی وہ بادشاہ کہہ رہا تھا کہ میں تو اس کی شادی عابد و زاہد پرہیزگار سے کروں گا یہ چور صاحب چوری تو بھول گئے اور بہت غنیمت جانا کہ آج خوب کام بنا۔ وہاں سے آکر ایک مسجد میں جا بیٹھے اور دن رات عبادت کرنا شروع کر دی۔ اس کا شہرہ ہو گیا کہ ایک بڑے عابد صاحب تشریف لائے ہیں ادھر بادشاہ نے آدمی مقرر کر رکھے تھے چنانچہ خبر ملی کہ ایک عابد صاحب فلانی مسجد میں قیام رکھتے ہیں ان سے زیادہ متقی و عابد کوئی نظر نہیں آتا۔ بادشاہ نے خاص وزیر کو ان کے پاس پیغام دے کر بھیجا اور یہاں کام ہو چکا تھا۔ انھوں نے توجہ بھی

نہ کی۔ وزیر نے نہایت ادب سے پیغام بادشاہی سنایا انھوں نے کہا کہ اصل میں نیت تو میری بُری تھی مگر حق تعالیٰ نے اپنا فضل کیا۔ اب مجھے نہ آپ کی بیٹی کی ضرورت ہے نہ آپ کے لاؤ لشکر کی بس تشریف لے جائیے اور میرا وقت ضائع نہ کیجیے۔

ف: طاعت ایسی چیز ہے کہ بعض دفعہ گو اس میں اچھی غرض نہ ہو مگر انجام کار اسی سے درست ہو جاتا ہے۔ کسی بزرگ سے کسی نے کہا دیکھئے صاحب فلانا شخص دکھلاوے کا ذکر کرتا ہے۔ بزرگ نے کہا تو تو دکھلاوے کا بھی نہیں کرتا وہ دکھلاوے کا ذکر کرتا تو ہے کبھی نہ کبھی ذکر دل میں جگہ کر ہی لے گا۔ اور تجھ سے کیا اُمید ہے۔ (حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رح) فرماتے تھے کہ عبادت اوّل ریا ہوتی ہے چند روز میں عادت ہو جاتی ہے پھر عبادت میں اخلاص پیدا ہو جاتا ہے۔ حضرت خواجہ مجذوب رح فرماتے ہیں۔

وہ ریا جس پر تھے زاہد طعنہ زن — پہلے عادت پھر عبادت بن گئی
دے گئی اُن کو شکر رنجی مزا — درد میں پیدا حلاوت ہو گئی

(تسہیل المواعظ جلد اول ص۵۹)

ایک دیہاتی کا ریل میں سفر کرنا ایک دیہاتی نے ریل کا سفر کیا اور ایک من بوجھ اپنے ساتھ لیا جب اسٹیشن پر پہنچا تو ریلوے ملازموں نے ٹکٹ کے ساتھ اسباب کی بلٹی بھی مانگی اس نے بلٹی کی جگہ بھی اپنے اسی ٹکٹ کی طرف اشارہ کیا۔ ریلوے ملازم نے اس کو سمجھانے کے لئے کہا کہ تمہارا اسباب پندرہ سیر سے زیادہ ہے اور پندرہ سیر سے زیادہ اسباب بغیر محصول دیئے نہیں لے جا سکتے کیوں کہ ریلوے قانون یہی ہے اس لئے ایک بلٹی اس اسباب کی بھی ہونی چاہیئے۔ یہ سن کر وہ دیہاتی کہتا ہے کہ پندرہ سیر سے یہ خالص وزن مراد نہیں ہے بلکہ اتنا وزن مراد ہے جس کو ایک آدمی اُٹھا سکے اور چوں کہ ہندوستانی لوگ پندرہ سیر ہی اُٹھا سکتے ہیں اس لئے یہ خاص وزن

لکھ دیا ہے اور ہم ایک من اٹھا سکتے ہیں اس لئے ہمارے لئے ایک من کا وہی قانون ہوگا جو تمہارے پندرہ سیر کے لئے ہے۔

ف: خیر یہ حکایت تو لطیفہ ہے لیکن ہم کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ کیا وہ ٹکٹ کلکٹر اس دیہاتی کے جواب کو مان لے گا۔ ہرگز نہیں بلکہ اس کا ہاتھ پکڑ کر پولیس کے حوالہ کردے گا تو جیسا اس دیہاتی نے قانون کا غلط مطلب نکالا اور اس کو بدلنا چاہا اس طرح قرآن کا غلط مطلب نکالتے ہیں اور زور دے کر کہا جاتا ہے کہ قرآن کا یہی مطلب ہے حالانکہ وہ مطلب نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سمجھایا نہ خدا تعالیٰ نے پھر وہ مطلب کیسے ٹھیک ہوسکتا ہے۔ صاحبو! وہ مطلب ایسا ہی ہوتا ہے جیسے اس دیہاتی نے قانون کا مطلب بیان کیا تھا۔ (تسہیل المواعظ جلد اول ص۲۵۷)

بے وقوف عالم کی حکایت ایک رئیس صاحب نے ڈاڑھی منڈا رکھی تھی ایک عالم نے ان پر اعتراض کیا۔ اس سے اس رئیس پر بہت اثر پڑا اتفاق سے مجمع میں ایک دوسرے صاحب بھی بیٹھے تھے اور یہ بھی مولوی کہلاتے تھے آپ فرماتے ہیں کہ ڈاڑھی ہرگز نہ رکھنی چاہیئے کیونکہ اس میں جوئیں پڑ جاتی ہیں اور وہ زنا کرتی ہیں۔

ف: فرمایئے اس رئیس کی نظر میں کیا وقعت اور عزت ان مولوی صاحب کی رہی ہوگی اور زیادہ سبب ان بری باتوں کا یہ ہے کہ اکثر گھٹیا خاندان کے لوگ عربی پڑھتے ہیں اس وجہ سے مولوی ہوکر بھی بری عادتیں ان میں باقی رہتی ہیں۔

(تسہیل المواعظ ص۲۶۱)

علامہ تفتازانی کی حکایت علامہ تفتازانی ایک بڑے بھاری عالم تھے ان کا قصہ لکھا ہے کہ جب امیر تیمور لنگ بادشاہ کے دربار میں آئے تو امیر تیمور چوں کہ لنگڑا تھا

اس وجہ سے پیر پھیلائے بیٹھا ہوا تھا آپ نے بھی پیر پھیلا دیئے۔ امیر تیمور کو برا معلوم ہوا اور کہا کہ مجھے تو عذر ہے کہ میرے پیر میں لنگ (لنگڑاپن) ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے بھی عذر ہے کہ مجھ میں ننگ آتی ہے یعنی اس سے کہ بادشاہ تو پیر پھیلائے بیٹھے اور میں پیر سکیڑ کر بیٹھوں۔

ف : پس عالم تو وہ ہے جس کو علم میں کمال حاصل ہو اور کمال کا اثر ہے بے پرواہ ہونا جس میں کمال ہوگا وہ ضرور بے پرواہ ہوگا دیکھئے بڑھئی، راج، لوہار جب اپنے کام میں کاری گر ہو جاتے ہیں اور کمال حاصل ہو جاتا ہے تو کیسے بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔ تو علم کیا ان ذلیل کاموں کے برابر بھی اثر نہیں رکھتا۔ ضرور کہتا ہے اور یقینی بات ہے کہ جس میں بے پروائی نہیں ہے اس کے کمال میں کمی ہے۔

(تسہیل المواعظ ص۲۶۱ جلد اول)

ایک کم سمجھ طالب علم کی حکایت ریاست رام پور سے ایک طالب علم نے میرے پاس (مراد حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ ہیں) خط بھیجا کہ مجھ کو فلاں شبہ ہے اس کے لئے کوئی دعا بتلا دیجئے میں نے لکھا کہ لاحول پڑھا کرو چند روز کے بعد وہ مجھ سے ملے اور پھر شکایت کی۔ میں نے پوچھا اس سے پہلے میں نے کیا بتلایا تھا کہنے لگے لاحول پڑھنے کو بتلایا تھا سو میں پڑھتا ہوں۔ اتفاقیہ بات میں نے یہ دریافت کی کہ کس طرح پڑھا کرتے ہو۔ کہنے لگے کہ یوں پڑھا کرتا ہوں لاحول لاحول لاحول

ف : جیسے یہ طالب علم لاحول پڑھنے کے یہ معنی سمجھے ہیں کہ صرف لاحول کو پڑھ لیا جائے حالانکہ لاحول تو ایک پورے کلمہ کا نام ہے یعنی لاحول ولاقوۃ الا باللہ اس طرح ان لوگوں نے (مراد وہ لوگ ہیں جو رسول پر ایمان لانے کو ضروری نہیں سمجھتے) لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کے معنی یہ سمجھے کہ صرف لا الٰہ الا اللہ ہی پڑھا جاوے حالانکہ لا الٰہ الا اللہ سے وہی مراد ہے جس کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہو جس کی دلیل وہ

حدیثیں ہیں جن میں پورا کلمہ مذکور ہے چنانچہ مشکوٰۃ شریف الایمان شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ محمدًا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: ایمان یہ ہے کہ گواہی دینا اس بات کی سوائے اللہ کے اور کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور گواہی دینا اس بات کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ پس اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ محمد رسول اللہ ماننا ضروری ہے اس کے بغیر مسلمان نہیں ہو سکتا۔ (تسہیل المواعظ جلد اول صفحہ ۲۹۱)

غمی کی غیر شرع رسومات کرنے والوں کی حکایت

قصبہ کیرانہ کے رہنے والے ایک حکیم صاحب فرماتے تھے کہ میرے پاس ایک گوجر آیا اس کا باپ بیمار ہو رہا تھا کہنے لگا کہ حکیم صاحب جس طرح ہو سکے اب کی مرتبہ اس کو اچھا ہی کر دیجیے کیوں کہ قحط بہت ہو رہا ہے اگر بڈھا مر گیا تو مرنے کا تو ایسا غم نہیں مگر چاول بہت مہنگے ہیں۔ (غیر شرع رسومات کو کس طرح پورا کروں گا) ان کو کس طرح کھلاؤں گا۔

ف: دین میں تنگی نہیں ہے لیکن ہم لوگوں نے خود غیر شرعی رسومات داخل کر کے شریعت کو مشکل بنا دیا ہے جیسے مرگ کی رسومات، تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ اس کی شریعت میں کچھ اصل نہیں۔ اپنی طرف سے بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ مالی کمزوری کی وجہ سے جب ان غیر شرعی رسوم پر عمل نہیں ہوتا تو شریعت پر الزام لگاتے ہیں کہ شریعت پر چلنا مشکل ہے۔

بے علم احمق انگریز کی حکایت

میرے بھائی (مراد حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے بھائی ہیں) ریل میں سوار تھے ایک تفسیر کی کتاب اُن کے ہاتھ میں تھی ایک صاحب بہادر بھی اسی درجہ میں سوار تھے بھائی سے کہنے لگے کہ میں اس کتاب کو دیکھ سکتا ہوں۔ انھوں نے کہا دیکھیے! آپ نے

رمال سے تفسیر کو اُٹھا کر دیکھا تو اوّل الٓمٓ نکلا۔ صاحب بہادر نے بہت دیر تک اس کو سوچا جب سمجھ میں نہ آیا تو بھائی سے پوچھتے ہیں یہ کیا ہے آلو۔ بھائی نے تفسیر ہاتھ سے لے لی اور کہا کہ یہ آپ کے دیکھنے کی نہیں ہے۔

ف: بعض لوگ قرآن پڑھنے کو ضروری خیال نہیں کرتے کہتے ہیں قرآن پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ فرماتے ہیں اگر ان لوگوں کی رائے قبول کرلی جاوے کہ قرآن پڑھنے کی ضرورت نہیں تو یہی روز بد دیکھنا پڑے گا کہ آپ بھی اس انگریز کی طرح الٓمٓ کو آلو پڑھنے لگیں گے۔ میں قسمیہ کہتا ہوں کہ جب تک کسی پڑھے ہوئے سے قرآن نہ پڑھا جاوے اس وقت تک ممکن ہی نہیں کہ آلو یا اس کے مثل دوسرے الفاظ صحیح پڑھ لئے جائیں۔

(تسہیل المواعظ ج ۱ ص ۳۲۱)

امیر کو مفلس بنا دینے کی حکایت: قصبہ بگھرہ وہاں ایک رئیس تھے جنھیں مالدار ہوئے زیادہ زمانہ گزرا تھا انھوں نے اپنے لڑکے کی شادی کی برادری کے لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہ موقع بہت اچھا ہے یہ شخص بہت بڑھ گیا ہے اس کو اپنے جیسا مفلس بنانا چاہیئے۔ چنانچہ دو چار آدمیوں نے اتفاق کرکے ان کو یہ رائے دی اس شادی میں طائفہ کو ضرور بلانا چاہیئے اور کہا کہ میاں کیا روز روز یہ موقع آتا ہے چنانچہ طائفہ کو بلایا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو کچھ کما کر جمع کیا تھا سب کھو کر بیٹھ رہے برادری نے جب دیکھا کہ یہ بھی ہماری طرح کنگال ہوگیا ہے تو بہت خوش ہوئے۔

ف: واقعی آج کل لوگوں کی وہ حالت ہے کہ کسی کو اچھی حالت میں دیکھ نہیں سکتے۔ کسی کُبڑے سے کسی نے پوچھا تھا کہ تیری کیا آرزو ہے اس نے کہا میری آرزو یہ ہے کہ یہ سب لوگ کُبڑے ہوجائیں تاکہ میں بھی ان کو دیکھ کر ہنسوں۔ (شادی بیاہ وغیرہ میں انسان) جتنا بھی زیادہ خرچ کرتا ہے برادری زیادہ عیب نکالتی ہے اور ظاہر میں

ہمدردی بھی کرتا ہے تو دل میں اس کے بگاڑنے اور نقصان پہنچانے کی فکر ہوتی ہے
(تسہیل المواعظ ص۴۴۵ ج۱)

بی بی تمیزہ کی مزاحیہ حکایت | ایک آوارہ عورت تھی بی بی تمیزہ اس کو کسی بزرگ نے نماز کا پابند کر دیا تھا اور وضو بھی سکھلا دی وہ سمجھتے تھے کہ نماز کی بدولت یہ بدکاری بھی چھوڑ دے گی پانچ چھ ماہ کے بعد جوان بزرگ کو دوبارہ ادھر آنے کا اتفاق ہوا تو پوچھا بی بی نماز پڑھا کرتی ہو کہنے لگی جی ہاں۔ انھوں نے کہا وضو بھی کیا کرتی ہو کہنے لگی آپ وضو کرا کے تو گئے تھے بس اسی وضو سے نماز پڑھ لیتی ہوں۔

ف: تو جیسے اس بی بی تمیزہ کا وضو تھا کہ وہ نہ سونے سے ٹوٹتا تھا نہ بدکاری سے ایسی ہی آج کل کی بزرگی بھی ہے کہ کسی طرح ٹوٹتی ہی نہیں بس عوام بزرگی اسی کو سمجھتے ہیں کہ ظاہری حالت کو درست کر لیں رہا باطن اس کی جو حالت بھی ہو پروا نہیں
(تسہیل المواعظ ج۱ ص۴۷۹)

حضرت بہلولؒ کی حکایت | حضرت بہلولؒ سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ کا کیسا مزاج ہے کہنے لگے اس شخص کے مزاج کی کیا کیفیت پوچھتے ہو کہ دنیا کا ہر کام اس کی خواہش کے موافق ہوتا ہے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے فرمایا اس لئے کہ دنیا کا کوئی کام خدا کی خواہش کے خلاف نہیں ہوتا اور میں نے اپنی خواہش کو بالکل خدا کی خواہش میں فنا کر دیا تو میری خواہش کے خلاف کوئی کام نہیں ہوتا کیوں کہ جو کام خدا کی خواہش کے موافق ہوگا وہ میری خواہش کے موافق ہوگا۔

ف: پس راحت و اطمینان کا راز یہ ہے کہ اپنا ہر کام (اللہ والوں) نے حق تعالیٰ کو سونپ دیا ہے اپنی کوئی رائے نہیں لگاتے اس لئے جو کچھ ہوتا ہے اس سے ان کو تکلیف نہیں ہوتی۔

(تسہیل المواعظ ج۱ ص۵۰۵)

شیخ چلی کی مزاحیہ حکایت شیخ چلی مزدوری پر تیل کا گھڑا سر پر اٹھائے لئے جارہا تھا اپنے ذہن میں یہ خیال پکا رہا تھا کہ یہ تیل کا گھڑا جو مزدوری پر لے جارہا ہوں اس کو پہنچا کر مجھے پیسے ملیں گے ان پیسوں سے یوں مالدار ہو جاؤں گا۔ پہلے مرغی لوں گا پھر بچے نکال کر اُن کو فروخت کر کے بکری خرید کر پھر بھینس لوں گا پھر بیاہ کر لوں گا پھر خوب اولاد ہوگی۔ وہ مجھ سے پیسے مانگیں گے میں کہوں گا ہشت۔ اس کہنے سے آپ کا سر ہل گیا اور گھڑا گر گیا۔ مالک بہت جھلایا سخت ناراض ہوا تو آپ کہتے ہیں کہ تیرا تو ایک گھڑا ہی گیا۔ میرا تو سارا کنبہ برباد ہو گیا۔

ف: صاحبو! اس حکایت پر تو ہم ہنستے ہیں مگر درحقیقت ہم خود اپنے اوپر ہنستے ہیں کیونکہ ہم سب اسی بلا میں پھنسے ہوئے ہیں کہ ہر وقت یہ دُھن لگایا کرتے ہیں کہ اس روپیہ سے یوں تجارت ہوگی اتنا نفع اس میں ہوگا یوں ہم بنک میں روپیہ داخل کریں گے اور یہ تجربہ کی بات ہے کہ ہر تمنا پوری ہوتی نہیں اخیر میں شیخ چلی کی طرح ہر شخص کا گھڑا پھوٹ جاتا ہے۔

ہر وقت بغل میں کتا رکھنے والے احمق شخص کی حکایت ایک صاحب کتا بغل میں دبائے بیٹھے تھے کسی نے کہا اس میں کیا مصلحت ہے کہنے لگے تاکہ موت کا فرشتہ پاس نہ آئے کیوں کہ فرشتے کتے سے بھاگتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ یہ تو کوئی بات نہیں آخر دنیا میں کتے بھی تو ہیں جو فرشتہ ان کی جان نکالتا ہے وہی تمہاری بھی نکالے گا۔

ف: حدیث میں ہے کہ یہاں کتا ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے لیکن عزرائیل علیہ السلام کے متعلق گمان کرنا کہ وہ بھی نہ آئیں گے حماقت ہے۔

اللہ والوں کو غلطی سے متنبہ کرنے کی حکایت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے پیر ایک دن صبح کی نماز میں بوجہ شادی ہونے کے ذرا دیر سے پہنچے تو ان کے مرید مولوی عبدالحی صاحب نماز کے بعد وعظ فرمانے

بیٹھ گئے اِس میں یہ بھی کہا کہ بعض لوگوں کا یہ حال ہے کہ جورو کی بغل میں پڑے رہتے ہیں اور تکبیرِ اولیٰ قضا ہوجاتی ہے جناب سید صاحب نے نہایت شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ اب ایسا نہیں ہوگا۔

ف: اہلِ حق کی یہی پہچان ہوتی ہے کہ اپنے بڑوں کو بھی شریعت کی بات بتلادے مگر ادب کو نہ چھوڑے۔ مولوی عبدالحی صاحب کی نصیحت کا گو یہ طرز ظاہر میں ادب کے خلاف تھا مگر اس طرز سے کہنے کی اِس لئے جرأت کی تھی کہ اِن کو معلوم تھا کہ سید صاحبؒ کو بُرا نہ معلوم ہوگا بلکہ خوش ہوں گے اِن کو خوش کرنے کو بے ادبی اختیار کی۔

(تسہیل المواعظ ص۵۲۵)

یقین کے ساتھ عمل کرنے والے جاہل شخص کی حکایت - ایک مولوی صاحب وعظ میں بسم اللہ کی فضیلتیں بیان فرما رہے تھے کہ بسم اللہ پڑھ کر جو کام کریں وہ پورا ہوجاتا ہے ایک جاہل گنوار نے سنا اور کہا کہ یہ ترکیب تو اچھی ہاتھ آئی مجھے ہر روز کشتی کے پیسے دینے پڑتے ہیں اب سے بسم اللہ کہہ کر پار اتر جایا کریں گے۔ روز دو پیسے تو نہ دینا پڑیں گے۔ چنانچہ مدتوں وہ اسی طرح آتا جاتا رہا اتفاق سے ایک روز مولوی صاحب کی دعوت کی اور گھر لے جانے کے واسطے اِن کو ساتھ لیا۔ راستے میں وہی دریا ملا۔ مولوی صاحب کشتی کے انتظار میں رُکے اس نے کہا مولوی صاحب آئیے۔ کھڑے کیوں رہ گئے مولوی صاحب بولے کہ کیسے آؤں اس نے کہا بسم اللہ پڑھ کر آجائیے میں تو ہمیشہ بسم اللہ ہی پڑھ کر اتر جاتا ہوں مولوی صاحب کی تو ہمت نہ ہوئی مگر اس نے ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ ان کو بھی پار اتار دیا۔

ف: یہ یقین ہی کی قوت تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے یہ کام آسان کردیا اسی وجہ سے بعض بزرگ تعویذ دیتے وقت کہہ دیتے ہیں کہ اس کو کھولنا مت ورنہ اثر نہیں ہوگا وجہ اس کی یہی ہے کہ کھول کر دیکھنے سے وہی معمولی کلمہ

کلمہ سمجھ کر دیکھنے والے کا عقیدہ کمزور ہو جاتا ہے۔ (تسہیل المواعظ)

ایک غیر مقلد اور نواب صدیق حسن کی حکایت

نواب صدیق حسن صاحب کے بیٹے کی ایک حکایت یاد آئی کہ ایک روز بھوپال میں وہ مغرب کی نماز پڑھ رہے تھے اور ایک غیر مقلد ان کے پاس کھڑے ہوئے تھے یہ خیال کر کے کہ صاحب زادے صاحب بہت خوش ہوں گے اس نے زور سے آمین کہی، صاحب زادے صاحب نے بعد نماز کے ان سے کہا کہ آپ سے مجھے کام ہے ذرا مجھ سے مل کر جایئے گا۔ وہ خوشی خوشی انتظار میں بیٹھ گئے کہ دیکھئے کیا انعام ملتا ہے۔ تھوڑی دیر میں صاحب زادے صاحب مسجد کے باہر تشریف لائے اور وہ صاحب سامنے آئے کہ حضور کیا ارشاد تھا۔ صاحب زادے صاحب نے ان کے ایک دھول زور سے جمائی اور فرمایا کہ زور سے آمین کہنا تو ضرور حدیث شریف میں آیا ہے مگر یہ بتلا کہ آمین کی اذان کس حدیث میں آئی ہے جو تو نے اس زور سے کہی کہ پاس والے بھی گھبرا اٹھے معلوم ہوتا ہے صرف مخالفت بھڑکانے کے لئے ایسا کرتے ہو اس لئے یہ سزا دی گئی ہے۔

ف: حضرات ہماری سب ہی حالتیں بگڑ رہی ہیں ہر چیز میں زیادتی یا کمی ہو رہی ہے عوام کی شکایت کیا کریں۔ (تسہیل المواعظ ص۵۴ ج ۱)

غیب کی باتیں معلوم ہو جانے والے شخص کی مزاحیہ حکایت

کسی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ دعا کرانا چاہی کہ مجھے کل کی بات معلوم ہو جانے کرے کہ میری تقدیر میں کیا ہے موسیٰ علیہ السلام نے اس کو نصیحت کی کہ اس کو جانے دے اس خیال میں نہ پڑ اس نے نصیحت نہ مانی اور اصرار کیا انھوں نے دعا کر دی اور وہ قبول ہو گئی۔

چنانچہ اس کو معلوم ہوا کہ کل کو میرا گھوڑا مرجائے گا۔ اس نے فوراً بازار میں جاکر بیچ ڈالا اور بہت خوش ہوا پھر معلوم ہوا کہ کل کو میرا غلام مرجائے گا وہ اس کو بھی بیچ آیا اور بہت خوش ہوا پھر معلوم ہوا کہ کل کو میں مرجاؤں گا۔ اب بہت پریشان ہوا اور موسیٰ علیہ السلام سے جاکر عرض کیا کہ کیا کروں وحی آئی کہ اس سے کہہ دو کہ تجھ کو منع کیا تھا کہ اس خیال میں نہ پڑ کہ کل کی بات معلوم ہوجائے کرے تو نہ مانا آخر تو نے اس کا نتیجہ دیکھا اصل یہ ہے کہ تیرے گھر پر ایک بلا آنے والی تھی ہم نے چاہا جانور پر پڑجائے تو نے اس کو جدا کردیا ہم نے چاہا کہ غلام پر پڑجائے تو نے اس کو بھی جدا کردیا اب تو ہی رہ گیا۔ اگر تجھ کو پہلے سے آئندہ کی خبر نہ ہوا کرتی تو گھوڑا اور غلام کیوں بیچا جاتا اور تو موت کے منہ میں کیوں پڑتا۔

ف : اس سے معلوم ہوا کہ اپنی مصلحت انسان نہیں سمجھتا دیکھئے اس شخص کو کل کی بات معلوم کرلینے سے کیسی پریشانی اٹھانی پڑی۔ (تسہیل المواعظ ص۵۴۷ ج۱)

لیلیٰ مجنوں کی مزاحیہ حکایت مجنوں کی حکایت ہے کہ وہ جنگل میں اکیلا بیٹھا ہوا زمین پر انگلیوں سے کچھ لکھ رہا تھا۔ ایک شخص کا اس طرف سے گزر ہوا تو اس نے پوچھا کہ میاں مجنوں یہ کیا کر رہے ہو یہ خط کس کے پاس لکھ رہے ہو کہا لیلیٰ کے نام کی مشق کر رہا ہوں تاکہ دل کو کچھ تسلی ہو۔

ف : پس جب مجنوں کا لیلیٰ کے عشق میں یہ حال تھا تو مولیٰ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے بھی کم ہے افسوس ہے کہ یہ لوگ عشق میں مجنوں سے بھی کم ہیں وہ تو لیلیٰ کے نام کی مشق ہی کو بڑا مقصود سمجھ رہا ہے مگر یہ لوگ دوسری چیزوں کی تلاش میں ہیں۔

(تسہیل المواعظ ص۵۵۹ ج۱)

دو بھائیوں کی مزاحیہ حکایت ایک شخص جب کہیں جاتا تھا تو اپنے اسباب کو بڑے پیر صاحب کے سپرد کرجاتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کے بھائی نے اللہ کے سپرد کر

دیا۔ اتفاق سے اس روز چوری ہوگئی جب وہ آیا تو اس نے کہا کہ تو نے اُن کے ناحق سپرد کیا وہ تو اِدھر کا اُدھر کیا ہی کرتے ہیں اور پھر اُن سے تو کوئی باز پرس نہیں کر سکتا بڑے پیر صاحب کے سپرد کرتے تو وہ خدا کی باز پُرس کے خیال سے اچھی طرح حفاظت کرتے۔

ف : الغرض یہ سب باتیں اس وجہ سے ہیں کہ خدا سے تعلق کم ہے اس تعلق کو بڑھاؤ اور یہ بڑھتا ہے علم و عمل اور اصلاح سے غرض طریق تو یہ ہے مگر اب تو خدائے تعالیٰ سے ایسی بے تعلقی ہے کہ گویا اُن کے ہاتھ کوئی کام ہی نہیں سمجھتے۔ بہت سے بدعقیدہ تو یہاں تک بڑھ گئے ہیں خدا کی پناہ۔ (مواعظ حقوق و فرائض ص۵۱۲)

کم فہم طالب علم کی مزاحیہ حکایت

ایک طالب علم تھے کتابیں پڑھ کے اپنے گھر چلے تو استاد سے پوچھا کہ حضرت یہ تو آپ جانتے ہیں کہ مجھے آتا جاتا خاک بھی نہیں مگر وہاں لوگ عالم سمجھ کے مسائل پوچھیں گے تو کیا کروں گا۔ استاد تھے بڑے ذہین انھوں نے کہا کہ ہر سوال کے جواب میں یہ کہہ دیا کرنا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور واقع میں کوئی مسئلہ مشکل سے ایسا ہوگا جس میں اختلاف نہ ہو سوائے عقائد توحید و رسالت وغیرہ تو بہر بات کل ہی جواب دے دینا کہ اس میں اختلاف ہے پس انھوں نے ہر سوال کے جواب کے لئے یاد کر لیا کہ اس میں اختلاف ہے تھوڑے ہی دنوں میں لوگوں میں انکی ہیبت بیٹھ گئی کہ بڑا عالم متبحر ہے بڑا وسیع النظر ہے مگر فوق کل ذی علم علیم۔ کوئی صاحب پرکھ گئے کہ اس نے سب کو بنا رکھا ہے (یعنی دھوکہ دے رکھا ہے) اُس شخص نے آکر کہا مولانا مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے انھوں نے کہا فرمایئے کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس میں آپ کی کیا تحقیق ہے۔ کہنے لگے اس میں اختلاف ہے بس

آپ کی قلعی کھل گئی۔

معقولی طالب علم کی حکایت کسی معقولی طالب علم سے مسئلہ پوچھا کہ گلہری کنویں میں گری پڑی ہے پاک کرنے کیلئے کتنے ڈول نکالے جاویں۔ یہ بے چارے نری معقول جانتے تھے فقہ کی خبر نہ تھی اب آپ نے اپنا جہل چھپانے کے لئے اس سے پوچھا کہ گلہری جو گری ہے دو حال سے خالی نہیں یا خود گری یا کسی نے گرادی۔ پھر اگر خود گری ہے تو دو حال سے خالی نہیں ہے دوڑ کے گری یا آہستہ اگر کسی نے گرائی ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا آدمی نے گرائی یا جانور نے اور ہر ایک کا جدا حکم ہے تو اب بتلاؤ کیا صورت ہے سائل نے پریشان ہو کر کہا کہ صاحب اس کی خبر نہیں کہنے لگے پھر کیا جواب دیں۔

ف : اور یہ جھوٹ بولا کہ ہر شق کا جدا حکم ہے۔ جدا حکم کیا ہوتا سب کا حکم ایک ہی ہے وہ بے چارہ گھبرا کے چل دیا ان کی منطق کا کیا جواب دیتا۔ تو یہ محض ترکیبیں ہیں اور یہ بھی بعضوں کو آتی ہیں اور بعضوں کو نہیں آتیں وہ کیا کرے گا کہ غلط سلط مسئلہ بتادے گا۔ (الدعوۃ الی اللہ ۔۔۔)

توکل کی حقیقت نہ سمجھنے والے بے وقوف کی حکایت ایک شخص نے کسی واعظ سے سن لیا کہ سب کو خدا دیتا ہے خدا ہی پر توکل اور بھروسہ رکھنا چاہئے بس یہ سن کر جنگل میں جا بیٹھے اب ہم بھی توکل کریں گے کیا خوب سمجھے توکل کو اب ایک وقت گزرا دوسرا وقت گزرا کہیں کھانے کا پتہ نہیں۔ وہاں ایک کنواں بھی تھا اتفاقاً ایک مسافر آیا کنویں پر بیٹھا اور سڑک کی طرف منہ کر کے بیٹھا ان کی طرف منہ بھی نہیں کیا اور کھایا پیا چلتا بنا دوسرا آیا وہ بھی کھا پی یہ جا وہ جا۔

اب جب کئی وقت گزر گئے اور انھیں بھوک کی تاب نہ رہی تو سوچا کیا کروں آخر ایک اور مسافر آ کے بیٹھا اور وہ بھی کھا پی چلنے کو ہوا تو ان متوکل سے کھنکھنا اس نے منہ پھیر کر دیکھا تو بے حد پریشان صورت اس کو ترس آیا اور روٹیاں حوالہ کیں۔ اب یہ کھا کے مولوی صاحب کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ آپ نے وعظ میں توکل کے متعلق جو کچھ بیان کیا وہ بہت ٹھیک ہے مگر اس میں ایک بات چھوڑ دی وہ یہ کھنکھنا تا بھی پڑتا ہے۔

ف : تو یہ کیسا وعظ ہے کہ ایک بات کہی اور ایک بات چھوڑ دی جس سے عمل کرنے والے کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا تو حضرت پہلے امتحان تو دیجئے پھر ثمرہ دیکھئے یہ دشواریاں تو امتحان کی ہیں جب امتحان میں کامیاب ہو گئے تو پھر انعام لو۔ ؎

کروں گا جمع میں ناکام تدبیر و توکل کو
بس اب جوڑوں گا میں تقدیر سے تدبیر کے ٹکڑے

عطر فروش لڑکی کی مزاحیہ حکایت

کسی عطر فروش کی لڑکی چمڑے رنگنے والوں میں بیاہی گئی ایک دن اتفاق سے ساس بہو میں لڑائی ہوئی ساس نے کہا کہ ایسی سست اور کاہل بہو سے پالا پڑا ہے کہ ہگے پر سے بھی نہیں ہلتی (یعنی اتنی سست ہے کہ اگر پاخانہ کرنے لگ جائے تو وہیں رہ جاتی ہے) بہو نے کہا واہ مجھے کاہل نہ کہنا میں نے تو اتنا بڑا کام کیا ہے کہ آج تک تم میں سے کسی سے بھی نہ ہو سکا۔ ساس نے کہا کون سا کام کیا؟ بہو۔ نے کہا کہ میرے آنے سے تمہارے گھر کی ساری بدبو جاتی رہی ورنہ پہلے گھر کیسا سڑا ہوا تھا یعنی اب اس کا دماغ بھی اس بدبو کا عادی ہو گیا تو یہ سمجھیں کہ بدبو جاتی رہی۔

ف: تو ایسے ہی ہم ہیں کہ غیر خدمت کو خدمت سمجھ رہے ہیں ورنہ کیا ہماری خدمت۔ اِس طرح حق تعالیٰ کی عبادت کو آپ بڑی خدمت سمجھتے ہیں اگر غور کیا جائے تو خود ہماری وہ خدمت ہی پسند کے قابل نہیں۔ دیکھ لیجئے ہمارا کوئی روزہ اور کوئی نماز بھی مکروہات سے خالی ہے پھر جو آپ کا یہ نماز روزہ انہوں نے لے لیا تو اُن کا احسان ہے۔ اس حکایت میں اپنی خدمت پر ناز نہ کرنے کا سبق ملتا ہے۔ (الدعوۃ الی اللہ ص ۳۲)

بادشاہ اور بے وقوف بدوی کی حکایت

ایک مرتبہ عرب میں قحط پڑا اور پانی تک بالکل خشک ہو گیا ایک بدوی تھا اول تو وہ یوں بھی معاش نہ رکھتا تھا پھر اس پر قحط کی وجہ سے اور بھی تنگی میں مبتلا ہو گیا اُس کی بیوی نے کہا آخر گھر میں کب تک بیٹھو گے کہیں نکلو کچھ کماؤ۔ اس نے کہا جب مجھ کو کوئی ہنر نہیں آتا تو کہاں جاؤں اور جا کر کیا کروں گا۔ بیوی نے کہا خلیفہ بغداد کے پاس جاؤ اور حاجت پیش کرو اور حاجت کے لئے کسی ہنر کی ضرورت نہیں اُس نے کہا یہ ٹھیک ہے مگر خلیفہ کے پاس جانے کے لئے کچھ تحفہ چاہیئے سو تحفہ کیا لے جاؤں کہنے لگی یگاؤں میں جو تالاب خشک ہو گیا ہے اور ایک گڑھے میں کچھ پانی رہ گیا ہے بس اس کا پانی لے جاؤ۔ بھلا ایسا پانی خلیفہ کو کہاں نصیب۔ وہ یہ سمجھتی تھی کہ بغداد میں بھی ہمارے گاؤں کی طرح پانی نہ رہا ہوگا۔ سچ کہا واقعی خلیفہ کو ایسا سڑا ہوا پانی کیوں ملنے لگا۔ غرض وہ پانی اُس نے ایک گھڑے میں بھرا۔ یہ سر پر رکھ کر سیدھا بغداد خلیفہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہاں پہونچا تو خلیفہ تک پہنچا دیا گیا سر پر سڑے ہوئے پانی کا گھڑا جس کا بیوی نے خوب اچھی طرح منہ بند بھی کر دیا تھا اور جاتے ہی گھڑا خلیفہ کے تخت پر رکھ دیا۔ خلیفہ نے پوچھا یہ کیا ہے کہنے لگا ھٰذا ماء

الجنۃ۔ یہ جنت کا پانی ہے خلیفہ نے حکم دیا کھوبو کھولا گیا تو سارا دربار گندے پانی کی بدبو سے سڑ گیا۔ مگر خلیفہ ایسا کریم النفس تھا کہ ناک بھوں بھی نہیں چڑھائی خلیفہ کی تہذیب کے اثر سے سارا دربار خاموش رہا۔ خلیفہ نے خدمت گار کو حکم دیا کہ لے جاؤ اسے ہمارے خاص خزانہ میں رکھو اور ان کا گھڑا خالی کر کے اشرفیوں سے بھر دو اور ان کی خوب خاطر مدارات کرو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب رخصت کا وقت قریب آیا حکم ہوا کہ واپسی میں انھیں دجلہ کے راستہ سے ان کے گھر روانہ کرو۔ اشرفیوں سے گھڑا بھرا جانا اُولٰئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنَاتٍ کا تو مصداق تھا ہی مگر اُس نے جو دجلہ دیکھا اور اس کے پانی کی لہریں اور ٹھنڈی ہواؤں کا لطف نظر آیا پھر تو اس پر گھڑوں پانی پڑ گیا (یعنی دل میں بے حد شرمندہ ہوا) کہ جس کے قبضہ میں اتنا بڑا دریا ہے اس کے دربار میں میں نے یہ ہدیہ پیش کیا۔

ف: پس اسی طرح ہماری آپ کی عبادت ہے آپ جس وقت آخرت میں خزائن اعمالِ انبیاء کے دیکھیں گے تو آپ کو اپنے اعمال پر نظر کر کے شرم آوے گی۔ آج کل اکثر کی یہ حالت ہے کہ ذرا سا کام کیا اور اشتہاروں اخباروں میں اپنی مدح کے مضمون دوسروں کے نام سے چھپوا رہے ہیں۔ بہرحال ہم کیا اور ہماری خدمت ہی کیا اول تو جو خدمت ہے وہ بھی واقع میں انھیں کی توفیق ہے۔

(الدعوۃ الی اللہ ص ۲۹-۳۰)

ایک جنٹلمین تعلیم یافتہ کی حکایت ایک جنٹلمین کی حکایت ہے کہ رمضان میں ایک دوست اُن سے ملنے گئے تو دیکھا وہ بے تکلف ناشتہ کر رہے سگریٹ پی رہے ہیں کہا کیا آپ رمضان میں ایسا کرتے ہیں کہنے لگا رمضان کیا ہوتا ہے کہا ایک مہینا کا نام ہے تو جنٹلمین نے مہینوں کی گنتی شروع کی جنوری، فروری، مارچ، اپریل، مئی، جون، جولائی۔ کہا ان میں تو رمضان

کا نام کہیں بھی نہیں اور جو نیرو کے جنتلمین ہیں ان کے یہاں رمضان آتا تو ہے مگر بلائے بے درماں کی طرح آتا ہے کیوں کہ وہ سارے سال تو مشغول رہتے ہیں جنوری، فروری میں رمضان کی خبر ان کو ایک دم ہو جاتی ہے کہ آج رمضان آگیا تو وہ گھبرا کر کہتے ہیں کہ ابھی ابھی تو گیا تھا ابھی پھر آگیا۔

ف: صاحبو! مسلمانوں کو تو شمسی حساب میں ایسا غلو نہ چاہیئے کہ سال بھر میں اسلامی مہینوں کی خبر نہ ہو۔ (التحصیل والتسہیل ص۲۲)

سلیقہ سے خدمت نہ کرنے والے شخص کی حکایت

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ فرماتے تھے ایک شخص مجھ کو پنکھا جھلتے تھے مگر جھلنا جانتے نہ تھے کبھی سر میں مار دیا کبھی کان میں لگ گیا کبھی ٹوپی اڑا دی مگر چوں کہ اُن سے بے تکلفی نہ تھی لحاظ کے مارے میں نے کچھ نہ کہا اور اتنی دیر صبر کیا وہ اپنے دل میں یہ سمجھتے ہوں گے کہ میں نے بڑا احسان کیا جو ان سے پنکھا جھلوایا۔ اب دیکھ لیجئے کہ واقع میں احسان کس کا زیادہ ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ احسان میرا ہی ہے کہ ان کی خاطر میں نے تکلیف برداشت کر لی اور ناراضی ظاہر نہیں کی۔

ف: اسی طرح حق تعالیٰ کی عبادت کو آپ بڑی خدمت سمجھتے ہیں اگر غور کیا جائے تو خود ہماری خدمت ہی پسند کے قابل نہیں دیکھ لیجئے ہمارا کوئی روزہ اور کوئی نماز بھی مکروہات سے خالی نہیں۔ پھر جو آپ کا یہ نماز روزہ اُنھوں نے لے لیا تو اُن کا احسان ہوا کہ اس پر سزا نہیں دی تو اُن کی عنایت تو بھول گئے اپنا احسان جتلانے لگے۔ (الدعوۃ الی اللہ ص۳۳)

امامت کیلئے دو اماموں کے جھگڑنے کی مزاحیہ حکایت

دو شخص عیدگاہ کی امامت کے

مدعی تھے دونوں جا کے مصلے پر کھڑے ہو گئے بعض مقتدی ایک کی طرف تھے اور بعض دوسرے کی طرف گویا کچھ اُن کے ووٹ دینے والے تھے اور کچھ ان کے غرض تمام صفوف میں دونوں کے مقتدین کا مجمع خلط ملط تھا ایک نے اللہ اکبر کہا تو دوسرے امام کے مقتدی یہ سمجھے کہ ہمارا امام کہہ رہا ہے اور جب دوسرے امام نے کہا اللہ اکبر تو پہلے کے مقتدی سمجھے ہمارا امام کہہ رہا ہے غرض بڑی پریشانی ہر جزو میں رہی قومہ رکوع سجدہ قعدہ سب میں یہی لطف رہا۔ ایک امام نے الحمد ختم کر لی تو اب دوسرے کا انتظار ہے کہ یہ سورۃ چھوٹی پڑھتا ہے یا بڑی اگر بڑی پڑھے گا تو میں چھوٹی شروع کر دوں گا کہ پہلے رکوع میں جا سکوں اور اگر چھوٹی سے چھوٹی شروع کرے گا تو میں جلدی جلدی ختم کر کے رکوع کر دوں گا بہرحال اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک رکوع میں پہنچا تو دوسرے کے بعض مقتدی غلطی سے رکوع میں جھک گئے تو پاس والا اس کے کہنی مارتا ہے کہ یہ ہمارا امام نہیں وہ بے چارہ پھر کھڑا ہو گیا۔

ف: جھگڑے کا کسی جگہ اگر امکان بھی نہ ہو تو بدخصلت انسان وہاں بھی جھگڑا پیدا کر لیتا ہے تو دیکھئے یہاں ان لوگوں نے نماز میں بھی جدال (جھگڑا) کھڑا کر لیا۔

(الدعوۃ الی اللہ ص ۱۹)

ایک ہوشیار باراتی کی حکایت تھانہ بھون سے قصبہ کیرانہ ضلع مظفر نگر ایک برات گئی مگر طے شدہ تاریخ سے ایک روز بعد میں پہنچی۔ لڑکی والے بہت بگڑے کہ قرارداد کے خلاف کیا انتظام میں ابتری ہوئی کیا نقصان ہوا۔ یہ دیکھ کر براتی گھبرا گئے براتیوں میں ایک ظریف بھی تھے وہ بولے کہ بھائی ہم تھانہ بھون سے تو اسی مقررہ دن یعنی بدھ کو چلے تھے لیکن یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ آج بدھ نہیں جمعرات ہے لڑکی والوں نے کہا کہ تھانہ بھون سے یہاں تک کا راستہ چند گھنٹوں میں قطع ہو جاتا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہاں سے بدھ کو چلے اور یہاں

جمعرات کو پہنچے ظریف صاحب نے فرمایا تو پھر زمین کا ہیر پھیر معلوم ہوتا ہے۔ اُن لوگوں نے کہا اس کا کیا مطلب یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ظریف صاحب نے کہا اگر آپ کو یقین نہیں آتا تو تھانہ بھون جا کر دریافت کر لیجئے وہاں ہر شخص آج بدھ ہی بتائے گا بس یہ صرف زمین ہی کا پھیر ہے یہ سُن کر سب ہنس پڑے اور ناراضی ختم ہو گئی۔

ف : اِس طرح شیطان اور نفس نے بھی ہم کو خواہشاتِ نفسانی کے پھیر میں لگائے رکھا ہے باوجود کہ شیطان ازلی دشمن ہے پھر بھی انسان اس کے پھیر میں آجاتا ہے۔ اُس کو اپنا دشمن نہیں جانتا۔ (جامع) (اسعد الابرار ص۱۴۲)

ہچکیوں کے بند ہونے کی مزاحیہ حکایت

ایک طبیب کے پاس ایک شخص آیا کہ فلاں شخص ہچکیوں کا علاج کرتے کرتے تھک گیا ہے مگر ہچکیاں بند نہیں ہوتیں انھوں نے اُس کو دیکھ کر بتایا کہ بھائی اب یہ مریض بچے گا نہیں۔ نسخہ وغیرہ لکھ کر کیا کروں کسی نے اُن کی یہ رائے مریض تک پہنچا دی وہ فکر میں پڑ گیا اور فوراً ہچکی بند ہو گئی طبیب کو اس کی اطلاع ہوئی انھوں نے کہا کہ اب اطمینان رکھو اچھا ہو گیا۔ مریض کو بھی اس کی اطلاع ہوئی اور فوراً ہچکیوں کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا طبیب کو دوبارہ اطلاع دی گئی انھوں نے کہا کہ میں نے تو مریض کی خاطر سے ایسا کہہ دیا تھا ورنہ حقیقۃً اُس کے بچنے کی کوئی اُمید نہیں۔ مریض کو پھر خبر ہوئی اور موت کا یقین آگیا اور اس کے ساتھ ہی ہچکیاں بند ہو گئیں کیوں کہ پھر طبیب نے اُمید کی بات نہیں کہی۔

ف : واقعی ہچکیوں کے دفع کرنے کی یہ آسان ترکیب بہت کارآمد سمجھی جاتی ہے کہ مریض کے خیال کو کسی دوسری طرف متوجہ کر دیا جائے اور کسی فکر میں مشغول کر دیا جائے اس ترکیب سے ہچکی فوراً بند ہو جاتی ہے عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ

مریض سے کہتے ہیں کہ سوچو تم کو کون یاد کرتا ہے تو حقیقۃً یہ بھی اسی علاج (تبدیل خیال) کا ایک جزو ہے ان باتوں سے آدمی دوسری طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

(اسعد الابرار ص۱۰۱)

حضرت سید حسنؒ اور ان کی اہلیہ کی حکایت سید حسنؒ صاحب کو یہ کمال حاصل تھا کہ وہ بیداری ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرا دیتے تھے مگر یہ بزرگ زیارت کرانے کے لئے دو ہزار روپیہ نقد لیتے تھے جو اس قدر روپیہ پیش کرتا وہی اس دولتِ عظمیٰ سے مشرف ہوتا تھا وہ اس رقم میں سے اپنے لئے کچھ بھی نہیں رکھتے تھے بلکہ سب فقراء و مساکین کو تقسیم کر دیا کرتے تھے ایک مرتبہ ان کی بیوی نے کہا کہ مجھے بھی زیارت کرا دو فرمایا اچھا دو ہزار روپے لاؤ۔ انھوں نے کہا کہ میرے پاس کہاں ہیں پہلے تم مجھ کو دے دو پھر میں تم کو دے دوں گی فرمایا نہیں اپنے ہی پاس سے دو۔ کیوں کہ بیوی کی تجرید کردہ صورت میں اصل مقصود یعنی مجاہدہ لیسے ہوتا اُن کے دل پر اس رقم کے دینے کا کچھ بھی اثر نہ ہوتا اور جب مجاہدہ نہ ہوتا تو تصفیہ (یعنی قلب کی صفائی جو مجاہدہ سے پیدا ہوتی ہے نہ ہوتی) اس طرح کشف کی قابلیت بھی پیدا نہیں ہوتی اس لئے انکار کر دیا۔ وہ بے چاری یہ صاف جواب سُن کر بہت مغموم ہوئیں۔ پھر فرمایا کہ اچھا ہم تمہاری خاطر سے ایک صورت دو ہزار روپے کے قائم مقام کئے دیتے ہیں۔ تم نہا دھو کر سرمہ مسی لگاؤ۔ اچھے کپڑے اور زیور پہنو بالکل دلہن بن جاؤ وہ کہنے لگیں میں بوڑھی ہو کر یہ کام کیسے کروں اور دلہن بن کیسے بنوں۔ اگر میں ایسا کروں تو غارت ہو جاؤں۔ غرض عورتوں کی عادت کے موافق اپنے آپ کو بہت کچھ بُرا بھلا کہا۔ سید حسن صاحب نے فرمایا کہ اس کے سوا کوئی صورت نہیں اگر زیارت مقصود ہے تو ایسا ہی کرو تم جانو۔ شوق عجب چیز ہے مجبوراً دُلہن

بن کر بیٹھیں اور یہ باہر جا کر اُن کے بھائی کو بُلا لائے کہ دیکھو تمہاری بہن کو بڑھاپے میں کیا خبط سوجھا ہے دلہن بن کر بیٹھی ہے وہ لاحول پڑھ کر چلے گئے بس بیوی نے رونا شروع کر دیا حتیٰ کہ روتے روتے بے ہوش ہو گئیں کہ انھوں نے مجھ کو بھائی کے سامنے کیسا رسوا کیا جب بے ہوش ہو گئیں اُس حالت میں اُن کی طرف توجہ فرمائی اور زیارت کرادی۔

ف: اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رقم لینے سے مقصود صرف مجاہدہ تھا اور چونکہ بیوی میں مجاہدہ کی یہ صورت ناممکن تھی اس لئے اُن سے رونے کا مجاہدہ کرایا۔

ہر دل عزیز شخص کی مزاحیہ حکایت

ایک آدمی ہر دل عزیز تھا یعنی ہر شخص کو خوش رکھنا چاہتا تھا ایک مرتبہ دریا پر پہنچا دیکھا کہ دریا کے دونوں کناروں پر دو معزز شخص بیٹھے ہیں۔ رو رہے ہیں ایک اس طرف آنا چاہتا ہے دوسرا اُس طرف جانا چاہتا تھا یہ شخص قریب والے کو کندھے پر بٹھا کر دریا میں اُتر گیا بیچ میں پہنچ کر خیال کیا کہ یہ تو آدھی دور آگیا اب دوسرے کا حق ہے اب اُس بے چارے کو بیچ میں چھوڑا دوسرے کو لائے جب وہ بیچ تک پہنچا دیکھا کہ وہ پہلا ڈوب رہا ہے اب دوسرے کو چھوڑا اُس کو بچانے آئے مگر وہ پہنچنے سے پہلے ہی ڈوب چکا تھا اب دوسرے کو دیکھا کہ وہ ڈوب رہا ہے اُس کو بچانے کو چلے وہ بھی ڈوب چکا تھا اس بندگ نے دونوں کو ڈبو دیا اور پریشانی مفت میں اٹھائی۔ (اسعد الابرار ص۱۱)

ف: ثابت ہوا کہ کسی کو نفع پہنچانے کے لئے عقل کی بھی ضرورت ہوتی ہے بے عقل آدمی اگر کسی کو فائدہ پہنچانا چاہے تو اپنی بے عقلی کے سبب نقصان پہنچا دیتا ہے۔

دوسرے ساتھیوں سے خدمت کرانے والے رفیق کی حکایت | دو رفیق سفر میں ہمراہ ہوتے۔ کہیں منزل پر ٹھہرے۔ تو ایک رفیق نے کہا کہ بھئی کنوئیں سے پانی میں بھروں لکڑی تم جنگل سے لے آؤ۔ اس نے کہا بھائی مجھ سے کچھ نہ ہوگا خیر اس نے خود ہی دونوں کام کر لئے اب کہا مسالہ تم پیس لو کھانا میں پکالوں گا کہنے لگا یہ بھی مجھ سے نہ ہوگا اس نے یہ بھی کر لیا۔ اب جب کھانا پک گیا تو اس نے کہا اچھا آؤ کھالو۔ کہنے لگے اب ہر بات میں تمہاری کہاں تک مخالفت کروں لاؤ کھالوں۔

۲۔ ایک قصائی مر گیا تھا اسکی بیوی برادری کے سامنے اپنے خاوند کو یاد کر کے رونے لگی کہ ہائے اب اسکی دکان کون چلائے گا تو ایک صاحب بولے میں چلاؤں گا ہائے اس کے کپڑوں کو کون پہنے گا وہی بولا میں پہنوں گا کہا اس کی چھریاں کون لے گا وہ بولا میں لوں گا میں۔ اس نے کہا ہائے اس کا قرضہ کون ادا کرے گا تو کہنے لگا بولو بھئی! اب کس کی باری ہے کیا سب کام میں اکیلا ہی کروں۔

(حقوق و فرائض) (مواعظ ۲۷۶)

ف: تو ایسے ہی جنٹلمین بھی چاہتے ہیں کہ سب کام تو مولوی کر لائیں اور یہ خالی حکومت کرنے بیٹھے رہیں۔ دیکھو سارا کام سرمایہ کا ہے اور سرمایہ جمع کرنا مولویوں کا کام نہیں۔ مولویوں کا کام وعظ کہنا ہے اور رؤسا کا کام چندہ جمع کرنا ہے پھر دونوں مل کر کام کریں گے کام تو اس طرح ہوتا ہے باقی باتیں بنانا سب کو آتی ہیں۔

میاں جی کی مزاحیہ حکایت | ایک گاؤں کا آدمی باہر جا کر چار پانچ سو روپیہ کا ملازم ہو گیا تھا اس کے گھر پر ایک میاں جی بچوں کو پڑھانے کو نوکر تھے وہی سارے گاؤں میں خط پڑھنا جانتے تھے اس شخص کا خط آیا کہ میں اتنے کا ملازم ہو گیا ہوں تو گھر والوں نے میاں جی کے پاس خط بھیج دیا کہ ذرا اس کو پڑھ دو کیا لکھا ہے میاں جی خط کو دیکھ کر رونے

رونے لگے تو خط لانے والا گھبرائیا کہا میاں جی خیر تو ہے کیا لکھا ہے کہا ایسی بات لکھی ہے جس پر مجھے رونا چاہیئے اس نے دوڑ کر گھر میں خبر کی تو اس کی بیوی نے دروازہ پر بلا کر پوچھا کیا بات ہے خیر تو ہے میاں جی نے کہا بتلاؤں گا مگر تو بھی رو وہ بھی رونے لگی۔ اتنے میں محلہ والے آگئے کہ یہ کیا معاملہ ہے میاں جی نے کہا تم بھی رو۔ وہ بھی رونے لگے پھر پوچھا میاں جی آخر بتاؤ تو سہی کیا لکھا ہے کوئی مرگیا ہے یا بیمار ہوگیا ہے کہا نہیں اس میں لکھا ہے کہ میں پانچ سو روپے کا نوکر ہوگیا ہوں۔ لوگوں نے کہا لاحول ولا قوۃ پھر رونے کی بات ہے یا خوشی کی

میاں جی نے کہا یہ رونے ہی کی بات ہے مجھے تو اس لئے رونا چاہیئے کہ اب یہ مجھے اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے کیوں نوکر رکھے گا کسی انگریزی جاننے والے ماسٹر کو بلائے گا اور بیوی کو اس واسطے رونا چاہیئے کہ اب وہ اس گاؤں کی عورت کو کیوں اپنے نکاح میں رکھے گا بس اسے طلاق دے کر کوئی شہر کی تعلیم یافتہ عورت لائے گا اور گاؤں والوں کو اس لئے رونا چاہیئے اب وہ سال بھر کے بعد آتے ہی اپنا گھر بہت عالی شان بنائے گا جن میں غریبوں کے مکانات جبراً معمولی داموں میں خرید خرید کر ملائے جائیں گے۔

ف: واقعی باہیں تو میاں جی نے معقول کہیں آج کل زیادہ مال و دولت حاصل کر کے لوگ یہی حرکتیں کرتے ہیں اس واسطے بھی لوگوں کو فکر ہوتی ہے کہ کسی طرح یہ ہم سے بڑھا ہوا نہ ہو۔ (مواعظ حقوق و فرائض ۳۷۶)

ایک واعظ کی مزاحیہ حکایت

قصبہ بوڑھانے میں ایک واعظ صاحب آئے تھے جو آٹھ سے لے کر پانچ روپیہ تک کا وعظ کہتے تھے میں نے کہا کسی نے ان کے دونوں وعظ سنے بھی ہیں

کہ کیوں کر یہ فرق ہوتا ہے ؟ (میں سے مراد حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ ہیں) ایک شخص نے کہا میں نے دونوں وعظ سُنے ہیں ایک بھٹیار نے ایک مرتبہ آٹھ آنے والا وعظ کرایا تھا تو بہت دھیمی آواز میں اور نہایت مختصر بیان میں ختم کر دیا نہ شعر پڑھے نہ روئے۔ اس نے کہا مولوی جی تھوڑا سا اور کہہ دو تو کہتے ہیں کہ کیا تو آٹھ آنہ میں جان لے گا اور جو پانچ روپیہ والا وعظ تھا اُس میں خوب چلا چلا کر شعر پڑھے اور روئے بھی۔

ف : غرض بغیر علم کے تقریر اور نظمیں سکھلانے کا یہ اثر ہوتا ہے۔

زیاں می کند مرد تفسیر داں
کہ علم و عمل می فروشد بناں

جو شخص تفسیر و حدیث نہیں جانتا اُسے تو حق ہی نہیں اگر اس حالت میں انھیں تقریر سکھا دی گئی یا نظمیں یاد کرا دی گئیں تو پھر اُن سے محنت نہیں ہوگی۔ بلکہ مولود شریف اور معراج شریف پر نذرانے ٹھہرا ٹھہرا کر کمائیں گے اور کھائیں گے۔ (حقوق و فرائض ص۵۵)

ہرن کے ہاتھ سے نکل جانے کی مزاحیہ حکایت

ایک شخص کی حکایت مشہور ہے کہ اس کو الفاظ کی آمد کم تھی اکثر باتوں کو اشارہ سے بتلایا کرتا تھا۔ اتفاق سے ایک دن وہ ہرن گیارہ درہم کو خرید لایا کسی نے پوچھا کتنے میں لائے تو عدد کے الفاظ تو یاد نہ رہے اپنے ہرن کا رسّہ بائیں ہاتھ میں پکڑ کے دائیں ہاتھ کی پانچ انگلیاں کھڑی کیں پھر منہ میں رسّہ تھام کر پانچ انگلیاں وہ کھڑی کیں اب ایک رہ گیا اس کے لئے زبان باہر نکال دی۔ وہ ہرن بھاگ گیا۔

ف : واقعی غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وضع الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کی

ایک رحمت ہے اور بہت بڑا انعام ہے اگر دلالتِ لفظیہ نہ ہوتی تو مصیبت ہو جاتی۔ (حقوق و فرائض ص۲۴۲)

ایک شاعر کے شاگرد کی حکایت

دلی میں ایک لڑکا ایک شاعر سے شعر گوئی سیکھتا تھا۔ کبھی کبھی استاد اس کو اپنی غزل یا قصیدہ لکھواتا اور یہ کہہ دیتا تھا کہ اس غزل کا فلاں شعر ایک ہزار روپے کا ہے اس قصیدہ کا مطلع ایک لاکھ روپے کا ہے شاگرد بہت خوش ہوتا اور شوق سے استاد کے اشعار لکھتا رہتا ایک دن اس کی ماں نے کہا کہ اتنا بڑا ہو گیا ہے۔ کیا کرتا ہے نہ کچھ کماتا ہے نہ کام کرتا ہے لڑکے نے کہا، اماں جان! تم بے فکر رہو۔ میرے پاس بڑا خزانہ جمع ہو گیا ہے استاد نے مجھے ایسے ایسے اشعار لکھوائے ہیں جن میں کوئی ایک ہزار روپے کا ہے کوئی لاکھ روپیہ کا ہے ماں نے کہا اچھا ہم کو ہزار لاکھ کی تو ضرورت نہیں آج سالن پکانے کے لئے ترکاری کی ضرورت ہے دو پیسے کے آلو لاؤ لڑکے نے کہا کہ یہ کون سی بڑی بات ہے ابھی لاتا ہوں یہ کہہ کر وہ بازار گیا اور کنجڑے سے دو پیسے کے آلو مانگے اس نے پیسے مانگے آپ نے کہا پیسے تو نہیں ہیں ہم تم کو سو روپے کا ایک شعر دیتے ہیں۔ دکان دار ہنسنے لگا اور کہا جاؤ شعر تو شاعروں کو سناؤ ہمارے پاس تو پیسہ لاؤ گے تو آلو ملیں گے۔ لڑکا بہت مایوس ہوا اور غصہ میں بھرا ہوا استاد کے پاس پہنچا کہ لیجئے اپنی بیاض مجھے آپ کی شاگردی کی ضرورت نہیں آپ نے مجھے بہت دھوکا دیا کہ یہ شعر ہزار کا ہے دو ہزار کا ہے لاکھ روپے کا ہے بازار میں تو دو پیسہ میں قبول نہیں کرتا استاد ہنسا اور کہنے لگا صاحب زادے تم کون سے بازار میں گئے تھے ترکاری کی منڈی میں۔ استاد نے کہا یہی تو تمہاری غلطی ہے

وہ بازار اس کی قیمت دینے والا نہیں۔ اس کا بازار دوسرا ہے اچھا آج بادشاہ کے ہاں مشاعرہ ہے۔ بڑے بڑے شعراء قصائد لکھ کر لے جائیں گے۔ تم ہمارا فلاں قصیدہ لے کر جاؤ اور کہہ دو میں نے یہ قصیدہ بنایا ہے پھر دیکھو اس کی قیمت کیا ملتی ہے چنانچہ لڑکا استاد کے کہنے سے دربارِ شاہی میں پہنچا۔ بڑے بڑے شعراء کے مجمع میں ایک نوعمر بچے کو دیکھ کر بادشاہ نے دریافت کیا کہ یہ بچہ کس لئے آیا ہے لڑکے نے عرض کیا کہ حضور میں بھی ایک قصیدہ لکھ کر لایا ہوں جس کو بارگاہِ عالی میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے اجازت دی کہ بہت ہی اچھا پہلے تم ہی اپنا قصیدہ سناؤ اس نے اپنا قصیدہ پڑھنا شروع کیا تو اس کی فصاحت و بلاغت سے بادشاہ اور تمام درباری دنگ رہ گئے کہ یہ عمر اور یہ کلام۔ جب ہر شعر پر خوب داد مل چکی تو بادشاہ نے دس ہزار روپیہ نقد اور بیش قیمت جوڑا اور ایک قیمتی گھوڑا مع ساز و سامان کے انعام دیا۔ اب اس کی آنکھیں کھلیں کہ واقعی استاد سچا تھا میری ہی نادانی تھی کہ ان جواہرات کو ترکاری کے بازار میں لے گیا۔ دیہاتی گنوار ان کی قدر کیا جانیں۔

ف، صاحبو! یہی مثال ان لوگوں کی ہے جو اپنی باطنی دولت اور علم و معرفت کی قیمت دنیا کے بازار میں ڈھونڈتے ہیں اور جب اہلِ دنیا کے بازار میں ان کے کمال کی قدر نہیں ہوتی تو دل گیر و رنجیدہ ہونے لگتے ہیں۔ ارے فدا ٹھہر ایک دوسرا بازار آنے والا ہے وہاں تمہارے اس جوہر کی قیمت ملے گی۔ صاحبو! یہ علم معرفت واللہ ثم واللہ وہ چیز ہے کہ

قیمت خود ہر دو عالم گفتہ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

مگر یہاں اسکی قیمت اس لئے ظاہر نہیں ہوتی کہ یہاں اس کا بازار نہیں۔

(حقوق و فرائض ص۱۰۱)

نصیحت نہ ماننے والے بیوقوف امیر کی حکایت

مولانا نے مثنوی میں ایک حکایت لکھی ہے ایک بدوی اونٹ پر سوار تھا۔ تجارت کا مال لا رہا تھا مگر اتنا بے وقوف تھا کہ ایک گون (یعنی تھیلا) خالی ہوگیا تو آپ نے وزن پورا کرنے کے لئے اس کے مقابل دوسرے گون (تھیلا) کو بالو سے بھر دیا۔ ایک شخص نے راستہ میں اس کی یہ حرکت دیکھ کر کہا میاں اونٹ کو بوجھ سے کیوں مارتے ہو۔ ایک گون (تھیلا) کا سامان دونوں گونوں (دونوں تھیلوں) میں بھر لو اونٹ کو راحت ہوگی اور تمہاری منزل بھی جلد قطع ہو جائے گی یہ تدبیر سن کر آپ بہت خوش ہوئے اور تدبیر بتانے والے کا بہت شکریہ ادا کیا اور بالو کو پھینک کر ایک گون کے سامان کو دونوں گونوں میں تقسیم کر دیا اس کے بعد مشورہ دینے والے کے حال پر رحم کیا اس کو پیادہ پا دیکھ کر اپنے ساتھ اونٹ پر سوار کیا مگر اس کی حالت دیکھ کر بہت افسوس ہوا کہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہے جوتا بھی ٹوٹا ہوا ہے بدوی کو حیرت ہوئی کہ میں تو بے وقوف اور مال دار اور یہ شخص اتنا عاقل اور تنگ دست۔ پھر خیال ہوا کہ شاید سفر میں کپڑے ساتھ نہ ہونگے گھر سے نکلے ہوئے کو مدت زیادہ ہوگئی ہوگی اس واسطے یہ حال ہے اور اپنے گھر پر میری طرح بلکہ مجھ سے بھی زیادہ مال دار ہوگا دریافت کرنا چاہیئے۔ چنانچہ گفتگو شروع ہوئی ادھر ادھر کی باتیں کر کے بدوی نے مسافر سے دریافت کیا کہ تمہاری مالی حالت کیسی ہے؟ کتنے اونٹ ہیں۔ کتنے گھوڑے ہیں نقد کتنا ہے۔ مسافر نے ہر بات کا نفی میں جواب دیا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ یہ سن کر بدوی بولا۔ معلوم ہوتا ہے تیری عقل منحوس ہے کہ تجھ کو افلاس میں مبتلا کر رکھا ہے میں ایسے منحوس کو اپنے اونٹ

پر بھی بٹھلانا نہیں چاہتا کہ کہیں وہ نحوست مجھ کو نہ لگ جائے یہ کہہ کر اونٹ پر سے اتار دیا پھر کہنے لگا ایسے منحوس کی رائے پر عمل کرنا پسند نہیں کرتا کہیں تمہاری عقلی تدبیر میرے حق میں منحوس نہ ہو جائے مجھے میری حماقت ہی مبارک رہے یہ کہہ کر دونوں گونوں کا سامان ایک میں کر لیا اور دوسرے کو بالو سے بھر کر بٹھلا لیا اور اونٹ سوار ہو گیا۔

ف : اسی کے متعلق شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

اگر روزی بدانش در فزودے زناداں تنگ تر روزی نبودے
بناداں آنچناں روزی رساند کہ دانا اندراں حیراں بماند

یعنی اگر عقل پر روزی کا مدار ہوتا تو بے قوف تو بھوکوں مر جاتے مگر مشاہدہ یہ ہے کہ بعض دفعہ بلکہ زیادہ تر نادانوں کو اس قدر مال و دولت مل جاتا ہے کہ عقلمند کو اس پر حیرت ہو جاتی ہے۔

رَضِیْنَا قِسْمَۃَ الْجَبَّارِ فِیْنَا لَنَا عِلْمٌ وَلِلْجُہَّالِ مَالٌ
فَاِنَّ الْمَالَ یَفْنٰی عَنْ قَرِیْبٍ وَاِنَّ الْعِلْمَ بَاقٍ لَا یَزَالُ

ہم اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم سے جو اس نے ہمارے لئے کی ہیں راضی ہیں کہ ہمارے لئے علم اور جاہلوں کے لئے مال کیوں کہ مال بہت جلد ختم ہو جانے والی شے اور علم کبھی زائل نہ ہوگا۔ (حقوق و فرائض ص ۴۲۹)

مولوی کا نفس بھی مولوی ہوتا ہے

میں زمانہ طالب علمی میں (مراد حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہٗ میں) ایک بار میرٹھ گیا۔ وہ زمانہ نوچندی کے میلہ کا تھا۔ میرا بچپن تھا۔ اس لئے میں بھی میلہ دیکھنے چلا گیا جب میلہ سے واپس آیا تو حافظ عبدالکریم صاحب رئیس کے صاحب زادہ غلام محی الدین مرحوم نے مجھ سے پوچھا

کہ مولوی صاحب نوچندی کے میلہ میں جانا کیسا ہے میں نے کہا جائز نہیں ہے ہاں اگر کوئی اس غرض سے جائے کہ اس کو فتویٰ دینے کیلئے تحقیق کی ضرورت ہے تاکہ عوام کے سامنے اس کے مفاسد بیان کر سکے تو ایسے شخص کو جائز ہے صاحبزادہ صاحب بہت ہنسے اور کہنے لگے کہ مولوی گناہ بھی کرتے ہیں تو اس کو جائز کر لیتے ہیں مجھے اس تاویل کے بعد تاویل سے ایسی نفرت ہوگئی ہے کہ اس سے زیادہ نفرت کسی چیز سے بھی نہیں۔

ف : اور اس تاویل سے مراد وہ تاویل ہے جس سے اپنے نفس کی نصرت مقصود ہو۔ عارف شیرازی اسی کو فرماتے ہیں

ترسم کہ عرفہ بزدروز باز خواست
نان حلال شیخ بہ نان حرام ما

یعنی اندیشہ ہے کہیں قیامت میں ہمارا نان حرام شیخ کے نان حلال پر غالب نہ آجائے کیوں کہ ہم تو حرام کو حرام جانتے ہیں اور وہ حرام کو تاویل سے حلال بنا کر کھاتے ہیں۔ (حقوق و فرائض ص ۷۷۳)

نیک دل پٹھان اور بدمزاج شخص کی حکایت

کان پور کے ضلع میں ایک قصبہ ہے بارہ۔ وہ پٹھانوں کی بستی ہے وہاں کے پٹھان بہت شریف ہیں مگر آخر تو رئیس ہیں کبھی کسی غریب کو کچھ کہہ لیتے ہیں۔ ایک پٹھان نے کسی جلاہے سے تمسخر اپوچھا کہ میاں جی کس حال میں ہو کہا خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہوں کہ خدا نے مجھ کو جولاہا بنا دیا جس سے مجھ کو کوئی کچھ کہہ لیتا ہے کوئی دو چار ڈنڈے لگا دیتا ہے تو قیامت کے دن مجھے کسی کی نماز ملے گی کسی کے روزے ملیں گے۔ پٹھان نہیں بنایا اگر پٹھان ہوتا تو قیامت میں دوسرے لوگ میرے سب اعمال لے جاتے اور

میں مفلس بن کر کھڑا رہ جاتا، تو میں اس بات پر خدا تعالیٰ کا بہت شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے پٹھان نہیں بنایا۔ یہ جواب سن کر کوئی دوسرا ہوتا تو نہ معلوم اس جلا ہے کی کیا گت بناتا مگر وہاں کے پٹھان شریف ہیں انھوں نے کچھ نہیں کہا نہ بُرا مانا۔

(مواعظِ اشرفیہ)

ایک قاری کے شاگرد کی مزاحیہ حکایت

ایک قاری صاحب نے اپنے شاگردوں کو حکم کر رکھا تھا کہ ہر بات قرأت سے کیا کرو ایک دفعہ حقہ پیتے ہوئے قاری صاحب کے عمامہ پر چنگاری گر پڑی شاگرد نے قاری صاحب کے سامنے کھڑے ہو کر ہاتھ باندھ کر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرأت کے ساتھ پڑھ کر نہایت ترتیل سے کہا جناب قاری صاحب جناب قاری صاحب آپ کے عمامہ شریف پر آگ کی ایک چنگاری گر پڑی ہے اور ہر جگہ خوب مد کھینچا اتنی دیر میں عمامہ کئی انگل جل گیا۔

(التحصیل والتسہیل ص۲۸۰)

ف: کئی قاریوں کو فنِ تجوید پر اس قدر ناز ہوتا ہے کہ عامی شخص کو وہ حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

ایک صوفی کی واصلِ بحق ہوجانے کی حکایت

ایک شخص ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر کہا کرتا تھا کہ اے اللہ! مجھے کھینچ۔ کسی ظریف نے سن لیا اس نے اس کے ساتھ دل لگی کی کہ اگلے دن اندھیرے سے اس درخت پر ایک رسی لے کر جا بیٹھا جب رات کو وہ شخص آیا اور وہی دعا شروع کی کہ اے اللہ! مجھے کھینچ لے تو اس ظریف نے دبی زبان سے کہا کہ اے میرے بندے آج میں تجھے کھینچتا ہوں یہ رسی اپنے گلے میں ڈال لے مدبر آواز خوشی ہوا کہ اب مجھے معراج ہوگی رسی کا پھندا فوراً گلے میں ڈال لیا اور ظریف نے کھینچنا شروع کیا جب ایک بالشت زمین سے اٹھا اور پھندے سے گلا گھٹنے لگا تو فوراً کہتا ہے کہ اے اللہ! مجھے چھوڑ میں نہیں کھینچتا اس نے رسی چھوڑ دی اور اس نے فوراً پھندا گلے سے نکال کر اپنے گھر کا رستہ لیا پھر ساری عمر اس درخت کے نیچے جانے کا نام نہیں لیا۔

ف: بس یہی حالت آج کل کے طالب علموں کی ہے کہ جب تک تکلیف نہ ہو حق کہ عمل میں بھی کچھ مشقت نہ ہو اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت و عشق کا دعویٰ ہے اور جہاں کچھ تکلیف یا مشقت ہوئی سارا عشق رخصت ہوا حالانکہ ان کو تو جان دینے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

ہمارے حضرت حاجی صاحب کا شعر ہے۔

متاعِ جانِ جاناں دینے پر بھی سستی ہے

مگر اب سالک سالک نہیں ہونا چاہتے مالک ہونا چاہتے ہیں اس لئے سہولت کے طالب ہیں۔ (التحمل والتسہیل ص ۲۸۲)

قومِ لوط اور شیطان کی چال بازی کی مزاحیہ حکایت

شیطان لوط کی قوم میں ایک شخص کے

پاس خوب صورت لڑکے کی صورت بن کر باغ میں آیا کرتا تھا۔ انگور توڑ توڑ کر کھا جاتا۔ باغ والا اس کو دھمکاتا مارتا تھا مگر یہ باز نہ آتا تھا۔ ایک دن اس نے تنگ آکر اس سے کہا کہ کم بخت تو نے میرے باغ کا یہ پیچھا کیوں لے لیا ہے سارے درخت برباد کر دیئے تو مجھ سے کچھ روپے لے لے اور میرے باغ کا پیچھا چھوڑ دے۔ شیطان بصورت امرد نے کہا کہ میں اس طرح باز نہ آؤں گا اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہارے درختوں کا ناس نہ کروں تو جو بات میں کہوں اس پر عمل کرو اس نے کہا وہ کیا بات ہے ابلیس نے اس کو کہا کہ میرے ساتھ تو برا فعل کیا کر پھر میں تیرے باغ کو چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ پہلی بار تو اس نے جبراً قہراً اپنے باغ کے بچاؤ کے لئے یہ فعل کیا پھر خود اس کو مزہ پڑ گیا وہ اس کی خوشامدیں کرنے لگا تو روز آیا کرا و جتنے انگور چاہے کھا لیا کر پھر اس نے دوسرے آدمیوں کو اس کی اطلاع دی اور لوگ بھی یہ فعل کرنے لگے پھر کیا تھا عام رواج ہو گیا اس کے بعد شیطان تو غائب ہو گیا لوگوں نے لڑکوں کے ساتھ یہ فعل کرنا شروع کر دیا۔ خدا تعالیٰ کو یہ فعل بہت ہی ناگوار ہے چنانچہ لوط علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اپنی قوم کو اس فعل سے روکو ورنہ سخت عذاب آئے گا انھوں نے بہت سمجھایا مگر وہ باز نہ آئے آخر عذاب نازل ہوا اور سب کے سب تباہ ہو گئے۔

ف : آج کل امارد کے ساتھ ابتلاء بہت زیادہ ہے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو شہوت بالرجال سے پاک و صاف ہیں مگر ان میں بھی نظر کے مرض میں اکثر مبتلا ہیں۔ حالانکہ حدیث سے معلوم ہو چکا ہے کہ زنا آنکھ سے بھی ہوتا ہے۔ پس امردوں کو بنظرِ شہوت دیکھنا بھی حرام ہے اس میں بہت کم لوگ احتیاط کرتے

ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات قسم کے گنہ گاروں پر ساتوں آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ یہ لعنت بھی اس کثرت سے ہوتی ہے کہ ملعون کو تباہ کرنے کے لئے کافی ہو جاتی ہے۔ سات قسم کے لوگوں میں سے اغلام کرنے والا ملعون ہے یہ آپ نے تین بار فرمایا۔ (ترمذی)

حضرت مولانا روم فرماتے ہیں۔

عشقہائے کز پئے رنگ بود
عشق نبود عاقبت ننگے بود

جو شخص رنگ و روپ ظاہری پر ہوتا ہے اس کا انجام ذلت اور بدنامی اور رسوائی ہے۔ بعض اکابر کا قول ہے کہ جس شخص کو حق تعالیٰ اپنے دربار سے نکالنا چاہتے ہیں اس کو محبتِ امارد میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ محبت گو فعلِ اختیاری نہیں مگر اس کے اسباب اختیاری ہیں یعنی ان کو دیکھنا اُن سے اختلاط کرنا وغیرہ اختیاری امور پر پکڑ ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب بے ریش خوب صورت لڑکے کو خطاب کرتے ہیں۔

خط نکلنے کو ہے اب اے شاہِ حُسن — کر لے کچھ دن حکمرانی اور ہے
آ کے خط کر دے گا پردہ دری — کچھ دنوں کی لن ترانی اور ہے

یعنی اے لڑکے تیرے چہرے پر ابھی داڑھی کا خط نکلنے والا ہے یہ خط آ کے تیرے چہرے کے حُسن کی سب پردہ دری کر دے گا۔ آگے فرماتے ہیں۔

ظاہری حُسنِ بتاں پہ نگاہِ شوق نہ جا
یہ نار ہے نار ہے نور نہیں نور نہیں

حضرت عارف باللہ مولانا حاجی محمد شریف قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ حقیقی محبت کے لائق اللہ ہی کی ذات ہے اور دنیا سے رخصت ہو کر اُن کے روبرو جانا ہے مگر وہ سوال کریں گے کہ حرام محبت کیوں کی تھی تو کیا جواب دیں گے اور کیا منہ دکھائیں گے اور جو چیز مر کر گل سڑ جائے کیڑے پڑ جائیں ایسی شکل بگڑ جائے کہ ہر کوئی نفرت کرنے لگے وہ محبت کے لائق کیسے ہو سکتی ہے۔

دنگا فساد کرانے میں شیطان کی عجیب چال

شیطان کو کسی نے کہا تھا کہ تو بڑا ملعون ہے گناہ کراتا ہے اُس نے کہا میں کیا گناہ کراتا ہوں میں تو ایک ذرا سی بات کرتا ہوں لوگ اس کو بڑھا دیتے ہیں دیکھو میں تم کو تماشا دکھلاتا ہوں۔ ایک دکان پر پہنچا۔ ایک انگلی شیرہ کی بھر کر دیوار کو لگا دی اس پر ایک مکھی آ بیٹھی ایک چھپکلی اس پر جھپٹی اس پر دکان دار کی بلی دوڑی اس پر ایک خریدار کا جو کہ فوجی سوار تھا کتا لپکا۔ دکان دار نے اس کتے کے ایک لکڑی ماری۔ سوار کو غصہ آیا اس نے دکان دار کے ایک تلوار ماری۔ بازار والوں نے انتقام میں سوار کو قتل کر ڈالا۔ فوج میں خبر ہوئی۔ فوج والوں نے بازار کو گھیر کر قتلِ عام شروع کرا دیا۔ بادشاہِ وقت نے فوج سے اِن ظالموں کو سزا میں قتل کر دیا۔ ایک گھنٹہ میں تمام شہر میں خون کے ندی نالے بہہ گئے شیطان نے کہا دیکھا میں نے کیا کیا تھا اور لوگوں نے اس کو کہاں تک پہنچا دیا۔

ف: اس طرح وہ لوگ جو افیون کا نشہ کرتے ہیں یہ بھی شیطان کا شیرہ ہے جب تک اپنے پاس روپیہ رہتا ہے اس کو خرید کر کھاتے ہیں جب وہ ختم ہو جاتا ہے تو اثاث البیت بیچ کر کام چلاتے ہیں جب وہ بھی ختم ہو گیا تو بیوی کا زیور پھر جاندادا ور گھر غرض سب اڑا دیتے ہیں۔ ہر نشے کا انجام بُرا ہے۔

افیون سے توبہ کرنے والے شخص کی حکایت | حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت

میں ایک گاؤں کا رہنے والا مرید ہونے کے لئے آیا۔ حضرت نے کلمات بیعت کے جن کا کہ حاصل معاصی سے توبہ ہے کہلا دیئے۔ جب توبہ کرلی تو کہتا ہے کہ مولوی جی افیم سے توبہ کرائی ہی نہیں۔ حضرت نے فرمایا مجھے کیا خبر کہ تو افیون کھاتا ہے۔ اچھا یہ بتلا کتنی کھاتا ہے۔ جس قدر کھانا ہو میرے ہاتھ پر رکھ دے مگر اس نے جیب میں سے افیون کی ڈبیہ نکال کر دور پھینکی کہ مولوی جی جب توبہ ہی کرلی تو اب کیا کھاویں گے گھر گیا تو دست شروع ہوئے اس نے مولانا سے کہلا بھیجا کہ حضرت دعا کیجیو اچھا ہو جاؤں۔ چند روز کے بعد تندرست ہو کر پھر آیا۔ دو روپیہ حضرت کی خدمت میں پیش کئے حضرت بعد انکار کے اس کے اصرار سے قبول فرمائے۔ کہتا ہے حضرت جی یہ تو آپ نے پوچھا ہی نہیں کہ یہ روپے کیسے ہیں؟ حضرت نے فرمایا بتلاؤ کیسے ہیں؟ کہا افیم کے ہیں پوچھا افیم کے کیسے کہنے لگا کہ میں دو روپیہ ہوار کی افیون کھاتا تھا جب میں نے افیون چھوڑی تو میرا نفس بہت خوش ہوا کہ دو روپیہ بچیں گے میں نے کہا میں تیرے لئے نہیں بچاؤں گا میں یہ دو روپیہ اپنے پیر کو دوں گا۔

ف: اس شخص کی قوت علمی و عملی پر غور فرمائیے کہ کس درجہ کی تھی قوت علمی تو فہم اس بات کا کہ نفس کے خلاف کرنا چاہیے اور عملی قوت۔ یہ کہ ایک دم سی ایک مدت کی عادت کو جو سالہا سال کے مجاہدہ سے بھی چھوٹتی نہیں چھوڑ دی۔ بہرحال یہ نفس کے حیلہ حوالے ہیں جب آدمی دل سے ہمت کرتا ہے اور قصد کرتا ہے کسی کام کے چھوڑنے کا تو حق تعالیٰ ضرور امداد کرتے ہیں۔

حضرت شیخ احمد خضرویہؒ کی حکایت

حضرت شیخ احمد خضرویہؒ بہت مقروض تھے مگر آمدنی بہت تھی لوگ معتقد تھے نذرانے بہت آتے تھے اس لئے کوئی شخص قرض دینے سے انکار نہ کرتا تھا جب وہ مرنے لگے تو سب لوگوں کو اپنے اپنے روپیہ کی فکر ہوئی اور انھوں نے گھر پر آکر تقاضا شروع کیا کہ آپ تو مر رہے ہیں ہماری رقم کہاں ہے؟ آپ خاموش ہو کر منہ ڈھانک کر لیٹ گئے۔ فرمایا خدا پر نظر رکھو۔ اتنے میں ایک حلوائی کا لڑکا حلوا بیچتا ہوا سامنے سے گزرا آپ نے اُسے بلایا اور سارا حلوا خرید کر لوگوں کو کھلا دیا۔ لڑکے نے دام مانگے تو آپ نے فرمایا کہ بھائی یہ لوگ بھی اپنے دام مانگ رہے ہیں تو بھی ان کے ساتھ بیٹھ جا۔ یہ سُن کر لڑکے نے رونا شروع کیا کہ ہائے مجھے تو میرا باپ مار ڈالے گا لڑکے کے رونے کو دیکھ کر سب لوگوں کو شیخ پر غصہ آیا کہ بھلا ان بزرگ کو مرتے مرتے بھی قرض کرنے کی کیا ضرورت تھی مگر ان کو کیا خبر تھی کہ انھوں نے قرض خواہوں کی ضرورت سے یہ کام کیا تھا۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ کسی امیر کا ایک خادم ایک سینی میں اشرفیاں لے کر حاضر ہوا اور حضرت شیخ سے عرض کیا کہ فلاں امیر نے یہ ہدیہ خدمت والا میں ارسال کیا ہے آپ نے اسے قبول فرمایا دیکھا تو بالکل قرض کے برابر تھا اسی وقت سب قرضہ ادا فرما دیا اب تو لوگ بڑے معتقد ہوئے کہ واقعی مقبول بندے ہیں کسی خادم نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے حلوائی کے لڑکے کا حلوا بلا ضرورت کیوں خرید فرمایا تھا اس سے تو بڑی ذلت ہو رہی تھی فرمایا کہ یہ سارے قرض خواہ جب یہاں آکر بیٹھے میں نے دعا کی اے اللہ! میرا قرضہ مرنے سے پہلے اتار دیں۔ ارشاد ہوا کہ ہمارے یہاں کچھ کمی نہیں مگر اس وقت کوئی رونے والا ہو

چاہیئے اور ان میں کوئی رونے والا ہے نہیں۔ میں نے یہ رونے کی ترکیب کی تھی۔

ف: اسی کو مولانا روم فرماتے ہیں۔

تا نہ گرید کودک حلوا فروش — بحر بخشائش نمی آید بجوش
تا نہ گرید طفل کے چوشد لبن — تا نہ گرید ابر کے خند دچمن
گر تو خواہی کز بلا جان وآخری — جان خود در تضرع آوری
در تضرع باش تا شادان شوی — گریہ کن تا بے دماں خنداں شوی

ترجمہ: جب تک حلوا فروش لڑکا نہ روئے بخشش کا دریا جوش میں نہ آیا جب تک بچہ نہیں رقتا ماں کی چھاتیوں میں دودھ نہیں جوش مارتا۔ جب تک ابر نہ برسے چمن سرسبز نہیں ہوتا۔ اگر تم چاہتے ہو کربلا سے جان تمہاری چھوٹ جائے تو جان سے گریہ زاری کرو تاکہ تم کو خوشی حاصل ہو۔ گریہ کرو تاکہ وہاں ہنسنے والے ہو۔

پشت پر شیر کی تصویر بنوانے والے کی حکایت

ایک شخص ایک گودنے والے کے پاس گیا کہ میری پشت پر شیر کی تصویر بنا دے۔ اس نے اپنا کام شروع کیا اور ایک جگہ سوئی کو لگایا اس نے آہ کی اور اس نے پوچھا کیا بنا رہے ہو۔ کہا منہ بنا رہا ہوں۔ کہنے لگے یہ شیر کھا دے پیوگا تھوڑا ہی جو اس کو منکی ضرورت ہے بس منہ کو رہنے دو اس نے دوسری جگہ سوئی کی نوک کو چبھویا آپ نے پھر آہ کی کہ اب کیا بنا رہے ہو کہا دُم بنا رہا ہوں کہنے لگا بعضے دُم کٹے بھی شیر ہوتے ہیں دُم کی ضرورت نہیں کچھ اور بناؤ اس کو رہنے دو اس نے تیسری جگہ سوئی کو چبھویا اس نے پھر آہ کی کہ اب کیا بنا رہے ہو۔ آنکھیں۔ بولا اس کو

آنکھوں کی کیا ضرورت ہے کوئی دیکھنا تھوڑا ہی رہ گیا ہے۔ اس نے چوتھی جگہ سوئی کو چبھویا آپ نے پھر آہ کی کہ اب کیا بنا رہے ہو۔ کہا شکم کہنے لگا ارے بے وقوف اسے شکم کی کیا ضرورت ہے کچھ کھانا پینا تھوڑا ہی ہے تو مصور نے جھلا کر سوئی پھینکدی اور کہنے لگا۔

شیرِ بے گوش و سر و شکم کہ دید
ایں چنیں شیرے خدا ہم نافرید

شیر بے دُم اور پیٹ کا کس نے دیکھا ہے ایسا شیر خدا نے بھی پیدا نہیں کیا جس کے نہ شکم ہو نہ منہ ہو نہ دم ہو نہ آنکھیں۔ جب تجھ کو سوئی کی تکلیف پر صبر نہیں تو شیر کی تصویر ہی کیوں بنواتا ہے۔ جا اپنا کام کر۔

چوں نداری طاقت سوزن زدن
بس تو از شیر زیاں کم دم بزن

یعنی جب تم میں سوئی چبھنے کی طاقت نہیں ہے تو تم شیر ہونے کا دعویٰ مت کرو۔ صاحبو! اگر علمِ حقیقی اور علم نافع حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کا تو یہی راستہ ہے یہی طریقہ ہے نشتر اور زخم کھانے پڑیں گے یعنی اپنی طرف سے اس کے لئے آمادہ ہونا پڑے گا باقی اس کا میں اطمینان دلاتا ہوں کہ جب تم اپنی طرف سے ہر طرح ذلت اور رسوائی کے لئے آمادہ ہو جاؤ گے اللہ تبارک و تعالیٰ غیب سے تمہاری مدد فرمادیں گے۔

اُمراء اور حکام کا اثر عوام پر زیادہ ہوتا ہے

ایک بزرگ بھوپال میں تھے نواب صاحب کی بیگم ان کی زیارت کو آئیں جب بیگم صاحبہ واپس ہونے لگیں تو انھوں نے ان کی جوتیاں جھاڑ کر سیدھی کردیں، انھوں نے کہا توبہ توبہ آپ نے بزرگ ہو کر مجھ

گنہگار کو شرمندہ کیا۔ انھوں نے فرمایا تم مجھ سے زیادہ بزرگ ہو بیگم صاحبہ نے پوچھا کس طرح۔ انھوں نے کہا کہ میں مدت سے کوشش کرتا ہوں کہ بیوہ عورتیں نکاح کریں مگر کچھ اثر نہیں ہوتا، تم ایک دفعہ اعلان کردو تو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بکثرت نکاح ہوئے۔

ف: سویہ کا ہے کا اثر ہے امیری کا۔ غرض امراء حکام کا اثر علماء اور فقراء سے بھی زیادہ ہوتا ہے میرے ایک دوست کہتے تھے کہ مردم شماری کے زمانہ میں میں نے اپنے ایک ملنے والے سے کہا جو اسی کام پر تعینات تھے کہ بڑا ثواب کا ہوگا اگر تم اس وقت میں ایک کام کردو وہ یہ کہ جب کسی مسلمان کے یہاں مردم شماری کرنے جاؤ تو جہاں اور خانہ پُریاں کرتے ہو یہ بھی پوچھ لیا کرو کہ نمازی ہے یا نہیں۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت صرف اس پوچھنے کا یہ اثر ہوا کہ ہزاروں آدمی نمازی ہو گئے۔ جیسے ایک صاحب سب انسپکٹر صاحب تھے۔ اپنے علاقہ میں جو بے نمازی ملتا جھوٹ موٹ اس کا نام نوٹ بک میں لکھ لیتے زبان سے کچھ نہ کہتے اس کا یہ اثر تھا کہ تمام علاقہ کے آدمی نمازی ہو گئے۔ (اظاہر ص۱۷)

ایک گنوار جولاہے کا قصہ ہے کہ اس کا لڑکا انگریزی پڑھتا تھا کسی نے پوچھا کہ تمہارا لڑکا انگریزی پڑھتا ہے اب کتنی لیاقت ہو گئی؟ کہنے لگا کہ کھڑے کھڑے تو موتنے لگا ہے اب ذرا سی کسر باقی رہ گئی ہے! فائدہ بس کھڑے ہو کر موتنے لگنا اس کے نزدیک بڑی لیاقت تھی کہ اسکے بعد کامل لیاقت میں ذرا ہی سی کسر رہ جاتی ہے شاید وہ کسر یہ ہو کر کھڑا کھڑا اگنے بھی لگے۔ حقیقت یہ ہے کہ ادھ پکا آدمی ذرا سی بات میں اترانے لگتا ہے کہ جو بات کسی درجہ میں قابل فخر نہیں ہوتی وہ اسی پر ناز کرنے لگتا ہے اور یہ ساری خرابی جہل کی ہے ان لوگوں کو اصلی کمالات کی خبر نہیں

موروثی پیر کی حکایت

ایک حکایت یاد آئی کہ ایک گوجر کے یہاں ایک مراثی پیر آیا۔ گوجر بولا کہ اب کے تو بہت دُبلے ہو رہے ہو؟ پیر صاحب بولے تم نماز نہیں پڑھتے تمہارے بدلے میں پڑھتا ہوں۔ تم روزہ نہیں رکھتے میں ہی رکھتا ہوں، علیٰ ھٰذا سب اعمال، پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ پُلصراط پر جو کہ بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے تمہارے عوض چلنا پڑتا ہے تو کہاں تک دُبلا نہ ہوں۔ گوجر بولا، بہت ہی کام کرنا پڑتا ہے جا میں نے فلاں کمیت تجھے دیدیا۔ پیر خوش ہوئے کہا کہ قبضہ کرادے وہ ساتھ چلا۔ دھانوں کی پتلی پتلی ڈولیں ہوتی ہیں ایک جگہ پیر صاحب پھسل کر گر پڑے گوجر نے ایک لات دی کہ تو پُلصراط پر کیا چلتا ہوگا۔ جھوٹا ہے میں ایسے جھوٹے کو کمیت نہیں دیتا۔ اب وہ کمیت بھی چھین لیا اور چوٹ بھی لگی۔ فائدہ: یہی حال آجکل جاہل پیروں کا ہے کہ خود تو خُدا سے دُور ہیں اور مریدوں کو بھی خدا سے دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

نہ وصال ہی ملا نہ وصالِ صنم ؎ نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

(مواعظ اشرفیہ)

آپ کے مطالعہ کے لئے بہترین کتابیں

تفسیر انوار البیان

المعجم المفہرس لالفاظ القرآن

علمی مضامین میں مزاحیہ حکایات

اصلاحی دروس میں پیش آنے والی

احکام مسافر

معارف مسیح الامت

خصائل مصطفیٰ ﷺ

علماء دیوبند نقوش

ہم ماتم کیوں نہیں کرتے

ٹی وی کی تباہ کاریاں

بدعملیت کی اصلیت

اکرام المسلمین

عربی مدارس نظام چندہ

مقبول تقریریں

مروجہ مساجد اپنے نقائص و خلافات کے آئینہ میں

خطبہ شہید

مکتبہ طیبہ

Designed by: Crescent Computers, Deoband, Ph. 01336-23183

Rs. 130/=

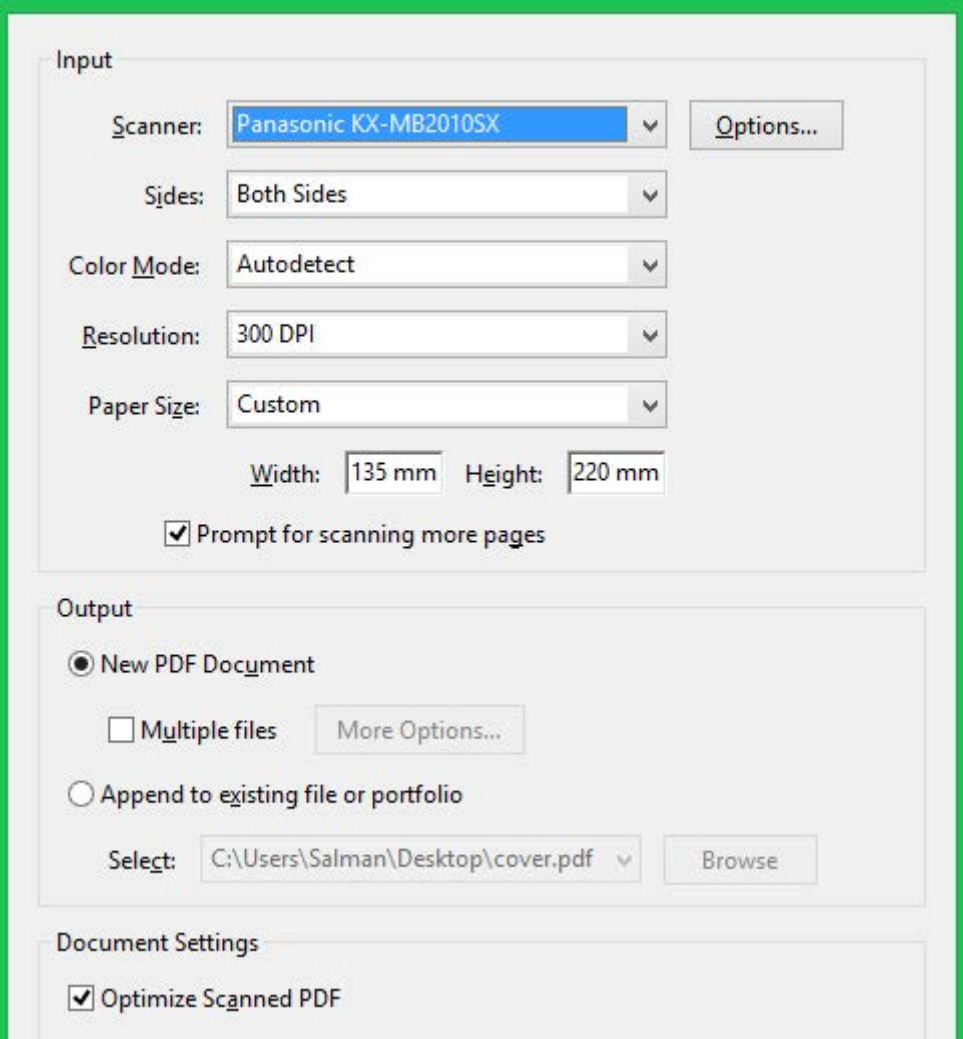
Input
Scanner:
Panasonic KX-MB2010SX
Options...
Sides:
Both Sides
Color Mode:
Autodetect
Resolution:
300 DPI
Paper Size:
Custom
Width:
135 mm
Height:
220 mm
Prompt for scanning more pages
Output
New PDF Document
Multiple files
More Options...
Append to existing file or portfolio
Select:
C:\Users\Salman\Desktop\cover.pdf
Browse
Document Settings
Optimize Scanned PDF